February 1937 Regd L

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا، لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

Celebration of the Muslim Festival of Id ul Fitr (1355 A.H.)
at the Shah Jehan Mosque, Woking.

Celebration of the Muslim Festival of Id-ul-Fitr (1355 A.H.)
at the Shah Jehan Mosque, Woking.
M. Aftab-ud-Din Ahmed (Imam of the Mosque, Woking)
addressing the Congregation. His Excellency
Hafiz Wahba is seen seated in front.
(Photos by courtesy M/s Sports and General Press Agency, London.)

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے؛

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۳ | بابت ماہ فروری ۱۹۳۷ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ | نمبر ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۰

اشاعت اسلام

بابت ماہ فروری ۱۹۳۷ء

شذرات

رسالہ ہذا کو عید الفطر کی سالانہ عظیم الشان تقریب کی دو پرشکوہ تصاویر سے مزین کیا جاتا ہے۔

اوپر کی تصویر میں جماعت بحالت سجود دکھائی گئی ہے۔

نیچے کی تصویر میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ خطبہ عید ارشاد فرما رہے ہیں۔ ہز ایکسیلنسی شیخ حافظ وہبہ سامنے بیٹھے ہوئے دکھائے گئے ہیں ٭

انگلستان میں عید الفطر

شاہجہان مسجد ووکنگ میں ۱۵ دسمبر ۱۹۳۶ء بروز سہ شنبہ عید الفطر کی شاندار تقریب عمل میں آئی۔

حسب معمول اسلامیان انگلستان کو عید سے کئی دن قبل فرداً فرداً مطلع کر دیا گیا تھا۔ اس سہولت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جزائر برطانیہ کے مختلف حصص سے مسلم افراد بلالحاظ جماعت، قوم و ملک مسجد ووکنگ میں اس جلیل القدر تقریب پر رونق افروز ہوئے۔

گزشتہ چار ہفتوں سے انگلستان کی موسمی حالت نہایت ناخوشگوار تھی عید سے قبل شام کو موسلادھار مینہ برسنا شروع ہوا۔ اور کافی رات گئے تک برستا رہا۔ ظلمت شب کا طلسم ٹوٹا تو مشرق سے آفتاب عالمتاب نہایت آب و تاب سے نمودار ہوا۔ کامل ایک ماہ سے اس کے انتظار میں آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔

گو موسمی بدحالی سے بچنے کے لئے کافی اہتمام کیا گیا تھا، مطلع صاف ہونے سے سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

لندن سے سپیشل ٹرینوں کے ذریعہ متعدد فرزندان اسلام زرق برق اور زنگارنگ البسۂ فاخرہ میں ملبوس مسجد ووکنگ کے عالیشان بیرونی شامیانہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ شامیانہ میں جابجا برقی قمقمے آویزاں تھے۔ قیمتی غالیچوں کا فرش تھا۔ آتش دانوں کا بھی مناسب بندوبست کیا گیا تھا۔

سُرخ رنگ ترکی ٹوپیوں، مختلف الاقسام ٹوپیوں، دستاروں، زرق برق پوشاکوں، دیدہ زیب ساڑیوں، سوٹوں اور فراک کوٹوں سے ایک خاص نیرنگی اور بوقلمونیت کا رنگ جھلکتا نظر آتا تھا۔ اس عظیم الشان اجتماع میں انگریز مسلم خواتین اور دیگر برطانوی مسلم احباب جزائر برطانیہ کے گوشہ گوشہ سے تشریف لائے تھے۔ نمائندگان ترکستان، ایران، روس، نائیجیریا، مصر و ہند بھی موجود تھے۔ حاضرین میں امراء و غرباء ہر دو شامل تھے۔ یہ اجتماع اس جذبۂ اخوت کی جو اسلام کا بنی نوع انسان کو ایک عدیم النظیر عطیہ ہے زندہ مثال تھا۔

اس سرزمین میں جہاں صرف جماعتی اور سیاسی اختلافات ہی نہیں بلکہ مذہبی اور فرقی قضیئے بھی عام ہیں فی الحقیقت یہ اجتماع اخوت بنی نوع انسان کا ایک عالمگیر مظاہرہ تھا۔

نماز عید ختم ہوئی امام صاحب نے خطبۂ مسنون بدیہ سامعین کیا۔ بعدہٗ حاضرین نے اسلامی طریقہ میں ایک دوسرے سے معانقہ کیا اور عید کی مبارکباد دی۔ بعد ازاں ملحقہ شامیانہ میں مدعوئین نے طعام تناول کیا۔ اراکین ووکنگ مسلم مشن اور دیگر خیر خواہوں نے اس اثنا میں نہایت گرمجوشی سے فرائض میزبانی سرانجام دیئے۔ خورد و نوش کا سلسلہ ایک بجے سے چار بجے شام تک جاری رہا۔ مدعوئین کی مجموعی تعداد تقریباً پانصد تھی یہ تعداد اس لئے زیادہ حوصلہ افزا تھی کہ شنبہ کا کاروباری دن تھا۔ کئی حضرات کی شمولیت ناممکنات سے تھی۔ مدعوئین کی ایک کثیر تعداد طعام نوشی کے بعد ہی مراجعت فرما ہوئی۔ بعض چائے کے بعد رخصت ہوئے۔ بعض طعام شبینہ تک جلوہ افروز رہے۔

سوال ہو سکتا ہے کہ مسجد ووکنگ میں عیدین کی تقریب کیوں کامیاب ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ ووکنگ میں خواہ موسم خوشگوار ہو یا ناخوشگوار ہر تقریب میں ایک نمایاں خصوصیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ برطانوی مسلم احباب ہی نہیں بلکہ وہ احباب بھی جو دور دراز کے ممالک سے تعلق رکھتے ہیں جہاں اسلامی روایات سے قطعاً بیگانگی ہوتی ہے۔ مسجد ووکنگ میں اسلام کی صحیح تصویر دیکھ لیتے ہیں گو ایک جھلک ہی کیوں نہ ہو۔

یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ بیت اللہ شریف کے ماسوا مسجد ووکنگ ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں مختلف قومیتوں کے افراد ایک سلک اخوت میں منسلک نظر آتے ہیں۔ اور یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ اسلام امن و امان اور صلح و آشتی کا مذہب ہے۔

حاضرین میں مندرجہ ذیل اصحاب و خواتین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:- ہز ایکسیلنسی شیخ حافظ وہبہ سعودی وزیر عرب ہز ایکسیلنسی سید علی جودت وزیر عراق، مادام علی جودت، امیر عادل ارسلان، مسٹر رضا علی، آنریبل شیخ سر عبدالقادر، وبلیڈی عبدالقادر، سردار بہادر سردار موہن سنگھ، عائشہ فٹز ولیم، مسٹر راما راؤ ڈپٹی ہائی کمشنر فار انڈیا، لیڈی باقر، مسٹر و مسز ڈی بانک، کرنل قریشی، کپتان جے بلوڈی پیکہم، مسٹر ایمز زید علی رضی، مدیو زند، ایس آر بابرٹ، مسز این جاپ، وش مسٹرس، ڈاکٹر ایم آر زادہ، مسٹر غوری، ڈاکٹر مجددی، مسٹر بشیر کریڈ، مسز شاکر مجددی، مسٹر عبدالقادر خان صاحب، اور ڈاکٹر احمد حسین صاحب۔

مسجد ووکنگ میں اسلامی لیکچر

انگلستان میں ان ایام میں موسم کی جو حالت عام طور پر ہوتی ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں کہ اس سال اب تک موسم اچھا اور گرم ہے۔ اور ہر اتوار کو مسجد ووکنگ میں توحید الٰہی کا جو پیغام لوگوں کو دیا جاتا ہے اس کی دلچسپی میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ مقامی اخبارات میں پہلے سے اشتہار دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ گزشتہ اتوار حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

خطبہ کا موضوع ان تمام خطبات سے جو اس موسم میں دیئے گئے سب سے زیادہ دلچسپ تھا۔ اس میں اخلاقی روشنی کے سوال پر بحث کی گئی جو اس خارجی الہام سے جو پیغمبروں کے لئے مخصوص ہے امتیاز خصوصی رکھتی ہے بالفاظ دیگر اس میں انسان کے اخلاقی چال چلن اور اللہ تعالےٰ کے مابین تعلقات پر روشنی ڈالی گئی۔ جو آیات کریمہ امام صاحب نے پڑھیں ان میں سے سب سے پہلی آیت میں اللہ تعالےٰ کو تمام کائنات میں اخلاقی روشنی عطا کرنے والا قرار دیا گیا ہے اور ایسی ہدایت کے حاصل کرنے والے کا نہایت مناسب تمثیلی زبان میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ آیہ کریمہ حسب ذیل ہے:۔ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہ مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار۔ نور علیٰ نور۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیٔ علیم۔ اللہ آسمانوں اور زمین کی روشنی (دینے والا) ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی ہے جس پر لیمپ رکھا ہوا ہو۔ لیمپ شیشہ میں ہے شیشہ گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ زیتون کے مبارک درخت سے جلتا ہے نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگرچہ آگ اس کو نہ چھوئی ہو، نور پر نور اللہ تعالےٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ لوگوں کے لئے مثال بیان کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سب چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

اس خطبہ کا مقصد ایک یورپین اجتماع کے سامنے اس موجودہ زمانہ میں اس بات کو واضح کرنا تھا جبکہ دنیوی اخلاقی لوگوں اور فلسفہ کی بعض شاخوں کے متبعین کی تعلیمات کی وجہ سے انسان کے اس اخلاقی احساس پر جسکے ساتھ کوئی دوسری امداد نہیں حد سے زیادہ اعتماد کیا جا رہا ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ تھی کہ صحیح یا غلط، نیکی یا بدی کا احساس صرف اسی صورت میں انسانی سوسائٹی کے اخلاقی نظم و نسق کی بنیاد ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس احساس کو عملی صورت دی جائے۔ تو اس سے سب چیزوں کے دیکھنے والے اخلاقی حاکم کی موجودگی کا علم پیدا ہو۔ بہت سے ایسے واقعات ہیں جن میں کفار کا وہ اخلاقی احساس جو وہ فوق الفطرت طاقت کے متعلق رکھتے ہیں انہیں محض اسی حد تک لے جاتا ہے کہ وہ ایسے کاموں کی جستجو کرنے سے بچتے ہیں جن کو وہ غلط اور سوسائٹی کے لئے مضرت رساں سمجھتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہمارے اعمال ہماری روحانی حالت کے مظہر ہوں اور صرف مادی تحریکات

ہی ہمیں ان کی طرف لیجانے کا موجب نہ ہوں۔ خواہ وہ منفی قسم کی تحریکات ہوں (جیسے جستجو سے بچنا) یا مثبت قسم کی (یعنی کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا) یہ وہ حقیقت ہے جو ہر اس شخص پر واضح ہونی چاہیے جس نے انسانی عمل کے سرچشمہ کو مطالعہ کیا ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جس کو بہترین اور اعلےٰ درجہ کے نفسیاتی لوگ باور کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس لئے نسل انسانی کی روحانی ترقی وہ ابتدائی لازمی درجہ ہے کہ جو انسانی سوسائٹی کو اخلاقی ترقی کی منزل پر پہنچاتی ہے۔ انسانی دل و دماغ کے لئے اس زبردست طاقت کے زیر اثر جو مذہب کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اس اخلاقی منزل مقصود پر پہنچنا ضروری ہے جہاں لوگوں کے سامنے کوئی ایسا خیال باقی نہیں رہتا کہ اپنے ساتھیوں کے عیش و آرام سے متاثر ہوکر اگر دوسرے جرائم نہ کریں تو کم از کم چوری پر ہی آمادہ ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی فرضی خواب نہیں۔ کیونکہ انسانی دماغ فی الحقیقت زیر بحث منزل کی طرف جانے میں اس سے بہت زیادہ طاقتور ہے جتنا وہم و قیاس میں آسکتا ہے۔ اگرچہ فلسفی لوگ صفائی کے ساتھ ابھی اتنے گہرے نہیں گئے کہ انسانی فطرت کا تجزیہ کریں۔ انسان کی روحانی حالت صرف بیرونی حالات کے پیدا کرنے کا ہی موجب نہیں ہوئی۔ خوش قسمتی سے ہمارے سامنے غور و فکر کے لئے انبیا اور اولیا کی زندگیاں موجود ہیں بالخصوص مسلمان اولیا کی زندگیاں جن کے اعمال و افعال پوری تفصیل کے ساتھ لکھے ہوئے موجود ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کے مطالعہ سے ہم اخلاقی تعلیم حاصل کرسکتے ہیں۔

مقرر نے اپنے اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہوئے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی روحانی روشنی ہی نسل انسانی کی اخلاقی ترقی کا سب سے بڑا زینہ ہو سکتی ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے واضح کیا کہ جس نور کا اس میں ذکر کیا گیا ہے وہ الٰہی روشنی کا نور ہے۔ لیمپ انسان خود ہے۔ شیشہ انسان کی ذہنیت ہے۔ اور تیل اس کے جذبات و احساسات۔ اس بیان میں کہ زیتون کا درخت جس سے تیل نکلتا ہے نہ شرقی ہے نہ غربی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ انسانی جذبات مذہب کا جامہ پہن کر مادی دنیا کے (ملکی، لسانی، نسلی اور لونی) تمام امتیازات سے بالاتر ہو جائیں گے۔

الہام الٰہی کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے معزز مقرر نے اس خیال کو احمقانہ قرار دیا کہ کسی شخص کی ذہنیت اور اخلاقی کیرکٹر کا خیال کئے بغیر اس پر الہام نازل ہو سکتا ہے۔ الہام صرف اعلےٰ درجہ کا نمونہ رکھنے والے انسانوں پر نازل ہوتا ہے عام لوگوں کو اپنے چراغ روشن کرنے کے لئے سب سے پہلے ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

امام صاحب نے اس بات کو واضح کیا کہ کس طرح موجودہ زمانہ کے اس قسم کے آزاد خیال فرقے جیسا کہ عیسائیوں کا فرقہ یونیٹیرین ہے جب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کبھی کسی کتاب یا انسان کے توسط سے اپنی مرضی کا اظہار نہیں کیا۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاملہ کی اصل تہہ تک کافی طور پر نہیں گئے۔ الہام الٰہی کو اس طرح رد کر دینے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ نسل انسانی جہاں تک خارق عادت امور کا تعلق ہے بالکل ہی خشک روایات کے قصہ میں جا پڑے گی۔ اخلاقی نقطہ نگاہ سے ضروری ہے کہ انسانی

دل و دماغ مذہبی شخصیتوں کے نمونہ سے تروتازہ ہوتا رہے اور یورپ میں مذہب کی نہایت کمزور حالت ایک حد تک اس حقیقت نفس الامری کا نتیجہ ہے کہ صدیوں سے وہاں کے لوگوں کی روحانی زندگی کسی مسیحی ولی کی زندگی کے حالات سے چنداں متاثر نہیں ہوتی۔ اب ہمارے سامنے سینٹ پال کے ایک سابق ڈین کا ایک ناقابل قدر نقطہ نگاہ ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ دعائیں قوانین قدرت کو بدل نہیں سکتیں اور اس کے ساتھ وہ نہایت افسوسناک کمزور جواب بھی ہمارے سامنے ہے جو موجودہ ڈین نے اس اعلان کا دیا ہے۔

آخر میں معزز مقرر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کا متواتر ثبوت ملتا رہنا چاہیے۔ کیونکہ اگرچہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شریعت الٰہی کے آخری مورد تھے۔ تاہم اگر خلّاق عالم اور تمام کائنات کے حکمران خدا کی ہستی کے تازہ ثبوت نہ ملتے رہیں تو انسانی سوسائٹی کی مذہبی توانائی قدرتی موت مرجائے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ موجودہ زمانہ کی ہستی باری تعالیٰ کی مخالف تحریکات جن کے ساتھ یہ بھی یقین کیا جاتا ہے کہ انسانی کوششوں سے ہی سب کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اس انکار کا نتیجہ ہیں جو مغرب میں الہام الٰہی کی ان مختلف صورتوں کا کیا گیا ہے جو مسیح ناصری کی مفروضہ مصلوبیت کے بعد پیدا ہوئیں ؛

مسجد ووکنگ میں رمضان پر لیکچر
ایک فاضل فرانسیسی مسجد ووکنگ میں

۱۵ر نومبر ۱۹۳۶ء کو رمضان کے مقدس مہینہ کا پہلا دن تھا۔ امام صاحب مسجد ووکنگ نے اس دن کے لیکچر کا موضوع اسی مقدس مہینہ کی خصوصیات کو ٹھیرایا۔ لیکچر میں حاضری بہت کافی تھی۔ فاضل فرانسیسی تھی اسٹ مسٹر لابور ڈیر بھی جن کا ذکر ہم بعض سابقہ رپورٹوں میں بھی کر چکے ہیں۔ حاضرین میں موجود تھے۔ اس فاضل انسان نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اسلام جیسے عظیم الشان مذہب کے اس مرکز کا سال بھر میں ایک دفعہ وہ ضرور بقول خود "حج" کیا کرینگے۔ گزشتہ اتوار کو آپ کی تشریف آوری ایک اسی قسم کا "حج" تھا۔ آپ تمام دن کے لئے تشریف لائے تھے اور جیسا کہ آپ کی خواہش تھی آپ کی امام صاحب کے ساتھ نہایت مزیدار بحث رہی جو عام طور پر مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور خاص طور پر اس کا تعلق الہام اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے ساتھ تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جنھیں آپ ان عظیم الشان شخصیتوں میں سے سمجھتے ہیں جنھوں نے تاریخ عالم میں نہ مٹنے والی یادگاریں چھوڑیں۔ ان کے دل میں نہایت گہری عزت و وقار موجود ہے جس نے ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دی۔ امام صاحب کے ساتھ بحث کرتے ہوئے انہوں نے اس امر پر بڑا زور دیا کہ وہ زبردست اخلاقی خصوصیات اور وہ اعلےٰ درجہ کی ذہنی

طاقتیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے امی انسان سے صادر ہوئیں ان لوگوں پر جنھیں آپ نے بذات خود مخاطب کیا گہرا اثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھیں - اس بات میں بہت سے غیر مسلم اور اسلام کا مطالعہ کرنے والے مسلمان آپ سے پورے طور پر متحد ہیں - اس جگہ یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ اسلام کی عالمگیر خاصیت اور انبیا کے متعلق اسکی پاک کتاب کے احکامات کی پوری متابعت امام صاحب کے اس طریق عمل سے واضح ہے کہ انہوں نے اس فاضل انسان کو صرف اس بنا پر حلقہ اسلام میں داخل کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ مسیح ناصری کو پیغمبر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں -

آج کا خطبہ روزہ کے عظیم الشان رکن سے تعلق رکھتا تھا جو اس وقت ہر سچے مسلمان کے دل پر سب سے بڑھکر اثر رکھتا ہے امام صاحب نے فرمایا کہ روزہ کو اسلامی تعلیمات میں بہت بڑا مقام حاصل ہے - کیونکہ اسلام کے پانچ ارکان میں ایک رکن ہے آپ نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا کہ اسلام کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ عمل اور اصول دونوں میں سب مذاہب سے بڑھ کر پختہ اور مضبوط حیثیت رکھتا ہے تمام دوسرے مذاہب اپنے معتقدات کے علاوہ زیادہ تر ان عام اصولوں پر قانع نظر آتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کی ابوت کے زیر سایہ انسانی اخوت کے قائل ہیں اور مخلوقات کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ ضروری سمجھتے ہیں یہ اصول ممکن ہے اعلے نصب العین کی طرف رہبری کا موجب ہوں تاہم دنیا کی سخت ترین جہد للبقا نصب العین کو درہم برہم کر رہی ہے اس لئے دنیا کو ایسے طریق عمل کی سخت ترین ضرورت ہے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے یہ وہ طریق عمل ہے جس کے ذریعہ اخوت انسانی ایک امر واقعہ بن کر سامنے آجاتی ہے -

اپنے لیکچر کے اصل موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے امام صاحب نے ان ہمدردانہ اثرات کی طرف توجہ دلائی جو ترک خواہشات کی لمبی میعاد میں پنہاں ہیں - کیونکہ بھوک پیاس کی حقیقی تکلیف کا جب تجربہ انسان کو ہوتا ہے - تو اس سے غربا اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوتی ہے سب سے زیادہ نمایاں فوائد جو روزہ سے حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ روزہ صبر و بردباری پیدا کرتا ہے صفائی اور پاکیزگی کی ترغیب دلاتا ہے اور زاہدانہ و عابدانہ جذبہ کو فروغ دیتا ہے - محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت بدھ اور زرتشت کا بھی روزے رکھنا اس اعلےٰ قدر و قیمت کا کافی ثبوت ہے جو ان بندگان خدا نے روزہ کو دی ہے -

ایک ایسے مجمع کے سامنے جو زیادہ تر غیر مسلم حضرات پر مشتمل تھا - امام صاحب نے اس بات کو واضح کرنا مناسب سمجھا کہ اگرچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ الہام ماہ رمضان ہی شروع ہوا لیکن یہ خیال کہ تمام کا تمام قرآن اسی مہینہ میں نازل ہو گیا بالکل غلط ہے - فی الحقیقت قرآن کے الہام کا سلسلہ بائیس سال تک جاری رہا - امام صاحب نے اسلام کے پانچ ارکان میں سے بعض دیگر رکنوں پر بھی بحث کی - جہاں تک نماز کا تعلق ہے آپ نے بتایا کہ اس نفسیاتی فائدہ کے علاوہ جو اس سے انسان کو ملتا ہے مسلمانوں میں اسے ہمیشہ عملی قدر کی چیز سمجھا گیا ہے - اسکے خلاف کچھ کہنا کسی اسلامی ملک میں قطعاً برداشت نہیں کیا جا سکتا - زکوٰۃ کے رکن کا یہ حیرت انگیز نتیجہ ہوا ہے کہ اسلامی ممالک میں جماعتی تنفر کو کوئی جانتا بھی نہیں مغربی ممالک کے متعلق ایسا نہیں کہا جا سکتا - امام صاحب نے یہ بتایا کہ یہ نا ممکن ہے کہ اسلام کے آخری رکن یعنی خانہ کعبہ کے مقدس ترین مقام کے حج سے بڑھ کر کسی

ادارہ میں مساوات، اتحاد، اور محبت و اخوت کے جذبات پائے جائیں معزز مقرر نے یہ بھی بتایا کہ ایسے جذبات نماز با جماعت سے بھی پیدا ہوتے ہیں جسمیں ایک آقا بالعموم اپنے غلام کے دوش بدوش کھڑا ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات معجز الذکر کو اپنے آقا سے آگے جگہ ملتی ہے۔

لیکچر ختم ہونے کے بعد حاضرین میموریل ہاوس میں افطاری کیلئے چلے گئے جسکے بعد امام صاحب ووکنگ سے برائیٹن ہوسٹ چرچ میں تشریف لے گئے جہاں انہوں نے پھر ایک مجمع کے سامنے تقریر کرنی تھی ؛

عرضداشت

آج دنیا میں ہر شے روبہ انقلاب ہے، ہر چیز ایک نئے سانچے میں ڈھلی نظر آتی ہے بادی النظر میں زمانہ کی موجودہ رفتار ایک ہولناک تباہی کا پیش خیمہ ہے مسئلہ تمام اہل فکر اور بالغ نظر حضرات کی توجہات کا مرکز بنا ہوا ہے کہ آیا مستقبل میں نظام عالم ہی از سر نو مترتب ہوگا یا ایک ایسی دنیا کی طرح ڈالی جائیگی جو سرے سے ہستیِ باری تعالیٰ ہی کی قائل نہو، ذکورہ اتنا کی ایک کثیر تعداد اس گتھی کے سلجھانے سے قاصر ہے ان کے پاس اس سوال کا حل نہیں لیکن کیا اسلامی دنیا بھی کوئی حل پیش نہیں کرسکتی ہے مسلمان تو ایک ایسے زندہ و پائندہ مذہب کے پرستار ہیں جسکا شیرازہ حوادث روزگار سے منتشر ہو ہی نہیں سکتا۔

آج مغرب انسانی جدوجہد کا مرکز ہے لیکن یہیں زوال کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں کیا یہ بربادی آبادی میں منتقل کیجاسکتی ہے کیا اسلامی دنیا نے اس میدان میں کوئی عملی قدم اٹھایا ہے نظر اٹھاؤ اور دیکھو۔ یہ شاعرانہ تخیل نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ ووکنگ مسلم مشن مغرب ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مستقبل کا آئینہ دار ہے۔ زوال پذیر موجودہ تہذیب کی بقا اور پائندگی کی توی امید اگر ہے تو ووکنگ مسلم مشن سے وابستہ ہے بمغرب ذہنیات کی بھول بھلیاں میں کھویا ہوا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی زندہ و پائندہ مذہب اس کیلئے مشعل ہدایت کا کام دے۔ اور اسکی تاریکی کو روشنی میں متبدل کردے اسلامی دنیا اس اہم مسئلہ وقت کو پس پشت ڈالے ہوئے ہے۔ اگر اس طرف کچھ توجہ ہوئی ہے یا عملی قدم اٹھا ہے تو یہ شرف ووکنگ مسلم مشن کو حاصل ہے۔ ہمارے مخالفین ہمارے متعلق کچھ ہی کہیں لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج جویان صداقت اور متلاشیان حق کا اگر مغرب میں کوئی مرکز ہے تو وہ ووکنگ مسلم مشن ہے جو اسلامی تعلیمات اور اس کے عالمگیر اصول سے ان کو فیضیاب کرتی رہتی ہے۔ کاش مسلمانوں کو اس امر کا احساس ہوجاتا کہ آج انکا عزیز وقت سرمایہ اور دماغ بیجا صرف ہو رہا ہے انکی توجہات کا مرکز غیر اہم معاملات ہیں۔ آج دنیا میں کوئی ایسا ادارہ نہیں جس نے عام بے رخی اور شدید مخالفت کے باوجود ووکنگ مسلم مشن کیطرح اسلامی خدمات سرانجام دی ہوں۔ اطراف عالم میں بالعموم اور مغرب میں بالخصوص ووکنگ مسلم مشن نے جو تبلیغی کارنامے سرانجام دیئے ہیں اسکی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملسکتی۔ ایک مسلح اور مدمغ دنیا میں اس ادارہ نے اسلام کے روایتی وقار کو قایم رکھا ہے دنیا جہالت سے یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ اسلام نے انسانیت کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا ہے درانحالیکہ اسلام جملہ بیماریوں کا علاج ہے۔ آج مشن مذکور سخت مالی مشکلات میں گرفتار ہے اور اس کی حالت نہایت خطرناک صورت اختیار کئے ہوئے ہے موثر الفاظ نہیں ملتے جن میں مسلم احباب سے درخواست کیجائے میں صرف ان الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں کہ جو قوم اتنا بھی نہیں کرسکتی کہ اس ادارہ ہی کو قایم رکھے جو اسلامی خدمات سرانجام دے رہا ہے تو پھر زندہ اور پائندہ قوم ہونے کا دعویٰ کیا معنی ؟

(آفتاب الدین احمد۔ امام مسجد ووکنگ۔ انگلستان)

اتحاد عالم اور مذہب

(جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ - انگلستان)

گزشتہ جنگ عظیم نے دنیا میں بین الاقوامی امن وصلح کے سوال کو بہت اہمیت دیدی ہے۔ پہلا قدم جو اس سوال کو حل کرنے کے لئے اٹھایا گیا وہ مجلس جمعیتہ الاقوام (لیگ آف نیشنز) کا افتتاح تھا۔ جو بالبداہت اس اہم مسئلہ کا ایک سیاسی حل تھا۔ لیکن لیگ کی گزشتہ اٹھارہ سال کی تاریخ شاہد ہے کہ اس سے جو توقعات وابستہ تھیں وہ امید موہوم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ قطع نظر اس امر کے کہ قومیت (جس سے لیگ کو واسطہ پڑتا ہے) ایک ایسی چیز ہے جس کو کبھی ثبات حاصل نہیں اور جس میں ہمیشہ تغیر واقع ہوتا رہتا ہے۔ نیز یہ کہ بنی نوع انسان کے بہت کم طبقے جن پر "قوم" کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے ایسے ہیں جن کو وہ ضروری آزادی حاصل ہے جس سے وہ عالمگیر اتحاد میں شرکت حاصل کر سکیں۔ حالانکہ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے لیگ آف نیشنز کو معرض وجود میں لایا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ خاص وہ نیت جو لیگ آف نیشنز بنانے کا موجب ہوئی وہ ایک عالمگیر صلح وامن کی ضامن نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے پیش نظر محض یہ ایک ناقابل عمل مقصد تھا۔ کہ مختلف اقوام کے فرقہ وارانہ اور غیر فیاضانہ جذبات وحسیات کو اس سطح پر رکھے جس سے وہ باہم کسی خطرناک صورت میں متصادم نہ ہوں۔ اس کا کبھی یہ مقصد نہیں تھا اور نہ اب ہے کہ اقوام کے اذہان کی ایسی تربیت کرے جس سے ان کے اندر اقوام کی سود و بہبود اور ایک بین الاقوامی اتحاد وہمدردی کے جذبات اور خیالات پیدا ہوں۔ بالفاظ دیگر ان کی اس نہج اور اس طریق کی طرف رہنمائی نہیں کی گئی جس سے وہ جملہ اقوام تمام بنی نوع انسان کو قوم واحد یا ایک ہی کنبہ خیال کرنے لگ جائیں۔

قدرتی طور پر ان قوموں میں بھی لیگ صلح وامن قائم کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے جن کے باہمی حقوق کے تحفظ کے لئے ابتداً یہ معرض ظہور میں لائی گئی تھی۔ اور اگرچہ اس کے باوجود کہ اس کا بیکار محض ہونا سالہا سال سے اہل نظر پر واضح ہو چکا تھا تاہم آج سے کچھ دن ہی پہلے پریزیڈنٹ آف لیگ کونسل جیسی شخصیت نے جینیوا میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر کے اس خیال پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

دنیا میں قیام امن کے اس سیاسی اقدام کے علاوہ ایک اقتصادی اقدام بھی معرض شہود میں لایا گیا ہے۔ جس کی داغ بیل کارل مارکس کی قیادت میں سوویٹ رشیا نے ڈالی ہے۔ اس تحریک کے نزدیک افراد اور جماعتوں کے درمیان نزاع وفساد کی اصل وجوہ وہ اختلافات ہیں جو لوگوں کے اقتصادی حالات میں پائے جاتے ہیں۔ اگر اس تحریک کے علمبردار اقوام عالم کے پہلو بہ پہلو

اسلحہ میں شریک ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری اقوام ان کے صلح و اتحاد کے مقاصد کو اسلحہ سے ملیامیٹ کرنا چاہتی ہیں۔ اس تحریک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تحریک مقدم الذکر تحریک کے رویّہ کو جو مذہب کے متعلق اس کا ہے منطقیانہ نتائج میں لے گئی ہے۔ مدّبرین لیگ یا یوں کہئے کہ پرانے طبقے کے تمام سیاسی مدبرین نے یورپ کے مفکرین کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ قرار دیا ہے کہ انہوں نے سلطنت کو کلیسیا سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے لئے وہ کسی الزام کے قابل نہیں کیونکہ وہ مذہب جو یورپ کے امور سیاسی پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا وہ ایسا مذہب تھا جس میں اخلاقیات کوئی ضروری حصہ نہیں تھے۔ اگرچہ یہ امر ہمارے موجودہ زمانہ کے لوگوں کو بہت کچھ تعجب خیز معلوم ہوتا ہے لیکن یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ عیسائی مذہب میں فقدان اخلاق مذہب کے مخالف نہیں سمجھا گیا۔ لہٰذا ایسے مذہب کا یا بالفاظ دیگر کلیسیا کا ایک قوم کے معاملات ملکی سے چولی دامن کا ساتھ کبھی سود و بہبود کا موجب نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اگرچہ کلیسیا دیا مذہب کی حیثیت کذائی کا معاملات ملکی سے انقطاع کر دیا گیا تھا تاہم اس امر کو صاف طور سے تسلیم کیا جاتا تھا کہ تمدنی زندگی کے وسیع اور مسلمہ مذہبی اصول تمام معاملات ملکی میں رہنمائی کا موجب ہو سکیں گے اور یہ کہ تمام قوانین اور سیاسی نکات کی اصل سند خود خدا جیسی وہ عظیم الشان ہستی ہی ہو سکتی ہے جو تمام جسمانی اور اخلاقی زندگی کا سرچشمہ ہے تاہم امور سلطنت اور اصول مذہب کے تعلق کو واضح طور پر منشرح نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن جہاں تک عمل کا سوال ہے تمام معاملات میں اصول مذہب کی اہمیت یوماً فیوماً کم ہوتی گئی۔ اگرچہ یہ بھی سچ ہے کہ خطرناک مواقع پر ان کی طرف ہی رجوع کیا جاتا تھا۔ اس معاملہ میں اشتراکیت نے نہایت جسارت سے ایک اور واضح قدم اٹھایا۔ اس نے مذہب کا کلیتہً انکار ہی کر دیا۔ اور یہ امر اس تحریک کا روح رواں ہے۔

الغرض اشتراکی جو عیسائی کلیسہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی خلوص نیت کے باوجود اشتراکیت کا اصولی اساسی مذہب کا بکلی انکار ہے۔ اس اصول کا مفاد یہ ہے کہ ہمیں اپنے معاشرتی مسئلوں کا حل مافوق العادت ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ جیسا کہ مذاہب عالم آج تک کرتے آئے ہیں بلکہ معاشرتی تکالیف اور مصائب محض بنی نوع انسان کے اقتصادی مسائل کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہیں اور اگر یہ مسائل ایک دفعہ حل ہو جائیں تو خلق خدا بغیر کسی مذہبی جذبہ کی امداد کے جو در حقیقت اب بیکار ہو چکا ہے خوشحال اور با اقبال بن سکتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کا نظریہ خالصۃً مادی یا دنیوی ہے اور امور معاشرت میں خدا کے وجود کے انکار پر مبنی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں یہ اس طریق عمل کا منطقی ارتقا ہے جو دہریہ خیالات کے مدبرین سیاست نے مذہبی اور اخلاقی امور کے متعلق اختیار کر رکھا ہے۔

بہرحال اس جدید جذبہ کی لہر ساری دنیا میں پھیل رہی ہے اور تمام صورتوں میں مذہب کے خلاف اعلان جنگ کر رہی ہے۔ لیکن جیسا کہ سخت تاریکی کے بعد آفتاب عالمتاب کی کرنیں دنیا و مافیہا کو منور کر دیتی ہیں دہریت کے اس

طوفان عظیم نے بعض ترقی یافتہ مفکرین کے دماغوں میں مذہب کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ اب مذہب اور روحانیت کی طرف یہ رجحان یوماً فیوماً طاقت حاصل کر رہا ہے۔

ہم مسلمان لوگ تمام مظلوم قوموں سے اور ان تمام تحریکات سے جن کا مقصد ظلم و استبدادیت کا قلع قمع کرنا ہو پوری پوری ہمدردی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب روس میں پرانے زار حکومت کے بجائے نئی حکومت قایم کی گئی ہم نے اس کو بنظر استحسان دیکھا۔ ہر ایک ترقی یافتہ قوم ایک ایسا نظام حکومت اور ایک ایسا طریق فرمانروائی اختیار کرتی ہے جو اس کے حالات کے لئے انسب اور موزوں ہو۔ اگر سیاسی طور پر ڈکٹیٹر شپ بعض حالات کے ماتحت برداشت کی جا سکتی ہے علیٰ ہذا مارشل لا حالات مخصوصہ میں قابل تسلیم ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بعض حالات کے اندر اقتصادی طور پر ذاتی ملکیت کے حقوق کے ازالہ کو کیوں تسلیم نہ کیا جائے۔ لیکن بدقسمتی کی بات تو یہ ہے کہ مغرب میں مظاہرہ پر اس قدر زور و شور صرف کیا جاتا ہے کہ جہاں کہیں کوئی نیا امر معرض ظہور میں آیا یا کوئی نئی بات دریافت کی گئی تو اس کے موجدین اس قدر آپے سے باہر ہو گئے کہ اسی کو وہ دنیوی آلام کا ایک قطعی اور آخری علاج سمجھنے لگ گئے۔ پھر یہاں کے لوگوں کی رعونت او استکبار کا یہ عالم ہے کہ کسی ایک معاملہ میں ذرا سی بات بھی علم میں آئے تو وہ ایسا محسوس کرتے ہیں کہ گویا وہ تمام بنی نوع انسان کی تمام آئندہ زمانوں تک صحیح طور پر رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اور ان کے تمام حالات پر حاوی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ یہی بات کہ تمام مذہبی خیالات کو بالائے طاق رکھ دیا جائے ہمارے اس بیان پر ایک زندہ گواہ ہے۔ برخلاف دوسری مذہبی جماعتوں کے ہم مسلمان لوگ اپنے معتقدات میں اندھا دھند پیروی کے قائل نہیں۔ ہم ہمیشہ ان دلائل کے جاننے اور سمجھنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے ہیں جو ہمارے مخالفین یا منکرین اسلام کی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ یہ زمانہ علمی آزادی کا ہے جس میں کسی تشدد کا نام و نشان نہیں اور جس میں ایک خاص مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر طبع آزمائی اور رائے زنی کا پورا پورا موقعہ دیا جاتا ہے۔ جو کچھ روسی تحریک کے علمبردار تنظیم تمدن اور امن عالم کے متعلق کہنا چاہتے ہیں اس کو سننے کے لئے ہم لوگ تیار ہیں اور حقیقتاً سنتے بھی رہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم ان سے توقع رکھتے ہیں اور اس کے ہم مستحق بھی ہیں کہ وہ ہمارے دلائل کو صبر و سکون اور غور سے سنیں۔ اور اگر فی الواقعہ ٹھیک ہوں تو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔

ہمارے دلائل تو بہت ہیں لیکن ان کا ملخص ذیل میں ہے:۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ افراد کی مادی ضروریات کی بنا پر کسی سوسائٹی میں حقیقی امن اور اتفاق قایم نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ بدیہی ہے۔ انسان کی ضروریات اور حاجات بلحاظ تنوع اور شدت کے بے شمار ہیں حالانکہ ان کے پورا کرنے کے لئے اسباب و ذرائع بہت محدود ہیں۔ یہ کہنا کہ مراتب کی یکسانیت انسان کے دل سے حرص کے جذبہ کو دور کر سکتی ہے انسانی فطرت کا غلط اندازہ لگانا ہے۔ انسان کی خواہش یا اس کی حرص

ضروری نہیں کہ محض مادی اشیا کے دیکھنے ہی سے پیدا ہو بلکہ بسا اوقات تصور ہی ایسی خواہشات کا محرک ہو جاتا ہے۔
قرآن مجید اسی امر کی طرف آیات ذیل میں اشارہ کرتا ہے:۔

قل اعوذ برب الناس . . . . من الجنة والناس ۝

یعنی کہو کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں . . . . شیطان پیچھے ہٹ جانیوالے کی وسوسہ اندازی سے جو لوگوں کے دلوں میں وساوس پیدا کرتا ہے جنوں میں سے (یعنی چھپی ہوئی طاقتیں جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں) اور انسانوں میں سے بالفاظ دیگر ہمارے اندر بری خواہشات یا تو ہمارے ہم جنسوں کے برے خیالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور یا ان محرکات سے پیدا ہوتی ہیں جن کو ہم اس مادی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ اور جو ہماری اندرونی آنکھ کے سامنے قوت متخیلہ کی مدد سے بڑے دل لبھانے والے مناظر پیش کرتی ہیں۔ اور کوئی شخص جس کو فطرت اور اس کے اس اثر کا صحیح علم حاصل ہو جو انسان کے ارادوں پر (جس کی وجہ سے اعمال وافعال صادر ہوتے ہیں) پڑتا ہے۔ اس امر کا انکار نہیں کر سکتا۔ پس اگر اقتصادی حالت کے مدارج ایک ہی سطح پر لائے جائیں اور کوئی شخص اپنی انفصاری شان وشوکت کے ذریعہ دوسروں کے اندر کسی برائی یا حرص کے پیدا کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ تاہم کوئی شخص انسان کی اس قوت متخیلہ متصورہ کو تباہ نہیں کر سکتا جس سے وہ تنعم و تعیش کی زندگی کی ذہنی تصویریں کھینچ سکتا اور اس کے حصول کے لئے جائز و ناجائز وسائل اختیار کر سکتا ہے پس یہ خیال صحیح نہیں کہ انسان میں بری خواہشات محض بیرونی تاثرات سے پیدا ہوتی ہیں اور قوت متصورہ سے نہیں ہوتیں۔ تمام دوسرے قوٰی کی مانند انسان کی قوت ایجاد برا پہلو بھی رکھتی ہے اور اچھا بھی۔ بدقسمتی سے جہاں عیسائی مذہب انسان کو فطرتی طور پر لازماً گناہ گار مانتا ہے برعکس اس کے یہ اقتصادی دہریت" (یعنے اشتراکیت) اسی فطرت انسانی کو کلیۃً پاک اور نیک تسلیم کرتی ہے۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ یہ محض اسلام ہی ہے جو برخلاف عیسویت کے عقیدے کے کہ انسان فطرتاً برا ہے صدیوں سے اس عقیدہ کا بیانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ انسان فی الحقیقت فطرتی طور پر نیک پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن عیسائی تعلیم جہاں ایک انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اب اشتراکیت کے حامی دوسری انتہا کو پہنچ گئے ہیں لیکن اسلام نے ایک صراط مستقیم اور معتدل راستہ اختیار کیا ہے۔ اسلام اس بات کا حامی ہے کہ فطرۃً انسان کو نیک پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کے اندر نیکی کے لئے قوٰی رکھے گئے ہیں لیکن اسلام اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ انسان عموماً ظلم اور بدی کی طرف میلان رکھتا ہے اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان بدی کی طاقتوں پر پورا پورا ضبط رکھے اور ان کو دباتا رہے۔ اور اس کے ساتھ نیکی کی طاقتوں کی ترقی اور تربیت کا اہتمام کرے۔ ایک مذہب کا مقصد یہی ہونا چاہئے کہ وہ انسان کی اس جدوجہد میں جو نیکی اور بدی کی طاقتوں کے درمیان

ہوتی ہے۔ امداد کرے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام خلق خدا کے خوشگوار مجلسی تعلقات اور اس کی خوشحالی قائم کرنے کے لئے ذہنی سعی اور کوشش کے ساتھ ساتھ دنیوی یا مادی امداد کو بھی اہمیت دیتا ہے اسلام کی تلقین ہے کہ انسان کے رستے سے حتی الامکان وہ تمام مواقع دور کئے جائیں جن سے وہ حرص و ہوا کے دام میں پھنس سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام اس امر کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتا کہ ماحول کے حالات خواہ کیسے ہی اعلیٰ کیوں نہ ہوں تاہم انسانی دماغ بذریعہ تخیل و تصور بُرائی کا رستہ ڈھونڈنے پر قادر ہے اسی وجہ سے اسلام نے ذہنی یا دماغی تربیت اور اس کے ارتقا کے لئے مہتم بالشان اہتمام کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ مذہب دنیا میں فتنہ و فساد، جنگ و جدل اور خونریزی کا موجب ہوا ہے لیکن اس کے جواب میں ہم بآواز بلند یہ کہتے ہیں کہ تمام اخلاقی اور معاشرتی احساسات جو بنی نوع انسان میں پائے جاتے ہیں وہ مذہبی تربیت کے ہی منت کش ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے مخالفین یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ مذہب کا ان احساسات سے کوئی حقیقی تعلق نہیں بلکہ ایک قسم کا برائے نام لگاؤ ہے جو کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن یہ محض دعوائے بے دلیل ہے۔ تاریخ کو مدنظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام اخلاقی اور تمدنی برکات مذہبی شخصیتوں یا مذہبی تحریکات سے ہی وابستہ ہیں اور اب بھی جب اخلاقی تحریکیں کسی تقدس اور وقعت کی اسی صورت میں مستحق ہو سکتی ہیں۔ جبکہ ان کو مذہبی حسیات کی روشنی میں دیکھا جائے۔ اس زمانہ میں بھی منکران مذہب کے اخلاق کا اگر موازنہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ وہ ایک حقیقی مذہبی انسان کے اخلاق سے کسی صورت میں لگا نہیں کھا سکتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ مغرب والوں میں ایسی مذہبی شخصیتوں کا فقدان ہے۔ پس ہم بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ بغیر مذہبی شخصیتوں کے بنی نوع انسان کسی تمدنی اور اخلاقی احساسات کا علم رکھنے سے معذور رہے۔

اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ اگر نسل آدم محض ایسے مدبرین اور معلمین اخلاق پر تکیہ کرے گی جو مذہب سے انکار کرتے ہوں تو اس کے اندر ازمنہ اولیٰ کی سی بربریت عود کر آئے گی اور اس بھیانک منظر کا پیدا ہونا چنداں دور نہیں بلکہ قریب ہی ہے۔ جس پر یورپ کے موجودہ سیاسی اور مجلسی حالات گواہی دے رہے ہیں۔ محض وضعداری ہی ایک ایسی چیز ہے جو یورپ کی معاشرتی زندگی کو تباہی سے مانع ہو رہی ہے۔ اشتراکیت کے متعلق جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہی سوسائٹی سرمایہ داران پر صادق آتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ چونکہ روسی تحریک جدید ہے۔ اس لئے اس کے اندر آزادی کی لہر اور جوش خروش زیادہ ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ ساری گرمجوشی اور حرارت جس کا آزادی دنیا کے لئے اس تحریک کے ذریعہ مظاہرہ کیا جاتا ہے محض ایک قومی جذبہ تک ہی محدود ہو کر رہ جائے گی۔ اور اس کا مقصد محض اپنی ہی بڑائی کا اڈا جمانا ہوگا۔ فی الجملہ اشتراکیت کا اصول ہر ملک میں حتی الامکان محض اپنی ہی اہمیت قائم کرنے پر قانع ہوگا۔ اور بالآخر یہ تحریک انسان کے

اخلاقی جذبات کو (جو مذہبی حسیات سے پیدا ہوتے ہیں) اپیل کرنے کے لئے باقی رہجائے گی - اور اپنے مقاصد کے پورا کرنے کے لئے کسی اور عالمگیر مذہبی و معاشرتی تحریک کی محتاج ہوگی - اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تحریک اسلام ہی کی نشاۃ ثانیہ نہ بن جائے گی -

اس سلسلۂ بحث میں کہ باوجود ان الزامات کے جو اس پر عائد کئے جاتے ہیں مذہب ہماری ان تمام طاقتوں کا منبع اور ماخذ ہے جو ہماری مدنی زندگی اور ترقی کے لئے ضروری ہیں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ زمانہ موجودہ کے لوگوں کی سائنٹفک ذہنیت جس نے مادیات کے راز ہائے نہفتہ کو منکشف کر دیا ہے - یہ خود جذبۂ مذہب ہی کی پیدا کردہ ہے - اور یہ اسلام ہی کی مذہبی تحریک تھی جس نے سب سے پہلے انسان کے اندر سائنٹفک ذہنیت پیدا کی - یہ قرآن ہی تھا جس نے اپنے متبعین اور قارئین کو سائنٹفک طریق پر غور و خوض کرنے پر مائل کیا - گزشتہ تجارب سے استفادہ حاصل کرنے کا یہ طریق ایجاد کیا گیا کہ واقعات ماضیہ کو معرض ضبط میں لایا گیا - چونکہ مستقبل ہمیشہ ماضی کے تاثرات اور تجربات اور نتائج پر مبنی ہے لہذا مسلمان عربوں کی ازمنہ ماضیہ کے واقعات منضبط کرنے کے لئے تگ و دو بالکل عقل و علم اور فطرت کے مقتضیات کے موافق تھی - حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور اعمال کو علمی رنگ میں محفوظ کر لینا تاریخ کے وسیع علم کی بنیاد رکھنا - اور واقعات عالم کو قید تحریر میں لے آنا یہ تمام امور جو عربوں سے معرض وقوع میں آئے - ایسے ہیں جو ان کے علم و فضل پر شاہد ناطق ہیں اور یہ وہ خصائص ہیں کہ کوئی قوم ان کا لگا نہیں کھا سکتی - علمی رنگ میں تاریخ نویسی کی سعی کے نیچے یہ حقیقت پنہاں ہے - کہ جب تک واقعات کا علمی رنگ میں تجزیہ نہ کیا جائے اور ان کو بقید تحریر محفوظ نہ رکھا جائے کوئی شخص ان واقعات کا تجزیہ نہیں کر سکتا جو اس کی آنکھوں کے سامنے واقع ہوتے ہوں - یا اس کے ذاتی علم میں آتے ہوں - اور نہ ان کی بنا پر کوئی ایسے علمی اصول قائم کئے جا سکتے ہیں جن کے ذریعہ مستقبل میں جدید انکشافات کی داغ بیل ڈالی جا سکے -

جب مسلمان اپنی ذہنی قابلیت کے ذریعہ سے انسانی دماغ کی کماحقہ تربیت کر چکے جس سے وہ واقعات ماضیہ کو علمی رنگ میں تنقید و تنقیح کرنے کے اہل ہو سکے - تو پھر انہوں نے طبعیات میں علمی موشگافیاں کرنی شروع کیں - اور اس حقیقت نفس الامری سے دنیا آگاہ ہے کہ مسلمانوں نے ہی ربع مسکوں میں علوم کیمیا و طبعی کی بنیاد رکھی اور اسی کو بعد میں مغرب نے لے کر اپنے لئے سرمایۂ ناز و افتخار بنایا ؎

تم نے قندیل سخن کو منڈھ لیا تو کیا ہوا
ڈھانچ میں تو ہیں وہی اگلے برس کی تیلیاں

بحث بالا سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آج جن علوم و فنون اور سائنس اور فلسفہ پر اس قدر ناز و فخر کیا جاتا ہے اس کی بنیاد ایک مذہبی تحریک یعنی اسلام نے ہی رکھی تھی -

یہ کہدینا کہ عربوں کی ذہنی قابلیت انسانی دماغ کے بتدریج ارتقا کا ہی ایک زینہ تھا بہت بڑی جسارت ہے تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ عربوں کے دماغ سے یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقا کو جذب کرنے کے قابل ہوں۔ کئی قرنوں سے عربوں کو دنیا کی مختلف تہذیبوں سے واسطہ پڑ رہا تھا لیکن یہ لوگ کسی اثر کو قبول نہیں کرتے تھے جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے وہ زمانہ عرب کے لئے ایک نہایت تاریک اور مایوس کن تھا۔ قصہ کوتاہ یہ خیال کہ مسلمانوں کا علمی اور ذہنی عروج کسی اصول ارتقا کا منت پذیر تھا غلط درغلط اور ایک بہت بڑی جسارت ہے :

زمانہ مستقبل میں خواہ کچھ واقع ہو لیکن اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کم از کم موجودہ نسل انسانی اور اسکا تہذیب یافتہ طبقہ کسی صورت میں مذہب کی ضرورت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نسل انسانی کی بقا اور اس کی ترقی مذہب کی امداد کے بغیر ممکن ہو سکتی ہے۔

اب ہم اس اعتراض کو لیتے ہیں کہ مذہب کئی مواقع پر ذہنی ترقی کے لئے سدّراہ ثابت ہوا ہے۔ اس کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کبھی کسی بوسیدہ مذہب نے علمی غور و خوض یا علمی تحقیقات . علمی آزادی کو کچلا ہو تو پھر دوسرے وقت میں یہ مذہب ہی تھا جس نے علمی تحقیقات، اور ذہنی آزادی کی لہر بنی نوع انسان کے دماغ میں پیدا کر دی۔ اور اس میں اس قدر قوت اور شوکت پیدا کر دی کہ پرانے مذہب کے حملوں کے باوجود وہ لہر دب نہ سکی۔ بلکہ بڑھتی ہی گئی۔ ہاں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگرچہ مذہب نے اپنی بدترین شکل زمانہ وسطیٰ کے رومن کیتھولک میں اختیار کی جس نے علوم و فنون اور آزادی خیالات کو کچلنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ لیکن بالآخر مذہب نے اپنی بہترین شکل (اسلام) میں اختیار کی۔ جس نے انسانی زندگی کو علمی رنگ دیا اور اس کے اندر ایسی طاقت اور شان پیدا کر دی کہ کوئی چیز اس کو تباہ نہیں کر سکتی تھی افسوس کی بات تو یہ ہے کہ لوگ ایک بوسیدہ مذہبی نقطہ نگاہ کی خرابی پر شور و غل مچاتے ہیں حالانکہ خود مذہب ایسے نقطہ نگاہ کے خطرات سے لوگوں کو متنبہ کرتا ہے۔ اور یہی اس کی خرابیوں سے بنی نوع انسان کو نجات دلا سکتا ہے لیکن عوام الناس کے اعوجاج دماغی کا یہ عالم ہے کہ یا تو وہ مردہ مذہب پر اس قدر فریفتہ ہوتے ہیں کہ نئے اور زندہ مذہب کے تاثرات کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور یا بلاتمیز تمام مذاہب پر ہی تبرا شروع کر دیتے ہیں اور عقل و دانائی سے مذہب کی پیروی کرنے کے لئے رجحان ظاہر نہیں کرتے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ اعوجاج مذہب کی اس اشد اور لابدی ضرورت کے بالمقابل جو بنی نوع انسان کو اپنی تمدنی اور علمی بیداری کے لئے لاحق ہے، کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔

اور اگر ہم مسلمان انسانی دماغ اور اس کے اصول ترقی کے ادراک سے بہرہ ور ہو کر اصولی طور پر ضرورت مذہب کے قائل ہیں تو موجودہ نسل انسانی نے یہ دیکھ کر کہ مجلسی یا تمدنی تعلقات قایم کرنے کے لیئے ان کی تمام مساعی بادر ہوا ثابت ہوئیں اب مذہب کی اہمیت اور معقولیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا شروع کر دیا ہے۔ لوگ لاکھ دفعہ اپنے قیاسات سے کام لیں۔ اور جس قدر چاہیں اپنی آراء اور اپنے خیالات پر بیجا فخر و ناز کریں۔ مگر ان سب کے اوپر انسان کی ضمیر بافطرت ہے جو موجودہ زمانہ کے بعض مہیب واقعات سے دوچار ہو کر بنی نوع انسان کی تمدنی تباہی کے خطرے کو محسوس کر رہی ہے۔ اس نے اس حقیقت نفس الامری کو جسکو بری طرح سے نظر انداز کیا گیا تھا محسوس کر لیا ہے کہ آج ایک انسان کا دوسرے انسان سے جو تعلق یا باہمی اعتماد اور رواداری قایم ہے اس کی تہہ کے نیچے مذہب کا ہاتھ ہی کارفرما ہے۔ اس نے یہ بھی بھانپ لیا ہے۔ کہ قربانی۔ خدمت۔ عفو اور ہمچو دیگر اخلاق و اعمال جن کے بغیر دنیا ایک لمحہ بھر کے لیئے بھی قایم نہیں رہ سکتی ایک ایسے دماغ میں جگہ پانے کے حق نہیں رکھتے جو محض زمینی روشنی سے ہی حصہ یاب ہو یا بالفاظ دیگر مذہب کے آسمانی نور سے معرا ہو۔ انسانی جذبات تلاطم کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور اس تلاطم سے جو اعمال اور ان کا رد معرض صدور میں آتا ہے وہ تھوڑے عرصہ میں ہی سوسائٹی کو تہہ و بالا کر دینے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ مادی نفع نقصان کے خیالات کے علاوہ ایک متوسط دماغ کے اندر اس قدر گنجائش ضروری ہونی چاہئے جس سے وہ ان جذبات کی طغیانی کو جذب کر سکے۔ جو ایک فرد واحد یا ایک جماعت کے دماغ میں رونما ہوتی ہے۔ اور جونہی ہم اس امر پر زیادہ غور و خوض کرینگے ہم تمدنی مشکلات کے حل کے لئے اقتصادی وجوہات کو ناگفتنی طور پر ناکافی پائینگے اور ان کو ترک کرنے اور مذہب کے آستانہ پر جبہ سائی کرنے کے لئے مجبور ہوں گے اس موقعہ پر ایک اہم امر جس کو مذہب کے دوست اور دشمن دونوں نظر انداز کر دیتے ہیں یاد رکھنا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ بانیان مذہب کے لئے جو چیز انسانی زندگی کو مذہبی رنگ دینے میں محرک ہوتی ہے وہ مجلسی زندگی کی ضروریات ہی ہوتی ہیں۔ ان بزرگوں کا اصلاحی کام ہمیشہ لوگوں کے ناخوشگوار مجلسی تعلقات سے ہی شروع ہوتا ہے۔ اور چونکہ مجلسی تعلقات میں مالی معاملات کا عنصر سخت اہمیت رکھتا ہے اس لیئے وہ اس پر زیادہ زور دیتے رہتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں ہم یہ امر واضح طور سے ملاحظہ کرتے ہیں۔ آپ نے اس مسئلہ کی کسی صورت اور کسی پہلو کو اپنے قوانین شریعت کے اندر نظر انداز نہیں فرمایا۔ اس لیئے یہ خیال کرنا سخت غلطی ہے کہ رہنمایان مذہب نے مجلسی اور اقتصادی مسائل کو کامل طور پر نہیں سمجھا اور نہ ان کو ایسا حل کیا ہے جیساکہ اب لوگوں نے ان کو سمجھا یا حل کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے آج کل کے دنیوی رہنماؤں کے برعکس روحانی رہنماؤں نے ہمارے مجلسی مسائل

کو محض اقتصادی نقطۂ نگاہ سے حل نہیں کیا۔ اور یقیناً اسی پر اس حل کی بنا نہیں رکھی بلکہ اس کو ایک وسیع لائحہ عمل کا محض ایک جزو اور ضروری جزو قرار دیا ہے۔ ایسا کرنے میں انہوں نے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا جس کو مدنظر رکھنے سے ہمارے دنیوی رہنما کامیاب و بامراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی وہ جذبات یا حسیات جو اس سوال سے معرض ظہور میں آتے ہیں وہ بمقابلہ مادیت کے جو اس قسم کے مسائل کے پیدا کرنے کی بظاہر ذمہ دار ہے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

اب یہی بات تمام ترقی یافتہ طبقے محسوس کر رہے ہیں اگرچہ یہ احساس کسی قدر دھندلا ہی کیوں نہ ہو۔ بالآخر اس تمام دار و گیر کے بعد جو مذہب کے ساتھ روا رکھی گئی آج پھر آواز بلند ہوتی ہے کہ دنیا میں استحکام امن اور صلح کے عظیم الشان اور ضروری لائحہ عمل کے لئے مذہب یا روحانی ذرائع ہی مفید اور کارآمد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کئی ایک مجالس معرض وجود میں آ رہی ہیں اور کئی ایک کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں۔

گزشتہ تین سالوں کے اندر یکے بعد دیگرے تین مجالس بن چکی ہیں۔ سب سے پہلے "انٹر ریلیجس کروسیڈ" وجود میں آئی۔ پھر "ورلڈ فیلوشپ فیتھ" بنی جس کے اہتمام کے ماتحت "انٹر ریلیجس کانگرس" کا اجلاس اس سال لندن میں ماہ جولائی میں ہونے والا ہے۔ اور سب سے آخر میں "انٹر ریلیجس فیلوشپ" بنائی گئی۔ جس کی ممبری کا تمام دنیا کو حق حاصل ہے۔ ان تمام تحریکات کی کثرت کی وجہ ایک تباہی خیز جنگ کا خطرہ ہے جو یوماً فیوماً اقوام عالم کے دلوں کے اندر بڑھ رہا ہے۔

جس طرح یہ خطرہ اپنی شدت میں روز افزوں ترقی پر ہے علمی حلقوں میں مذہب کی طرف سے منافرت کا جذبہ جس کی بنا تمدنی قباحتیں بیان کی جاتی ہیں کم ہوتا جاتا ہے۔

ان مختلف سوسائٹیوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی مختلف مذاہب کے درمیان اتحاد اور دوستی کا جذبہ پیدا کرنا اور اس ذریعہ سے بنی نوع انسان کے درمیان صلح اور امن قایم کرنا جس کی اس قدر اشد ضرورت ہے اور جس کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے اس قدر ہنگامہ خیز اقتصادی انقلابات اور سیاسی معاہدات ناکام ثابت ہو چکے ہیں ایک مسلمان جسکو قرآنی تعلیم سے کچھ بہرہ حاصل ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ مذہبی صلح کی تحریکات اس کی ہی دلی مرادوں کا انعکاس ہے۔ لیکن ان صلح کی تحریکوں کے اندر وہ ایک ایسی فراست کے فقدان کو دیکھتا ہے جو اگر میسر آجائے تو ایک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ انسان اپنے معاملات کے سلجھانے کے معاملہ میں کس قدر بے بس و بے چارہ ہے۔

کوششیں کی جا رہی ہیں کہ مختلف مذاہب کے درمیان رواداری، دوستی اور ایک دوسرے کو قدر و عزت کی نگاہوں سے دیکھنے کے قابل قدر جذبات پیدا کئے جائیں۔ لیکن وہ اصول جو ان تمام مساعی کا مرکز و مبدا ہے اس کو ابھی

معقول اور مضبوط طور پر اختیار نہیں کیا گیا۔ اور یہ وہ اصول ہے جس کو آج سے چودہ سو سال پیشتر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا پر ظاہر فرمایا۔ یہ اصول وہ ہے کہ ہر ایک مذہب کے متبعین کو دوسرے مذاہب کے رہناؤں کی عزت کرنی چاہیئے۔ ایک ذرا سے غور و فکر سے اس اصول کی معقولیت واضح ہو جائے گی۔ ہم خدا کی ابوّت اور انسانوں کی اخوّت کے متعلق اکثر سنتے رہتے ہیں۔ آج مذہب پر گفتگو کرتے ہوئے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے محض اسی کی قوم کو پیدا کیا ہے۔ اور دوسری مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ خواہ اس کے سیاسی امور اور دوسرے حالات کچھ ہی ہوں لیکن خدا کو بنی نوع انسان کا خالق سمجھنے کا خیال کم و بیش ذہنی تحقیقات تک ہی محدود رہتا ہے۔ اور با ستثنائے اس احساس کے جو کسی بانی مذہب کی شخصی طاقت کی وجہ سے ان کے دل میں پیدا ہو، کسی ایک سوسائٹی کے افراد اس کو محسوس نہیں کرتے۔

اس موقعہ پر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مذہبی جذبہ اگرچہ ہر دل میں موجود ہے تاہم یہ صرف انہی شخصیتوں کے ذریعہ ایک متعین شکل اختیار کرتا ہے جن کو اس کی تفصیلات کا حقیقی اور کامل علم ہو۔ ٹامس کارلائل کے دلائل "ہیرو درشپ" پر اس امر کو سمجھنے میں بہت کچھ ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم سب براہ راست خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ ہمارے خیالات خدا کے متعلق ہمارے مذہبی رہناؤں کے خیالات سے ہی اثر پذیر ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ کسی رہنما کی "مذہبی روح" کو سمجھنے میں اس کے متبعین میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن باوجود ان تمام اختلافات کے اس کی مذہبی شخصیت کا نقش ہر شخص کے دل پر کندہ ہو گا۔ ہاں اگر اس کی تاریخ اور اس کی روایات مفقود ہو جائیں جو بظاہر ناممکن ہے تو یہ امر دیگر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ایک شخصیت بالکل معرض عدم میں آجائے تو اس کی جماعت بھی معرض ہستی میں نہیں رہ سکتی۔ لیکن اگرچہ کسی زندہ مذہبی جماعت کی معدومیت کلیتہً کبھی نہیں ہو سکتی لیکن اس کی شخصیت کا بوجہ امتداد روزگار کچھ نہ کچھ معدوم ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے۔

اگر یہ حالت نہ ہوتی تو ایک مذہبی رہنما کے پیرو دوسرے مذہبی رہنما کے خیالات کو بنظر استحسان دیکھتے کیونکہ وہ تمام ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ ان میں ایک ایسی مشابہت اور یگانگت پائی جاتی ہے جیسی کہ ایک کنبہ کے افراد کے اندر ہو۔ مگر خواہ یہ شخصیتیں بھی انسانی خیالات کے گرد و غبار سے ڈھکی ہوئی ہوں لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ روحانی بلند پروازیوں کے منادی اور اپنی اپنی جماعتوں کے لئے روحانی بیداری کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔

اس لئے ایک شخص اگر تمام اقوام عالم سے سچی ہمدردی رکھتا ہے اور ان کی روحانی حالت کو سدھارنے کی اس کی دلی خواہش ہے تو اس کو اپنی روحانی تعلیم مذہبی شخصیتوں سے وابستہ کرنی چاہیئے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ

جہانتک اس ہمدردی کا سوال ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے اس کی روحانی حالت سُدھارنے کے تعلق ہو سکتی ہے اس کا ہر تبلیغی مذہب مدعی ہے۔ اور نہ صرف تبلیغی مذہب ہی بلکہ ہر ایک وہ شخص جس کا مذہب تو تبلیغی مذہب نہیں لیکن اس کی ذاتی تعلیم اس قدر اعلیٰ ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان سے ہمدردی رکھتا ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جو مخلوق خدا سے سچی ہمدردی کا متمنی اور اس کے روحانی ارتقا کا خواہشمند ہے اس کو چاہئے کہ وہ اپنی تعلیم کو ان روحانی بزرگوں کی شخصیتوں سے الگ نہ کرے۔ بلکہ ان سے وابستہ کرے۔ بجائے اس امر کے کہ اس روحانی اثر کو جو ایک شخصیت کو کسی ایک قوم پر حاصل ہے تباہ و برباد کیا جائے، ایک تبلیغی مذہب کے مبلغ کو چاہئے کہ وہ اپنی تبلیغی مساعی کی عمارت اس پر ہی تعمیر کرے۔ ورنہ یا تو اسے روحانی ارتقا کی ان تمام منازل کو پھر از سر نو طے کرنا پڑے گا جو وہ قوم طے کر چکی ہے۔ جو امر ناممکن ہے۔ یا اس کو ایک جدید روح نفخ کرنی پڑے گی جو ایک بیرونی چیز ہونے کے لحاظ سے افسوسناک روحانی نتائج پیدا کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہر نیا مذہب جس کی ایک قوم کو تبلیغ کی جائے پہلی قایم کردہ روحانی امور کی بیخکنی نہ کرے بلکہ ان سب کو اپنے اندر شامل و داخل کرے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ضروری اصلاح نہ کی جائے۔ اور جن چیزوں کے خارج کرنے یا منسوخ کر دینے کی ضرورت ہے ان کو خارج نہ کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی قوم کا مرکزی مذہبی حصہ فی الحقیقت اس مذہب کا اصل حصہ ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہی وہ حصہ ہے جو کسی گزشتہ مذہبی شخصیت کا بقیہ ہے۔ میرے اس بیان سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اس تمام نظریہ کو صحیح نہیں مانتا جو کہ کارلائل نے بیان کیا ہے جب میں ان شخصیتوں کا ذکر کرتا ہوں جو مختلف اقوام میں مذہبی طور پر تسلیم کی جاتی ہیں تو میرا یہ مطلب نہیں کہ ان "ہیروز" کی حقیقی طور پر پرستش انسان کے لئے فائدہ بخش ہے۔ میرا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان میں روحانی بیداری کسی روحانی انسان کے ذریعہ سے ہی پیدا ہوئی ہے مثلاً جناب بُدھ یا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسی نامور ہستیوں کے ذریعہ۔ انسانی ارواح لیمپ کی طرح روشن ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ ان میں سے ایک براہ راست خدا سے روشن کیا جاتا ہے تب یہ دوسروں کو بھی اپنی روشنی سے روشن کر دیتا ہے۔ پس یوں کہنا چاہیئے کہ دوسروں کے اندر جو آگ روشن ہے وہ در اصل اس پہلے شخص کی آگ ہی ہے۔ وہ پہلا شخص اگر اس دنیا سے گزر بھی جائے لیکن اس کی روشن کی ہوئی آگ دوسروں کے اندر ہمیشہ جلتی رہتی ہے۔ لہٰذا ایک قوم کی روحانی حرارت خواہ کم ہو یا زیادہ اپنی اصلیت میں ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے اس ہیرو کا نام اور اس کی روایات جس کی اس نے بنیاد ڈالی۔ بطور نشان قایم رہتی ہیں بعض اوقات بالکل قرین مصلحت بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ ایک قوم کے اعمال و افعال اور اُن کے روایتی معتقدات کا کثیر حصہ قابل رد قرار دیا جائے۔ تاہم ایک قوم کی تمدنی اور اخلاقی زندگی اور اس کی روحانی

بلند آہنگی ایسی چیزیں ہیں جو عمل ارتقا کا نتیجہ ہیں۔ اور کسی حقیقی روحانی غرض سے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب تک ایک قوم کی روایات کا یہ حصہ قایم ہے (جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے) تو وہ شخصیت یا شخصیتیں وہ ہیرو یا ہیرو ذوات کے ساتھ ساتھ ہی قایم ہیں وہ مٹ نہیں سکتے لہذا اگر کوئی مذہبی تحریک معرض ظہور میں آئے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ گزشتہ مذہبی پیشواؤں کی اہم شخصیتوں کو نظر انداز نہ کرے۔ اس لئے کہ جو کچھ ان کے نام سے مروج ہے اسی کو قایم رکھا جائے بلکہ اس روحانی ارتقا کو زیادہ مضبوط کرے جو قوم نے حاصل کیا ہے۔ اور ٹھیک جن امور میں اصلاح یا رہنمائی کی ضرورت ہے ان میں قوم کی رہبری کرکے اُن کے لئے آئندہ ترقی کا راستہ کھولدے۔ اور ایسے امور کی طرف توجہ نہ کرے جو اب دور از کار ہو چکے ہیں یا جن کا اصل اصلاح سے کچھ تعلق اور واسطہ نہیں اور آج کل جو دنیا میں مذہبی جنگ وجدل رونما ہو رہے ہیں ان کی تہہ میں یہی وجہ ہے کہ مندرجہ بالا اصول پر لوگ عمل پیرا نہیں ہوتے اور اس کی طرف سے اغماض برتتے ہیں۔ اس زمانہ کے ماہرین نفسیات اصول (Complex) سے بخوبی واقف ہیں۔ اور جس طرح تمام دوسرے جذبات انسان میں موجود ہیں۔ اسی طرح روحانی طور پر اس کے وجود کا نہ صرف امکان ہی ہے بلکہ درحقیقت یہ (Complex) موجود بھی ہے اور عین جس طرح دوسرے جذبات کے دبانے سے بعض دوسرے (Complex) پیدا ہوتے ہیں تو اس خاص Complex کی بھی یہی کیفیت ہے بعض غیر محتاط مذاہب کی یہ کوشش ہے کہ مختلف اقوام کے اندر جو روحانی جذبات کی ایک قدرتی رو ہے اس کو روک دیا جاتے۔ اور اس امر نے موجودہ نسل آدم کے اندر ایک روحانی پیچیدگی پیدا کر دی ہے۔ اور چونکہ روحانی جذبہ انسانی دماغ کے اندر ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے لہذا اس کی خرابی تمام دنیا کے تہذیب و تمدن کو خراب کر رہی ہے۔ کوئی شخص جو یورپ میں عیسائیت کی تاریخ سے شناسا ہو وہ اس جسمانی تشدد اور دباؤ سے ناواقف نہیں ہو سکتا۔ جو اس مذہب نے عناصر پرست اقوام کو اپنے حلقہ میں لانے اور ان کو اس کے اندر قایم رکھنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں جو عیسائیت کے اس روحانی دباؤ کے پہلو پر غور کرتے ہیں جو اس نے بحالت تغیر مذہب اور اپنے روحانی تفوق کی حالت میں ان لوگوں پر استعمال کیا ہے۔ بے شک ایک اشد عناصر پرست کو یہ کہنا اس کے لئے سخت صدمہ کا باعث ہوگا کہ زمانہ ماضیہ میں اس کو کچھ روحانیت حاصل نہیں تھی اور خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اس کو اپنی تمام گزشتہ روحانی روایات کے قصر کو گرانا پڑے گا۔ یہ تسلیم کیا کہ آپ اس کو اسی قسم کی روشنی قبول کرنے پر مجبور کرینگے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے دماغ میں آپ ایک Complex پیدا کرینگے۔ یعنی ایسے خیالات پیدا ہو جائینگے جن کو وہ دباتا رہے گا۔ لوگوں میں فی الحقیقت اس قسم کا Complex موجود ہے یہ امر ان لوگوں پر مخفی نہیں ہے۔ جنھوں نے ایسی تحریکوں کا مطالعہ کیا ہے جن میں خدا کا انکار کیا جاتا ہے اور جو زمانہ قریب میں ہی یورپ میں معرض وجود میں آئی ہیں۔

یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ "Capitalistic Christian Europe" یعنے یورپ کی سرمایہ دار عیسائی اقوام نے ایک علمی یا سائینٹفک دہریت پیدا کی ہے۔ تو "Communistic Christian Europe" یورپ کی اشتراکی اقوام نے "اقتصادی دہریت" کی بنیا ڈالی ہے۔ اور "Spiritual Christian Europe" یعنی "یورپ کی روحانیت کی مدعی اقوام" بدھ مت کی طرح خدا کو عقل و فہم سے بالاتر مانتی ہیں۔ اور اس کا کوئی قرب حاصل نہیں کر سکتا اور نہایت دردناک صورت جو اس روحانی Complex نے یورپ میں اختیار کی ہے۔ وہ جرمنی میں ملتی ہے۔ یورپ کی تمام اقوام میں سے جرمنی کے لوگ نہایت فراخ دل واقع ہوئے ہیں اور اسی لئے وہ سب سے زیادہ منطقی ہیں اور دلائل سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے دگو کسیقدر دیر سے، آخر معلوم کر لیا کہ عیسائی مذہب اور اس کی روایات ان کے روحانی ارتقا کی رو کے رستے میں ایک بڑی سد راہ ہیں۔ اس وجہ سے ان کے قومی دماغ میں ایک روحانی Complex پیدا ہو رہا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ بے امنی اور بے چینی ہے۔ لہذا عیسائی روایات کی بجائے عناصر پرستوں کی روایات کو دوبارہ قایم کرنے کی تجاویز جو جرمنوں کی طرف سے معرض ظہور میں آرہی ہیں وہ محض اسی نفرت کا نتیجہ نہیں جو جرمنوں کو یہودیوں سے اقتصادی وجوہ پر ہے۔ اس کی وجوہ زیادہ گہری اور درحقیقت روحانی ہیں۔

بے شک جرمنوں کے اس قسم کے ملحدانہ خیالات کے لئے عیسائیت کے اغراض و مقاصد ہی بہت حد تک قابل الزام ہیں لیکن عیسائی مذہب کا وہ پہلو جو "اصول اور وجوہ" یا علم اذہان سے تعلق رکھتا ہے اور جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے وہ اس معاملہ میں ایک فیصلہ کن چیز ہے۔ یعنے عیسویت کا یہ مطالبہ کہ ایک قوم کو وہ تمام کچھ بھول جانا چاہئے جو قبول عیسویت سے پہلے اس نے سیکھا تھا۔ یہ مطالبہ درحقیقت اس قدر تکلیف دہ ہے کہ ایک خود دار قوم کے اندر ردعمل پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ یہ مطالبہ دوسرے الفاظ میں اس عقیدہ کے مترادف ہے کہ زمانہ گزشتہ کے تمام مذہبی پیشوا جن کی روایات مختلف اقوام میں اس قدر عزت و احترام اور اخلاقی جزویات اور روحانی لوازمات میں بصد ذوق و شوق دائر و سائر رکھی جاتی ہیں وہ تمام گنہگار تھے اور ان کا ٹھکانہ اسفل السافلین تھا۔

عیسائیت کے اس روحانی Complex کو ذہن میں رکھ کر آؤ دیکھیں کہ اسلام اس مسئلہ میں کیا کہتا ہے۔ جیسا کہ اسلام کا اصل مقصد ہے وہ ایک صلح کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ اس Complex کا بیک ضرب قلع قمع کر دیتا ہے وہ اپنے متبعین سے اس امر کا مطالبہ کرتا ہے کہ دیگر اقوام سے ان کی ہمدردی اس امر سے شروع ہونی چاہئے کہ وہ ان اقوام کے روحانی لوازمات اور ان کے روحانی ارتقا کا پورا پورا لحاظ رکھیں۔ ہم کو بلحاظ مسلمان ہونے کے اس قوم کی روحانی جدوجہد کی تمام روایات پر یقین اور ایمان رکھنا چاہئے جس کو ہم اسلام کا پیغام دینا چاہتے ہیں۔

اور چونکہ یہ روایات متفرق شخصیتوں کے ناموں سے مشخص کی گئی ہیں جن کو یہ قومیں عزت و احترام سے دیکھتی ہیں یا ان کی اس قدر قدر و منزلت کرتی ہیں کہ جو پرستش تک پہنچ جاتی ہے۔ تو مسلمان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ان ناموں کے سامنے زانوے ادب تہ کرے اور ان کے کارناموں کو عزت و منزلت کی نگاہ سے دیکھے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے :۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۝ (سورۃ بقرہ)

(ترجمہ) کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے ہیں اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے۔ اور اس پر جو ابراہیم اسمٰعیل اسحاق یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو موسےٰ اور عیسےٰ کو اور جو انبیا کو خدا کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم خدا کے فرمانبردار اور طاعت گزار ہیں۔

اس جگہ اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے جو ممکن ہے کسی کے دل میں پیدا ہو کہ ایک مذہبی رہنما یا "ہیرو" کی تعریف و توصیف کرنے میں کسی شخص کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اس کو خدائی کی حیثیت دے دے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک قوم ایک ہیرو کی شخصیت کی پرستش نہیں کرتی بلکہ اس کی شخصیت کے اس پہلو کی عزت کرتی ہے جو خدا کے آگے جھکتی اور سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اس موخر الذکر شخصیت کی عزت کرنے میں درحقیقت انسان اللہ تعالےٰ کی رضا کی اصل روح کی پرستش کرتا ہے اور یہ پرستش انسان کی اپنی ذات کو خدا کی رضا پر چھوڑ دینے پر بطور ایک نشان کے کام دیتی ہے۔

بالفاظ دیگر ہم اسی حد تک ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں جس حد تک وہ ہمارے اندر خدا کی رضا کی روح پھونکنے میں ممد و معاون ہیں۔ یہ فقرہ کہ لا نفرق بین احد منھم گو سطحی نظر میں ایسا نظر نہیں آتا مگر حقیقت میں بہت بڑے مطالب پر حاوی ہے۔ یہ محض اخلاقی طور پر ہی نہیں اور نہ صرف مختلف مذہبی جماعتوں میں امن قایم رکھنے کی بنا پر ضروری ہے، کہ مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کی مساوی طور پر عزت کی جائے بلکہ اس کے اندر یہ گہرا مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ ان پیشواؤں کی روحانی وراثت جو اُن سے فرداً فرداً پیچھے چلی آتی ہے اس کو مساوی طور پر اہمیت دی جاتی۔

نسل انسانی اختلاف و تشتت سے اتفاق و اتحاد کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ جس طرح پانی کی مختلف ندیاں ایک پہاڑ کے مختلف حصص سے نکلتی ہیں اور پھر سمندر میں گرنے سے پہلے آپس میں مل کر ایک بڑا دریا بن جاتی ہیں بعینہٖ اسی طرح نسل انسانی کی ارتقائے تہذیبی کی حرکت کا حال ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے ارتقائی سفر کو طے کرتے ہوئے آگے قدم بڑھاتے جائینگے اسی لحاظ سے روحانی تاثرات کی مختلف نوعیتیں جس کا مختلف اقوام اتباع کر رہی ہیں وہ بالآخر آپس میں مخلوط ہو جائینگی زوائد کو چھوڑ کر ہر ایک مذہبی جماعت اپنے مخصوص مذہبی تاثرات رکھتی ہے جسکے نشانات اس کے محض مذہبی پیشواؤں میں

پائے جاتے ہیں اور یہی چیز اس عالمگیر روحانی اتحاد کا ایک جزو اعظم ہے جس کے لئے دنیائے روحانیت سرگردان ہے۔ روحانی تفریق کے دن گزر چکے ہیں اور جس قدر زیادہ اس بوسیدہ عقیدہ کو قایم رکھا جائے گا اسی قدر زیادہ نسل انسانی میں بے چینی بدامنی دائر و سائر رہے گی۔

آیت بالا جو ہمارے زیر بحث ہے اسی ناخوشگوار حقیقت پر صدائے نفرین بلند کر رہی ہے مسلمانوں کو اس شدید سے یہ سبق یاد کرایا گیا تھا کہ بحیثیت ایک مذہبی جماعت کے مسلمانوں کی قوم موجودہ تاریخی زمانہ اور قدیم زمانہ تہذیب کے درمیان جو ایک خلیج حائل ہے اس کے لئے بطور ایک پل کے کام دیتی ہے مسلمان ایسے وقت میں ظاہر ہوئے جب تمام پرانی تہذیبیں عملی طور پر مردہ ہو چکی تھیں۔ یوں کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ مسلمانوں کو پرانی تہذیب کی قبروں کو کھودنا اور اپنی وسیع روحانی ہمدردی کی ظل عاطفت کے نیچے مردہ جراثیم میں دوبارہ زندگی کی روح پھونکنی پڑی۔

زمانہ حال میں مختلف مذاہب کے مطالعہ پر بہت کچھ دماغی طاقت خرچ کی گئی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ مطالعہ یا تو مخاصمانہ انداز میں کیا گیا یا پہلے سے ہی چند مزعومہ خیالات کو ثابت کرنے کے لئے۔ اور یا اس غرض سے کیا گیا کہ بعض مذاہب کی حمایت کی جائے اور بعض کی مخالفت کی جائے۔ اور میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ اہل مغرب کا مشرقی مذاہب کا مطالعہ مندرجہ بالا صورتوں میں سے کسی نہ کسی رنگ میں رنگین تھا۔ ایک حقیقی غیر متعصبانہ مطالعہ مذاہب مختلفہ کا جس کی غرض نسل انسانی کے مختلف روحانی کمالات میں اتحاد قایم کرنا ہو صرف اسی جماعت سے ممکن ہو سکتا ہے جس کا اعتقاد ہو کہ "لا نفرق بین احد منھم" ۔

لیکن اگرچہ مختلف روحانی تجربات اور تاثرات کو ایک عالمگیر اتحاد میں جکڑنے کے لئے دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں کی یکساں طور پر عزت بجا لانی چاہیئے۔ اور یہی ایک طریق ہے جس سے دنیا میں امن عامہ اور صلح قایم ہو سکتی ہے لیکن ایک شخصیت کے مادی اور روحانی پہلوؤں کو تمیز کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ باوجود ان کی روحانی مسلمات کے خصائص کی گوناگونی کے مختلف شخصیتیں اور ان کی تفہیمات ایک ہی سلک میں منسلک کی جا سکتی ہیں کیونکہ ان اختلافات کا تعلق عالم ابدیت اور اتحاد سے ہے۔ مگر برخلاف اس کے انہی شخصیتوں کے مادی پہلو اور اس کی روایات کو ہم مربوط نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا تعلق ماحول سے ہے۔ جو محدود و اوقات اور معین ہے اور ابدی نہیں ہے اور جس میں اصول تضاد و تخالف کا دور دورہ ہے۔ لہذا اتحاد اور یکجہتی کے لئے ہمیں ان شخصیتوں کے روحانی پہلوؤں اور ان کی روایات کو لے لینا چاہیئے جو بجائے خود اطاعت اور ارادہ الٰہی کی اس روح سے حکومت کی جاتی ہیں جو اتحاد کی منزل مقصود پر پہنچا دیتی ہے اس لئے یہی وہ چیز ہے جو نسل انسانی کے اتحاد کی روح رواں ہے۔ یعنی خدا کی ہستی کی وحدانیت۔ مختلف مذہبی شخصیتوں کے

مذہبی تاثرات کا اختلاط ہمارے اتحاد کو اسیقدر مضبوط بنائے گا جس قدر وہ خدائے تعالےٰ کی ہستی کی وحدانیت کو مضبوط ثابت کر سکے ۔ بیشک ہمارے اختلاط اور اتفاق کے عمل کی کامیابی خدائے تعالےٰ کی ہستی کی وحدانیت پر کامل تیقن پر ہی مبنی ہے ۔ اور قرآن مجید اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے ۔ یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا ۔ ۔ ۔ ۔ وان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ؐ

قصہ کوتاہ مذہبی تاثرات کے اشد اختلافات کے باوجود بنی نوع انسان میں ایک اتحاد ممکن ہے اور ضرور ممکن ہے ۔ لیکن اس اتحاد کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے ہمیں خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقینی علم رکھنا چاہئے ۔ خواہ وہ یقینی علم براہ راست حاصل ہو یا دوسروں سے بوساطت وحی ۔ ایسے تمام لوگ جو ہستی باری تعالیٰ کی الجھنوں کو اپنے انسانی دماغوں سے حل کرنا چاہتے ہیں اور الہام اور وحی کی روشنی ان کے ساتھ نہیں ۔ ان کی تمام مساعی اس بارہ میں ناقابل قبول ہوں گی ۔ کسی مذہب یا عقیدہ کے اسی حصہ پر سر تسلیم خم کرنا چاہئے جو براہ راست خدا سے آئے ۔ اور محض انسانی دماغوں کے تخیلات کا نتیجہ نہ ہو ۔ اگر اس کے خلاف کیا جائیگا تو یہ خدا کے ساتھ شریک قرار دینا ہوگا ۔ جو ہمارے روحانی تاثرات کو خراب کر دے گا ۔ اور ہمارے اتحاد کا دروازہ بند کر دیگا اگر مسلمان مذہبی اعتقادات کی یگانگت کو ایک ہی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں اس کے لئے بھی یہی شرط ہے یعنی مذاہب کے وہ حصص مشترک لے لینے چاہئیں جو براہ راست خدا سے آئے ہیں ۔ معہذا ایسے اشخاص کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے جو خدا کے ایجنٹ اور اس کے نمائندے بننے کا اور اس کی رضا کے رستہ کو بتانے کا ادعائے باطل کرتے ہیں لیکن اس کے لئے نہ وہ اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے متعلق ان کے پاس کوئی سند ہے ۔ اور جب ہم اس پر عامل ہوں گے اور اپنے مذہبی علم کی بنیاد اپنے ہی ذاتی یقین پر اور ان بزرگ نفوس کی ہدایت و رہنمائی پر رکھیں گے جو وحی کی بنا پر تعلیم الٰہیہ لے کر آئے ہیں تو بالفاظ دیگر ہم صلح اور اتحاد کی اقلیم میں داخل ہو جائینگے ۔ کیونکہ جو امر صلح کا منافی اور ضد ہے وہ کیا ہے ۔ وہ ہماری مذہبی تعلیمات میں انسانی عنصر اور اس کے سامنے ہمارا سر جھکانا ہے ۔

یہ بات کہ انسانی دماغ کہاں تک خدا کی وحی کی اہلیت رکھتا ہے ۔ عام طور پر مانا جاتا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوران نزول میں وحی انسانی دماغ کے خیالات سے بہت کچھ خلط ملط ہو جاتی ہے لیکن یہ خیال حقیقی علم کے فقدان کا نتیجہ ہے جو لوگ اس قسم کے خیالات رکھتے ہیں ۔ وہ فی الحقیقت اس مابہ الامتیاز کو جو وحی میں اور عام انگریزی لفظ (Inspiration) نفخ میں ہے نہیں سمجھتے ۔ اصل وحی کیا چیز ہے ؟ وہ مشیت یا ارادۂ الٰہی کا اظہار ہے ۔ ایسے متنفس پر جس کے اجزائے روحانیہ مادی عناصر یا مادی علائق سے بالکل الگ ہو جاتے ہیں ۔ جو شخص اس حالت میں ہو وہ زمانہ ۔ مکان اور مادہ کے شمار و حساب سے بالاتر ہو جاتا ہے ۔ اور وہ چیزوں کو عالم وحدانیت

میں دیکھتا ہے ۔ اگر وہ علم جو ان شخصیتوں کے پاس اس طریق پر آتا رہا اپنی اصلی حالت میں قایم اور محفوظ رکھا جاتا اور لوگ اس پر پورا پورا اعتماد رکھتے تو میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مذہبی معتقدات پر کوئی جھگڑے اور فساد برپا نہ ہوتے اور باوجود اس امر کے کہ ہر ایک نبی کی ایک الگ شخصیت ہے لیکن پھر بھی ایسا نہ وقوع میں آتا۔ ایک شخص یہاں سوال کر سکتا ہے کہ اگر وحی سے حاصل کردہ علوم میں یگانگت ہے اور وہ سب دنیوی آمیزش سے پاک صاف ہیں تو پھر الگ الگ شخصیتیں کیوں نظر آتی ہیں؟ اور یہ شخصیتیں آپس میں کس طرح متحد و متفق ہو سکتی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ متفرق شخصیتیں ان مختلف طریق اظہار کی وجہ سے ہیں جو منشائے ایزدی کو بلحاظ مختلف تمدنی حالتوں کی مختلف اخلاقی ضروریات کے اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ارادہ الٰہی کے آستانہ پر کلیتہً فدا اور نثار نظر آتی ہے جس طریق پر مشیت ایزدی چاہے وہ روح اپنے آپ کو ظاہر کرے گی۔ چنانچہ یہ فلسفیانہ رنگ میں یا اخلاقی رنگ یا سیاسی رنگ یا جنگی رنگ میں ظاہر کر سکتی ہے۔ اس کا اس میں اپنا کچھ اختیار نہیں ہے۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ آپ نے کیا کرنا ہے لیکن جب ایک کام آپ کو کرنا پڑتا ہے وہ نہایت صبر و تحمل سے سرانجام دیتے ہیں۔ ہاں وہ کوئی اور کام بھی کر سکتے تھے لیکن آپ کو خاص یہ کام کرنا پڑا۔ کیونکہ ان کی قوم کی ضرورت اور ان کے مالک کا حکم تھا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام بہت اچھی طرح بجا لا سکتے تھے۔ علیٰ ہذا موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کا کام بخیر و خوبی کر سکتے تھے۔ یا [illegible] ہیں اور انہوں نے جو کچھ خدا سے علم پاکر ظاہر کیا ہے یا تعلیم دی ہے اس میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان کے فرائض میں [illegible] لانے پڑے اختلاف تھا۔ اور چونکہ یہ تمام فرائض ان پر اسی ایک خدائے علیم سے عائد کئے گئے تھے اور ان سب کا مقصد ارتقا کے مجلسی شعور کو روحانی تکمیل کے درجہ تک پہنچانا ہوتا ہے ان کے اندر ہمدردی بنی نوع انسان کی ایک ہی [illegible] پر کھڑی کی ہے۔ تو ان شخصیتوں کا باہم اتحاد ممکن ہی نہیں بلکہ انسانی دماغ کے ارتقا کے متعلق اللہ تعالے کے منشا اور اس کے ارادہ کے سمجھنے کے لئے ازبس ضروری ہے۔ لہذا بنی نوع انسان کے سوشل اتحاد کے لئے ہم ان مذہبوں کی شخصیتوں پر ہی کلیتہً اعتماد کر سکتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ شخصیتیں اتحاد عالم کے لئے جزو لاینفک ہیں لیکن ان کی اصل شخصیتوں کو ان تمام انسانی تخیلات کے خس و خاشاک سے پاک کر دینا چاہئے جو ان کے نام کے ساتھ روایات کی شکل میں شامل ہو گئی ہیں اور اس کے لئے صرف ایک ہی قاعدہ قابل قبول ہے اور وہ یہ کہ محض انہی روایات کو تسلیم کیا جائے جن کی اساس وحی پر مبنی ہے۔ اس طرح سے آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ منشائے ایزدی یا خدا کا ارادہ سب جگہ ایک ہی ہے۔ اور تمام مخلوق اور تمام بنی نوع انسان سب اس کے قبضہ و احاطہ قدرت میں ہیں اور اسی کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔

یہاں اس امر کا بیان کر دینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حالانکہ مذہبی رہنماؤں کی اطاعت کے معاملہ میں اسلام نے

سب سے ادنےٰ جزو مشترک کے اصول کو اختیار کیا ہے اور ان تمام کو قابل عزت و احترام قرار دیا ہے لیکن مذہبی اصول کے بیان کرنے میں اس نے سب سے اعلےٰ جزو مشترک کو لیا ہے اور تمام مختلف مذاہب میں جزو مشترک اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کو قرار دیا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور اصول زیادہ معقول اور انسب ہو سکتا ہے ؟

اب ہم مضمون بالا پر تبصرہ کی نظر ڈالتے ہوئے آخر پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ امن عامہ یا عالمگیر صلح متفرق اقوام کے قومی ہوا و ہوس کے جذبات کو ایک صحیح معیار پر لانے یا اقوام کی اقتصادی حالت کو ٹھیک کر دینے سے معرض ظہور میں نہیں آسکتی۔ بلکہ اس قسم کی صلح بنی نوع انسان کی متفقہ روحانی مساعی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے جس کے لئے تمام مذاہب عالم میں اتحاد کی ضرورت ہے۔ پھر اس قسم کی صلح انہی بزرگ اشخاص کی ہدایات پر چلنے سے وقوع میں آسکتی ہے، جو قرآن حکیم کے درج بالا اصول پر کاربند ہیں یعنی خدا کی وحدانیت اور تمام مذہبی شخصیتوں کی بجا عزت و تکریم جس قوم یا جس مذہب میں ان اصولوں کی پابندی کی جاتی ہے جس طرح کہ اسلام میں تو اس میں ایک ایسی فضا کا پیدا ہونا لازمی امر ہے جس میں تمام بنی نوع انسان بآرام زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن جب تک دنیا کی قوموں میں یہ دو اصول تسلیم نہیں کئے جائیں گے دنیائے مذہب میں صلح ناممکن ہے۔ اور مذہب کا اصل منشا جو دنیا میں عالمگیر صلح قایم کرنے کا ہے، پورا نہیں ہو سکتا ؛

التماس

قارئین کرام اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ رسالہ اشاعت اسلام صحیح معنے میں اسلام کا علمبردار رہے ابتدا سے اس میں بصیرت افروز مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آج دنیائے اسلام میں اس رسالہ کی نظیر نہیں باایںہمہ اس کا مسلک صلح کل رہا ہے۔ آج حالات بدل گئے ہیں۔ اقتصادی ابتری کے دور رس اثرات سے رسالہ اشاعت اسلام بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ برادران اسلام اس طرف توجہ فرمائیں اور حتی الوسع اپنے اپنے احباب کے حلقوں میں رسالہ ہذا کی اہمیت واضح کریں۔ اگر دو دو خریدار بھی ہر مقام سے اور پیدا ہو جائیں تو یقین کامل ہے کہ اس رسالہ کی بہار پر خزاں نہیں آئے گی۔

کیا ہم امید کریں کہ ہماری گزارش صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی ؟

مکتوباتِ ووکنگ

زیر نظر پندرہ دنوں میں اسلام کی حمایت میں دو بڑے مرکز دل (لندن مسلم پریر ہاؤس اور شاہجہان مسجد ووکنگ) میں بہت کچھ تازہ کام سرانجام پایا ہے۔

یہ امر بھی موجب مسرت ہے کہ مختلف خیالات کی مجالس اور اداروں نے قرآن کریم کے عظیم الشان آخری الہام پر مزید روشنی کی خواہش کی یہاں تک کہ امام صاحب کو اپنے اصل مقام سے گزشتہ پورا ہفتہ غیر حاضر رہنا پڑا۔

لیسیسٹر میں لیکچر

بدھ مورخہ ۴ - نومبر ۳۶ء کو امام صاحب نے "اسلام کے متصوفانہ تجربات" پر لیسیسٹر سوسائٹی فار سائیکیکل ریسرچ کے لیکچر ہال میں ایک عظیم الشان علمی مجمع کے سامنے تقریر کی۔ اس لیکچر کا انتظام اسی سوسائٹی نے کیا تھا۔

صدر جلسہ کیپٹن ای سی لاسبی نے ایک شاندار تقریر کی جس پر امام صاحب نے رائے زنی کرنا ضروری سمجھا۔ کیپٹن لاسبی نے کہا۔ "جب میں نے اس لیکچر کے مضمون پر غور کیا تو میرا دماغ اس اثر کی طرف متوجہ ہو گیا جو مغربی لوگ مشرق کے ایک شائستہ انسان پر ڈالتے ہیں یا ڈالنا ممکن ہے۔ میں یہ خیال کئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ عام طور پر ہمیں جاہل، بیوقوف، تنگ خیال اور غلط باتوں پر یقین کرنے والے سمجھتے ہوں گے۔ بذات خود میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے اکثر بلکہ بہت زیادہ لوگوں کے متعلق یہ خیال صحیح ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر روحانی تجربات کی خواہش نے الحقیقت اس ملک اور تمام مغرب میں پیدا ہو جائے جیسا کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی خواہش پیدا ہو جائے گی تو پھر ہم دیکھیں گے کہ مشرق و مغرب میں باہمی مفاہمت پیدا ہو جائیگی۔

امام صاحب نے فرمایا "یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں مغربی ثقافت اور رجحان زندگی کی مذمت پر خود ایک مغربی کی زبان سے ایسا واضح بیان سنا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انکسار کی لازمی صفت مغربی دل و دماغ میں پیدا ہو گئی ہے اور زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ ہم مغربی لوگوں کو زندگی کی اس اصلیت اور اندرونہ کو حاصل کرتے ہوئے دیکھیں گے جس کی طرف جناب صدر نے اشارہ فرمایا ہے۔ زندگی کا رجحان انکسار کو لئے ہوئے ہونا چاہیئے۔ موجودہ زمانہ کی ساری مصیبت اس حقیقت نفس الامری میں نظر آتی ہے کہ انسان نے خدا کو بھلا دیا ہے اور اس لئے خود اپنے نفس کو بھی بھول گیا ہے۔ امام صاحب نے موجودہ زمانہ کی تحریکات کے رہنماؤں کا ذکر کیا۔ جو روزانہ زندگی کے اندرونی حالات و واقعات سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس بات سے مایوس ہوں کہ پالیسیوں اور اقتصادیات کی بنا پر موجودہ مشکلات کا حل ہو سکتا ہے

آپ کی تحریکات کے سوائے کوئی دوسری ایسی تحریک مجھے نظر نہیں آتی جو حقیقی امن اور اصلی اتحاد پیدا کرسکتی ہے کوئی مجلس اقوام یا صلح کانفرنسیں یورپ میں امن پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوسکتیں۔

مسٹر جیمیں ناربری منتظم جلسہ نے امام صاحب پر صلیبی جنگوں اور ہندو مسلم مشکلات کے متعلق سوالات کئے۔ کیپٹن لاسبی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا کہ میں امام صاحب سے یہ دریافت کروں گا کہ "اس کی کیا وجہ ہے کہ . . . . . مسیحی مذہب کے اس قدر کثیر فرقوں نے ایک دوسرے کی ایذ رسانی اور پامالی میں اتنا وقت صرف کیا ہے"۔

امام صاحب نے جواب دیا کہ ہماری قسمت کی باگ ملکی مدبرین کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم اس پر متاسف ہیں لیکن کوئی علاج ہمیں نظر نہیں آتا۔

لیسیسٹر سوسائٹی میں امام صاحب کو ایٹ ہوم

جمعرات کی سہ پہر کو لیسیسٹر سوسائٹی فار سائیکیکل ریسرچ نے تقدس مآب جناب امام صاحب کی شان میں ایک ایٹ ہوم دیا۔ اس ایٹ ہوم میں کثرت سے لوگ آئے۔ چائے تقسیم ہوچکنے کے بعد امام صاحب نے حدیث المائدہ کے طور پر اسلام پر گفتگو شروع کی۔ اور عام مباحث پر پیدا ہونے والے سوالات کا بڑی خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا۔ یہ امر ایک تسکین بخش بحث کی تمہید ثابت ہوا۔ جس میں بہت سے ممبروں نے حصہ لیا۔ یہ تقریب شروع سے آخر تک بڑی پر لطف اور کامیاب رہی اس سے فارغ ہوکر امام صاحب لندن واپس تشریف لے آئے۔

امام صاحب کارڈف میں

لندن بریرہاؤس میں نماز جمعہ پڑھانے کے بعد امام صاحب کارڈف تشریف لے گئے جہاں ہمارے بھائی شیخ عبداللہ آف یمن کی درخواست پر جو وہاں کی مسلم جماعت کے مذہبی رہنما ہیں آپ کو لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کرنا تھا۔ شہر کارڈف میں مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی ہے جس کی تعداد دوسو اور تین سو نفوس کے مابین ہے یہ لوگ زیادہ تر عرب ہیں ووکنگ مسلم مشن کے کارکنوں کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ اسلامی جماعت کے اس حصہ کی بھی تنظیم کی جائے یہ خیال حال ہی میں زیادہ تر جناب شیخ صاحب ممدوح کی امداد اور بے غرض مساعی سے عملی شکل اختیار کرنے لگا ہے۔

جناب امام صاحب کا سٹیشن پر پرجوش استقبال کیا گیا۔ لیکچر ہال میں نئے اور پرانے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا مجمع تھا۔ شام کا جلسہ ایک ہندوستانی لیکچر سے شروع ہوا جس میں مشرقی لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ اس لیکچر میں امام صاحب نے بتایا کہ اسلام کسی خاص تمدنی یا مذہبی ذات اور نسل کے لوگوں کا ہی ساتھ نہیں دیتا بلکہ جیسا کہ اس کے بدترین دشمنوں نے بھی اعتراف کیا ہے یہ ایک عالمگیر برادری ہے جس میں رنگ، عقیدہ اور ذات کا امتیاز

ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ ارکان اسلام پر روشنی ڈالتے ہوئے امام صاحب نے بتایا کہ اس ملک میں اسلام کا دارومدار زیادہ تر (بجائے اس کے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے) یہاں کے رہنے والے مشرقی مسلمانوں کے اخلاق اور چال چلن پر ہے۔ انہیں صرف اعلیٰ اور شاندار تقاریر پر ہی خوش نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ خود اسلام کے اعلیٰ اخلاق اور تمدنی معیار کے زندہ نمونے بن جانا چاہیئے۔ کیونکہ محض وعظ و تقاریر اتنے موثر اور مفید نہیں ہوتے جتنا عمل کھلے طور پر موثر ہوتا ہے:

حاضرین میں سے اس حصہ کو مخاطب کرنے کے بعد جو مشرقی لوگوں پر مشتمل تھا امام صاحب نے نومسلم انگریز مردوں اور عورتوں کو ان کی اپنی زبان میں مخاطب کیا۔ ہمارے قارئین یہ سن کر خوش ہوں گے کہ اس برادری میں پچاس نفوس سے کم افراد نہیں تھے ان لوگوں کو امام صاحب نے نہایت تفصیل سے اسلام کے معنے بتلائے۔ اور انہیں نصیحت کی کہ نماز پڑھتے رہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو قرآن کریم کا مطالعہ کرتے رہیں۔

دوسرے دن صبح کو امام صاحب نے نماز کے کمرے کو ملاحظہ کیا اور پھر ایک پبلک جلسہ میں تقریر کی جس کا بہت بڑے پیمانہ پر اہتمام کیا گیا تھا۔ یہاں بھی امام صاحب کو اردو اور انگریزی ہر دو زبانوں میں تقریر کرنی پڑی شام کے وقت ایک جلسہ میں جو ایک حد تک نومسلمین پر مشتمل تھا حاضرین نے امام صاحب کو خیر مقدم کا اڈریس دیا+

اسلام میں ایک اور روح کا اضافہ:۔ یہ اعلان موجب مسرت ہے کہ اس ہفتہ اسلام میں داخل ہونیوالوں کی رفتار ترقی تسلی بخش رہی ہے۔ چار نفوس اس ہفتہ داخل اسلام ہوئے ہیں اور ہماری ایک جنوبی افریقہ کی بہن مس لیلین میرین کا اعلان اسلام اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ ہماری کوششیں ہماری رہائشی سرزمین انگلستان سے بہت دور تک پہنچ چکی ہیں۔ ہم ذیل میں مس میرین کے ایک خط کا اقتباس پیش کرنے کی مسرت حاصل کرتے ہیں جو ان کے اعلان اسلام کے ساتھ شامل تھا۔ خاتون موصوفہ لکھتی ہیں:۔

"قریباً آٹھ ماہ ہوئے میں نے اسلامک ریویو کی ایک کاپی اٹھائی اور اسے پڑھا اس نے ایک نئی دلچسپی پیدا کر دی جس نے مجھے کئی اور رسائل حاصل کرنے پر مجبور کر دیا۔ اب قرآن کریم اور بہت سی دوسری کتابیں میرے پاس موجود ہیں جن میں آئیڈیل پرافٹ، سے انگز آف محمدؐ (احادیث نبوی)، اور میسیج آف اسلام وغیرہ شامل ہیں اور اب میں آسانی سے کہہ سکتی ہوں کہ اسلام ہی میرا پسندیدہ مذہب ہے:

مسجد میں ایک مسرت انگیز تقریب:۔ ۲ نومبر کو امام صاحب نے مس گلینڈز انیسہ بنیان کا نکاح کلکتہ کے مسٹر حنیف عبدالحکیم کے ساتھ پڑھانے کی پرمسرت تقریب سرانجام دی۔ مہر پچاس پونڈ مقرر کیا گیا۔

ایک نومسلمہ کی وفات:۔ ہم افسوس کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ مسز روز فرس لیگ جو انگلستان کی اسلامی برادری کی پرانی ممبر تھیں وفات پا گئیں آپکا جنازہ، نومبر کو بروک ووڈ کے قبرستان میں سکرٹری مسجد ووکنگ نے پڑھایا مسجد کا سٹاف اور متوفیہ کے رشتہ دار بھی جنازہ میں شامل تھے:

رہبر حجاج

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ جلد ۲۲۔ نمبر ۱ ملاحظہ ہو)

حفظان صحت

طبی انتظامات: اس سال (۱۳۵۵ھ) کا حج موسم سرما یعنی ماہ دلو و حوت و حمل ۱۳۱۵ شمسی (یعنی جنوری، فروری، مارچ ۱۹۳۷ء) میں ہوگا اور یہ مہینے حجاز میں موسم سرما میں گنے جاتے ہیں چنانچہ موسم نہایت معتدل ہوگا۔ نہ گرمی اور نہ تیز سردی جس کو دیگر ممالک میں موسم بہار کہا جاتا ہے۔

حفظان صحت کے انتظامات نہایت اچھے پیمانہ پر حکومت حجازنے مہیا کر دیئے ہیں۔ تمام ملک میں شفاخانے، دواخانے جو ہر قسم کی ادویہ اور طبی آلات سے مہیا ہیں۔ سند یافتہ ڈاکٹر موجود ہیں۔ جو مریضوں کا علاج و پرسش کرتے ہیں۔ محتاج مریض شفاخانوں میں مفت رہ سکتے ہیں۔

مکہ کے شفاخانہ میں برقی علاج (رونتگن) بھی موجود ہے جس کے لئے خاص ڈاکٹر مقرر ہے جس کے ذریعہ مختلف علاج ہوتے ہیں اسی طرح جدہ کے شفاخانہ میں شعبہ جراثیم موجود ہے جس پر ہر قسم کے میکروب کی تحلیل و تشخیص ہوتی ہے۔ اسی طرح حجاج کے تمام راستوں پر سایہ دار جگہ موجود ہیں جس میں ضروری ادویہ اور پانی وغیرہ کا انتظام ہے۔ ہر حاجی ان مراکز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ہر حاجی کو دوا مفت ملتی ہے۔

طبی نصائح: (۱) دوپہر کے وقت دھوپ سے پرہیز کرنا چاہیئے (۲) جس وقت دھوپ تیز ہو برہنہ سر چلنا پھرنا نہیں چاہیئے اگر چلنے کی ضرورت لاحق ہو تو چھتری کا استعمال کرنا چاہیئے۔ (۳) زیادہ تر چلنا پھرنا صبح و شام ہونا چاہیئے۔ (۴) سرد ہوا کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ (۵) سرد ہوا سے بدن کو بچانا لازمی ہے اور مناسب ہے کہ اونی کپڑے استعمال کریں (۶) کھلی جگہ میں سونے سے بھی پرہیز لازمی ہے مکان سایہ دار اور خیمہ جات میں سونا ضروری ہے تاکہ سرد ہواؤں سے حفاظت رہے۔ (۷) جس وقت خدانخواستہ زکام، کھانسی یا اسہال یا قبض کی شکایت ہو تو فوراً قریب ترین شفاخانہ، دواخانہ سے مراجعت کرنا ضروری ہے شفاخانہ اور دواخانہ میں ڈاکٹر اور ضروری ادویہ اور برف کا پانی موجود رہتا ہے۔ (۸) اگر کوئی ایسا موقعہ آجائے کہ فوراً شفاخانہ سے مراجعت نہ ہو سکے تو ضروری علاج ہر شخص حسب ذیل طریقہ سے کر سکتا ہے اگر گرمی اور دھوپ کی وجہ سے صحت میں فرق ہو تو مریض کے سر پر سرد پانی ڈالا جائے اور سایہ میں لٹا دیا جائے۔ یا کپڑا سرد پانی میں بھگو کر سر پر باندھ دیا جائے۔ اگر مرض سردی کی وجہ سے ہو مثلاً زکام، کھانسی یا جسم کے کسی اور حصہ میں درد وغیرہ ہو تو ایسے موقعہ پر اونی کپڑے اوڑھنا چاہئیں اور

گرم اشیاء، چاء، لغناع، زنجبیل کا استعمال کرنا مناسب ہے۔ ساتھ ہی قریب تر شفاخانہ سے مراجعت کرنی چاہئے۔ (۹) حفظان صحت کے دواخانے مکہ میں اور مکہ اور عرفات کے درمیان اور منیٰ میں ہر وقت طبی خدمت کے لئے ہر شخص کے لئے حاضر ہیں ان میں سرد پانی کا بھی کافی انتظام ہے۔ محتاج مریضوں کے لئے محکمۂ حفظان صحت کی موٹریں تیار رہتی ہیں (۱۰) مقامی شفاخانوں میں چیچک، بخار، جذام و بائی امراض کی دفعیت کے لئے ٹیکے موجود ہیں۔ چنانچہ ہم ایسے حجاج کو جنھوں نے ٹیکہ نہ لگوایا ہو شفاخانہ میں حاضر ہو کر ٹیکہ لگانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ (۱۱) شفاخانہ نصیحت کرتا ہے کہ پانی کو پکا کر ٹھنڈا کر کے پیا جائے۔ میووں کو پانی سے دھو لیا جائے۔ ثقیل غذا سے پرہیز کرنا چاہیے (۱۲) مچھروں سے بچنے کے لئے مچھر دانیوں میں سونا مناسب ہے۔ اگر مچھر دانی نہ ہو تو وہ اعضا جو کھلے رہتے ہیں ان کو کپڑے سے چھپا کر سونا چاہئے۔ اور کونین کی گولیاں استعمال میں رکھنا چاہئیں۔ محکمۂ حفظان صحت کونین کی گولیاں ہر طالب کونین کو مفت پیش کرتا ہے۔ (۱۳) جس وقت ضرورت محسوس ہو فوراً شفاخانے سے مراجعت کرنی چاہئے۔ شفاخانے ہر وقت خدمت کے لئے مستعد و تیار رہیں ایام حج میں محکمۂ حفظان صحت کے مراکز (شافین) متعدد ہیں۔ نیز مکہ مکرمہ میں چار شفاخانے ہیں:

(۱) شفاخانہ جیاد (۲) شفاخانہ قبان (جو محلہ مدعا میں واقع ہے) (۳) دواخانہ محلہ شبیکہ (۴) شفاخانہ محلہ معلا۔

ایام حج میں عرفات کے راستہ میں حسب ذیل طبی مراکز ہوتے ہیں:-

(۱) مرکز منحنی (مابین منی و محلہ بیاضیہ (۲) مرکز مجر الکبش (اول منی میں) (۳) مرکز شفاخانہ منی (۴) مرکز مجزرہ (آخر منی میں) (۵) وادی محسر (قبل مزدلفہ) (۶) مرکز مزدلفہ (۷) مرکز اُخشبین (قبل عرفات (۸) مرکز البازان (قبل عرفات) (۹) مرکز عرفات۔

یہ مراکز جو مکہ سے عرفات تک ایام حج میں موجود ہوتے ہیں اور یہ سائبان کی شکل میں ہوتے ہیں جن میں ٹھنڈا پانی اور لازمی ادویہ اور مریضوں کی نقل و حرکت کے لئے چھ لاریاں اور سات گھوڑہ گاڑیاں حفظان صحت کے ملازمین کو موٹر سائکلیں دی ہوئی ہیں تاکہ ہر وقت طبی امداد کے لئے مستعد رہیں۔ شفاخانہ منی میں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر انتظام ہوتا ہے۔ مریضوں کے رہنے کے علاج معالجہ کے کمرہ جات موجود ہیں۔ ان مراکز کے پہچاننے کے لئے دن میں ہر ایک مرکز پر دو جھنڈیاں اڑتی رہتی ہیں ایک سفید دوسری سبز۔ اور رات کو سرخ شیشہ کی لالٹینیں لگائی جاتی ہیں۔

محکمۂ حفظان صحت جدہ:- جدہ میں مرکزی شفاخانہ محلہ ندی میں واقع ہے اس کا دواخانہ ہر قسم کی ادویہ سے مہیا ہے ہر قسم کے علاج معالجے ہو سکتے ہیں دوسرا شفاخانہ محلہ یمن میں ہے وہ بھی ہر قسم کی ادویہ سے مہیا ہے۔ ہر قسم کے اپریشن ہو سکتے ہیں۔ تیسرا شفاخانہ علم جراثیم کے لئے خاص ہے جس میں ہر قسم کے جراثیم تحلیل ہوتے ہیں۔

حکمہ حفظان صحت مدینہ منورہ :- مدینہ منورہ کا شفاخانہ باب السلام کے پاس واقع ہے اس کے دواخانہ میں ہر قسم کی ادویہ علاج معالجہ وڈاکٹر موجود ہیں۔ مریضوں کے لئے رہنے کی جگہ بھی موجود ہے۔

شفاخانہ ینبوع :- شہر ینبوع میں بھی باقاعدہ شفاخانہ اور دواخانہ ہے جس میں ہر قسم کی ادویہ اور ہر قسم کے علاج معالجے ہوتے ہیں :

شفاخانہ طائف :- شہر طائف میں باقاعدہ شفاخانہ وڈاکٹر موجود ہیں۔ علاج معالجہ نہایت اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی ادویہ موجود ہیں۔

بیان عام کرایہ جات

ایک گنی انگریزی طلائی کے ایک سو دس (۱۱۰) قرش طلائی ہوتے ہیں :

(۱) موٹروں کا کرایہ فی نفر

چھوٹی موٹر میں			لاری میں			جہت سفر
پارہ	قرش طلائی	گنی انگریزی طلائی	پارہ	قرش طلائی	گنی انگریزی طلائی	
۳۰	۱۳	۱	۲۰	۸۲	..	جدہ سے مکہ تک اور مکہ سے جدہ تک بھی اتنا ہی
۲۰	۲۷	۱۱	..	۵۵	۷	مکہ سے مدینہ تک اور وہاں سے مکہ تک آنے جانیکا۔
۲۰	۲۷	۱۱	..	۵۵	۷	جدہ سے مدینہ تک اور وہاں سے جدہ تک آنے جانے کا۔
..	..	۱۲	۲۰	۲۷	۸	مدینہ سے مکہ تک آنے جانے کا
..	..	۱۲	۲۰	۲۷	۸	ینبوع سے مدینہ تک اور وہاں سے مکہ تک۔
..	..	۶	۳۰	۱۳	۴	ینبوع سے مدینہ تک فقط
..	..	۶	۳۰	۱۳	۴	مدینہ سے مکہ تک فقط
..	..	۳	..	۵۵	۱	مکہ سے عرفات تک آنے جانے کا۔

(۲) اونٹوں کا کرایہ فی نفر

پارہ	قرش	گنی	جہت سفر
۱۰	۱۴		جدہ سے مکہ تک اور مکہ سے جدہ تک بھی اتنا ہی
۲۰	۸۲	۳ گنی انگریزی	جدہ اور مکہ سے مدینہ تک آنے جانے کا
..	..	۴ ،،	مدینہ سے مکہ تک آنے جانے کا۔
۲۰	۸۲	۳	مکہ سے مدینہ تک اور وہاں سے ینبوع تک
..	۳۴	..	مکہ سے عرفات تک آنے جانے کا۔

(۳)

کرایہ شقدف فی نفر

پارہ	قرش طلائی	جہت سفر
۳۰	۱۱	جدہ سے مکہ تک - اور مکہ سے جدہ تک بھی اتنا ہی۔
۳۵	۶۱	مکہ سے مدینہ تک نے جانیکا اور اتنا ہی جدہ سے مدینہ تک آنے جانیکا اور اسیقدر مکہ سے مدینہ تک اور مدینہ سے ینبوع تک۔
۱۰	۸	مکہ سے عرفات تک آنے جانے کا۔

عام انعامات واکرامات فی نفر

۲۰	۶۹	۲ گنی انگریزی طلائی	مصارف مقررہ بوقت قدوم فی نفر۔
۱۰	۱۲	..	مصارف جدہ برائے واپسی فی نفر۔
۳۰	۸۱	۲	مجموعی مصارف جو ہر حاجی پر مقرر ہیں۔

حاجی کو لازم ہے کہ بوقت قدوم مبلغ دو گنی انگریزی طلائی اور پونے بیاسی قرش طلائی وکیل معلم کو جدہ میں ادا کر دے رقم مذکور بابت امور ذیل وصول کی جاتی ہے۔

اجرت باربرداری کشتی سے بندر گاہ تک اور بندر گاہ سے قیام گاہ تک بوقت آمدرفت وکرایہ مکان جدہ بوقت آمد و رفت ٹیکس بلدیہ جدہ وفیس نقیب الوکلا جدہ وانعام وکیل جدہ بوقت قدوم و واپسی و اجرت خادم تا مکہ و چندہ عین زبیدہ مکہ و عین زرقا مدینہ وٹیکس حج کمیٹی وٹیکس بلدیہ مکہ واکرام زمزمی واجرت باربرداری بمکہ معظمہ وانعام معلم وفیس رئیس المعلمین ٹیکس لزوم و ہیئت الامناء ونقیب الشبیکہ واجرت خیمہ عرفات ومنی برائے ایام حج۔

تنبیہات وتوضیحات

(۱) جملہ مصارف ورسوم حجاج جو رہبر ہذا میں درج ہیں وہ پچیس فیصدی کی ملحوظ رکھتے ہوئے اعلان سال گزشتہ ۱۳۵۱ھ کے مطابق ہیں۔ علاوہ کرایہ اونٹ وشقدف عرفات کی جسکی اجرت بالکل قلیل تھی چنانچہ حج پر اونٹوں کی قلت ہوئی لہذا بمقتضائے مصلحت عرفات کے کرایہ اونٹ وشقدف میں آٹھ قرش وثمن قرش (۸½) کا فی نفر اضافہ کر دیا گیا ہے جیسا کہ کرایہ جات میں واضح ہے۔

(۲) چونکہ اکثر حجاج نے حکومت میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ جدہ۔ مکہ۔ مدینہ کے مابین سڑک بنانے کا انتظام کیا جائے اور اس کے لئے مثل عین زبیدہ وعین زرقاء اور دیگر جہات خیریہ کے ایک ٹیکس مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ حکومت نے

اس تجویز کو منظور کر لیا ہے اور حسب ذیل تعداد موٹر اور اونٹوں کی سواریوں پر فی کس مقرر کر دی ہے اور اس مہم کے لئے ایک خاص کمیٹی اور ادارہ بنا دیا ہے۔ تاکہ اس نام سے جو رقم وصول ہو اس کو اس مہم میں صرف کیا جائے۔ امید ہے کہ اس مقررہ رقم کے علاوہ بھی اہل خیر اس اہم ادارہ کی مدد فرمائیں گے اور بمصداق آیہ کریمہ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ثواب دارین و دعائے زائرین حرمین حاصل کریں گے۔

قرش طلائی ۴۴ - موٹر سوار پر فی کس جو جدہ یا مکہ سے مدینہ جاوے آنے جانے کا یا ینبوع سے مدینہ جاوے یا مدینہ سے مکہ آوے۔

" ۲۲ - اونٹ سواری پر فی کس جو جدہ یا مکہ سے مدینہ جاوے آنے جانے کا یا ینبوع سے مدینہ جا کر مکہ آوے یا صرف مدینہ سے مکہ آوے۔

" ۱۱ - موٹر سوار پر فی کس جو جدہ سے مکہ آوے یا مکہ سے جدہ جاوے۔

" ۵½ - اونٹ کی سواری پر فی کس جو جدہ سے مکہ آوے یا مکہ سے جدہ جاوے۔

(۳) کرایہ مکان جدہ بوقت واپسی جو وصول شدہ رقم میں شامل ہے وہ صرف ایک رات کے لئے ہے اور چونکہ بعض حجاج واپسی پر ایک رات سے زائد جدہ میں قیام فرماتے ہیں لہذا ایک رات کے بعد فی کس ڈیڑھ قرش طلائی کرایہ مکان فی شب ادا کرنا لازمی ہے۔

(۴) چونکہ اکثر حاجی صاحبان اعلےٰ درجہ کی ممتاز موٹر کے طالب ہوتے ہیں لہذا موٹران کمپنی نے اس طرف توجہ کر کے نہایت اعلیٰ قسم کی خاص موٹریں مہیا کی ہیں۔ جو بالکل جدید طرز پر تیار ہوئی ہیں اور ان کے لئے مقررہ اجرت پر ایک رقم کا اضافہ کر دیا ہے لہذا جو صاحب اپنی خوشی سے اس قسم کی موٹروں کے طالب ہوں وہ مندرجہ ذیل فرق مقررہ کرایہ کے علاوہ ادا کریں:۔

فی نفر چھوٹی موٹر	لاری	
۳۵۰½ قرش طلائی	۲۷۵ قرش طلائی	- مدینہ منورہ کیلئے آنے جانے کا خواہ جدہ سے ہو یا مکہ سے۔ یا ینبوع سے مدینہ کو یا مدینہ سے مکہ کو
۴۱¼ "	۲۷½ "	- جدہ سے مکہ تک یا مکہ سے جدہ تک۔
۱۱۰ "	۵۵ "	- مکہ سے عرفات تک آنے جانے کا۔

(۵) قرنطینہ اور مجلس مراقبت حجاج کا رسم مذکورہ بالا مصارف میں شامل نہیں کیونکہ یہ ٹیکس جہازران کمپنی سے وصول کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کی مقدار ۱۲۰ قرش طلائی ہے۔

(۶) کشتی کا کرایہ بوقت آمد و رفت فی کس دس قرش طلائی مقرر ہے۔ اگر کسی نے حسب دستور جہازران کمپنی کو ادا کر دیا ہے

توفبہا ورنہ مقدار مذکور جدہ میں ادا کی جائے۔

(۷) متوسط درجہ کے مکان مکہ کا کرایہ فی کس ۴۰ قرش طلائی) مقرر ہے۔ اعلیٰ اور عمدہ مکان ہر حاجی اپنی خوشی سے باتفاق صاحب مکان کرایہ پر لے سکتا ہے۔

(۸) حاجیوں کو مدینہ منورہ میں اقامت کے لیئے آٹھ روز مقرر ہیں۔ داخل ہونے کا اور نکلنے کا دن ان میں شمار نہ کیا جائے گا۔ آٹھ روز سے قبل جو صاحب واپس ہونا چاہیں ان کو اختیار ہے اور جو اس سے زیادہ ٹھیرنا چاہیں تو وہ حسب ذیل رقم زائد اقامت کی موٹر کمپنی کو ادا کریں:-

پارہ	قرش طلائی	
۳۵	۱۰۳	نویں دن سے بیس دن تک کے لئے۔
۳۰	۱۲۳	اکیسویں دن سے تیس دن تک کے لیئے۔
..	۱۶۵	اکتیسویں دن سے چالیس دن تک کے لیئے۔

(۹) مدینہ منورہ کی زیارت کے لیئے جدہ سے جاویں یا مکہ آنے کے بعد کرایہ جدہ سے جدہ تک اور مکہ سے مکہ تک ہوگا اجرت میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) ایک گنی انگریزی طلائی کے ایک سو دس قرش طلائی ہوتے ہیں۔ اور چالیس پارہ کا ایک قرش طلائی ہوتا ہے جن حجاج کے پاس طلائی سکہ نہ ہو ان سے بیس ریال عربی سعودی بحساب ایک گنی طلائی قبول کیئے جائیں گے۔ نیز دیگر اجنبی سکہ بموجب سعر الوقت ان سے قبول کیا جا سکتا ہے۔

(۱۱) ہر حاجی پر لازم ہے کہ بندرگاہ جدہ یا ینبوع یا کسی شہر ممالک عربیہ سعودیہ میں داخل ہوتے ہی کرایہ جات موٹر و داونٹ کے علاوہ جو بروقت ادا کرے باقی جملہ رقوم و رسوم مقررہ معلم یا اس کے وکیل کو ادا کردے۔ تاکہ وہ رئیس المعلمین کے پاس بھیجدے اور وہ ہر مستحق کو ادا کردے۔ نیز حاجی کی راحت و آسائش و حقوق کی حفاظت کا ہر وقت لحاظ رکھے۔

(۱۲) کرایہ میں جو زیادتی ینبوع سے مدینہ تک اور وہاں سے مکہ تک اور مدینہ سے مکہ تک آنے جانے میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو موٹریں حجاج کو ینبوع اور مدینہ لینے جاتی ہیں وہ مکہ سے خالی جاتی ہیں اور ایسی صورت میں موٹر کمپنی کو مزید اخراجات برداشت کرنے ہوتے ہیں۔

(۱۳) رسوم و رقوم مقررہ ادا ہونے کے بعد ہرگز واپس نہ کیئے جائیں گے خواہ کوئی سبب ہو۔

(۱۴) رقوم و رسوم و کرایہ جات مقررہ جن کا اس میں اعلان ہے ان میں کسی قسم کی کمی زیادتی ناممکن ہے۔ اور ہر حاجی پر اس کی پابندی لازمی ہے اسی طرح کسی کو یہ حق نہیں کہ مقررہ رقوم سے کچھ بھی زیادہ وصول کرے۔ اگر کسی حاجی کو کوئی زائد رقم لی جاوے

بیان مسافات

(۱) جدہ - مکہ : جدہ سے مکہ تک ۷۵ کیلو میٹر مسافت ہے جس کو موٹر دو گھنٹہ میں طے کرتی ہے اور گدھے ایک رات میں۔ اور اونٹ دو منزلوں میں اس مسافت کو پورا کرتے ہیں۔ مکہ اور جدہ کے درمیان ٹیلیفون اور آرامگاہیں اور متعدد قہوہ خانے جابجا کنوئیں بھی موجود ہیں۔ مشہور مقامات راستہ میں یہ ہیں :-

(۱) رغامہ (۲) ام السلم (۳) بحرہ (اس میں شفاخانہ اور پولیس کی چوکی اور ڈاکخانہ موجود ہے) (۴) شمیسی (حدیبیہ) ام الدود

(۲) جدہ - مدینہ : جدہ سے مدینہ تک ۴۵۰ کیلو میٹر کی مسافت ہے جس کو ذریعہ موٹر سولہ گھنٹے میں اور ذریعہ اونٹ دس روز میں طے کیا جاتا ہے راستہ میں مہم مقامات یہ ہیں :-

(۱) عسفان (۲) قضیمہ (۳) رابغ (۴) ابیار بن حصانی (۵) بئر الشیخ (۶) بیر درویش (۷) بئر الماشی (۸) الحسا۔

ان تمام مقامات پر حکومت کی چوکیاں ہیں جو حجاج کی راحت و آسائش کی ذمہ دار ہیں۔ قہوہ خانے اور پانی و دیگر ضروریات ان مقامات میں کافی طور پر موجود ہیں۔

(۳) ینبوع - مدینہ - ینبوع اور مدینہ منورہ کے درمیان ۲۵۰ کیلو میٹر کی مسافت ہے جسکو موٹریں ۵-۶ گھنٹہ میں طے کرتی ہیں اور اونٹ تین روز میں طے کرتے ہیں۔ یہ راستہ کنوؤں اور باشندوں سے آباد ہے۔

(۴) مکہ - عرفات : مکہ عرفات کے درمیان ۲۲ کیلو میٹر کی مسافت ہے جسے اونٹ چھ گھنٹہ میں اور موٹریں ۴۵ منٹ میں طے کرتی ہیں اور تمام راستہ میں متعدد قہوہ خانے اور آرامگاہیں اور متعدد طبی مراکز مع ضروری ادویہ کے موجود ہیں۔ ان میں ٹھنڈا پانی دوا وغیرہ ہر وقت موجود رہتی ہے۔ حجاج کو ان سے مراجعت کرنی چاہیئے۔

ڈاک اور ٹیلیگراف کے انتظامات

حجاج کرام کے اطمینان کے لئے تاکہ وہ بآسانی اپنے اقارب سے مراسلت کر سکیں ڈاک کی آمد و رفت کے اوقات اور محصولات ٹیلیگراف و پارسل وغیرہ ذیل میں بیان ہوتے ہیں۔

(۱) ممالک غیر کی ڈاک پورٹ توفیق کے ذریعہ سے مصر و شام و عراق و یمن و ہندوستان و جاوہ و ترکیہ و ایران و افغانستان و طرابلس الغرب و تیونس و جزائر مراکش و عموم یورپ و امریکہ و افریقہ حسب ترتیب ذیل روانہ ہوتی ہے :-

الف: خدیوی جہازوں میں ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ بروز چہارشنبہ۔ ب: اتیالین جہازوں میں ہر دو ہفتہ میں ایک مرتبہ بروز جمعہ۔ ج: جرمن جہازوں میں ایک ماہ میں ایک مرتبہ (د) البن کمپنی کے جہازوں میں ایک ماہ میں ایک مرتبہ۔

(۲) خدیوی جہازوں کے ذریعہ سے پورٹ سوڈان ہر ہفتہ میں بروز یکشنبہ (اتوار) روانہ ہوتی ہے (۳) مذکورہ بالا

جہازوں میں ممالک غیر کی ڈاک پہنچتی ہے۔ (۴) مقامی ڈاک کا انتظام حسب ذیل ہے:۔ مابین جدہ و مکہ و طائف روزانہ موٹر پر ڈاک آتی جاتی ہے۔ (۵) مدینہ۔ جدہ، مدینہ مکہ کے مابین ہفتہ میں ایک مرتبہ ہر دوشنبہ کے روز روانہ ہوکر سہ شنبہ کو مدینہ منورہ پہنچ جاتی ہے اور مدینہ منورہ سے جمعرات کے روز روانہ ہوکر سنیچر کی رات کو مکہ پہنچ جاتی ہے (۶) خطوط پر محصول ڈاک حسب ذیل ہے:۔ فی بیس گرام ممالک غیر کے لئے ساڑھے تین قرش امیری اور ڈیڑھ قرش اندرون مملکت میں اگر اس مقررہ وزن سے زیادہ ہو تو ہر تیس گرام پر دو قرش امیری۔ (۷) رجسٹر کرانے کا محصول ساڑھے تین قرش اندرون مملکت میں ایک قرش امیری (۸) اطلاع وصولی خط کا محصول ممالک غیر کے لئے ساڑھے تین قرش اور ایک قرش داخل مملکت کے لئے (۹) ہر قسم کے حوالے مصر و شام و فلسطین و ہندوستان و دیگر ممالک کے لئے براہ ملک فلسطین بھیجے جاتے ہیں (۱۰) حوالہ جات کا محصول فی الحال نصف فیصدی اندرون ملک میں۔ ممالک غیر میں ڈیڑھ فیصدی (۱۱) ہر قسم کے پارسل ان تمام ملکوں میں جاتے ہیں۔ جہاں پارسل کا استعمال جاری ہے (۱۲) پارسل کی قیمت ہر کیلو گرام پر ایک قرش امیری اندرون ملک میں۔ ممالک غیر میں حسب محصولات مقررہ جو ایک خاص کتاب میں مندرج ہیں (۱۳) بیمہ خطوط بھی جن ممالک میں بیمہ خطوط کا استعمال ہوتا ہے وہاں روانہ کئے جاتے ہیں (۱۴) بیمہ خطوط کی اجرت مثل رجسٹری شدہ خطوط کے ہے فقط اس پر بیمہ کرانے کا محصول زیادہ کر دیا جاتا ہے جس کی بارہ گنی چار قرش امیری ممالک غیر کیلئے اندرون مملکت میں ہر دس گنی پر ۱/۲ قرش امیری (۱۵) اخبار اور تمام مطبوعات و نمونہ جات کا محصول اندرون مملکت میں ہر پچاس گرام پر ۱/۲ امیری ممالک غیر کیلئے ۳۰ بارہ (۱۶) ڈاکخانہ عموماً صبح بعد اشراق سے مغرب کی اذان تک کھلے رہتے ہیں (۱۷) ٹیلیگراف تمام ممالک کے لئے حسب ذیل رقوم سنتیم و قرش ذہب فی کلمہ ارسال ہوتے ہیں مکہ و جدہ و طائف فی کلمہ ۵ سنتیم تمام مراکز اندرون مملکت میں ۱/۲ قرش امیری۔ (نوٹ) اس نقشہ میں ہر جگہ قرش سے قرش ذہب مراد ہے)

سنتیم	قرش ذہب	نام ملک	بطریق	سنتیم	قرش	نام ملک	بطریق	سنتیم	قرش	نام ملک	بطریق	سنتیم	قرش	نام ملک	بطریق
۲۷	۶	مصر	حلفا	۵۱	۱۵	ہندوستان و برما	الاشترن	۶۹	۱۹	ایران و خلیج فارس	حلفا	۵۲	۱۳	فرانس	الاشترن
۰۷	۹	فلسطین	"	۶۸	۲۰	سنگاپور	حلفا	۸۳	۵	مصوع واریتیر	"	۹۴	۱۴	روسیا	"
۳۰	۸	شام	"	"	"	فلفلان جزائر ملایا		۵۲	۱۲	تونس	الا"	۳	۱۹	جنوبی افریقہ و	"
۰۹	۷۰	شرق اردن	"	۷۷	۲۲	جاوہ	"	۲۱	۱۳	مراکش	"	"	"	ناتال کیپ ٹاؤن	"
۴۴	۱۱	عراق عرب	"	۴۰	۱۰	عدن	"	۳۱	۱۲	بریطانیہ	"	۱۳	۱۹	سنگاں	"
۹۶	۱۲	ترکیہ	الاشترن	۹۵	۴	سوڈان	"	۹	۱۳	جرمنی	"	۵۷	۲۷	شنگھائی	"
												۰۱	۱۰	زنجبار	"

مدینہ منورہ سے ٹیلیگراف کے ہر کلمہ پر دو قرش زیادہ ہوتے ہیں اور اسی طرح مکہ سے مدینہ کو ہر کلمہ پر نصف قرش امیری زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ (۱۸) مہمل ٹیلیگراف نصف قیمت پر بھیجے جاتے ہیں۔ (۱۹) ہندوستان کیلئے (دولت) ٹیلیگرف جا سکتے ہیں اور وہاں چوبیس گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں انکی قیمت ایک تہائی لی جاتی ہے۔ (۲۰) ٹیلیفونی مخابرات کے لئے فی تین منٹ چھ قرش مقرر ہیں۔

تنبیہ

عید کی مبارکباد کے ٹیلیگراف نصف قیمت پر قبول کر لئے جاتے ہیں۔

قیمت ضروریات ولوازمات

اس موقعہ پر بعض ضروری اشیاء ولوازمات کی قیمت ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جو موجودہ نرخوں کے مطابق ہیں لیکن حضرات حجاج یہ ملحوظ رکھیں کہ ان نرخوں میں بوجہ تغیر و تبدل موسمی حالات کمی وبیشی ممکن ہے۔ (نوٹ) ایک قرش دارج ایک آنہ کے برابر ہوتا ہے۔

بارہ	قرش دارج	جنس	وزن	بارہ	قرش دارج	جنس	وزن
	۵	آٹا کیلہ	۴۰ سیر		۱	روٹی آٹھ وقیہ	۲۰ تولہ
	۱۰	چاول	فی کیلہ		۸	شکر فی اقہ	۱۱۲ تولہ
	۲۵	قہوہ	اقہ (۱۱۲ تولہ)		۵۰	چاء فی اقہ	۱۱۲ تولہ
	۳	بیگن سرخ	فی اقہ (۱۱۲ تولہ)		۶	بھنڈی	فی اقہ
	۳	بیگن سیاہ	فی اقہ ،،		۱	کدو متوسط	فی اقہ
علاوہ ازیں دیگر سبزیاں پالک، خرفہ، شلجم وغیرہ نہایت کم قیمت پر ملتے ہیں۔							
	۴	آڑو	فی اقہ		۶	انگور	فی اقہ
	۸	سیب	فی اقہ		۶	کیلا	،،
	۱	انار ایک دانہ			۲	خربوزہ	،،
	۱۰	دنبہ کا گوشت	فی اقہ		۷	گوشت بکری	،،
	۸	گوشت گائے	،،		۶	گوشت اونٹ	،،
	۲۲	روغن زرد	،،	۳۰		انڈا ایک دانہ	
۲۰	۰۰	مشک پانی			۷	پنیر	،،
	۳	کھجور	،،		۱۲	لکڑی کا ایک بنڈل	
	۱۱	کوئلہ کا ایک تھیلا			۹	مٹی کا تیل	،،

خاتمہ:- یہ مختصر حالات ہیں جو ہم نے اس رسالہ میں حجاج وعازمین بیت اللہ الحرام کی اطلاع وآگاہی کے لئے پیش کئے ہیں تاکہ وہ اس سے مستفید ہو کر مدت قیام ملک حجاز میں تمام ضروری امور سے باخبر رہیں نیز ان کو معلوم ہو جائے کہ موجودہ حکومت کس قدر حجاج کی آسائش وراحت رسانی میں آسانیاں اور سہولتیں مہیا کرتی ہے۔ آخر میں پھر ہم اپنے اسلامی بھائیوں سے تمام مشرق ومغرب میں عرض کرتے ہیں کہ وہ اس موقعہ کو غنیمت تصور کر کے فریضہ حج ادا کریں اور اس اہم فرض سے سبکدوش ہوں۔ وفق اللہ الجمیع لما یحبہ ویرضاہ۔

نورانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** — اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** — (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** — قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہو چکے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کریں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آزار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** — دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ [illegible] ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ [illegible] ہے اور ممالک غیر کیلئے [illegible] ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو آپ کی شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی رقم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ ”اسلام“۔ لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

March 1937 Regd L. No 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (ﷲ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　اللہ اکبر　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے

لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن۔** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "**ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ**" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعتِ اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد۔** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک۔** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

Muslim Congregation after 'Id al-Fitr (1355 A.H.) in front of Sir Salar Jung Memorial House.
The Mosque, Woking (England)

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے :

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۲ | بابت ماہ مارچ ۱۹۳۷ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ | نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت مارچ ۱۹۳۷ء

شذرات

رسالہ ہذا کو سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے بالمقابل ایک عظیم الشان اسلامی اجتماع کی پرشکوہ تصویر سے مزین کیا جاتا ہے۔ عید الفطر کی نماز کے بعد یہ حضرات مجتمع ہوئے ہیں۔

مسرت کا مقام ہے کہ ہر سال حاضرین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ؕ

مذہب اور تشدد

قدیم الایام سے بعض مذہبی افراد عدم تشدد یا صلح پسندی کی راگنی الاپتے آئے ہیں۔ حالانکہ بروئے تاریخ اس اصول کے زبردست حامیوں میں سے بھی کسی ایک فرد کی نظیر نہیں ملتی جس نے اس کو عملی جامہ پہنایا ہو۔ رہا مذہب کلیسا۔ اس کے پیرووں نے سیاسی معاملات ہی میں نہیں بلکہ طرفہ تماشا یہ ہے کہ مذہبی امور میں بھی جبر و تشدد روا رکھا ہے۔ مسیحیت کا مسلمہ اصول "بدی کا مقابلہ نہ کرو" شرمندۂ عمل ہی رہا۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ دیگر مذہبی جماعات کی ہمعصر تاریخ میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ مسلمان و یہود کو معلمین اناجیل کی مذہبی رواداری کا کافی تجربہ ہے۔ ریاست ہائے ممالک مسیحیہ میں دیگر مذاہب سے مسیحیت کی جو رواداارانہ روش رہی ہے فراموش نہیں کی جا سکتی۔ کلیسا سے علیحدگی یعنی مذہب سے بے تعلقی اسکی خاص وجہ ہے۔

کلیسا کا مدافعانہ طرز عمل

گو مذہبی معاملات میں تشدد کی حمایت ایک امر ممتنع خیال کیا جاتا ہے۔ تاہم اگر واقعات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کلیسا کا دامن تشدد پرستی کی آلائش سے داغدار نظر آتا ہے۔ اگر مذہبی سختیاں نہ کی جاتیں تو سیاسی جنگ و جدل کا میدان تو کھلا ہوا تھا ہی

کلیسا ہر حالت میں اپنے دل کا بخار نکال سکتی تھی۔ اس کا رویہ کچھ ایسا خندہ آور رہا ہے کہ درحقیقت اس کو مذہب کا نام بھی زیب نہیں دیتا۔ متشکین اور ملاحدہ کے گروہ نے اگر مذہب کی تضحیک کی تو کیا بُرا کیا۔ گزشتہ جنگ میں جب مقابل افواج معرکہ آرا ہوئیں تو کیا کلیسا نے ان پر خیر و برکت کے پھول نہیں چڑھائے تھے۔

اسلام پر تشدد کا الزام

با اینہمہ کلیسا نے دنیا کو یہ ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا کہ اسلام جبر و تشدد کا حامی ہے یہ انسانیت کے لئے ضابطہ اخلاق نہیں ہوسکتا ہے۔ اس پروپاغندہ کے زیر اثر تمام دنیا کے مسیحی حضرات اسلام کو تشدد کا مذہب خیال کر بیٹھے ہیں تعجب خیز امر یہ ہے کہ مسیحیت کو مذہب امن و صلح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں کہ جملہ مذاہب عالم میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ابتدا سے رواداری کے اصول پر عمل کیا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس کا عملی ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ دراصل اسلام کے رویہ میں فرق آسکتا ہی نہیں اس کے نزدیک جملہ مذاہب متحد الاصل ہیں۔ اسلام کا بنیادی اصول ہے کہ ہر مذہب من جانب اللہ ہے جس چیز کو تشدد سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ مدافعانہ طریق ہے۔ اسلام میں جنگ وجدل کی وجہ موجہ خالصۃً شخصی حفاظت ہے۔ اسلام نے کسی غیر مسلم قوم پر ملکی یا سیاسی جنگ کی اجازت نہیں دی۔ مسیحین ہی نہیں بلکہ تمام مذہبی جماعتوں نے سیاسی جنگ کو اہمیت دی ہے۔ رہی مدافعانہ جنگ اس کے متعلق خود قرآن کریم میں حکم ہے جسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں :۔

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا۔ (۵ : ۳۲)

ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔ (۲ : ۱۷۹)

والفتنۃ اشد من القتل۔ (۲ : ۱۹۱)

وہ حالات جن کے ماتحت اصول جنگ قرار پائے ہیں نہایت بسط و کشاد سے قرآن کریم میں مرقوم ہیں۔ اگر کوئی ذی عقل انسان ذرا ٹھنڈے دل سے ان کا مطالعہ کرے اسے فوراً معلوم ہوجائے گا کہ جنگ وجدال کے متعلق اسلام کے خلاف جو الزامات تراشے گئے ہیں غلط بیانی اور غلط فہمی کا نتیجہ ہیں۔

مسیحی ذہنیت

باوجودیکہ اسلام اور عیسائیت کے متعلق جملہ امور الم نشرح ہیں تاہم ہنوز بعض مسیحی افراد ہیں جو یا تو واقعات کا صحیح جائزہ نہیں کرسکتے یا ان کے اندر زندگی کے دشوار مسائل کے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں عدم تشدد کو سیاسی اور انتظامی اصول بنائے بیٹھے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اس طریق سے مسیحی اصول زندگی کو اسلام اور دیگر مذاہب کے اصول پر فوقیت دیں :

رئیس الاساقفہ کا اعلان

لیکن جذباتی یا خیالی انسان چاہے جو خیال یا عمل کریں، توانین فطرت اٹل ہیں۔ اور جب کبھی وجود یا حیات انسانی کا کوئی مسئلہ حقیقت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے حقیقت نفس لامری ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ ڈاکٹر لینگ جو کنٹربری کے اسقف اعظم اور مسیحیت کے انگلستان میں زبردست علمبردار ہیں۔ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں مسیحی نظریہ انسداد پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) مدافعانہ غرض سے جنگ آزمائی درست ہے۔

(۲) مدافعت تجارتی مفاد کے لیے ضروری ہے۔

(۳) کلیسا حق بجانب ہے اگر اس نے مسیحیوں کو اسلحہ پوشی اور جنگ آزمائی کی اجازت دی ہے۔ اس سے کسی مذہبی اصول کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

(۴) بعض عدم تشدد سے متاثر نہیں ہو سکینگے بلکہ اس سے فائدہ اٹھائینگے۔

عدم تشدد ایک غلط اصول ہے

عدم تشدد کے مسئلہ پر مزید بحث کرتے ہوئے موصوف رئیس الاساقفہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ عدم تشدد ایک مستحسن فعل ہے لیکن اگر اس کے منطقی نتائج پر غور کیا جائے تو اس کے نتائج خوشگوار نہیں ہوں گے اس پر عملدرآمد سے بہت سی قباحتیں پیدا ہو جائیں گی۔

فرد و جماعت

نظریہ عدم تشدد کے متعلق موصوف اسقف اعظم ایک جدید اصول وضع کرتے ہیں۔ آپ انفرادی اور جماعتی حیثیتوں میں حد فاصل قایم کرتے ہیں۔ اس اصول کے مطابق ذاتی تکالیف و مصائب میں عدم تشدد پر عمل ہونا چاہیئے لیکن جماعتی بدحالی میں نہیں۔ آپ کے مشاہدات جو اخبار میں مندرج ہیں حسب ذیل ہیں:۔

جماعت اور فرد علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جماعت کی تنظیم حکومت کے لئے ہوتی ہے۔ جماعت کئی افراد کی حفاظت کی ضامن ہوتی ہے۔ جماعت اگر تشدد پر عمل کرے تو اس سے افراد کی حفاظت مراد ہوگی۔

خانگی معاملات میں اگر یہ بات صادق آتی ہے تو بین الاقوامی معاملات میں بھی صادق آئے گی۔ غرض وغایت پر نظر ڈالنی چاہئے۔ اگر تشدد قومی ایذا رسانی یا خود غرضی یا خود رائی کی خاطر عمل میں آئے تو یہ درست نہیں۔ اگر عوام کی حفاظت مقصود ہو تو مستحسن ہے۔

مسیحیت کی عجیب و غریب حیثیت

رئیس الاساقفہ کے خیالات کے مطالعہ سے ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ آیا وہ مسیحی خیالات کا اظہار فرما رہے تھے یا اسلامی۔ مسیحی ارباب حل وعقد کی حالت واقعی قابل رشک ہے جب مذہبی سوال آتا ہے تو وہ مسائل کی تعبیر اور کرتے ہیں اور جب اپنے متبعین کی رہنمائی کرتے ہیں تو اور ہی تعلیم دیتے ہیں۔ بڑا بھاری فائدہ یہ ہے کہ جب یہ حضرات کوئی مذہبی تقریر کرتے ہیں تو گو بظاہر تقریر مذہبی ہوتی ہے لیکن اس میں اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور وہ مسائل نہیں پیش کرتے جو خالصتہً ان کے مذہب نے پیش کئے ہیں۔ رئیس الاساقفہ ہی کی تقریر کی طرز کو لے لیجئے۔ تقریر تو بظاہر مسیحی تعلیمات کی بنا پر فرما رہے ہیں۔ لیکن دراصل پیش کئے جا رہے ہیں وہ اصول جو اسلامی تعلیمات پر مبنی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی تلقین فرمائی ہے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود یہ لوگ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تشدد کا حامی تصور کرتے ہیں۔ فرد وجماعت میں جو فرق تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ثانیاً جنگ میں صرف غرض و غایت دیکھنی چاہیئے یہ سب باتیں اسلامی تعلیمات کی صدائے بازگشت ہیں۔ حضرت یسوع مسیح کے اصول و اعمال سے تو کہیں ان امور کا پتہ نہیں چلتا وہ تو شہزادۂ صلح تسلیم کئے جاتے ہیں۔ با اینہمہ ہمارے مسیحی برادران رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ضد میں اپنا رہنما تسلیم نہیں کرتے ؎

مسجد ووکنگ میں ایک مسیحی مبلغ کی آمد

یہ امر قارئین کی دلچسپی کا موجب ہوگا کہ ایک دن ایک معمر انگریز خاتون ووکنگ مسجد میں تشریف لائیں۔ اور دل میں ووکنگ مسلم مشن کے اراکین کو حلقہ بگوش مسیحیت کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ جب موصوفہ نے سرزمین مغرب میں مسلمان ہونے والے لوگوں کے فعل کو نہایت ذلیل اور شرمناک حرکت سے تعبیر کیا تو ہم معاملات کی تہہ کو پہنچ گئے۔ چونکہ موصوفہ اسلام اور مسیحیت کے اختلاف مابین کے متعلق ذکر نہیں چھیڑنا چاہتی تھیں۔ ہم نے بھی اس موضوع کو نہ چھوا۔ اپنی طویل بحث کے دوران میں موصوفہ پیدائشی گناہ معصوم خدا اور بائبل کے منزل من اللہ کے گرد چکر کاٹتی رہیں ؎

خطبۂ عید الفطر

(جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

واوحینا الیٰ موسیٰ واخیہ ان تبوا بقومکما بمصر بیوتاً واجعلوا بیوتکم قبلۃً واقیموا الصلوٰۃ وبشر المومنین۔ وقال موسیٰ ربنا انک اتیت فرعون وملاہ زینۃً واموالاً فی الحیوٰۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علیٰ اموالھم واشدد علیٰ قلوبھم فلا یومنوا حتیٰ یروا العذاب۔ قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعٰن سبیل الذین لا یعلمون ۝

(سورہ یونس۔ آیات ۸۷-۸۸-۸۹)

(ترجمہ) اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو مسجدیں بناؤ اور نماز کو قایم کرو اور مومنوں کو خوشخبری دو۔ اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آسائش کا سامان اور بہت سا مال دے رکھا ہے۔ اے ہمارے رب نتیجہ یہ ہے کہ وہ تیرے رستہ سے بہکاتے ہیں۔ اے ہمارے رب ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں پر حملہ کر سو وہ ایمان نہ لائیں۔ یہانتک کہ دردناک عذاب دیکھیں۔ فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے رستہ کی پیروی نہ کرنا جو علم نہیں رکھتے۔

آج ماہ صیام رخصت ہے اور ہم عید الفطر کی جلیل القدر تقریب منا رہے ہیں۔ روزہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ہے۔ الحمد للہ اس سرزمین میں مختلف النسل والملک افراد نے امسال اس مقدس فریضہ کو سرانجام دیا۔ عید کے لغوی معنی "مسرت وشادی" کے ہیں۔ لیکن اس اسلامی مسرت کی نوعیت سے دنیا بخوبی آگاہ نہیں۔ ضبط وپرہیز کی قیود سے آزادی میں ہماری مسرت کا راز مضمر نہیں۔ اور نہ اس امر کے احساس میں کہ ہم قوت متحلہ کا مظاہرہ عمل میں لا سکتے ہیں۔ علی الرغم ازیں یہ مسرت اس وقوف کا نتیجہ ہے کہ ہمارے اندر اطاعت احکام الٰہی کی صلاحیت منجانب اللہ ہے اگر ذات باری کے متعلق ذرا بھی ہمارے زاویۂ خیال میں فرق آجائے تو ارتکاب شرک لازم آتا ہے۔ ذات واحد کا احساس خودی کی موت ہے۔ بدیں وجہ ہم پنجگانہ نمازوں میں ایاک نعبد وایاک نستعین کا بار بار ورد کرتے ہیں۔ افسوس مسیحیت عشق الٰہی پر تو زور دیتی ہے لیکن اس اہم نکتہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھتی جس میں انسان کی روحانی بہبود ہے۔

بنابریں ہماری مسرت دنیا کی دیگر جماعتوں کی مسرت سے قطعاً مختلف ہے۔ اللہ اکبر کی آواز ہماری تمام مسرتوں

کا معراج ہے۔ ہمارے جذبات کا مکمل اظہار جبہ سائی ہے۔ عیدین کے مواقع پر ہم ہر سال حد درجہ شاداں و فرحاں ہوتے ہیں۔ اس غیر معمولی مسرت کے اظہار کے لئے نماز کا حکم دیا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے ان آیات قرآنی کی تلاوت کی ہے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے زمانہ کا ذکر ہے۔ یاد رہے قرآن کریم میں یہ قصص تاریخی حیثیت سے نہیں پیش کئے گئے۔ بلکہ ایک تنبیہی پیرایہ میں ان کا ذکر آیا ہے یہ خیال نہیں کر لینا چاہیئے کہ فرعون کا قصہ محض ایک داستان پاستان ہے۔ وہ حقیقت جس کا تاریخ اعادہ کرتی ہے سیاسی یا ملکی حیثیت سے ہی اہم نہیں بلکہ انسان کی روحانی تاریخ اس کی زیادہ مصداق ہے۔ ہم ایسے زمانہ میں رہتے ہیں جس کے اندر تمام وہ طاغوتی رجحانات ہیں جو بنی نوع انسان سے مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ آج اسلام کی حالت فرعون کے زمانہ کے بنی اسرائیلی مذہب سے ملتی ہے۔ ہمیں اس خیال سے غلط فہمی میں نہیں مبتلا ہونا چاہیئے کہ آج جسمانی تکلیفات نہیں برداشت کرنی پڑتیں۔ اصل قصہ سے یہ کہیں نہیں ظاہر ہوتا کہ فرعون علی الاعلان بنی اسرائیلیوں کو سزا دیا کرتا تھا۔ محض اس جرم میں کہ وہ اپنے مذہب پر پابند ہیں اور اس کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہود کو سیاسی محکومی میں وہی آزادی حاصل تھی جو آج ہم مسلمانوں کو یورپ کی استعماری اقوام کے ماتحت حاصل ہے۔ وہ مذہبی ایذا رسانی جس کے دفعیہ کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اس کی نوعیت اور ہی تھی فرعون کو جو مذہب سے نفرت تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جاہ و ثروت کے گھمنڈ میں کھویا ہوا تھا اور اس کے خیالات دہریت کی طرف مائل تھے۔ اس امر سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ موجودہ تہذیب ایک آسمانی مذہب یعنی عیسائیت کا طغرائے امتیاز ہے۔ اس بات سے اس کی بیگانیت زیادہ خطرناک صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔ باوجودیکہ حضرت یسوع علیہ السلام اور آپ کے الہامی مذہب پر یقین ہے۔ آج مسیحیان مغرب کو سلف کی تمام نیک اقوام کی روایات ترکہ میں ملی ہوئی ہیں مذہب کلیسا بھی مذہب حقہ کی تحقیر و تذلیل پر تلا ہوا ہے۔ آج مذہب کی روح (یعنی اسلام) درد و کرب میں مبتلا ہے اور اس کی خاموشی بزبان حال گویا ہے :-

ربنا انك اتيت فرعون وملاه زينة واموالا فى الحيوة الدنيا ربنا ليضلوا عن سبيلك

(ترجمہ) اے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آسائش کا سامان اور بہت سا مال دے رکھا ہے۔ اے رب نتیجہ یہ ہے کہ وہ تیرے رستہ سے بہکاتے ہیں۔

یہ حقارت آمیز طرز عمل اکثر علانیہ مخالفت میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے مقابلتاً کچھ زیادہ خطرناک نہیں بعض اوقات اس رویہ کی صورت ہمدردانہ نصیحت کی شکل اختیار کرتی ہے اور یہ بہت زیادہ خطرناک ہے۔ اس کی ایک

مثال لندن کے "ویکلی الیسٹریٹیڈ" کے ایک نہایت مشئوم حملہ سے ملتی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں رمضان کے ماہ میں کوئی زیادہ قربانی نہیں کرنی پڑتی تھی۔ بدّو اپنے خیموں میں دن بھر سوتے رہتے تھے آج کل چونکہ دنیا اسلامی آئین حکومت کے ماتحت نہیں۔ رمضان زندگی کی جدوجہد میں رخنہ ڈالتا ہے۔ بہت سے حضرات جو بظاہر ہمدردان اسلام ہیں۔ کہتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں روزے نہیں رکھے جا سکتے۔ (دیکھو رسالہ مذکورہ کی اشاعت سنیچر ۵، دسمبر ۱۹۳۶ء)

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ مدیر رسالہ مذکور کا بدوؤں کے حوالہ سے مطلب کیا ہے۔ کیا اسلامی تاریخ خیموں میں سوئے ہوئے بدوؤں کی تاریخ ہے۔ مقام افسوس ہے کہ مدیر کو یہ بھی نہیں علم کہ اسلام صرف ایک صدی میں غرناطہ سے دہلی تک پھیل گیا تھا۔ اور نہایت آب و تاب سے اس کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اس کے آغوش میں دنیا کی ان اقوام نے آکر پناہ لی تھی جو یکے بعد دیگرے کئی صدیوں تک تہذیب کی مشعل بردار رہی ہیں اور یہ وہ وقت تھا جبکہ عیسائیت تاریخی حیثیت سے کان لم یکن تھی۔ مدیر مذکور کو یہ بھی خبر نہیں کہ ماہ رمضان کا مقصد اولیٰ تو یہ ہے کہ باوجود بھوک اور پیاس کے کاروبار میں فرق نہ آئے اور روزہ مقرر ہی اس لئے ہوا کہ اس سے ہمارے اندر جدوجہد کی صلاحیت واستعداد پیدا ہو جائے۔ رمضان کے مبارک ماہ میں ہمارا جسم دماغ کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ دیگر حالات میں ہم نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اگر دماغ جسم کی ضروریات کے رفع کرنے میں صرف ہو تو اس میں کوئی خاص ہرج واقع نہیں ہوتا۔ البتہ جسم بعض اوقات وہ اسباب پیدا کرتا ہے جو رُوح کو پست کرتے ہیں۔ اس کی ارتقا میں سدراہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک قسم کی ورزش مقرر کی گئی ہے جس سے دماغ میں وہ صلاحیت پیدا کی جاتی ہے جو جسم کو قابو میں رکھ سکے۔ لہذا اندریں حالات ہماری یومیہ جدوجہد میں کیا رخنہ اندازی ہو سکتی ہے۔ بر سبیل دلیل فرض کر لیتے ہیں کہ جسم اور دماغ کی باہمی کشمکش میں کچھ فساد برپا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل کیا یہ زندگی کی خصوصیت نہیں کہ زیادہ کھانے اور پینے سے بھی گڑبڑی پیدا ہو جاتی ہے تو اس سے تو یہ کشمکش کہیں بہتر ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم میں جس کے تباہ کن اثرات نے انسان کو روحانی زندگی سے محروم کر دیا تھا۔ اور جسمانی خواہشات کی زنجیر میں جکڑ دیا تھا تو یہ جسم و دماغ کی جنگ کہیں افضل ہے۔ ہر جرمن، فرانسیسی اور انگلیسی فرد اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ بین الاقوامی جنگ ایک زبردست حماقت اور گناہ ہے لیکن جب وہ جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر حب وطن کا جذبہ جو در حقیقت حسد، نفرت، اور نفسانی خواہشات کی ایک مہذب شکل ہے پیدا ہوتا ہے تو ان کے اندر برادرانہ احساس مفقود ہو جاتا ہے اور اپنی ہمسایہ قوموں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا

یہ ضروری نہیں کہ اقوام عالم بھی رمضان کے ماہ میں ایسا کوئی ضابطہ بنائیں اور اس پر عمل درآمد کریں۔ کیونکہ اس سے دماغ کو جسم پر تسلط حاصل ہوجاتا ہے۔ اور جذبات نفسانی کا طوفان جو خرابی و بربادی کا موجب ہوتا ہے دور ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنے مسیحی احباب سے کسی ہمدردی کے خواہاں ہوں مسیحی احباب خود ہماری ہمدردی چاہتے ہیں۔ انہیں ضرورت ہے کہ وہ اپنی جماعتی اور اخلاقی زندگی میں انہیں اصول پر کاربند ہوں جو اسلام نے وضع کئے ہیں۔ درحقیقت مسیحی ارباب فکر و خیال کی یہ کوتاہی قابل رحم ہے۔ اور خصوصاً ان کی حالت اور بھی قابل رحم ہوجاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یسوع علیہ السلام نے جن کو وہ اپنا منجی تسلیم کرتے ہیں۔ اور جن کی شخصیت کو جدید مسیحیین مسیحی مذہب کا مرکز خیال کرتے ہیں۔ کس طرح اپنی نبوت پر فائز ہونے سے پیشتر چالیس دن روزے رکھے تھے۔ مسلمانوں میں روزہ کے دستور پر تنقید کرنے سے ہمارے مسیحی احباب کھلم کھلا حضرت یسوع علیہ السلام کی شخصیت کی تضحیک کر رہے ہیں۔ لیکن اس بات کی پرواکون کرتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے عیسائیت تو ایک نام نہاد مذہب رہ گیا ہے۔ یہ تو محض ایک پردہ ہے اس کے پیچھے بیگانیت اپنا کام کر رہی ہے۔ اور وہی سلف کے آثار موجود ہیں۔ کاش مسیحی احباب کو اس راز کا پتہ چل جاتا۔ لیکن آخر تابکے۔ کیا ہم گزشتہ دو صدیوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح خداوند عزوجل سے یہ دعا نہیں مانگ رہے ہے کہ یا خدا اب تو ہم کو اس خدا ناشناس اور روح کش تہذیب کے پنجے میں گرفتار نہ ہونے دے۔ کیا اس فریب آلود چمک دمک نے اہل ایمان کے حلقہ میں ہیجان نہیں پیدا کیا۔ کیا اس کے ذہنی سیلاب نے ہم میں سے جدید نسل کے ایک معتدبہ حصہ کے دماغوں میں دہریت کا بیج نہیں بویا۔ پھر کیا ہماری تمام دعائیں بیکار گئیں؟ مومنو! حوصلہ رکھو۔ جب تاریکی امنڈ کر آتی ہے اور کائنات میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے تو اس وقت سورج افق مشرق کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ بغور مشاہدہ کرو تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ مغربی تہذیب روبہ انحطاط ہے۔ جینوا جو اقوام عالم کا مرکز تھا اور مکہ معظمہ کی صورت اختیار کئے تھا۔ بلکہ اس سے بھی سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا آج ناکام ہوگیا ہے۔ اور بہت بری طرح ناکام ہوا ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنی زندگی پر شرمسار ہوتا ہے اسی طرح آج مجلس اقوام اپنی ناکامی پر شرمندہ ہے۔ لیکن وہ مقدس مجلس اقوام جس کی بنیاد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ڈالی تھی۔ کئی صدیوں سے باوجود زندگی کے نشیب و فراز کے قائم و دائم چلی آتی ہے۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں اس کے اندر ایک خاص طاقت پیدا ہوگئی ہے۔ ایک مختصر غفلت کے بعد اسلامی دنیا کے ارباب غور و فکر اسلامی معاملات میں ایک خاص دلچسپی لے رہے ہیں اور مزید براں سرزمین مغرب سے بھی ہر سال اس عظیم الشان سالانہ اسلامی اجتماع میں افراد شامل ہوتے ہیں۔ نہایت ذوق و شوق کا اظہار کرتے ہیں۔ دراصل اب وہ وقت

دور نہیں جب انسان کی اجتماعی زندگی مغربی مادیات سے نکلکر مغربی ایشیا کی روحانیت میں مدغم ہوجائے گی وہ مغربی ایشیاء جو تین براعظموں کا سنگم ہے۔

اگرچہ مجلس اقوام رہنمایان عالم کی اس گمراہ اور گمراہ کن جماعت کا تکیہ کلام رہی ہے۔ اقتصادیات کے بھوت نے بھی اپنا کام کیا اور بنی نوع انسان کو روحانی زندگی سے مادی زندگی میں آنے کی ترغیب دی۔ کہا جاتا تھا کہ جماعتی مسائل روحانی زندگی کے غیر حس تجارب پر اطلاق نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا تعلق ان محسوس ومسوس خواہشات سے ہے جن کا انصرام جسمانی زندگی ہی کے طفیل ہوسکتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسلمانوں نے اس علم کو کبھی پس پشت نہیں ڈالا۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اس کو وہ وقعت نہیں دی جو آج مغربی تہذیب کے رہنماؤں نے دی ہے۔ سبب ظاہر ہے مسلمان اس بات کے قائل نہ تھے اور نہ ہوسکتے تھے اور نہ اب ہوسکتے ہیں کہ اقتصادیات ہمارے جماعتی تعلقات میں ایک خاص رکن ہے۔ مسلمان جانتے ہیں کہ انسان کے اندر اقتصادیات سے بالاچند حواس ہیں اور یہ حواس ہمارے جماعتی اور نیز اقتصادی وجود کو برقرار رکھتے ہیں۔ جماعتی مسائل کے حل کے لئے وہ دنیا کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی نگاہ آسمان کی طرف جاتی تھی۔ یورپ میں اس علم کے بانیان نے ابتدا میں یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ اقتصادیات ہی ہمارا معبود ہے اور لہذا لائق پرستش ہے۔ جب یہ علم بالغ ہوا تو اس نے خود اپنا مقصد بیان کر دیا اور ایک غیر مبہم پیرایہ میں غیر مہذب افراد اقتصادیات اور مذہب کے ساتھ اس کے طرز عمل کے متعلق کچھ ہی خیال کریں وہ حضرات جو اس تحریک کے فلسفہ کے پیرو ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا نظریۂ حیات مذہبی نظریۂ حیات کی نفی ہے یہ خیال غلط ہے کہ علم اقتصادیات ہی خلاف خدا تحریک کا بانی مبانی ہے بلکہ میں یہ کہونگا کہ بیگانیت آمیز طرز عمل جس کا آغاز نامعلوم ہے اس کا موجد ہے۔ شاید یہ تحریک اس وقت شروع ہوئی ہو جب انگلوسیکسن فرقہ مسیحیت کا حلقہ بگوش ہوا ہے۔ دراصل یہ ایک ردعمل تھا کلیسیا کے غیر ضروری اور ظالمانہ مطالبات کے خلاف۔ بہرکیف اگر زندگی کا بیگانی نقطہ نظر اقتصادیات کے فلسفہ میں ہی کمال کو پہنچا ہے تو ساتھ ہی ساتھ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اس مقام کو پہنچ چکا ہے جہاں آکر تمام برائیاں تباہی کے ہتھیار اٹھالیتی ہیں۔ اقتصادیات کا ایک ہتھیار Fascism ہے جو خود اسی کی زندگی کو خطرہ میں ڈالے ہوئے ہے۔ چنانچہ وہ بدارادہ جو علم اقتصادیات کے نام لیوؤں نے خدا کے خلاف سوچا تھا آخر خود ہی اس کا شکار ہو گئے۔ اس سے زیادہ تر اس علم کے حامیوں کو نقصان پہنچا ہے مذہب اور خدا کے حامیوں کو اس سے کوئی گزند نہیں پہنچا۔ ہسپانیہ کے محصور شہرات گو بظاہر کتنے ہی وحشتناک کیوں نہ نظر آئیں وہ ایمان والوں کو یہی پیغام دیتے ہیں۔

اگر تہذیب کے سیاسی اور اقتصادی پہلو جن کو حضرت یسوع علیہ السلام کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے بے شرمی کا ایک اظہار ہیں تو اس کی اقتصادی اور اخلاقی زندگی شرم و مکر کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکی ہے۔ کیونکہ اس کے پس پشت بددیانتی کام کر رہی ہے۔ حضرت یسوع علیہ السلام جملہ سیاسی جاہ و وقار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کی بادشاہت درحقیقت اس دُنیا سے متعلق نہ تھی لیکن کلیسا ابتدا سے ہی سیاسی جاہ و وقار کے حصول کے درپے ہے۔ اور یورپ کے مختلف ممالک کی ریاستوں نے اس کی نامنصفانہ حرکت پر ہنگامہ آرائیاں بھی کی ہیں۔ سیاسی میدان اپنی طاقت سے محروم اور کوئی نیا قدم اٹھانے سے لاچار آج اسی میں مگن ہے کہ خواہ کوئی اچھی بات ہو، بُری ہو یا خلاف طبع ہو، اس کی مخالفت اس کا کام ہے۔ کلیسا کے اقتصادی نقطہ نگاہ میں بھی صاف یہی بے ضابطگی ہے۔ حالانکہ ان کے آقا کا قول ہے کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نکل سکتا ہے لیکن ایک مالدار انسان خدائی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کلیسا نے ہمیشہ سرمایہ داری کی حمایت کی ہے۔ تعجب ہے کہ جب کبھی مزدور اور سرمایہ دار میں جنگ چھڑی ہے کلیسا اور سرمایہ داری کا ایک ہی حشر رہا ہے۔ مسلمانوں میں اگر کبھی سرمایہ دار طبقہ نے مساجد سے بے پروائی برتی ہے تو مزدور اور غریب طبقہ ہمیشہ اپنے مذہب پر دل و جان سے قربان رہا ہے۔

عدالتی قانون کے معاملہ میں بھی کلیسا کی حیثیت کوئی زیادہ وقیع نہیں۔ عہد نامہ جدید کا ہر ذی فہم طالب علم فوراً اس امر کا معترف ہوگا کہ مواعیظ یسوع کو ہرگز کسی قانون کی اساس یا بنیاد نہیں تصور کیا گیا تھا۔ حضرت یسوع صرف یہ چاہتے تھے کہ قانون موسوی کے پیروؤں کو صرف قانون کے الفاظ ہی پر قانع نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ اس کی گہرائی میں جانا چاہئے۔ بدقسمتی سے کلیسا نے اپنے آقا کی تعلیم کی اصلیت کو فراموش کر دیا۔ اور قانون کو ایک لعنت خیال کرنے لگے۔ علاوہ ازیں اس نے مواعیظ یسوع سے جو تھوڑی بہت ہدایت حاصل کی تھی اسی کی بنا پر قانون سازی شروع کر دی۔ مقننین کو مجبوراً بیگانی ذرائع سے ضابطۂ قوانین تیار کرنا پڑا۔ اشخاص کی اخلاقی زندگی پر جو ان قوانین کی پیروی سے مصیبت نازل ہوئی اس سے کون واقف نہیں۔ معاشی اخلاق کے جملہ نکات میں کلیسا نے بادبانی اور بیہودہ مغز سوزی کی ہے۔ مثال کے طور پر قوانین شادی کو لے لیجئے۔ کلیسا طلاق کے معاملہ میں اس قدر بے دردی کا اظہار کرتی ہے کہ آسانی سے محض چال چلن کی خرابی ہی کے جُرم پر طلاق قائم کر دیتی ہے۔ پھر اگر طلاق منظور بھی ہو جائے تو کلیسا پھر اس مطلقہ شخص کی شادی کی اجازت نہیں دیتی نتیجہ یہ ہے کہ جماعتی فضا مفروضہ یا اصل بدچال چلنی کے اثرات سے مملو ہے۔ تعجب یہ ہے کہ گو کلیسا طلاق کے معاملہ میں اس قدر غضبناک رویہ اختیار کرتی ہے تاہم علانیہ اور پوشیدہ بداعمالیوں کا سدباب نہیں کیا جاتا۔ اور اس سے اغماض کیا جاتا ہے۔ مسیحی قوانین میں اس سنگین جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں درحقیقت

صورت حالات نے اس قدر مہمل شکل اختیار کر لی ہے کہ سرزمین مغرب کی قدامت پرستی کا مقدس مرکز بھی اس سے بچا نہ رہ سکا۔ میرا مطلب برطانوی تاج شاہی سے ہے۔ شاہ ایڈورڈ کی تخت سے معزولی ہم مسلمانوں کے نزدیک نہایت اہم واقعہ ہے۔ اور کلیسا کے متعلق کیا کہا جائے۔ یہ اپنے فریب آلود لائحہ عمل پر کاربند ہے۔ ہم خوش ہیں کہ خود نمائندگان مسیحیت روحانی دیوالہ کا اعلان کر رہے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے سینٹ پال کے سابق پادری ڈاکٹر انگی نے اعلان کیا کہ میں یہ یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ نماز کسی صورت میں بھی ہمارے معاملات میں دخیل ہو سکتی ہے اس سے زیادہ کلیسا کی اصلیت کا اور کیا انکشاف ہو سکتا ہے۔

لہذا اس خدا ناشناس تہذیب کا فرعون مع اپنے ساز وسامان کے غرق ہونے والا ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے شکر و امتنان کا مقام ہے کہ اس سے تمام اسلامی دنیا میں امن وسکون پیدا ہو جائے گا۔ یہ طوفان عظیم جو آج دنیا پر چھایا ہوا ہے مسلمان قرآن کریم کی مقدس تعلیمات کی وساطت سے اس سے بچے رہ سکتے ہیں۔ ہمارے مذہب کی تاریخ میں یہ ایک سنہری خیز وقت ہے چنانچہ "خداوندی پیغام" "سیدھے رستہ پر چلے چلو" کی حقیقت آج الم نشرح ہوتی ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز ایسا معلوم ہوتا ہے ایک روحانی جذبہ کے ماتحت پیدا ہو رہی ہے۔

کیا اپنی تاریخ کے اس اہم وقت میں ہمیں اپنی موجودہ حالت پر قانع ہو جانا چاہئے۔ کیا ہم اس میں مگن رہیں کہ دیگر تہذیب کی عمارت میں زوال کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو ہم سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں ہمیں یاد کرنا چاہئے کہ جب اسلام پیدا ہوا ہے تو تہذیب عالم کی بالکل یہی حالت تھی۔ جو آج ہے۔ اسلام نے تہذیب عالم کے مردہ جراثیم میں از سر نو جان ڈالی تھی۔ اور ازمنہ وسطیٰ کے طوفان خیز زمانہ میں ان کی حفاظت کی تھی یہ وہ وقت تھا جب مسیحیت جہالت اور توہمات میں پڑی ہوئی تھی۔ اور ہر اس چیز کی تباہی پر تلی ہوئی تھی جس سے علم یا تہذیب کو فروغ ہو۔

آج بھی تہذیب جدید خطرہ میں ہے۔ ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایک روحانی انقلاب برپا کریں۔ اور اس کو تباہی سے بچائیں آج مسلمانوں کی ذمہ داری میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ آج ان کی روحانی طاقت کا امتحان ہے۔ تباہی وبربادی میں انہیں تعمیر کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ لہذا "قرآنی الفاظ میں" ہم کو اپنے مکانوں کو عبادت گاہوں میں تبدیل کر دینا چاہئے اور ایک ایسے طریق میں یہ تبدیلی واقع ہو جیسی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی ہو۔

اس امر پر میں زیادہ زور نہیں دے سکتا کہ بنی نوع انسان کے مستقبل کا اس روحانی طاقت پر انحصار ہے جو ہمارے دماغوں میں محفوظ ہے چنانچہ اس ضمن میں ہمیں اپنے سے دریافت کرنا چاہئے۔ کہ ماہ رمضان میں ہم نے کتنی روحانی طاقت جمع کی ہے وہ ماہ رمضان جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ اور آج جس کے اختتام پر ہم عید منا رہے ہیں ؛

اسلام کے متعلق متفرق خیالات

(از جناب حاجی عبد المجید صاحب)

اسلام کی اپیل عقل عامّہ سے

مجھے اپنے کئی سالوں کے دوران سیاحت میں ہر خیال کے ہمسفر عیسائیوں کے ساتھ جو وقتاً فوقتاً اسلام کے کسی ایک یا دوسرے پہلو کی وضاحت کی خواہش کرتے رہے ہیں دوستانہ رنگ میں مذہب پر گفتگو کرنے کے کئی مواقع میسر آئے ہیں جو ان کے لئے اس وقت خوشی یا دلچسپی کا موجب ہوتی رہی ہے چونکہ ان سوالات میں ایک سنجیدہ مطالعہ کی غرض اتنی نہ ہوتی تھی جتنی غرض گفتگو کی ہوتی تھی اس لئے میں نے جلد ہی ممکن طور پر مختصر جواب دینے کی عادت پیدا کر لی بغیر اس کے کہ اس اصل اصول کو ترک کیا جائے جو ہر زیر بحث مضمون کی تہ میں ہوتا تھا۔ اور ذیل کے صفحات میں یہ نظر آجائے گا کہ مختلف باتوں کی وضاحت زیادہ تر اسی عادت کے اثر کے نیچے کی گئی ہے۔

امید ہے کہ یہ مختصر بیانات جو کسی گہرے مذہبی علم کے بجائے عقل عامہ پر مبنی ہیں مغربی قارئین میں مذہب اسلام کے متعلق دلچسپی پیدا کرنے کا موجب ہوں گے۔ زیادہ تفتیش کرنے والوں کو زیر بحث مضامین کے متعلق مستند کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور ان تفاسیر کا جو اس پر موجودہ زمانہ کے مسلمان مفسرین نے کی ہیں

وہ مذہب جس کا نام اس کی تعلیمات کے عین مطابق اور شایان ہے اسے ہر بات کے منوانے کے لئے عقل سے اپیل کرنا چاہئے۔ کوئی بھی عقیدہ یا الجھن ایسی نہ ہونی چاہئے جو وہ اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کرکے اسے اندھا دھند ماننے کی تلقین کرے۔ اسلام کی اشاعت اس کے بانی اور اُن پیروؤں نے جو اس کے فوراً بعد ہوئے تلوار کے ذریعہ سے نہیں کی۔ بلکہ اسلام کی تعلیمات کی اس معقولیت کے ذریعہ سے کی جو انسانی دل و دماغ کو اپیل کرتی ہے۔ ورنہ عربی کا یہ مقولہ کہ "عالم کا قلم مجاہد کی تلوار سے زیادہ تیز ہوتا ہے" عربی لٹریچر میں نہ پایا جاتا۔

اب بھی اسی زمانہ کی طرح اسلام کو اپنی تعلیمات کی خوبیوں کی بنا پر ہی پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہے جو دنیا میں اس چیز کے پیدا کرنے کا مدعی ہے جس کی حمایت لفظ "اسلام" سے ہوتی ہے۔ اور وہ "امن" ہے۔

اسلام سائنس کا مخالف نہیں

مسلمانوں کی موجودہ جہالت جو علمی انکشافات و ایجادات کے بارہ میں پائی جاتی ہے سطحی نظر سے دیکھنے والوں کے لئے اس یقین کا موجب ہوئی ہے کہ اسلام سائنس کے مطالعہ یا اس کی ترقی کے مخالف ہے۔ یہ فی الحقیقت صداقت سے بہت بعید بات ہے۔ قرآن کریم نے کئی ایک آیات میں یہ واضح کیا ہے کہ چونکہ انسان تمام دوسری مخلوقات سے برتر حیثیت رکھتا ہے اس لئے تمام دوسری مخلوقات اس کی تابع اور خادم ہے۔ بشرطیکہ وہ جیسا کہ عام طور پر کہنے میں آتا ہے محض اپنے دماغ سے کام لیں۔ قرون اولےٰ کے مسلمانوں نے سائنس کو تمام شاخوں میں اس جوش و خروش سے ترقی دی کہ اس حقیقت کو معلوم کرنے کا سہرا سب سے پہلے انہی کے سر پر ہے کہ زمین گول ہے۔ کاغذ اور بارود کو سب سے پہلے انہوں نے ہی ایجاد کیا۔ اور علم طب کو بھی انہوں نے ہی سب سے پہلے دُنیا میں پیش کیا جس نے اس کے لئے موجودہ معیار تک پہنچنا ممکن بنا دیا۔ گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی کے دو بہت بڑے مسلمان حکما امام رازی اور بوعلی سینا کے اسمائے گرامی کی طلبائے علم طب آج تک عزت کرتے ہیں۔ بہت سے عربی الفاظ آج تک دوائیوں کے ناموں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور ایک بیان یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں ابو القاسم نام ایک مسلمان نے سب سے پہلے ایک ایسی ہوائی مشین بنائی جو دنیا نے اس سے پیشتر نہ دیکھی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اپنی ایک پرواز میں مرگیا۔ ان تمام واقعات سے ثابت ہے کہ اسلام سائنس کی ترقی کے مخالف نہیں۔

اس کے علاوہ انسانی چال چلن کے متعلق چھوٹے چھوٹے سوالات کا حل قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور ہر معاملہ میں کھلے الفاظ میں ہدایت کی گئی ہے۔ آیا قرآن کریم جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے ایک کامل شریعت اور ہدایت نامہ ہے؟ اس کا اندازہ اس امر پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اپنی حالت کو سدھارنے کے لئے جو بھی کوشش کرتی ہے یا انسانیت کے نام پر ترقی کی طرف قدم بڑھاتی ہے انہیں یقیناً اسلام کے کسی نہ کسی اصول پر قدم مارنا پڑتا ہے۔ جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مندرجۂ بالا مختصر مباحث سے ظاہر ہے مسلمانوں نے ان اصولوں سے تجاوز کر کے اپنے تنزل کو خرید لیا ہے اور اسلام کا پتہ صرف قرآن کریم کے مطالعہ سے لگ سکتا ہے۔ نہ کہ غلط کار لوگوں کے اعمال بد کو دیکھنے سے۔

کوڑے لگانا اور ہاتھوں کا کاٹنا

تہذیب حاضرہ میں جرائم پر کوڑے لگانا اور ہاتھوں کا کاٹنا دونوں وحشیانہ اور ظالمانہ سزائیں سمجھی جاتی ہیں۔ تاہم تہذیب یافتہ مغرب میں آج تک اس بات کو ممکن نہیں سمجھا گیا کہ قتل کے مقدمات میں ورثائے مقتولین کو یہ اجازت دی جائے کہ وہ بجائے اس کے کہ قاتلوں کے لئے سزائے موت پر مصر ہوں خون بہا لے کر راضی ہو جائیں اور کوئی ایسی رقم قبول کرلیں جس کی اسلام نے اجازت دی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مجرموں کو کوڑے لگانے یا ان کے ہاتھ کاٹنے کے بجائے ان سے نرمی کا سلوک کرنے کی خواہش کچھ معنے اپنے اندر رکھتی ہے۔ لیکن فوجداری ریکارڈ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جن مجرموں سے نرمی کا سلوک کیا جاتا ہے وہ اکثر حالات میں اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے اور زندگی بھر جرائم کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ اسلام نے کوڑے لگانا اور ہاتھ کاٹنا ان مجرموں کے لئے انتہائی سزائیں مقرر کی ہیں جو شہادت کی بنا پر سوسائٹی کے امن و امان کے لئے خطرہ کا موجب ہوں۔ اس بارہ میں زیادہ تر ہر مقدمہ کے حالات کی بنا پر دارومدار رکھنا اور اس کے مطابق مناسب سزا تجویز کرنا ضروری ہے۔

مقتولین کا خون بہا

جہاں تک "خونبہا" کا تعلق ہے اس کا فیصلہ کرنا محض مقتول کے رشتہ داروں یا ان لواحقین کا کام ہے جو اس کی کفالت میں تھے حکومت اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ بعض حالات میں مثلاً کسی بوڑھے اور بیکس والدین کے لئے اس شخص کے قتل کا معاوضہ جبکہ سوا اور کوئی روٹی کمانے والا نہ تھا قاتل کے پھانسی پانے سے پورا نہیں ہو سکتا۔ جان کے بدلے جان کا سخت قانون تو اسی بات کا طالب ہے کہ قاتل کو سزائے موت ہی ملنی چاہئے لیکن قاتل کی موت مقتول کے غریب اور بوڑھے والدین کے لئے ضروریات زندگی بہم پہنچانے کا موجب نہیں ہو سکتی۔ پس ہر حالت میں یہ مقتول کے تکلیف زدہ ورثاء ہی کا کام ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ کیا چیز ان کے لئے بہتر ہے۔ اور اسی لئے اسلام نے انہیں اس کا اختیار دیا ہے کہ وہ دونوں صورتوں میں سے جو بہتر سمجھیں منظور کرلیں۔

مذہب اور تعصب

(جناب اے۔ اے۔ بیگ صاحب مسجد ووکنگ)

ایک ہفتہ وار وعظ کا عنوان "مذہب میں تعصب" تھا۔ اور آیہ لا اکراہ فی الدین کی روشنی میں اس پر بحث کی گئی تھی۔ تعصب اور مذہب کے لفظی معانی بالتشریح بیان کئے گئے تھے۔ مذہب کے متعلق امام صاحب نے فرمایا کہ یہ جملہ مادی، اخلاقی یا روحانی مساعی کے دائرہ کا مرکز ہے۔ انسان کا روحانی سفر ایک اہم مہم ہے۔ اور اسی لئے اس عمارت کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے۔ مذہب ایک اصول یا مقولہ کے مثل ہے لہذا اس سے فائدہ اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جب اس کو عملی لباس میں ملبوس کیا جائے۔ ایک مبنی علی الصداقت مذہب کا کوئی لائحہ عمل ضرور ہونا چاہیئے تاکہ آزمائش کا معیار مقرر ہو سکے۔ ایک مومن جیسے جیسے لائحہ عمل پر کاربند ہوتا جاتا ہے ساتھ ہی ساتھ اس کے عقائد میں استحکام پیدا ہوتا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے مسیحیت میں ایمان اور ضابطۂ اخلاق علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مسیحیت میں مذہب اور اخلاقی بے اعتدالی کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ یہ صورت حالات مذہب کو ایک واہمہ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ جس سے برائیاں پیدا ہوں۔ ایک حقیقی مذہب اسلام کی طرح، اپنے ماننے والوں کو خاص اصولوں کی پابندی سے راسخ العقیدہ بنا دیتا ہے۔ تعصب ایمان کی کمزوری کا لازمی نتیجہ ہے۔ اگر کسی مذہب میں غیر یقینی امور کی تعلیم ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ مذہب اپنے ماننے والوں کو متعصب کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت سخت ترین تعصب کی شکار رہی ہے۔ حروب صلیبی اور دیگر ازیں قبیل واقعات سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔

علی الرغم ازیں مسلمانوں کو اپنے ایمان اور مذہب کی صداقت کا یقینی تجربہ ہو گیا ہے اور انہیں اپنے مذہب کے سبب سے کبھی دماغی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑی۔ انہیں اپنے مذہب کی صداقت پر پورا پورا اعتماد ہے۔ اور سخت سے سخت اعتراضات کے پتھراؤ سے انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ مذہب نے ان کے اندر رواداری کا مادہ پیدا کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ گو مسلمان اپنے مذہب پر سختی سے قایم ہیں لیکن ان میں دیگر مذاہب سے کوئی تعصب یا عدم رواداری نہیں۔ ہسپانیہ سے چین تک ان کی فتوحات کا تاریخ سے مطالعہ کیجے۔ اس امر کی تائید ہو جائے گی ٭

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(از جناب آنریبل مسٹر ایم ٹی اکبر صاحب کے ۔ سی)

(بسلسلہ اشاعت نمبر ا جلد ۲۲)

قرآن کریم کا معجزہ بقول مسٹر مارماڈیوک پکتھال یہی نہیں کہ اس کی آیات میں ائتلاف و توازن ہے اور اس کے الفاظ میں ایسی ہم آہنگی ہے کہ پڑھتے ہی رقت پیدا ہو جاتی ہے۔

نفس مضمون کے لحاظ سے بھی کتاب اللہ درحقیقت ایک معجزہ ہے۔ جب کوئی شخص دل ہی دل میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور گہرے غور و فکر اور عقیدت کے ساتھ اسے مطالعہ کرتا ہے تو کوئی نہ کوئی ایسی آیت آجاتی ہے جو ایک چکا چوند کرنے والی روشنی کی طرح دل کو پکڑ لیتی ہے اور پڑھنے والا یکلخت ایک اور عالم میں پہنچ جاتا ہے۔

قرآن کریم نے اکثر مقامات پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے الفاظ پر گہری سوچ بچار سے کام لینا چاہئے۔ افلا یتدبرون القرآن بل علی قلوبھم اقفالھا۔ (۴۷: ۲۴ و ۳۰: ۲۹) پروفیسر نکلسن نے اپنی کتاب Idea of personality in Sufism میں حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں۔ جو تمام مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرنے کا موجب ہیں:۔

"میں اس بات کو فرض کے طور پر تسلیم کر لیتا ہوں جس پر اکثر شک ظاہر کیا گیا یا اس کا انکار کر دیا گیا ہے (یعنی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خلوص اور انکے پیغمبرانہ الہام کی حقیقت) کچھ تو اس لئے کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں اور اس لئے بھی کہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے سوا کسی دوسری بات کی بنا پر اسلام کے آغاز اور اس کی ابتدائی تاریخ کو قابل وقعت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان متضاد باتوں کو آسانی سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ جن میں اسے ایک ناقابل تغیر و تبدل الہام کی ضرورت نے مبتلا کر دیا۔ وہ الہام جو ایک آسمانی کتاب میں لکھا ہوا تھا۔ اور ایک ایسے طریق سے انکی طرف بھیجا گیا جس میں ان کی حیثیت محض ایک درمیانی مجبور آدمی کی تھی۔ حالانکہ واقعات کی رفتار متواتر اس بات کی متقاضی ہے کہ الہام الٰہی ضروریات کے پیش آنے پر نازل ہوتا رہے۔ اور ہر ضرورت کے مطابق اسے ڈھالا جا سکے۔ اگر وہ نعوذ باللہ مفتری تھے تو ہم صرف انکی کوتاہ بینی پر تعجب کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ مخلص تھے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی پیغمبرانہ استعداد کوئی اعلیٰ درجہ کی نہیں تھی اگر ان کا تعلق خدا سے ویسا ہی گہرا اور آزادانہ ہوتا جیسا کہ اسرائیلی پیغمبروں کا تھا تو کیا کبھی انہیں یہ خیال ہو سکتا تھا کہ قرآن خدا کا اصل کلام ہے اور کیا اس بارہ میں ان کا حصہ صرف اتنا ہی ہو سکتا تھا کہ جبرئیل بولتے جائیں اور وہ سنتے رہیں

پروفیسر نکلسن کی اس تنقید کا لب لباب یہ ہے کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی الہامی استعداد محدود تھی۔ کیونکہ آپؐ نے یہ دعوے کیا ہے کہ قرآن کریم ناقابل تغیر و تبدل الہام الٰہی ہے۔ حالانکہ واقعات کی رفتار ترقی ایک ایسے الہام کی متقاضی ہے جو ضرورت وقت کو پورا کرنے والا ہو اور حالات کے مطابق اسے ڈھالا جا سکے۔ پروفیسر مذکور کا یہ خیال کیوں ہے کہ قرآن پیش آمدہ حالات کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کو پورا کرنیوالا تھا؟ اس کو میں سمجھ نہیں سکتا، سوائے اس کے کہ انکا یہ خیال ہو کہ تمام قرآن کو بیک وقت ایک کھلی کتاب کی شکل میں خدا نے آسمان سے نازل کر دیا تھا۔ یہ وہی دلیل ہے کہ پہلے بھی ایک مرتبہ کفار نے پیش کی اور قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے (۱۷ : ۹۰ - ۹۳) کیوں آسمان سے کوئی فرشتہ نہ بھیجا گیا نہ کوئی خزانہ نازل ہوا؟ جو بات مجھے صاف طور پر نظر آتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ پاک کتاب تمام زمانوں کے حالات سے مطابقت کھا سکتی اور ہر زمانہ کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبیؐ ہیں اور قرآن آخری کلام الٰہی ہے۔ اس کی وجہ کہ کیوں ایسا ہوا قرآن نے بیان کی ہے۔ سب سے پہلے الفاظ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر کوہ حرا پر نازل ہوئے یہ تھے، اللہ تعالے نے فرمایا۔

اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق - اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم - پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تجھے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا اور تیرا رب بڑا معزز ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ (سورہ علق) ان آیات میں صفائی کے ساتھ لکھنے پڑھنے اور علم اور سائنس کے حصول کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ متواتر کئی آیات میں قرآن کریم نے کائنات کے عجائبات کے متعلق پر غور عقل سے کام لینے اور علم کو بڑھانے پر زور دیا ہے تاکہ اللہ تعالےٰ کی طاقت قدرت اور اس کے قادر مطلق ہونے کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جو ایسے علوم کا جن کی بنا عقل پر ہے اور سائنس کے موجودہ اکتشافات کا سب سے پہلا محرک ہے۔ (ملاحظہ ہو سر محمد اقبال کے چھ لیکچر، سورت ۵۸ - آیت ۱۱ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت - اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے درجات کو بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ جنھیں علم دیا گیا۔ الہام الٰہی کی رہنمائی کرنے والے سلسلہ پر بھروسہ کرکے بیٹھ رہنے کا زمانہ ختم ہونے والا تھا اور آئندہ کے لئے انسان کو علم الٰہی کے حصول کے لئے اپنی قابلیت و استعداد پر دارومدار رکھنا تھا تاکہ حصول علم سے اپنی عقل کو بڑھا سکے بشرطیکہ وہ سختی کے ساتھ ان حدود کو نگاہ رکھے، جو قرآن کریم نے قائم کی ہیں اور اس لائحہ عمل پر کاربند ہو جو اس میں تجویز کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام کے صوفی اولیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مذہب کے رہنما بن گئے۔ یہاں تک کہ حصول علم کا دائرہ ہر شخص کے لئے اس قدر وسیع

ہوگیا کہ وہ آپ کے نمونہ پر عمل پیرا ہو۔ لیکن اس کے علاوہ قرآن کریم متصوفانہ بیانات کے نمونوں سے پُر ہے جن سے علم کی ترقی اور دنیا کی وسعت کے مطابق ترقی پذیر مطالب و مفہوم پیدا کئے جاسکتے ہیں۔

قرآن کریم میں ایسی آیات موجود ہیں جن کا مفہوم فی الحال اطمینان بخش طریق پر بیان نہیں ہوسکتا۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں علم بڑھے گا ان کا اصل مفہوم صاف ہوجائے گا۔ سوائے اس کے کہ یہ دنیا انسان کے احمق پن سے تباہ ہوجائے۔ میں چند مثالوں پر قناعت کروں گا۔ اور یہ بھی بتاؤں گا کہ کس طرح سے یہی خیالات بڑے بڑے انگریز شاعروں نے وقتاً فوقتاً ظاہر کئے ہیں۔ ایک آیت جس پر میں غور و فکر کرتا رہا ہوں سورت الاعلیٰ (۸۷) کی ۱۱-۱۲-آیت ہے۔ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ویتجنبھا الاشقی الذی یصلی النار الکبریٰ۔ ثم لا یموت فیھا و لا یحیی اور بدبخت جنت سے دور ہوتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوتا ہے پھر وہ نہ اس میں مرتا ہے نہ زندہ ہوتا ہے۔ یہی خیال بیسویں سورت کی ۷۴ ویں آیت میں ہے۔ آئندہ عالم میں دوزخ کے اندر نہ تو زندگی ہے اور نہ ہی موت

کیٹس (Keats) نے اسی خیال کو اس طرح واضح کیا ہے:۔

یہ احساس کہ اس کو محسوس نہ کیا جائے
جبکہ کوئی اسے اچھا کرنے والا نہیں
نہ ہی گمگشتہ عقل اس کو چرا لے سکتی ہے
اس کو کبھی شاعرانہ ترانوں میں بیان نہیں کیا گیا

مسٹر مڈلٹن مرے نے اپنی آخری کتاب میں جو شکسپیر پر اس کے اس بیان کے بارہ میں لکھی ہے جو میکبتھ کے متعلق اس نے دیا ہے یہ لکھا ہے کہ شکسپیر نے اس خیال کا میکبتھ کے الفاظ میں خفیہ طور پر اظہار کیا ہے۔

اگر میں اس موقعہ سے ایک گھنٹہ پہلے مرجاتا۔
تو میں بابرکت زندگی بسر کرتا کیونکہ اس وقت سے
کوئی فنا کی خطرناک صورت نہیں
سب کچھ کچھ نہیں مگر کھلونے . . . . . . ،،

مرے لکھتا ہے " اس حالت سے موت سے کوئی بچاؤ نہیں، جس نے نیند کو ذبح کردیا، اس نے موت کو بھی ذبح کردیا۔ وہ اس وقت کا شکار رہے ہے جس کو روکنے والا کوئی نہیں اور نہ اس کا اختتام ہونے والا ہے۔ وہ وقت ایک دائمی "اب" کے چکر میں ہے۔

پروفیسر نکلسن کی اس تنقید کا لب لباب یہ ہے کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی الہامی استعداد محدود تھی۔ کیونکہ آپؐ نے یہ دعوے کیا ہے کہ قرآن کریم ناقابل تغیر و تبدل الہام الٰہی ہے۔ حالانکہ واقعات کی رفتار ترقی ایک ایسے الہام کی متقاضی ہے جو ضرورت وقت کو پورا کرنے والا ہو اور حالات کے مطابق اسے ڈھالا جا سکے۔ پروفیسر مذکور کا یہ خیال کیوں ہے کہ قرآن پیش آمدہ حالات کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کو پورا کرنے والا تھا؟ اس کو میں سمجھ نہیں سکتا، سوائے اس کے کہ انکا یہ خیال ہو کہ تمام قرآن کو بیک وقت ایک کھلی کتاب کی شکل میں خدا نے آسمان سے نازل کر دیا تھا۔ یہ وہی دلیل ہے کہ پہلے بھی ایک مرتبہ کفار نے پیش کی اور قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے (۱۷ : ۹۰ - ۹۳) کیوں آسمان سے کوئی فرشتہ نہ بھیجا گیا نہ کوئی خزانہ نازل ہوا؟ جو بات مجھے صاف طور پر نظر آتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ پاک کتاب تمام زمانوں کے حالات سے مطابقت کھا سکتی اور ہر زمانہ کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن آخری کلام الٰہی ہے۔ اس کی وجہ کہ کیوں ایسا ہوا قرآن نے بیان کی ہے۔ سب سے پہلے الفاظ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر کوہ حرا پر نازل ہوئے یہ تھے، اللہ تعالے نے فرمایا:

اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق - اقراء و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تجھے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑا سے پیدا کیا اور تیرا رب بڑا معزز ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ (سورہ علق) ان آیات میں صفائی کے ساتھ لکھنے پڑھنے اور علم اور سائنس کے حصول کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ متواتر کئی آیات میں قرآن کریم نے کائنات کے عجائبات کے متعلق پر غور عقل سے کام لینے اور علم کو بڑھانے پر زور دیا ہے تاکہ اللہ تعالے کی طاقت قدرت اور اس کے قادر مطلق ہونے کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جو ایسے علوم کا جن کی بنا عقل پر ہے اور سائنس کے موجودہ انکشافات کا سب سے پہلا محرک ہے۔ (ملاحظہ ہو سر محمد اقبال کے چھ لیکچر، سورت ۵۸ - آیت ۱۱ میں اللہ تعالے فرماتا ہے یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت۔ اللہ تعالے ان لوگوں کے درجات کو بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ جنھیں علم دیا گیا۔ الہام الٰہی کی رہنمائی کرنے والے سلسلہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہنے کا زمانہ ختم ہونے والا تھا اور آئندہ کے لئے انسان کو علم الٰہی کے حصول کے لئے اپنی قابلیت و استعداد پر دارومدار رکھنا تھا تاکہ حصول علم سے اپنی عقل کو بڑھا سکے بشرطیکہ وہ سختی کے ساتھ ان حدود کو نگاہ رکھے، جو قرآن کریم نے قائم کی ہیں اور اس لائحہ عمل پر گامزن ہو جو اس میں تجویز کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام کے صوفی اولیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مذہب کے رہنما بن گئے۔ یہاں تک کہ حصول علم کا دائرہ ہر شخص کے لئے اس قدر وسیع

ہو گیا کہ وہ آپ کے نمونہ پر عمل پیرا ہو ۔ لیکن اس کے علاوہ قرآن کریم متصوفانہ بیانات کے نمونوں سے پُر ہے جن سے علم کی ترقی اور دنیا کی وسعت کے مطابق ترقی پذیر مطالب و مفہوم پیدا کئے جا سکتے ہیں ۔

قرآن کریم میں ایسی آیات موجود ہیں جن کا مفہوم نے الحال اطمینان بخش طریق پر بیان نہیں ہو سکتا ۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں علم بڑھے گا ان کا اصل مفہوم صاف ہو جائے گا ۔ سوائے اس کے کہ یہ دنیا انسان کے احمق پن سے تباہ ہو جائے ۔ میں چند مثالوں پر قناعت کروں گا ۔ اور یہ بھی بتاؤں گا کہ کس طرح سے یہی خیالات بڑے بڑے انگریز شاعروں نے وقتاً فوقتاً ظاہر کئے ہیں ۔ ایک آیت جس پر میں غور و فکر کرتا رہا ہوں سورت الاعلیٰ (۸۷) کی ۱۱-۱۲- آیت ہے ۔ جن میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔ ویتجنبها الاشقی الذی یصلی النار الکبریٰ ۔ ثم لا یموت فیها ولا یحییٰ اور بدبخت جنت سے دور ہوتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوتا ہے پھر وہ نہ اس میں مرتا ہے نہ زندہ ہوتا ہے ۔ یہی خیال بیسویں سورت کی ۷۴ ، ویں آیت میں ہے ۔ آئندہ عالم میں دوزخ کے اندر نہ تو زندگی ہے اور نہ ہی موت

کیٹس (Keats) نے اسی خیال کو اس طرح واضح کیا ہے :۔

یہ احساس کہ اس کو محسوس نہ کیا جائے
جبکہ کوئی اسے اچھا کرنے والا نہیں
نہ ہی گمگشتہ عقل اس کو چرا لے سکتی ہے
اس کو کبھی شاعرانہ ترانوں میں بیان نہیں کیا گیا

مسٹر مڈلٹن مرے نے اپنی آخری کتاب میں جو شکسپئر پر اس کے اس بیان کے بارہ میں لکھی ہے جو میکبتھ کے متعلق اس نے دیا ہے یہ لکھا ہے کہ شکسپئر نے اس خیال کا میکبتھ کے الفاظ میں خفیہ طور پر اظہار کیا ہے ۔

اگر میں اس موقعہ سے ایک گھنٹہ پہلے مر جاتا ۔
تو میں بابرکت زندگی بسر کرتا کیونکہ اس وقت سے
کوئی فنا کی خطرناک صورت نہیں
سب کچھ کچھ نہیں مگر کھلونے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

مرے لکھتا ہے " اس حالت سے موت سے کوئی بچاؤ نہیں ، جس نے نیند کو ذبح کر دیا ، اس نے موت کو بھی ذبح کر دیا ۔ وہ اس وقت کا شکار ہے جس کو روکنے والا کوئی نہیں اور نہ اس کا اختتام ہونے والا ہے ۔ وہ وقت ایک دائمی "اب" کے چکر میں ہے ۔

قرآن کریم ۳۲ ویں سورت کی ۱۴ ویں آیت میں فرماتا ہے:- فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا انا نسینکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون ؕ سو چکھو (اپنے عملوں کی سزا) اس لئے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کی پروا نہ کی ہم بھی تمہاری پروا نہیں کرتے اور دیرپا عذاب چکھو اس کے عوض جو تم کرتے تھے۔

سورہ ۵۵ آیات ۲۶-۲۷- سورہ ۱۶ : ۹۶ اور ۲۸ : ۸۸ میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف اللہ ہی کی ذات باقی رہے گی، جس کو شیلے نے اس طرح بیان کیا ہے:-

ایک ہی کے لئے بقا ہے - جو بہت ہیں وہ بدلتے جاتے اور گزرتے جاتے ہیں
آسمان کی روشنی ہمیشہ چمکتی ہے زمین کے سائے اڑتے ہی جاتے ہیں۔
زندگی بہت رنگوں والے شیشہ کے گنبد کی طرح
ابدیت کی سفید شعاع کو داغدار کئے ہوئے ہے
جب تک کہ موت اسے کچل کر ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دے
مر- اگر تو اس کے ساتھ ہونا چاہتا ہے جسکی تو تلاش میں ہے۔
اس رستہ پر چل جہاں سب بھاگ گئے! اے روم کے صاف آسمان
پھول، کھنڈرات، مجسمے، گانے، الفاظ، سب کمزور ہیں
اور اس صداقت میں جو واجب طور پر بولنے میں آئے عظمت کی روح پھونک دیتے ہیں

قرآن کریم نے بار بار فرمایا ہے کہ ہر کام جو اس دنیا میں ہوتا ہے ایک کتاب میں درج کیا جاتا ہے اور کہ انسان کے اعمال اس کی گردن میں باندھ دیئے جائیں گے۔ وکل انسان الزمنہ طٰئرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیمۃ کتابًا یلقٰہ منشورًا - اقرا کتٰبک کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبًا ؕ (بنی اسرائیل ۱۷ : ۱۳-۱۴) اور کہ یہی اعمال ہیں جو بہشت میں اس کی خوشی یا دوزخ میں اس کے دکھ کا موجب ہوں گے۔

براؤننگ نے ذیل کے الفاظ میں اس خیال کو ادا بیان کیا ہے:-

تمام وہ بھلائیاں جن کی ہم نے خواہش کی یا امید کی یا جن کے خواب دیکھے وہ صفحۂ ہستی پر آجائینگی
ان کی کوئی ظاہری شکل نہیں بلکہ خود وہی آجائیں گی- کوئی خوبصورتی نہ ہی بھلائی اور نہ ہی طاقت ایسی ہو
جس کی آواز زائل ہو گئی ہو بلکہ ہر ایک گونجنے کے گیت کی طرح باقی ہے

جب ابدیت ایک وقت کا تصور اختیار کرے گی

تو وہ بلندی جو بہت بلند ثابت ہوئی وہ بہادری جو اہل زمین کے لئے بہت مشکل ہے۔

وہ جذبہ جس نے زمین سے اٹھ کر آسمان کے اندر اپنے آپ کو گم کر دیا۔

وہ ایسے گیت نظر آئیں گے جو محبان الٰہی اور شعراء نے خدا کی طرف بھیجے۔

کافی ہے کہ وہ ایک دفعہ ان کو سُن لیں ہم انہیں رفتہ رفتہ سُن لیں گے۔

سورۂ النور میں اللہ تعالےٰ کو آسمان اور زمین کا نور بتایا گیا ہے۔ اور شیلے نے یہی خیال ذیل کے کلام میں ظاہر کیا ہے:۔

وہ نور جس کی مسکراہٹ کائنات کو روشن کر دیتی ہے۔

وہ خوبصورتی جس میں تمام چیزیں کام میں لگتی اور حرکت کرتی ہیں۔

وہ بخشش و اکرام جس کو پیدائشی بدبختی کی لعنت زائل نہیں کر سکتی۔

وہ باقی رہنے والی محبت جو اس جمال کے ذریعہ جسکو

انسان اور درندہ اور زمین اور ہوا اور سمندر نے کورانہ طور پر بُن دیا ہے۔

روشن ہوتی یا مدھم طور پر جلتی ہے جیسے ہر ایک اس آگ کے شیشے ہیں جسکے لئے سب تڑپتے ہیں۔

اب وہ نور اور روشنی مجھ پر چمکتی ہے اور ہلاکت کے آخری بادلوں کو زائل کر دیتی ہے۔

قرآن کریم نے اللہ تعالےٰ کو محبوب یکتا بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ ۸۵ - آیت ۱۴ - اور سورہ ۹ آیت ۱۰۸) اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اور کہ انسان کی کمزوری کے باوجود اللہ تعالےٰ اس کو اوپر اٹھنے میں مدد دینے کے لئے تیار ہے (سورہ ۴۲ آیت ۲۷) قرآن کریم فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمة الله (۳۹ : ۵۳) اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اس سے فٹز جیرالڈ کے اس کلام کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ:۔

ایک بچہ کی مانند جو اندھیری رات میں چمکنے اور بجھنے والی روشنی کے ساتھ رستہ تلاش کرتا ہے انسان دُنیا میں پھرتا ہے بار بار یہ لیمپ جذبہ کے اثر سے بجھے گا لیکن کیا وہ ہستی جس نے اس کو دروازہ سے بھیجا تھا، اس لیمپ کو ایک دفعہ پھر، اور پھر ایک دفعہ روشن نہ کر دے گی؟

میرا خیال ہے کہ یہ مثالیں اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ ایک اُمی عرب نے تیرہ سو سال

ہوئے ایسے خیالات کا اظہار پیشتر سے کردیا جو بعدازاں ایک عظیم الشان قوم کے مشہور شعرا کے دلوں میں پیدا ہوئے لیکن یہ شعرا بقول قرآن کریم ان لوگوں کی گمراہی کا موجب ہوئے جنھوں نے ان کی پیروی کی الم تر انھم فی کل واد یھیمون و انھم یقولون ما لا یفعلون (سورہ ۲۶ : ۲۲۴ - ۲۲۶) یعنے کیونکہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں جو کچھ کرتے نہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ کتاب میں سے کچھ بھی حذف نہیں ہوا۔ اس کی صداقت ان لوگوں پر آشکارا ہے۔ جو اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہر حالت جو زندگی میں پیدا ہونے والی ہے۔ اس کا ذکر کردیا گیا ہے۔ بعض وقت ایسے الفاظ میں جو خفیہ رنگ میں ایسے معانی پیدا کرتے ہیں جن کی ضرورت ہے۔ اور وہ دعائیں بھی جن کی ایک مسلمان کو ایسے حالات میں ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سکھا دی ہیں۔ ایک جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ انا کفینٰک المستھزئین ہم ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تجھ پر تمسخر کرتے ہیں تیرے لئے کافی ہیں۔ ایک سچا مسلمان ایسے قیمتی الفاظ کی تلاش اس پاک کتاب میں کرتا ہے جن میں خدا تعالےٰ نے اس کی کسی خاص مصیبت کا علاج تجویز کیا ہو اور ان کو اپنے دماغ میں جمع کرلیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے آپ کو دماغی اور روحانی زخموں کا معالج ظاہر کیا ہے۔ (۱۰ - ۵۷)

کئی مقامات پر ان ایجادات، اکتشافات اور تجاویز کا ذکر ہے جو کئی صدیاں بعد عام باتیں بن گئیں مثلاً سورہ ۱۶ - آیات ۷ - ۸ میں ایسی غیر معلوم گاڑیوں کا ذکر ہے جو بڑے بڑے بوجھ اور سواریوں کو اٹھا لیجائے اور سورہ ۳۵ - آیت ۱ - اور سورہ ۳۶ - آیت ۳۵ میں مسئلہ ارتقا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سورہ ۴۲ : ۳۲ - اور سورہ ۵۵ : ۲۴ میں صرف کوئین میری جیسے بڑے بڑے جہازوں کا ذکر ہے۔ سورہ ۳۶ : ۴۱ - ۴۲ میں ہوائی جہازوں اور آبدوز کشتیوں کا ذکر ہے۔ سورہ ۵۵ : ۳۳ میں بے تار برقی اور ٹیلی ویژن کا ذکر ہے۔ ایک آیت قرآن کریم میں ایسی بھی ہے جس میں موجودہ زمانہ میں حاجیوں کے موٹروں میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جانے اور غالباً آئندہ ہوائی جہازوں میں پہنچنے کا ذکر ہے۔ علاوہ اس کے کہ کمزور اور دُبلے پتلے اونٹوں پر بھی بعض لوگ سفر کریں۔

وہ خواتین اور مرد جنھوں نے اخبار "نیشن اینڈ ایتھینیم" میں دعاؤں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کے جوابات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا جس کا ذکر میں گزشتہ مضمون میں کرچکا ہوں اپنی مشکل کا حل سورہ ۱۹ : ۱ - ۱۱ سے معلوم کرسکتے ہیں۔ ان آیات میں قابل ذکر باتیں یہ ہیں:۔

الف۔ خدا سے دعا اس شخص کو مانگنی چاہیئے جو پاک اور پارسا ہو اور جسے ہمیشہ اپنی دعاؤں اور نمازوں میں

یکسوئی اور اطمینان حاصل ہو۔

ب۔ ضروری ہے کہ دعا ایسے امر کے لئے ہو جس کا نتیجہ خوشگوار اور پاکیزہ ہو نہ کہ گناہ کا موجب ہو۔

ج۔ ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ سے جو دعا کی جائے وہ دلی اثر اپنے اندر رکھتی ہو۔ (ندا ءً خفیا)

د۔ ضروری ہے کہ دعا ایسے وقت کی جائے جب وہی ایک آخری ذریعہ اور چارۂ کار ہو اور کوئی انسانی حل اس کے سوائے ممکن نہ ہو۔

اگر دعا کا جواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملے گا تو اللہ تعالےٰ دعا کرنے والے کو بتا دے گا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ اور اس کی خواہش فطری رنگ میں پوری ہو گئی۔ ذکریا ء خدا تعالےٰ کے ایک نبی تھے۔ اور ان کی یہ حالت تھی کہ دعا کرتے ہوئے وہ اللہ تعالےٰ میں گم ہو گئے۔ اور جو نشان انہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ملا وہ یہ تھا۔ کہ تین دن تک خاموشی اختیار کریں۔ اور صبح و شام اللہ تعالےٰ کی عظمت و تسبیح بیان کرتے رہیں۔ یہ آیات بتاتی ہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ سے اپنی دعا کا جواب ایسی حالت میں نہیں پا سکتا کہ وہ کسی کلیسا، کسی مندر یا مسجد میں جائے اور خدا سے کہے کہ اسے (مثلاً) ایک موٹر کار مل جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ایک نہایت شاندار پیشگوئی نظر آتی ہے (ملاحظہ ہو سورہ ۱۴: ۳۵ - ۳۸) جو مکہ کے مقدس شہر میں پوری ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اس دعا میں حضرت ابراہیمؑ نے یہ خواہش کی ہے کہ اس شہر کو بتوں سے پاک کر دیا جائے اور وہاں کے باشندوں کی زندگی اور پرورش کا انحصار بعض بیرونی دنیا کے لوگوں کی محبت اور تڑپ پر ہو۔ جو ان کے ضروری ثمرات بہم پہنچاتے رہیں۔

میرا خیال ہے کہ مجھے قرآن کریم کے شادی اور طلاق کے قوانین کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہوگی شادی میاں اور بیوی میں ایک قانونی معاہدہ ہے۔ اور بیوی حق مہر کو بڑھا کر اپنے خاوند کے حقوق طلاق کو محدود کر سکتی ہے۔ اگر وہ دونوں امن اور اطمینان سے زندگی بسر نہیں کر سکتے تو خاوند کا حق ہے کہ تین نوٹسوں کے ذریعہ سے جو تین ماہ میں دیئے جائیں اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ بشرطیکہ ان کے مابین صلح و صفائی کی تمام کوششیں جو فریقین کے رشتہ داروں کی طرف سے ہوں ناکارہ ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے قارئین تعدد ازدواج کی اجازت کو بغور مطالعہ کریں گے۔ میری رائے میں یہ اجازت صرف مرد کی حد سے متجاوز خواہش نفسانی کو روکنے کے لئے دی گئی تھی۔ زنا اور بدفعلی، فوجداری جرم قرار دیئے گئے ہیں۔ اور ایک سے زیادہ چار تک بیویاں کرنے کی قانونی اجازت کے ساتھ یہ قانونی ذمہ داری بھی عائد کی گئی تھی کہ تمام بیویوں اور بچوں کی علیحدہ علیحدہ پرورش اور نگہداشت کی جائے اور اس کے ساتھ صفائی سے یہ بتا دیا گیا تھا کہ ایک بیوی رکھنا زیادہ قابل ترجیح ہے۔ موجودہ قانون میں بچوں کی پرورش کے لئے سرکاری حکم

حاصل کرنے کی وقت ہر ایک کو اچھی طرح معلوم ہے اور مہذب ممالک میں جو قانون رائج ہے۔ اس کے مطابق ایک داشتہ عورت کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے لئے پرورش کے سامان کا مطالبہ کرے۔ اور اس کو اور اس کے بچوں کو کوئی ایسا حق حاصل نہیں کہ وہ جوان ہونے پر اس کے چاہنے والے کی وصیت کے بغیر اس کی جائداد میں سے حصہ لے سکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی شریعت نے اس بات کو تسلیم کرنے میں کس قدر عقلمندی سے کام لیا ہے کہ تمام انسان ازدواجی معاملات میں ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اور معمول سے زائد کسی چیز کی اجازت (جیسے کہ جنگ عظیم کے بعد پیش آتا ہے) صرف قانونی ذمہ داری کے سخت ترین اصول پر ہی دی جاسکتی ہے۔ بہت سے موجودہ اسلامی ممالک میں ان امور کے متعلق اصولوں میں تبدیلی کردی گئی ہے اور انہیں لوگوں کے مذہبی ادراک کی رو سے موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور قرآن کریم کے دیوانی اور فوجداری قانون کے ان اصولوں میں کوئی ناواجب بات نظر نہیں آتی۔ جہانتک اسلامی قانون وراثت کا تعلق ہے سر محمد اقبال لکھتے ہیں کہ یہ قانون وان کریمر کی زبان سے تعریفی کلمات نکالنے کا موجب ہوا ہے جس نے اس قانون کو "اسلامی شریعت کی اعلیٰ درجہ کی اصل ابتدائی شاخ قرار دیا ہے"

میرا خیال ہے کہ میں نے قرآن کریم کے تمام قوانین کی اس لچکدار صورت کو کافی طور پر بیان کردیا ہے جو دنیا کے متغیر حالات و ضروریات سے مطابقت پیدا کرسکتی ہے۔ اور کہ اس پاک کتاب نے خدا کا جو تصور بیان کیا ہے۔ انسانی انجام کے ترقی پذیر ارتقا کی طرف لیجاتا ہے۔ یا خدا کے متعلق وہ نقطہ نظر پیش کرتا ہے جس کا قدم انسانی عقل و فکر کے وسعت پذیر مطلع کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس بات کو لیتا ہوں کہ "گوئٹے نے (بالفاظ سر محمد اقبال) اسلام پر عام ریویو کرتے ہوئے ایکرمین سے یہ کہا کہ "تم دیکھتے ہو کہ یہ تعلیم کبھی ناکام نہیں رہ سکتی۔ ہم اپنے تمام طریقوں کے ساتھ چل نہیں سکتے اور عام طور پر کوئی شخص اس سے آگے نہیں چل سکتا"

پروفیسر نکلسن کے جو فقرات ہم نے نقل کئے ہیں ان میں اس نے بیان کیا ہے کہ "اگر انکا (پیغمبر خدا کا) خدا کے ساتھ وہی گہرا اور آزادانہ رشتہ ہوتا جو انبیائے بنی اسرائیل کا تھا تو کیا کبھی ان کے دماغ میں یہ بات آسکتی تھی کہ قرآن میں خدا کے اصل الفاظ ہیں اور کیا ان کا اپنا حصہ اس میں اسی حد تک محدود ہوتا کہ جبرئیل انہیں سنائے اور وہ سنتے رہیں" یہ اصل بات ہے جس پر غور کرنا چاہیئے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے اسی گہرے اور آزاد تعلق کا دعوے نہیں کیا جو انبیائے بنی اسرائیل کا تھا۔ کیونکہ آپ کا یہ مشن تھا کہ دنیا کو بتائیں کہ وہ تعلق غلط تھا جو صرف ان لوگوں کے لائق ہے جو ارتقائے انسانی کے رستہ میں ایک خاص درجہ کی ذہنیت رکھتے ہیں انبیائے

بنی اسرائیل کے نزدیک خدا تعالیٰ ایک دانا اور شفیق باپ کی حیثیت رکھتا تھا اور انسان کی حیثیت ایک فرض شناس بچہ کی تھی۔ وہ طویل داستانیں جو انبیائے بنی اسرائیل کی زندگیوں سے لے کر قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں ان میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل نے خدا تعالیٰ کی حقیقی عظمت کو نہیں پہچانا اور ان کی عدم معرفت پر خدا کو انہیں فہمائش کرنی پڑی۔ مثلاً سورہ ۷ : ۱۴۳ میں موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی ہے کہ اپنے آپ دکھائے تاکہ وہ اس کو دیکھ سکیں۔ اور خدا نے جواب دیا لن ترانی تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ سورہ ۲۰ : ۱۷ میں ہے کہ جب خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ما تلک بیمینک یموسیٰ۔ اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف یہی جواب دیا کہ یہ میرا عصا ہے بلکہ بغیر ضرورت ان تفصیلات کو شروع کر دیا کہ اس عصا سے وہ کیا کیا کام لیتے ہیں۔ سورہ ۱۱ : ۴۵ - ۴۶ میں نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کے بیٹے کو ہلاکت سے بچا لے۔ کیونکہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ اور خدا کا جواب یہ تھا کہ " وہ تیرے اہل میں سے نہیں۔ وہ برا چال چلن رکھتا تھا۔ اس لئے مجھ سے اس بات کا سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے "۔ ابراہیم اور مسیح علیہما السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے فہمائش کی۔ ابراہیمؑ نے قوم لوط کے متعلق اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اور جواب ملا " اے ابراہیم اس سے اعراض کر۔ دیکھ تیرے رب کا حکم نافذ ہو چکا ہے اور ان پر ایسی تباہی آچکی ہے جس کو اب دور نہیں کیا جا سکتا۔" (۱۱ - ۷۶) جب اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ کو اور اپنی والدہ کو خدا کے سوا معبود قرار دیا تو مسیح علیہ السلام کا یہ جواب تھا کہ " تو پاک ہے میرے لئے شایان نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں "۔ (۵ : ۱۶)

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مشن یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو صحیح طور پر قائم کیا جائے۔ اور اس پر زور دیا جائے جس کو انبیائے بنی اسرائیل نے پوری اہمیت نہیں دی۔ اور نسل انسانی کو یہ بتانا آپ کی غرض تھی کہ چونکہ اس وقت سے سلسلہ نبوت منقطع ہونے والا تھا۔ اس لئے آئندہ کے لئے خدا تک پہنچنے کا ایک ہی رستہ تھا جس کو خدا نے اسلامی کلمہ طیبہ میں بیان کیا ہے۔ پروفیسر نکلسن میرے نزدیک اسلام کے صحیح مفہوم کو سمجھنے اور اس کی حقیقی قدر کو پہچاننے میں ناکام رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام میں انسان اور خدا کے مابین ذاتی تعلقات کی تعلیم کو دیکھ کر حیران رہ گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس نے یہ خیال کر لیا ہے کہ اولیائے متصوفین نے مذہب اسلام میں مسیحی مذہب کی اس تعلیم کو داخل کر دیا ہے جس میں انسانی گناہوں کیلئے خدا کا دکھ اٹھانا مذکور ہے میں واضح کرنیکی کوشش کرونگا

کہ کس طرح سے اسلام میں ان دو باتوں کو ایک دوسرے سے مطابق کیا گیا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی عظمت رکھنے والا خالق و مالک ہے جیسا کہ سائنس کے انکشافات سے ظاہر ہے اور باوجود اس کے انسان پر اس کے فضل و رحم سے یہ عنایت کی گئی ہے کہ وہ اس کے عبد اور رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس کے ساتھ ذاتی تعلقات قایم کر سکتا ہے۔ پروفیسر نکلسن فے الحقیقت اسی نتیجہ پر پہنچا۔ لیکن اس نے یہ خیال کر لیا کہ مسیحی خیالات اور قدیم یونانی مذہب کے اثرات سے ان باتوں کو بعد میں اسلام میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف یہ خالص مذہب اسلام ہے اور یہ جو اس وقت سے چلا آتا ہے جب کلمہ اسلام کو پانچ ارکان اسلام میں سے ایک ضروری رکن قرار دیا گیا۔ (باقی)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس مشن کی کامیابی

(از جناب ابوالحسن صاحب ایم۔ اے)

"اسلام کا عروج نسل انسانی کی تاریخ میں غالباً سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے"

لیکن یہ افسوسناک امر ہے کہ ہم اسلام کی حقیقی خاصیت اور کیرکٹر سے جو ابتدائی اصلیت اور قرون اولیٰ کی طاقت کے زمانہ میں نظر آتا ہے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اس نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ نشو و نما اور وسعت حاصل کی۔ ایک صدی کے اندر آباد دنیا کے نصف سے زیادہ حصہ پر پھیل گیا۔ بہت سی سلطنتوں کو تہ و بالا کیا۔ اور قدیم بت پرست دنیا کے کھنڈرات پر ایک نئی دنیا آباد کی۔ جو دنیائے اسلام کے نام سے معروف ہے۔ ڈاکٹر سٹاڈرڈ نے اپنے مخصوص دلربا طریق میں اسلام کی ترقی کو اس طرح بیان کیا ہے:۔ دوسرے بڑے بڑے مذاہب نے دردناک کشمکش کے ذریعہ سے تدریج اپنا رستہ بنایا اور آخرکار زبردست حکمرانوں کی امداد سے جو نئے مذہب کے حلقہ بگوش ہو گئے مفتح حاصل کی۔ مسیحیت کی امداد کے لئے اس کا بادشاہ قسطنطین تھا۔ بدھ مذہب کے لیئے اشوک، اور زردشتی مذہب کے لئے سائرس تھا۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مذہب کو دنیوی حکومت کی زبردست طاقت سے امداد دیتا تھا۔ اسلام کو ایسی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ایک صحرا سے اٹھکر جس میں ایک خانہ بدوش قوم کی جو اس سے پیشتر انسانی تاریخ میں غیر ممتاز حیثیت رکھتی تھی بہت تھوڑی آبادی تھی اسلام نے اپنی زبردست پیشقدمی کو جاری رکھا۔ باوجودیکہ اس کے ساتھ انسانی امداد بہت ہی تھوڑی تھی اور نہایت زبردست مادی طاقتیں اس کے مقابلہ پر تھیں تاہم اسلام بظاہر معجزانہ آسانی سے فتحیاب ہو گیا۔ اور صرف دو نسلوں میں پرجوش ہلال کوہ پرنیز سے ہمالیہ تک اور وسط ایشیا کے صحرا سے لے کر وسط افریقہ کے صحراؤں تک چمکتا ہوا نظر آ گیا۔"

یہ اسلام کی ساحرانہ اشاعت کا حال ہے کیا یہ ممکن تھا کہ ایسی حیرت انگیز کامیابی تلوار کے ذریعہ سے حاصل ہو سکے؟ تلوار سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ آئرلینڈ کو برطانی پارلیمنٹ کی مرضی کے آگے جھک جانے پر مجبور کرتی۔ روسی تلوار پولینڈ کو اطاعت پر مجبور نہ کر سکی۔ فوجی اور جسمانی طاقت کو مذہبی کامیابی کے بجائے سیاسی کامیابی کا ایک ذریعہ ہونے کی حیثیت سے زمانہ ماضی میں بار بار آزمایا گیا لیکن خوش قسمتی سے نسل انسانی کی اخلاقی اور روحانی طاقت کے آگے جن کی بنیاد عقلمندانہ انسانی رضا پر رکھی گئی ہتھیار ڈال دیئے۔ اسلام نے لوگوں کی رضا کے آگے اپیل کی۔ بار بار انہیں سمجھایا مگر کبھی ان کو جبراً منوانے کے لئے طاقت کا استعمال نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو مذاہب کی تاریخ میں کبھی اسے دیرپا جگہ نہ ملتی۔ اسلام کی فتح صرف ان اعلیٰ اصولوں کی وجہ سے ہے جن کی تعلیم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان انسان نے دی ہے۔ آپؐ کی خواہش تھی کہ قرون متوسط کے برباد شدہ اتحاد اور متوہمانہ رسوم و رواجات کے بجائے جنھوں نے تمام یورپ کو تاریک کر رکھا اور انسان اور اس کی سوسائٹی کی ترقی کو روک دیا تھا ایک ایسا نظام قائم کر کے جو عالمگیر آزادی اور معقول حرمت اپنے اندر رکھتا ہو زمین کے نقشے کو بدل دیا جائے۔ آپؐ کے اصول جو ایک سادہ اور خالص توحید پر مبنی اور کسی پادریانہ منصب یا طویل اعتقادی بناوٹ سے قطعاً آزاد ہیں، قرون متوسط کی انسانیت کے لئے آزادی کا پیغام بن کر آئے۔ انسان اور سوسائٹی کے لئے آپؐ کے تمام اصول جن کو مذہبی لباس میں تلقین کیا گیا۔ آپؐ کے اس تصور میں جمع تھے جو سلطنت کے بارہ میں آپؐ رکھتے تھے۔ آپؐ نے معاند اور جنگجو اقوام تک عالمگیر برادری کا خیال پہنچانے کے لئے توحید الٰہی کی تلقین کی۔ آپؐ کی پہلی کوشش یہ تھی کہ سوسائٹی کو مشترکہ دل و دماغ اور افراد کی اجتماعی رضا کی پختہ بنیاد پر از سر نو تعمیر کریں آپؐ کی عالمگیر برادری کی تائید عالمگیر تائیدی آرا سے ہوئی۔ ہر مرد و عورت کے لئے فرداً فرداً غیر محدود امکانات موجود ہیں ہر ایک کو اس سوسائٹی کی قسمت کو بنانے میں جس کا وہ ممبر ہے آواز اٹھانے کا مساوی موقعہ ملنا چاہیئے اس سوسائٹی کی قسمت جس کا وہ مرد یا عورت ممبر ہے دراصل افراد کی قسمت سے تعلق رکھتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو یکساں طور پر آزادی رائے کے غیر مشروط حقوق عطا کئے۔ اللہ تعالےٰ کی نظر میں وہ سب مساوی ہیں۔ اس لئے سوسائٹی کی نظروں میں بھی مساوی ہونے چاہئیں۔ آپؐ نے انسانوں کے مابین محبت و اتحاد کا رابطہ قائم کیا۔ اور ان سب کا خدا ایک بتایا جو قادر مطلق ہے اور تمام انسانی اور غیر انسانی چیزوں کا خالق ہے۔ یہ سوسائٹی کی بنیاد ہے اور سلطنت صرف اس کی تکمیل کا نام ہے۔ جیسے سوسائٹیوں کی ایک جماعتی شکل کہا جا سکتا ہے سلطنت سوسائٹیوں کی سوسائٹی ہو جیسے سوسائٹی افراد کی سوسائٹی کا نام ہے۔ ان معنوں میں اسلامی سلطنت تمام دنیا کی عالمگیر سلطنت ہے جس میں تمام لوگ ایک سچے خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور تمام افراد حیثیت اور وسعت کے لحاظ سے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوئے جس میں آپ کو سلطنت کے نظریئے بنانے کا کافی مواقع حاصل تھے۔ آپ کے عہد میں عرب صرف ایک خطۂ زمین تھا جس میں کوئی نظام حکومت نہ تھا۔ کوئی ضابطۂ قوانین موجود نہ تھا۔ کوئی اعلیٰ حاکم نہ تھا۔ بالفاظ مختصر عملاً یہ کوئی سلطنت نہ تھی۔ اس جزیرہ نما کے خانہ بدوش قبائل کا نظام سلطنت (اگر اسے اس نام سے پکارا جا سکے) لازماً پنچایتی رنگ رکھتا تھا۔ سینکڑوں خاندانوں میں سے ہر ایک خاندان ایک رنگ میں خود مختار لیکن دوسروں پر حکمران ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ ایک ایسی سلطنت تھی جس میں تباہ کن جنگ و پیکار، پرانی دشمنیاں اور عناد اور خونریزیاں و نزات کا مشغلہ تھیں۔ ایسی حالت میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی روح کو تباہی سے بچانے کے لئے ایک اوتار بن کر آئے۔ آپؐ نے جلد سمجھ لیا کہ ان متخاصم قبائل میں ایک منظم سلطنت یا متحدہ نظام قایم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن ان کے خلاف تلوار کا استعمال کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جسمانی طاقت کا ذرہ سا بھی استعمال جنگجو اور خونخوار عربوں کے ہاتھوں صحرائے عرب کے اس عظیم الشان فرزند کے خاتمہ کا موجب ہوتا۔ آپؐ نے اخلاقی دباؤ سے کام لیا اور ذرہ بھر بھی مقابلہ اگر پیش آیا تو آپؐ نے اس کا سامنا نہیں کیا۔ اپنی ذاتی منضبط شخصیت اور کیرکٹر کے ذریعے سے آپ نے قبائل کے دلوں پر قبضہ کر لیا۔ بڑی بات جو آپؐ کے مدنظر تھی وہ افراد کو گوشت و پوست کی قید سے نجات دلانا تھا۔ بت پرستی ہی ایک حد تک ان بے شمار قبائل کی پیدائش کی ذمہ دار تھی۔ کیونکہ ہر قبیلہ اپنا خاص دیوتا رکھتا تھا جس کی ضرورت و اہمیت کا وہ پروپیگنڈا کرتا اور اس کو راضی رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ ان دیوتاؤں کے مابین متواتر جنگ رہتی تھی بس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوٹتے ہی بت پرستی پر حملہ کر دیا۔ اور اس کے بجائے ایک خدا کو پیش کیا جو سب دیوتاؤں کا خدا ہے آپ کا یہ خیال صحیح تھا کہ تمام قبائل کو ایک قوم کی صورت میں منظم کرنے کا ایک ہی رستہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت کی جائے اور ایک رہنما کی جو اپنی خوبیوں اور کیرکٹر کے لحاظ سے مشہور ہو، دل سے اطاعت کی جائے۔ آپ نے انفرادی لیڈری کو متفرق قبائلی جتھا بندی سے تعبیر کیا۔ آپؐ نے وراثتاً ایک دوسرے کی جگہ پر متعین ہونے کے اصول کو رد کر دیا۔ اور اس کے بجائے انتخاب کو ضروری ٹھہرایا۔ آپ نے بتایا کہ نہ صرف مرد بلکہ تمام عورتیں بھی ایسی لیڈری کا ادعا کر سکتی ہیں جو کسی مجلس النساء، کسی ملت، یا لوگوں کی اسمبلی نے یا بہ الفاظ دیگران افراد نے جو ایک سوسائٹی یا اسمبلی کی شکل میں مجتمع ہوں تجویز کی ہو۔ اس طریق سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحرائے عرب کے ریتلے میدانوں میں حقیقی جمہوریت کا بیج بو یا۔ یہ آپؐ ہی تھے نہ کہ روسو جس نے آزادی، مساوات اور اخوت کی انجیل دنیا کو پڑھائی۔ آپ نے بت پرست عربوں کو ہر قسم کے عیوب سے پاک کر دیا۔ ایک انسانی برادری، ایک سوسائٹی اور ایک سلطنت کا خیال ان کے سینوں میں پیدا کر دیا۔

ان کے دماغوں کو آزاد کر دیا کہ عرب کے ملک کو تمام برائیوں سے پاک صاف کر دیں۔ آپؐ نے متفرق قبائل کو ایک شاندار وحدت و اتحاد کی سلک میں منسلک کر دیا اور قبائلی حکومت کو ایک جمہوریت کی شکل دیدی۔ (مسلم ریویو یکم جون ۱۹۳۶ء)

میرا ایمان

(۱)

(مادام خالدہ بوچانن ہملٹن پریذیڈنٹ مسلم سوسائٹی آف گریٹ بریٹن)

یہ مضمون اس سلسلہ مضامین کی ایک قسط ہے جو "ووکنگ ریویو" میں "میرا ایمان" کے عنوان سے شائع ہوا ہے (ایڈیٹر)

میں سمجھتی ہوں کہ زندگی کا اعلیٰ ترین تخیل وہ ہے جس کے رو سے ہم اپنے آپ کو ایک کامل ہستی کے ایجنٹ سمجھتے ہیں جو ہمیں ہدایت دیتی اور ہماری قسمت پر اختیار رکھتی ہے۔ یہ خیال کرنا بے وقوفی ہے کہ ہم نسل انسانی کی قسمت تجویز کر سکتے اور اس پر اپنا اقتدار رکھتے ہیں۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ ہم میں سے بڑے سے بڑا انسان بھی خود اپنے میلانات پر بھی اقتدار نہیں رکھتا۔ اور اتنا بھی ہم نہیں جانتے کہ کب ہم نے زندگی شروع کی اور کس طرح ہم اس کو اختتام پر پہنچائینگے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا احساس اپنے دلوں میں پیدا کرنے کے بجائے ہم محض اپنے ان طبعی میلانات پر چھوڑ دیئے جاتے جو بہم و تخیل کی طاقتوں کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ تو متمدن ہستیاں ہونے کی وجہ سے ہم انفرادی اور اجتماعی رنگ میں اپنی تکمیل کی کوشش میں آج سے مدتوں پہلے مٹ چکے ہوتے۔

جہانتک اس خدا کی خاصیت اور صفات کا تعلق ہے جس سے ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی ہدایت کے لئے روحانی طور پر التجا کرنی چاہیئے۔ اس بارہ میں آراء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ میں ذاتی طور پر یہ خیال کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ کی شخصیت اور اس کی ذات سب پر محیط ہونی چاہیئے۔ جو کسی اختلاف اور غیر مرکزیت کو قبول نہیں کرتی۔ اس ملک کے لوگ اسلام کی مختلف باتوں پر بہت کچھ لے دے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ اس توحید الٰہی کے معنوں کو سمجھنے کی شاذونادر ہی تکلیف گوارا کرتے ہیں جس کے لئے یہ مذہب قایم ہوا ہے۔

یہ مستحسن امر ہوگا کہ اس حقیقت کی شناخت کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔ کہ مذہب اسلام نے اس بارہ میں جس خیال کا اظہار کیا ہے اس کو خلط ملط کرنے کی تمام کوششیں لازماً نسل انسانی کی اجتماعی روحانی زندگی کو درہم برہم کرنے کا موجب ہوں گی۔

اب اگر قوت ارادی اپنے سرچشمہ کے لحاظ سے قطعی طور پر ایک ہے۔ اور ایسے کامل ذرائع اور اسباب کی وہ مالک ہے جو تمام مکان و زمان پر پورے طور پر احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ تو یہ خیال بھی پوری معقولیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ نسل انسانی کی ہدایت کے لئے جو طریق اختیار کیا جائے وہ سب کے لئے اور تمام دنیا بھر میں ایک ہی ہونا چاہئے۔ اگر نسل انسانی کی اخلاقی اور روحانی ہدایت کسی قوم میں ایک وقت خدا تعالےٰ کے کسی اوتار کے ذریعہ سے عمل میں آئی تو دوسری قوام میں دیگر زمانوں میں ایسی ہی ہدایت ہونی چاہیے۔ لیکن اگر کسی ایک قوم کو ایک زمانہ میں کسی نبی کے ذریعہ سے ہدایت نصیب ہوئی تو دوسری تمام اقوام میں دیگر زمانوں میں بھی وہی ذریعہ ہدایت ہونا چاہیئے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو دیگر تمام وجوہات سے بڑھ کر میری تبدیلی مذہب اور مسیحیت کو چھوڑ کر اسلام میں آنے کا موجب ہوئی۔ کیونکہ اگر میں اوتار کے نظریہ پر ایمان لے آؤں جو مسیحیت نے پیش کیا ہے (حالانکہ دیگر امور میں وہ ایک اعلےٰ درجہ کا مذہب ہے) تو میں اپنے آپ کو اخلاقاً ان تمام اوتاروں کے ماننے پر مجبور پاتی ہوں جن کو مختلف مشرک اور کافر اقوام نے پیش کیا ہے قرآن کریم کا یہ بیان میرے روحانی قلب کے لئے بہت بڑی تسکین کا موجب ہوا ہے کہ خدا تعالےٰ کا نسل انسانی پر اپنے ارادہ اور مرضی کے اظہار کا طریق جو نسل انسانی کو معلوم ہے اور جو اسرائیلی انبیاؑ کی بے شمار اور پے درپے نسلوں میں دیکھا گیا ایک ہی ہے۔ اور کہ اوتاروں کے آنے کا طریق صرف بت پرستوں کی ایجاد ہے جس کی کوئی بنیاد فی الحقیقت نہیں۔ قرآن کریم نے صفائی کے ساتھ اس بات کو بیان کیا ہے کہ تمام مذہبی ہیرو جن کی عبادات انہیں اوتار الٰہی سمجھ کر کی جاتی ہیں محض انسانی ہستیاں تھیں جن پر روح القدس اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام لاتا تھا۔ اور ان کے مرنے کے بعد انہیں الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔

نبوت کے متعلق اسلام کا تخیل

میں خوب سمجھتی ہوں کہ نسل انسانی کی روحانی نجات کے معاملہ میں نبوت کو موثر سمجھتے ہیں ایک عیسائی کو کیا مشکل درپیش ہے۔ کیونکہ نبوت کے متعلق اس کا تخیل ان کہانیوں کا اثر ہے جو عہد نامہ قدیم میں انبیا ئے سلف (علیہم السلام) سے منسوب ہیں۔ اگر انبیاء وہی تھے۔ جو ان کہانیوں میں ہمیں ماننے کے لئے کہا گیا ہے تو صرف یہی فی الحقیقت ممکن ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ہمیں نجات کے دروازہ کی طرف لے جائیں ہلاکت اور جہنم کی راہ ہمیں دکھائیں گے۔ سوائے اس کے کہ ہماری نجات کے لئے کوئی اور زیادہ موثر ذریعہ اختیار کیا جائے۔

نبوت کا اسلامی تخیل جو میری رائے میں اس کا اصلی تخیل ہے اور عبرانی روایات میں بھی یہی تخیل پایا جاتا ہے۔ بالکل مختلف ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی صفات کاملہ سے براہ راست تعلق حاصل کیا۔

اور آپؐ اسلام کے رو سے تمام مثبت نیکیوں کے متحرک مجسمہ تھے۔ جن کی معیت ہی پرلے درجہ کے گنہگار انسان کو نیک اور ولی اللہ بنا دیتی تھی۔ فی الحقیقت یہ خیال کرنا بے وقوفی ہے کہ تمام نیکیوں اور پاکیزگیوں کا سرچشمہ اس شخص سے ہمکلام ہوتا ہے جو دنیا کے عام انسانوں سے بڑھ کر ناپاک ہو جیسا کہ ہمارے عہدنامۂ قدیم میں انبیا کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ یا یہ کہ اسے ایک پوری کی پوری قوم کو اخلاقی نیک چلنی اور روحانی ترقیات کی منازل پر پہنچانا چاہیئے۔ اس لئے قرآن کریم میرے لئے بہت بڑے یقین و ایمان کا موجب ہوتا ہے جب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ عہدنامہ قدیم کی تمام وہ کہانیاں جن میں انبیائے کرام کی تصویر بہت بُرے رنگ میں کھینچی گئی ہے لغو اور باطل محض ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کے اسلامی معیار کو ملحوظ رکھتے ہوئے نسل انسانی کو نجات کیلئے صرف انبیاءؑ ہی کی ضرورت ہے اور انبیاءؑ سے کم یا زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اوتاروں کے آنے کا نظریہ نہ صرف غیر ضروری معلوم ہوتا ہے بلکہ خلاف حق اور غیر واضح بھی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری نجات کے لئے مادی شکل اختیار کرتا ہے تو ان ذمہ داریوں کا کیا بنتا ہے جو تمام کائنات اور اس کی قسمتوں کا محافظ ہونے کی حیثیت سے اس پر عائد ہیں مسیحیت نے الوہیت میں ایک اور اقنوم کو باپ کے نام سے شامل کر کے اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس سے تسلط و اختیار کا سوال ہی پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ صرف اصل سرچشمہ کی طاقت ہی کو خدا کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ نہ کہ ان ذرائع و وسائط کو جو اس کے تابع ہیں لیکن اگر ہم الوہیت کو ان دیکھی روحانی طاقت سے جو مخلوق کا اصل سرچشمہ ہے اور مزعومہ اوتاروں سے جنہیں لوگ اپنے اندر زندہ پاتے ہیں ہر دو سے منسوب کریں تو ہم کائنات میں دوعملی پیدا کریں گے جو اس کے پرامن اور ترقی پذیر انتظام کے مطابق نہیں۔ مزید براں اوتار ہونے کے لحاظ سے خدا ایک بےکس ہستی بن جاتا ہے۔ بحالیکہ اپنی غیبوبت کی حالت میں وہ اس کا بہترین انتظام کر سکتا ہے۔ مجھے یہ خدا کے اوتار ہونے کا تخیل ایک قوم کی روحانی بے مائیگی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ جو اسے روحانی چیزوں کو روحانی طور پر سمجھنے سے روکتا ہے ؎

شیریں نصائح

(۱) وہ جو نہ اپنے لئے کام کرتا ہے اور نہ دوسروں کے لئے وہ نعمائے آلہیہ سے محروم ہو جاتا ہے (۲) اللہ تعالےٰ کے محبوب وہ ہیں جو حلال طیب روزی کماتے ہیں (۳) اللہ تعالےٰ اس پر مہربان ہوتا ہے جو محبت سے روزی کماتا ہے اور بھیک نہیں مانگتا۔ (۴) مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پیشتر اس کی مزدوری ادا کر دو ؎ (ماخوذ از احادیث نبوی)

پریگ (زیکوسلوواقیا) کے مسلمان

(بیرن عمر رالف ایرنفلز آف آسٹریا کے قلم سے)

دو مختلف قسموں کے یورپین مسلمان امتیاز کے قابل ہیں :-

(۱) یورپ کے جنوب مشرقی حصص مثلاً البانیا، یگوسلاویا، رومانیا، بلغاریا، اور یونان کے مسلمان جو پہلے ترکی حکومت کے ماتحت تھے۔ آجکل کی ترکی جمہوریت کے لوگ اس گروہ میں یقیناً شامل ہیں۔ جنوب مشرقی یورپ کے مسلمان باشندوں میں ابھی تک ترکوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اور اکثریت ان دیسی یورپین لوگوں پر مشتمل ہے۔ جن کے آبا و اجداد نے اس وقت اسلام قبول کیا جب ان کا وطن ترکی حکومت کے ماتحت آیا۔ روس کے یورپین حصوں کے رہنے والے تاتاری مسلمان اور جارجیا، آذربائیجان، ٹرانس، کاکیشیا کی سوویٹ جمہوریتوں کے اکثر مسلمان قبائل اور مسلمانان پولینڈ بھی اسی گروہ میں شامل کرنے چاہئیں۔

(۲) وہ دیسی یورپین لوگ جنھوں نے اسلام کو اس وقت قبول کیا۔ جب ترکوں نے ان کا وطن چھوڑ دیا۔ یا ان یورپین حصص سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو کبھی ترکی حکومت کے ماتحت نہیں آئے۔ مثلاً انگلستان، بلجیم، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، اور جرمنی کے مغربی اور مشرقی حصص وغیرہ وغیرہ۔

زیکوسلوواقیا کی جمہوریت اور اس کا دارالخلافہ پریگ جو اپنی اس یونیورسٹی کی وجہ سے مشہور ہے جو جرمنی کی پہلی یونیورسٹی ہے۔ انہی موخر الذکر ممالک میں سے ہے۔ زیکوسلوواقیا جس میں آسٹریا ہنگری کی سابق مملکت کے شمالی حصص شامل ہیں کبھی ترکی حکومت کے ماتحت نہیں آیا۔ اس لئے اس علاقہ کے مسلمان یا تو قریب کے زمانہ میں اسلام کے اندر آئے ہیں یا وہ تارکان وطن ہیں۔ جو بیرونی ممالک سے آکر آباد ہوئے۔ اس کے برخلاف یگوسلاویہ کے رہنے والے سولہ لاکھ مسلمان بہت تھوڑا عرصہ پہلے ترکی حکومت کے ماتحت تھے اور یگوسلاویہ کے کچھ حصص کو وہاں کے باشندوں نے ۱۹۱۳ء کے قریبی زمانہ میں ترکوں سے فتح کر کے لیا۔ اگرچہ مرکزی یورپین ممالک زیکوسلوواقیا اور یگوسلاویہ اس طرح ایک دوسرے سے بہت اختلاف رکھتے ہیں۔ تو بھی اُن میں یہ باتیں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں کہ ان کی آبادی کا کثیر حصہ سلاویک قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ سلاویک اشتقاق سے تعلق رکھنے والی مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ مثلاً سروی زبان، کروائٹ سلاوونی، سلوواکی اور زیک زبانیں بولتے ہیں جو سب ایک ہی سلاویک اشتقاق سے متعلق ہیں۔ لیکن اس سے بڑھ کر

اہم چیزان کی وہ آزادہ روی اور سچا جمہوری طریق ہے جو مذہب ، خیالات کی آزادی اور تمام شہریوں کے مساوی حقوق کے متعلق انہوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ یگوسلاویہ کی مسلمان آبادی کی واجب نمائندگی بیوگریڈ کی یگوسلاوی پارلیمنٹ میں ہوتی ہے۔ زیکوسلاواکیا میں جو لوگ نئے مسلمان ہوتے ہیں ان پر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی اور رکاوٹ نہیں۔ اور پرائیویٹ لوگوں کی طرف سے غیر سرکاری طور پر نسبتاً بہت کم اذیت انہیں پہنچتی ہے۔ ان کے لیڈر اور منتظم حاجی محمد عبداللہ بریک سیس کا بیان ہے کہ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے اپنے خاندان میں اور بعض رجعت پسند اخبارات کی طرف سے بہت خفیف مخالفت ہوئی۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ جب وہ مسلمان ہو گئے تو ان کی بیوی کے بااثر خاندان نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ انہیں چھوڑ دے اور طلاق حاصل کر لے۔ ان کے قبول اسلام کی تاریخ بہت سبق آموز ہے اور اس لئے مختصراً اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ مسٹر بریک سیس زیک کے ایک بہت بڑے خاندان میں سے ہیں جس کو "سووبوڈنی" یا "بیرن" کا خطاب حاصل ہے۔ لیکن جب پندرھویں اور سولھویں صدی میں شاہی حکومت نے زیک کی مذہبی اصلاحی تحریک "ہوزی ٹزم" کو سختی سے اذیت پہنچائی تو انہوں نے اس خطاب کو ترک کر دیا۔ اس پراٹسٹنٹ اصلاحی حکومت نے رومن کیتھولک کلیسا کی جو زیک لیڈر جین ہوس کی قیادت میں تھا۔ اسی طرح مخالفت کی جیسے اس کے تھوڑی دیر بعد جرمنی میں مارٹن لوتھر نے کی تھی۔ لیکن زیک مذہبی تحریک کچل دی گئی۔ اور زیک ممالک کے بہت سے اعلیٰ خاندانوں کو نہایت ظلم وستم کے ساتھ تباہ وبرباد کر دیا گیا جو باقی رہ گئے اگرچہ ان کی تعداد نسبتاً کم تھی تاہم انہوں نے اپنے خطابات چھوڑ دیئے۔ انہی میں سے بریک سیس کا خاندان بھی ہے۔ یہ اذیت جرمن بولنے والے سرکاری افسروں نے شروع کی اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مملکت آسٹریا ہنگری کے جرمن بولنے والے شہریوں اور زیک قوم کے لوگوں کے مابین تنافر و تحاسد یہانتک بڑھ گیا کہ آخر کار آسٹریا ہنگری کی مملکت تباہ ہو گئی اور اس کی جگہ زیکوسلوواکیا کی قومی جمہوریت قایم ہو گئی۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ زیکوسلوواکی نوجوانوں کی جنگ کے بعد کی نسل نے اپنا تعلق مرکزی یورپ کے جرمن بولنے والے ممالک سے نہیں رکھا۔ بلکہ فرانس چلے گئے۔ جنکے ذریعہ سے انہیں نئی آزادی حاصل ہوئی تھی ایسا ہی بریک سیس بھی جب وہ طالب علم تھا پیرس یونیورسٹی میں ہی گیا۔ اور اس کے بعد وہاں سے سپین چلا گیا۔ جہاں پرانی عربی تہذیب اس کی دلچسپی اور کشش کا موجب ہوئی۔ عربی عمارات کی عظمت وشان نے اسے یہاں تک متاثر کیا کہ اس نے کسی ایسے ملک کو دیکھنے کا ارادہ کیا جہاں اسلام ابھی تک ایک زندہ طاقت ہے۔ اور ترکی میں آیا۔ وہ کردستان کے رستہ سے استنبول ہوتا ہوا عربی ممالک اور مشرقی افریقہ میں گیا۔ مسٹر بریک سیس نے زنجبار میں اسلام قبول کر لیا اور پھر ابی سینیا میں چلا گیا۔ اس کا تجربہ یہ ہے کہ مسیحی حکام اپنی مسلمان رعایا پر مہربان نہیں ہیں اور نہ ہی مسلمان

تا ںکان وطن پر کوئی نظر عنایت رکھتے ہیں۔ بلکہ مسیحی یورپینوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بے انصافی جو ابی سینیا کے رہنے والے مسیحیوں نے مسلمانوں پر روا رکھی اس ظلم عظیم اور سخت ترین بے انصافی کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں جو نام نہاد مسیحی "فیسی اسٹ اطالوی آج کل" ایگوازمو" کی تعلیم اور "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے فیسی اسٹ نظریہ کے مطابق ابی سنیبا والوں پر کر رہے ہیں۔ اور اس عامہ ہلاکت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں جو ان بزدلوں کے ذریعہ سے عمل میں آ رہی ہے جو بم پھینکنے والی جگہوں میں آرام و اطمینان سے بیٹھے ہوئے ایک پرامن اور ترقی کرنیوالی قوم پر ہزارہا اور کروڑہا ڈائنا میٹ بم پھینکتے چلے جا رہے ہیں۔

محمد عبداللہ بریک سمیس نے ابی سینیا سے روانہ ہو کر فریضہ حج ادا کیا اور پھر پریگ میں اپنے گھر واپس آیا۔ جہاں اس نے زیکوسلو واقی مسلم سوسائٹی الاتحاد الاسلامیہ کے نام سے بنائی۔ یہ سوسائٹی انہی لائنوں پر بنائی گئی جن لائنوں پر "وائنا کی" "اورینٹ بند" (Orient Bund) ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں صرف مسلمانوں کو ممبر بنایا جاتا ہے۔ ان دونوں سوسائٹیوں میں ان مشرقی طلباء کے ساتھ جو عارضی طور پر یورپ میں آئے ہوئے ہیں اشتراک عمل کیا جاتا ہے۔ یگوسلاوی اور زیکوسلو واقی اقوام کے ان مندرجۂ بالا تعلقات کی وجہ سے جو زبان، قومیت، اور سیاست کے رنگ میں پائے جاتے ہیں پریگ میں یگوسلاو یک عنصر بہت زیادہ ہے۔ جس طرح وائنا کی" اورینٹ بند" کی سکرٹری کی جگہ کچھ عرصہ تک ایک ترکی خاتون کے چارج میں رہی ہے اسی طرح الاتحاد الاسلامیہ پریگ کی سکرٹری کی جگہ پر بھی ایک خاتون تعینات ہیں جنھوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے۔ مس عزیزہ ایلنگر ایک پیدائشی زیکوسلو واقی خاتون ہیں جو حاجی محمد عبداللہ بریک سمیس اور زیکوسلو واقی مسلمانوں کے جن میں سے بعض عرصہ سے مسلمان ہیں نہایت کامیابی کے ساتھ اشتراک عمل کا برتاؤ کرتی ہیں۔ مسٹر توفیقی کلنکر اور احمد و انڈرچ سب سے بڑے اور غالباً سب سے پہلے زیکوسلو واقی ہیں جنھوں نے مذہب اسلام کو قبول کیا ہے۔ مس عزیزہ ایلنگر کی سرگرمیاں اور پرجوش عملی کام اس حقیقت کو کامیابی کے ساتھ ثابت کر رہا ہے اور ان کی زیکوسلو واقی بہنوں پر یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یورپین عورتوں کی جدت پسندی کو اسلام کے عملی کلچرل کام سے ہر طرح متحد کیا جا سکتا ہے۔

الاتحاد الاسلامیہ کا استقبالی کمرہ قدیم عربی طرز پر سجایا گیا ہے جو موجودہ یورپین فن عمارت کے تازہ ترین مذاق کے عین مطابق ہے۔ تمام غیر مفید چھوٹی چھوٹی آرائشوں سے جو وکٹورین طرز کی خصوصیات میں سے ہیں پرہیز کیا جاتا ہے۔ اور غیر صحت بخش یورپین کرسیاں اور اونچی میزیں ان دونوں قسم کی آرائشوں میں استعمال نہیں کی جاتیں۔ نہ تو قدیم عربی طرز میں اور نہ ہی موجودہ یورپین طرز آرائش میں ان چیزوں سے جسم انسانی غیر تندرست، مصنوعی اور سخت رویہ اختیار کرتا ہے۔

جو قدیم زمانہ کے وکٹورین یورپ کی خصوصیت ہے - ترکی قالین اور استقبالی کمروں میں نیچے بیٹھنے کے دیوان اسلام کے روایتی طرز آرائش اور موجودہ زمانہ کے امریکن کوچوں دونوں سے مشابہ ہیں - اور اس طرح دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت اسلامی طرزیں ہی ہیں جو موجودہ یورپین شکلوں میں دوبارہ پیدا ہوئی ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم طرز کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ ایک نئی شکل میں ظاہر کیا گیا - جو موجودہ اصطلاحی چیزوں سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے - مرکزی یورپ کے صحیح طور پر ترقی کرنے والے حصص فرنیچر، فن تعمیر، طرز زندگی، فنون اور نئے اصول زندگی بنانے میں اس طرز کی پیروی کرتے ہیں -

اس دلچسپ ماحول میں ہم نے حاجی محمد عبداللہ بریکسیس سے مختلف مسائل ارتقا پر جو آج کل دنیائے اسلام میں زیر نظر ہیں بحث کی - ہمیں یہ دیکھ کر دلی مسرت حاصل ہوئی کہ اسلام کی تعمیری طاقت نے ہم دونوں کو جو دراصل دو مختلف اقوام سے جو ایک دوسری کی مخالف ہیں بھائی بھائی بنا دیا - بلکہ اسلام نے جو بین الاقوامی اتحاد اور امن اور کامل اطاعت آلٰہی کا مذہب ہے - وہ مذہب جس نے اکثر حالات میں کورانہ اور وحشیانہ قومی اور نسلی تنافر کو دور کر دیا ہم دو دوستوں کو اس سے بھی بڑھ کر مختلف اقوام اور مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے دو حقیقی بھائی بنا دیا - اسلام کا اصول اتحاد یعنی وہ عالمگیر برادرانہ محبت اور باہمی اشتراک عمل کے رشتہ میں باندھ دینے والی طاقت، وہ سب سے پہلا اور سب سے مقدم بین الاقوامی خیال نسل انسانی کو ان بد ترین خرابیوں سے نجات دینے والا ہے جو تنافر، وحشیانہ طاقت اور ظلم و ستم سے تعلق رکھتی ہیں - بشرطیکہ وہ لوگ جو نسلوں، قوموں اور مذاہب کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے، جو حد سے بڑھی ہوئی قومی خودستائی سے کام لیتے ہیں - اسلام کے صحیح مفہوم اور اس مذہب امن کی تعلیمات کو دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں -

پراگ جو زیکو سلوواکیا کا دارالخلافہ ہے وسطی یورپ میں اس وقت سے ایک علمی مرکز بن گیا ہے جب سے موجودہ جرمنی میں نازی پالیسی نے بڑے بڑے جرمن لوگوں کے بہت بڑے حصہ کو مستاصل کر دیا ہے - ان بدقسمت پناہ گزینوں کو جن کا اکثر حالات میں سوائے اس کے کوئی گناہ نہیں کہ ان کی کوئی دادیاں یہودی تھیں یا یہ کہ وہ "پیسی فزم" یا بین الاقوامی ہمدرد انسانیت سوسائٹیوں کے دوست سمجھے جاتے تھے اپنی مادر وطن سے نکل کر کوئی دوسری کاروباری جگہ تلاش کرنی پڑی یہ کوئی آسان کام نہیں - کیونکہ فلسطین میں ترک وطن بہت محدود ہے - اور دوسرے ممالک میں بیکاری کی زیادتی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ نئے آنے والے روشن خیال لوگوں کے لئے کام کی کوئی گنجائش نہیں - سات سو یونیورسٹی پروفیسروں کو جرمنی سے نکلنا پڑا - جن میں سے اب تک ۲۶۳ کو نئی جگہیں مل گئی ہیں - اور ان میں بھی ۷۱ کو غیر یورپین ممالک میں جانا پڑا - ہم ان پناہ گزینوں کی قابلیت اور قوت عمل کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے - جن کے علمی مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نازیوں کے

اوسط درجہ علمی لوگوں کے رشک کو بڑھا دیا ہے۔ موجودہ زمانہ کا اسلامی کلچر کا علاقہ بھی موجودہ حالت سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ بہت سے پناہ گزین نہایت قابل معلم اور طبیب ہو سکتے اور بڑے بڑے کاموں کی تنظیم بہترین طریق پر کر سکتے تھے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو نازیوں سے پہلے زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی علمی اور اصطلاحی تعلیمات سے بہرہ ور ہیں اور اس کے ساتھ ہی اپنے مشرقی آبا و اجداد کی روحانیت بھی ان میں موجود ہے۔ ان نئے آنے والے پناہ گزینوں نے اپنے نئے وطن کے لوگوں سے جو اشتراک عمل کیا ہے اس کے نیک اثرات پریگ میں نظر آ رہے ہیں۔

ایک جرمنی سے آئے ہوئے پناہ گزین جنھوں نے حال ہی میں اپنے نئے وطن میں ایک بڑا تعمیری کام کیا ہے Ministerialrat Dr. Leo Kestenberg ہیں انہوں نے نازیوں کی حکومت سے پہلے جرمنی کے سرکاری سکولوں میں گانے کی تعلیم کو رواج دیا تھا۔ اور اب پریگ میں گانے کی تعلیم کے لئے ایک بین الاقوامی مجلس قایم کی ہے۔ اور زیکوسلوواقیا کے بانی اور سابق پریزیڈنٹ (T. G. Masaryk) کی تائید و حمایت انہیں حاصل ہے۔

اس مجلس کے بڑے بڑے مقاصد حسب ذیل ہیں:-

(۱) عام گانے کی تعلیم سرکاری مدارس کے استادوں کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورت دی جاتی ہے۔ یہ گانے کی تعلیم سکول ماسٹروں کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ ان تمام مختلف قومی طرز کے گیتوں کی خصوصیات کو سمجھ کر ان کی قدر و قیمت کو پہچان سکیں جو ہر یورپین اور مشرقی ملک میں بہت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

(۲) انسانی روح میں نرمی مزاج، خوبصورتی سے محبت اور زیادہ شائستہ احساس جو گلے کا نتیجہ ہوتا ہے، ان متعلمین میں پیدا کرنا جو جلدی ہی معلم بننے والے ہیں۔ اپنے قومی فن اور قومی کیرکٹر کی محبت ان بین الاقوامی خاصیتوں کے صحیح اندازہ سے نہایت مفید طور پر پیدا ہوتی ہے جو تمام صحیح فنون میں پائی جاتی ہیں۔ وہ بنیادی اصولوں کا یہ مجموعہ اسلام کی اس بین الاقوامی اخوت کے صحیح تصور کا موید ہے جو پہلے ہی اختلافات کو تسلیم کرنے کے باوجود قومی طور پر منظم واقع ہوا ہے۔ لیکن وہ اختلافات کبھی تنافر یا ایک قوم کی دوسری پر فضیلت یا مخالفت کا موجب نہیں ہوتے۔

(۳) گانے کی تعلیم کے متعلق بین الاقوامی مجلس کو یہ توقع ہے کہ مشرق و مغرب میں گانے کے رجحانات، طریقوں اور نظریوں کا اس مجلس کے ذریعہ زیادہ وسیع پیمانہ پر تبادلہ ہوگا۔ اور وہ ایک دوسرے کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکیں گے یورپ کے ادبی گانے میں اس زمانہ میں خاصی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے مجلس کے لائحہ عمل میں یہ بات شامل ہے کہ یورپین اور مشرق کے قومی گیت مثلاً عربی، ہندوستانی (جن میں ہندو اور مسلمان گانے دونوں

شامل ہیں)، ایرانی، ترکی، چینی، انڈونیشیائی گیتوں کے تحقیقاتی کام کو ایک دوسرے کے نزدیک لایا جائے بہت سے یورپین ممالک کے نمائندے جن میں ریاستہائے بلقان بھی ہیں، اس مجلس میں شامل ہیں۔ ہم امید کرتے بلکہ توقع رکھتے ہیں کہ ایشیائی اور عربی ممالک بھی جلد آ شامل ہونگے۔

وہ عظیم الشان کامیابی جو رودائی شنکر کے شاندار گانوں اور ناچوں نے تمام دنیا میں حاصل کی ہے۔ اور ہندوستانی کلچر کے عظیم الشان اصولوں کی جو عزت اور محبت اس طرح ہزارہا یورپینوں اور امریکنوں کے دلوں میں پیدا ہوگئی ہے۔ وہ اس مجلس کے کام کی صحیح طور پر حوصلہ افزائی کرنے کا موجب ہے۔ دنیائے اسلام کا کلچرل حصہ جو اپنے شاندار مقاصد از سر نو زندہ کر رہا ہے۔ اور مشرق و مغرب میں ایک زندہ پل اور سنہری کڑی بنتا جا رہا ہے۔ وہ اس عظیم الشان موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو تعلیم موسیقی کی بین الاقوامی مجلس نے پیدا کیا ہے اور خیالات اور طریقوں کے مزید کلچرل تبادلہ کے لیئے اس قسم کے اصول اختیار کرتے ہوئے ایک عظیم الشان تعمیری کام کا موجب ہوگا۔
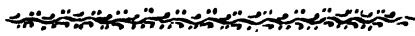
یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ووکنگ مسلم مشن مغرب میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے اس کا مسلک دانشمندانہ رہا ہے قریباً پچیس سال سے اس ادارہ نے اسلام کی حمایت کی ہے اور اس کے خلاف مسیحی تعصبات کا ہمیشہ ازالہ کیا ہے ایسے قوی دلائل پیش کئے ہیں جن سے اسلام کی عالمگیریت کی آئینہ داری ہوتی ہے۔ اس کی کامیابی جس کو قابل یادگار تصور کرنا چاہیئے محض بدیں وجہ ہے کہ اس کا شعار غیر فرقی رہا ہے۔

مسلک کے علاوہ ووکنگ مسلم مشن کی کارگزاری نہایت باسلیقہ اور موثر ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے اس کی مطبوعات، پمفلٹ اور رسائل قریب قریب ناگزیر ہیں۔ اگر ہمارے مذہب کی مغرب میں قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ تو اس کی خاص الخاص وجہ یہی ہے کہ مشن ووکنگ کثرت سے اسلامی ادب شائع کرتا ہے اور غیر مسلم بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ لہذا ووکنگ مسلم مشن کی امداد اخلاقی اور مادی حیثیت سے ذی خیال مسلمانان عالم پر واجب ہے۔ بایں وجہ ہم آپ سے اس کار خیر میں استمداد کرتے ہیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

(سکرٹری مسلم مشن ووکنگ)

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۳۶ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۵-۱۱-۳۶	۱۳۵۹	جناب خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
۶-۱۱-۳۶	۱۳۶۵	〃 کرم الٰہی صاحب قریشی 〃	۰	۰	۵
〃	۱۳۶۶	〃 چودھری برکت علی صاحب 〃	۰	۰	۵
۹-۱۱-۳۶	۱۳۶۹	〃 کے۔ایچ منیار صاحب 〃	۰	۰	۲
۹-۱۱-۳۶	۱۳۷۰	〃 اے سعید خان صاحب 〃	۰	۰	۵
۱۰-۱۱-۳۶	۱۳۸۶	〃 ہزہائینس عمر توسن پاشا		۱۵	۱۳۱
۱۲-۱۱-۳۶	۱۳۸۸	〃 عبدالکریم صاحب جنید 〃	۰	۰	۱۰
〃	۱۳۸۹	〃 محمد بوسعید صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	۱۳۹۰	〃 مولوی محمد اظہر الحق صاحب	۰	۰	۴
〃	۱۳۹۱	〃 علی احمد خانصاحب	۰	۰	۱
۱۳-۱۱-۳۶	۱۳۹۹	〃 سید ولایت حسین صاحب لال میاں 〃	۰	۴	۸
〃	۱۴۰۰	〃 محمد نورالدین صاحب 〃	۰	۰	۱
۱۸-۱۱-۳۶	۱۴۵۱	〃 آئی۔ایم۔جعفری 〃	۰	۰	۱۰
۲۰-۱۱-۳۶	۱۴۷۳	〃 خانبہادر ڈاکٹر ولی احمد صاحب 〃	۰	۰	۲۰
۲۱-۱۱-۳۶	۱۴۷۵	〃 داؤد ماریکار اسکوائر 〃	۰	۱۰	۷
۲۳-۱۱-۳۶	۱۴۸۶	〃 محمد حمید اللہ صاحب 〃	۰	۰	۱۰
۲۴-۱۱-۳۶	۱۴۹۵	〃 نور حسین صاحب 〃	۰	۲	۷
۲۸-۱۱-۳۶	۱۵۲۵	〃 محمد خلیل صاحب 〃	۰	۰	۱۰۰
۳۰-۱۱-۳۶	۱۵۳۲	〃 سیٹھ جمال محمد صاحب 〃	۰	۰	۱۵۰

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۳۰-۱۱-۳۶	۱۵۳۳	جناب اے۔کے۔ایم۔خان بہادر عبدالحق صاحب مشن	۰	۰	۲۵
〃	۱۵۴۴	ڈاکٹر راجہ خانصاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	۱۵۴۱	منافع سرمایہ محفوظ 〃	۰	۰	۴۰۰
〃	۱۵۴۴	محمد امام الدین صاحب 〃	۰	۰	۵
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو		۷	۵۲۶
		〃 〃 اشاعت اسلام		۹	۳۰
		〃 ووکنگ گزٹ		۴	۶۹
		〃 کتب		۸	۲۲۴
		قرضہ از سرمایہ محفوظ		۸	۷۶۲
		میزان ۲۵۹۱-۳-			

تفصیل آمد برائے مفت تقسیم اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۹-۱۱-۳۶	۱۳۷۶	جناب خان بہادر ڈاکٹر ایم ایچ خان		۸	۲
۱۳-۱۱-۳۶	۱۳۹۹	Mrs & Mr Ernest William Wilkins Australia		۱۴	۷۲
۳۰-۱۱-۳۶	۱۵۴۴	محمد امام الدین صاحب		۰	۵
		میزان ۸۰-۶-۰			

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۶ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳-۱۱-۳۶	۹۳	تنخواہ عملہ بابت ماہ اگست ۱۹۳۶ء		۷	۷۰۷
	۹۴	〃 〃 ستمبر 〃		۷	۷۰۷
	۹۵	کرایہ دفتر بابت ماہ جون۔جولائی۔اگست ۳۶ء		۰	۹۰
	۹۶	پیشگی ارسال کردہ مسجد ووکنگ ۵۰ پونڈ		۱۴	۶۶۲
	۹۷	تنخواہ عملہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء		۷	۷۰۷

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	۹۸	واپسی امانت		۰	۵۰
		بل اخراجات دفتر بہ تفصیل ذیل			
		محصولڈاک از نمبر ۱۲۳۲ تا ۱۲۹۶ مرسلہ			
		خرید کتب برائے فروخت			
		ترجمہ برائے اشاعت اسلام			

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۳۶ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۳/۱۱/۳۶		کتابت و تصحیح بل ۸/-			
		کاربن ایک ڈبہ ۱۳/-			
		متفرق اخراجات			
		۲۹۷-۸-۶	۶	۸	۲۹۷
	۱۰۰	بل اخراجات بتفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک از نمبر ۹۹۷ تا ۱۰۷۵			
		کتابت اشاعت اسلام			
		۵ رم کرافٹ پیپر برائے ریپر			
		تالیف قلوب ۴/۹			
		سیاہی برائے دفتر ۱۰/-			
		ترجمہ اشاعت اسلام			
		ادائیگی بل بجلی			
		متفرق اخراجات			
			۳	۰	۲۹۹
۴/۱۱/۳۶	۱۰۱	طباعت رسالہ اسلامک ریویو از ماہ مارچ تا ماہ جولائی ۱۹۳۶ء	۰	۸	۷۶۲
	۱۰۲	مسرز معراج الدین جلد ساز - ادائیگی بل بابت جلد سازی اسلام ٹو ایسٹ اینڈ ویسٹ ۱۰۰۰ ریپر برائے اسلامک ریویو وغیرہ	۰	۸	۱۶۱

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۲۶/۱۱/۳۶	۱۰۳	میسرز نیو یونین پریس برائے طباعت صفحات چٹ اسلامک ریویو و طباعت متفرق اپیلیں وغیرہ			۹۸
	۱۰۴	علی الحساب امام صاحب مسجد ووکنگ بابت تنخواہ	۶	۹	۴۳۱
	۱۰۵	میسرز رین پریس طباعت ووکنگ گزٹ از نمبر ۱۲ تا نمبر ۱۸	۰	۰	۸۹
	۱۰۶	میسرز ملٹن پریس علی الحساب بابت طباعت [illegible]			۴۵
	۱۰۷	میسرز مسلم پرنٹنگ پریس بابت طباعت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۳۶ء		۱۰	۳۹
	۱۰۸	میسرز فوٹو آرٹ کمپنی بلاک برائے فوٹو رسالہ اسلامک ریویو		۲	۲۵
	۱۰۹	میسرز ملک پرنٹنگ پریس	۰	۰	۴۵
	۱۱۰	پروف ریڈنگ اسلامک ریویو و گزٹ ماہ ستمبر اکتوبر ۱۹۳۶ء		۸	۲۴
	۱۱۱	کتب خرید کردہ برائے فروخت	۳	۳	۳۱
	۱۱۲	پیشگی ارسال کردہ ووکنگ برائے اخراجات مشنری		۱۴	۶۷۲
		۵۵۳۷-۱۲-۶			

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
یکم دسمبر	۱۵۴۴	جناب فیض الحق صاحب زکوٰۃ			۱۰
"	"	جنابہ سیدہ خیر النساء صاحبہ "			۱۰
"	۱۵۴۳	جناب ہیبت ابا حمید علی صاحبان مشن			۷
۲ دسمبر	۱۵۵۲	" کے بی اصغر علی صاحب "			۲۵
"	۱۵۵۳	" محبوب عالم صاحب "	۰	۰	۸
۴ "	۱۵۶۲	" سریلے کے غزنوی اسکوائر "	۰	۰	۲۰
"	۱۵۶۳	" کے بی منہاج الدین صاحب "	۰	۰	۱۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ دسمبر	۱۵۷۱	ایک خیرخواہ مشن از لکھنؤ	۰	۰	۲۵
۷ "	۱۵۸۳	معزز نواب سردار محبوب علی خاں صاحب از دھارواڑ			۲۰۱
"	۱۵۸۵	جناب عادل میاں صاحب امداد مشن			۱۰
"	۱۵۸۶	عالیجناب نواب سر فضل اللہ خاں صاحب "			۱۰
"	۱۵۸۷	" شمس الحسن صاحب "			۱۰
"	۱۴۴۴	" اے سعید خاں صاحب "			۵
"	۱۶۰۵	" خانبہادر ایس ماریکار "			۵

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور - بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۹ دسمبر	۱۶۴۲	جناب سید عبد اللہ صاحب مشن	۰	۰	۱۰
"	۱۶۴۳	ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب "			۵
"	۱۶۴۴	Princess Hadeeja [illegible] ۱۰ پونڈ		۶	۱۳۱
۱۰		[illegible]			
"	۱۵۵۹	خانصاحب واحد مولا صاحب "	۰	۰	۳۰
"	۱۵۶۰	" رحمت اللہ صاحب "			۲۵
"	۱۵۶۱	" ڈاکٹر ظہور الدین صاحب رضوی			۱۰
"	۱۵۶۲	" سید خورشید علی صاحب کورہ کشمیر "			۵
"	۱۵۶۳	" فروخت کاغذ		۶	۱۹
"	۱۵۶۹	" یوسف حاجی احمد صاحب			۱۰
۱۲	۱۵۹۲	" مسٹر اے ایس سید سکوائر "			۱۵
"	۱۵۹۳	" مولوی اظہر الحق صاحب "	۰	۰	۳
"	۱۵۹۴	" سید محبوب حسن صاحب "		۴	۲
۱۴	۱۶۰۰	" احمد یوسف خانصاحب "			۲۵
"	۱۶۰۲	" ایچ ایس سہروردی سکوائر			۱۰
"	۱۶۰۳	جناب بہاء محمد یٰسین صاحب کل ۱۰ روپے وصول ہوئے ۵ روپے چندہ اسلامک ریویو و مشن		۸	۲
"	۱۶۰۴	ایم اے عزیز میرزا "	۰	۰	۵
"	۱۶۰۵	ایس بی زمان سکوائر "	۰	۰	۱۵
"	۱۶۰۶	ایس ایس احمد "			۵
"	۱۶۰۷	کرم الٰہی صاحب قریشی "			۵
"	۱۶۰۸	اے کے شیخ احمد "		۸	۱
"	۱۶۰۹	عظیم الدین خان صاحب "		۴	۱
۱۵ دسمبر	۱۶۱۹	جناب شیخ یعقوب وزیر صاحب "	۰	۰	۵۰
"	۱۶۲۰	" نواب الدین صاحب "	۰	۰	۱۲
"	۱۶۲۱	" خانبہادر ایم صمد صاحب "	۰	۰	۶
"	۱۶۳۲	" مفتی احمد میاں محمد میاں صاحبان زکوٰۃ			۲۲
"	۱۶۳۴	" جناب بو سلیمان صاحب مشن			۵
"	۱۶۳۵	" ڈاکٹر محمد اظہر نعمانی "			۵
۱۸	۱۶۴۰	" ایم ایف منشی اینڈ کو			۲۵
"	۱۶۴۱	" عبد الصمد خان صاحب			۱
"	۱۶۴۹	" محبوب خانصاحب			۶
۱۹	۱۶۵۰	" اسد النساء صاحبہ برائے مشن اور زکوٰۃ			۲۴
"	۱۶۵۲	" ایس ایم سمیع سکوائر امداد مشن			۲
"	۱۶۵۳	" شیخ سعدی صاحب "			۶
"	۱۶۵۴	" حافظ محمد سمیع الدین صاحب "			۵
"	۱۶۵۷	" نواب محمد حبیب علی خان صاحب "			۱
۲۱	۱۶۵۹	" اصغر علی خانصاحب "			۲۵
"	۱۶۶۳	" سید عبد الحلیم صاحب "			۲
۲۲	۱۶۷۰	" سید زین العابدین صاحب "			۶
۲۳	۱۶۷۳	" شیخ عبد الحمید صاحب "			۱۰
"	۱۶۷۵	" ایم کے خان سکوائر "		۲	۳
۲۴	۱۶۸۱	" عمر اسمٰعیل صاحب ۵ پونڈ "	۶	۱۴	۶۴
۲۴	۱۶۸۲	" عبد الحق صاحب مشن			۱۰
"	۱۶۸۳	چودھری فتح الدین صاحب "			۱۰
"	۱۶۸۶	" محمد امام الدین صاحب "			۱
"	"	" شیخ مسعود صاحب "			۱
۲۶	۱۶۹۲	" چودھری محمد نور الزمان صاحب "			۵
"	۱۶۹۳	" سید محمد حسین صاحب چشتی "			۵
۲۸	۱۶۹۹	" محمد محی الدین صاحب			۷
۳۰	۱۸۱۴	" ایس ایم اسحٰق صاحب			۵
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء		۰	۷۱۰
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام		۸	۱۵۲
		فروخت ووکنگ گزٹ		۴	۲۵
		فروخت کتب		۳	۱۸۷
		میزان	۶	۳	۲۱۰۸

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ دسمبر	۱۵۶۵	جناب حاجی فتح محمد صاحب ایک کاپی	۰	۰	۵
۵	۱۵۶۹	" چودھری محمد شفیع صاحب ۵ "		۰	۲۵
۷	۱۵۹۱	" سید محمد سعید الحق صاحب ۱ "			۵
۹	۱۶۵۳	" ایم اے عظیم سکوائر ۱ "			۵
۱۱	۱۶۶۵	" عمر محمد صاحب ۱ "			۵
"	۱۶۷۷	" مولوی ظرافت اللہ صاحب ۱ "			۵
۱۹	۱۷۵۱	" " " ۴ "			۲۰
۲۱	۱۷۶۰	" این کے چوہان صاحب ۳ "			۱۵
۲۸	۱۸۸۷	" رسالدار میجر نذیر علی صاحب ۱ "			۵
		میزان	۰	۰	۹۰

آمد سرمایہ محفوظ

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸ دسمبر	۲۴	جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا - لاہور	۰	۰	۷۰۰
۲۸	۲۵	جناب رسالدار میجر نذیر علی صاحب	۰	۰	۱
		میزان	۰	۰	۷۰۱

(نور الٰہی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر - عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا)

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) ہر سال حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ اُن کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیرِ اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مُسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق۔ مغربی ممالک میں ایک رواداری فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو کس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں اشاعتِ اسلام ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۸ؔ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ؔ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ؔ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھ۔ دو صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسۂ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینیٹ کا بہترین صرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارِ نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمیٔ امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز او ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتری ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

April 1937 | Regd L. NO 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (شہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　**اللہ اکبر**　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن**۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "**ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ**" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ تبشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد**۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سر انجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک**۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع**۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ! امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

A FRATERNAL GROUP TAKEN AT THE MOSQUE, WOKING.

Mr. Arthur Shareef Dalrymple, whose declaration of faith appears on the opposite page, is seated second from the right. Mr. Harith el-Faruqi of al-Jammi'yat Islamiah, Palestine, is sitting first from the left.

Dear Brother,

Peace be with you!

I hope you will not think my conversion a matter of form. This would be far from the truth. Almighty Allah is my witness that I am not a hypocrite, and I shall try to deserve His guidance and to be a true Muslim, and I feel myself already strengthened by my prayers and my belief.

I was very grateful to you for the letter and the literature that you have sent me. The book, "THE MESSAGE OF ISLAM," has been a great help to me in finding out the Truth.

Yours fraternally,
ARTHUR FORBES DALRYMPLE
Greville Road,
London.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۲ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے ؀

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۳ | بابت ماہ اپریل ۱۹۳۷ء مطابق محرم ۱۳۵۶ء | نمبر ۴

(نورانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۞

اشاعت اسلام

بابت اپریل ۱۹۳۷ء

شذرات

رسالہ ہذا کو بالخصوص مسٹر آرتھر شریف ڈلرمپل کی تصویر سے زینت دیجاتی ہے۔ موصوف مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ اور خواجہ صلاح الدین محمود صاحب سکرٹری مسجد ووکنگ کے درمیان رونق افروز ہیں۔ کرسی پر تصویر چہارم مسٹر حارث الفاروقی جمعیت الاسلامیہ فلسطین کی ہے۔

مسٹر آرتھر شریف ڈلرمپل ایک نومسلم ہیں۔ آپ حال ہی میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ ذیل میں آپ کا مکتوب گرامی ہدیہ قارئین کرام کیا جاتا ہے۔

برادر عزیز! السلام علیکم۔

مجھے امید ہے آپ میری تبدیلی مذہب کو رسمی یا رواجی نہیں خیال فرمائیں گے۔ ایسا خیال حقیقت پر مبنی نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل شاہد ہے کہ میں کوئی فریب کار انسان نہیں۔ میں ایک سچے مسلمان کی سی زندگی بسر کرنے کی کوشش کروں گا۔ میرے اعتقاد نے میرے ارادوں میں استحکام پیدا کر دیا ہے۔

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے "پیغام اسلام" (انگریزی) کا ایک نسخہ اور کچھ متفرق لٹریچر ارسال فرمایا۔ تلاش حقیقت میں ان مراسلات نے مجھے کافی امداد دی ہے۔

(آپ کا برادر۔ آرتھر فاربیں ڈلرمپل)

شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الضحٰے کی شاندار تقریب

شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الضحٰے کی شاندار تقریب مورخہ ۲۱ رفروری بروز اتوار عمل میں آئی ۔ چونکہ مسجد زیادہ وسیع نہیں اس لئے عیدین کے مواقع پر موسمی تغیر کا کافی لحاظ رکھا جاتا ہے ۔ ذمہ دار حضرات کی دوراندیشی کا شکریہ ۔ انہوں نے ہر قسم کا بندوبست کیا ۔ شامیانے ایستادہ کئے گئے ۔ غالیچے بچھائے گئے ۔ آتشدانوں کا اہتمام کیا گیا ۔ غرض مہمانوں کی آسائش کے لئے ہر امکانی کوشش صرف کی گئی ۔ امسال حاضرین قریب قریب ۴۰۰ کی تعداد میں تھے ۔ اور یہ ایک حوصلہ افزا اضافہ ہے ۔

حاضرین کی بڑھتی ہوئی تعداد اور موسمی ناخوشگواریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضروری نظر آتا ہے کہ ارباب حل وعقد مسجد سے ملحق ایک اور وسیع ہال تعمیر کرائیں ۔

حسب سابق دنیا کے ہر حصہ کی مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد تشریف لائے تھے ۔ متعدد حضرات اپنے اپنے قومی لباس پہنے ہوئے تھے ۔ ان میں یورپین بھائیوں کی کثرت تھی ۔ جو ملک کے گوشہ گوشہ سے جلوہ افروز ہوئے تھے ۔ ان جملہ حاضرین کی یکجائی سے اسلامی اخوت ٹپکتی تھی ۔

نماز ساڑھے گیارہ بجے ادا کی گئی ۔ مابعد مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے خطبہ ارشاد کیا ۔ بعد از خطبہ حسب دستور افراد نے ایک دوسرے سے معانقے کئے اور عید مبارک عید مبارک کی ہر طرف سے آوازیں پیدا ہونے لگیں ۔

اس کے بعد جلد ہی امام صاحب کو دوبارہ مسجد میں جانا پڑا ۔ قریب پچاس حضرات کے اور تشریف لے آئے تھے ۔

امام صاحب نے خطبہ میں فرمایا کہ الحمدللہ آج ہم یہاں عید الاضحیٰ یعنے قربانی کا تہوار منا رہے ہیں ۔ یہی نہیں کہ دنیا کے مختلف حصص کے مسلمان ہی آج یہ تقریب منا رہے ہیں ۔ مکہ معظمہ جو صحیح معنے میں اسلامی اتحاد و اخوت کا ایک مرکز ہے ۔ وہاں بھی آج حج کی صورت میں یہ تقریب عمل میں آرہی ہے ۔

تقریر کے اختتام پر امام صاحب نے مغرب میں تبلیغ کی ضرورت کی جانب اشارہ کیا اور اس ضرورت کے اتمام کے لئے یہود و نصاریٰ نے سب سے بحث و تمحیص کو لازم قرار دیا ہے ۔ مزید براں امام صاحب نے فرمایا کہ انگلستان

میں مسلمانوں کو ازیں قبیل بحث و مناظرہ سے کافی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہاں ان کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ان آسمانی کتابوں کے ماننے والوں کو اسلام سے متعارف کرائیں۔ اور ان کو از سر نو ان کے سرخیل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یاد دلائیں۔ جن کے اعزاز میں آج یہ تقریب منائی جا رہی ہے۔ امام صاحب نے پھر فرمایا کہ اہل کتاب افراد کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ اور نصیحت کی یاد دہانی سے کافی شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ضرورت ہے کہ ہم مسلمان یہ کوشش کریں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کی ان تین شاخوں یعنی یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں کو ایک سلک اتحاد میں پرو دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عظیم الشان واقعہ کا احترام اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔

ڈیڑھ بجے دوپہر کا کھانا تناول کیا گیا۔ یہ انتظام مسٹر و مسز ترمذی۔ مس ہوویل اور میسرز ایس۔ ڈی پراچہ، عبدالرحمٰن، ارشاد اور ریاض قادر اور دیگر مشفقوں کی بے لوث خدمات کا نتیجہ تھا۔

حاضرین میں حسب ذیل حضرات کے اسامی گرامی قابل ذکر ہیں:۔

ہز ایکسیلینسی وزیر ایران۔ ہز ایکسیلینسی مدار المہام مصر۔ ہز ایکسیلینسی وزیر عراق۔ ہز ایکسیلینسی سعودی عرب مدار المہام۔ سر عبد القادر و لیڈی عبد القادر۔ میجر جنرل سر پرسیول و لیڈی ولکنس۔ مادام خالدہ۔ سپاٹن ہملٹن۔ صدر مسلم سوسائٹی گریٹ برٹن۔ دواگر ڈچیس آف سامرسیٹ۔ مسز ایل ڈڈلے مسز اسمٰعیل ڈی یارک چیرمین مسلم سوسائٹی گریٹ برٹن۔ مسز ڈی یارک۔ مسٹر و مسز زمان۔ امیر ارسلان کاونٹ ای گیوجا۔ افضل العلما ایم عبدالحق۔ مسٹر و مسز سعید محمدی۔ ڈاکٹر و مسز شاستری۔ مسٹر نہرا۔ ریورنڈ گرین۔ کیمبرج۔ اکسفورڈ و لیڈس کے چند مسلم طلباء۔ (اے اے بیگ)

ووکنگ مسلم مشن کی اسلامی مطبوعات

(اردو و انگریزی)

اگر اسلامی مطبوعات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی فہرست کتب طلب فرمائیے۔ اور حسب دلخواہ کتب کا آڈر دیجئے۔ اسلامی لٹریچر کا بہترین ذخیرہ اس فہرست میں ملے گا۔

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی جدّوجہد

اہل مغرب یوماً فیوماً مائل بہ اسلام ہوتے جاتے ہیں۔ اسلامی ادبیات کا مطالعہ ذوق وشوق سے کیا جارہا ہے۔ قریب قریب ہر ماہ مسجد ووکنگ سے کافی مفت لٹریچر تقسیم ہوتا ہے۔

قارئین کرام خوش ہوں گے کہ ماہ جنوری میں ۹ حضرات حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ نومسلین میں سے ایک مسز ای ویرن رڈیون، ہیں۔ موصوفہ کے قبول اسلام کے لئے ہم آنریبل سر فیروز خاں نون کے شرمندۂ احسان ہیں۔ آنریبل سر فیروز خاں نون صاحب کے ارسال کردہ چند نسخے کتاب اللہ میں سے ہم نے ایک نسخہ موصوفہ کو ارسال کیا تھا۔ موصوفہ اسی کے مطالعہ سے اسلام لائیں۔ مسز ویرن کے علاوہ یو ایس اے کے مسٹر اور مسز برٹ ڈلمیر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان کی حلقہ بگوشی اسلام سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے لٹریچر کی مفت تقسیم الزم والنسب ہے۔ ان کے دل میں اسلام کی محبت اسلامک ریویو کے پیہم مطالعہ سے ہوئی۔

انٹرریلیجس فیلوشپ کے زیر اہتمام مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۷ء لندن میں ایک عام صلح کل اجلاس منعقد ہوا۔ جملہ مذاہب اور جملہ قومیتوں کے افراد شریک ہوئے اور اپنے اپنے جداگانہ خیالات کا اظہار کیا۔ پنڈت رشی رام نے ہندو مذہب کی نمائندگی کی۔ چیف او۔ ایس کیننن نے ایک امریکن ریڈ انڈین کی حیثیت سے تقریر کی۔ ڈاکٹر فرنیڈو نے بدھ مت کی حمایت میں لیکچر کہا۔ مسز ڈوڈلے نے ڈاکٹر موسی گیسٹر کا پیغام دربارۂ جمہوریت پیش کیا۔ ریورنڈ ایل جے بیلین نے پروفیسر چیانگ لی کا ٹیلیگرام پڑھ کر سنایا کہ وہ خرابی صحت کے باعث بنفس نفیس حاضر نہیں ہوسکتے (یہ کنفیوشش مذہب کے نمائندہ تھے) مسٹر کیمیا نے آتش پرست پارسی جماعت کی نمائندگی کی۔ ریورنڈ ڈاکٹر اور مسز پیٹرسن نے مسیحیت کی حمایت میں تقاریر کیں۔ آخر میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ نے اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے ایک مختصر مگر جامع تقریر کی۔ اور فرمایا کہ گو اسلامی سال محرم سے شروع ہوتا ہے ہم مسلمان اسکو نئے سال کے ابتدائی ماہ کی حیثیت سے نہیں مناتے۔ ہمارے نزدیک ہر ماہ کا ہر دن وقعت رکھتا ہے۔ ہر دن خداوند تعالےٰ کی خوشنودی اور انسانیت کی بہبودی کے لئے مخصوص کیا جاسکتا ہے۔ امام صاحب کے بعد مسٹر عبدالقادر لطیف نے خانصاحب حاجی ابو الاثر حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام سے وہ اشعار ہدیہ سامعین کئے جن میں نبی کریم کی ولادت کے واقعہ کو منظوم کیا ہے۔ امام صاحب نے بعد ازاں ان اشعار کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ مابعد میں

دو تقریریں اور بھی ہوئیں۔ اس بین الاقوامی اجلاس کے اختتام پر ریورنڈ لینیرے جے ہیلٹن نے جو فیلوشپ کے صدر ہیں فاضل مقررین اور سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ اور ایک ملحقہ کمرے میں چائے کی دعوت دی۔

آل سولز چرچ۔ گولڈرس گرین میں امام صاحب کی تقریر

بروز اتوار مورخہ ۱۲ر جنوری امام صاحب مسجد ووکنگ اپنے حسب معمول لیکچر کے بعد لندن تشریف لے گئے۔ کیونکہ وہاں گولڈرس گرین آل سولز چرچ نے انہیں دعوت تقریر دی تھی۔ حقیقت میں اگر دیکھا جائے امام صاحب کی تقریر کا اعلان نہایت حوصلہ افزا طریق میں کیا گیا تھا۔ پبلک سڑک کے عین بالمقابل ایک بورڈ پر بخط جلی لکھا تھا:۔

مقرر۔ مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ ۔ مضمون ۔ توحید الٰہی۔

جلسہ کے آغاز میں ریورنڈ ے جی ہیلٹ نے انجیل مقدس سے کچھ فقرات ہدیۂ سامعین کئے۔ اور بعد ازاں قرآن کریم سے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی۔ مابعد ریورنڈ موصوف نے امام صاحب کا تعارف کرایا۔ امام صاحب نے سورۃ الفاتحہ کا اعادہ کیا۔ آپ نے اس میں خداوند تعالےٰ کے چار اسما کی طرف سامعین کی توجہ مبذول کی۔ آپ نے اسمائے الٰہیہ کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ خداوند تعالےٰ رب العالمین ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کل کائنات پر حاوی ہے کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں۔ خداوند تعالےٰ تمام اقوام کا رب ہے۔ اس کی ذات کو کسی خاص فرقہ یا قوم سے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔

تقریر کے خاتمہ پر حاضرین کو سوالات کی دعوت دی۔ فاضل صدر ریورنڈ ہیلٹن نے اپنی اختتامی تقریر میں امام صاحب کی تقریر کی تحسین کی اور فرمایا کہ مسیحیین غلطی پر ہیں اگر وہ ایسے مذہب (یعنی اسلام) کے پیروؤں کو مسیحیت کی تعلیم دینے کے لئے مبلغ بھیجتے ہیں۔ امام صاحب کی تقریر ہر پہلو سے کامیاب ثابت ہوئی۔ ایک انگریز نوجوان جو لاہور کے ایک کالج میں پروفیسر ہیں انہوں نے سخت تعجب کا اظہار کیا اور کہا ہندوستان میں نو سال تک رہ کر اسلام کا پتہ نہ چلا۔ آج انگلستان میں اس کا علم حاصل ہوا ہے۔ پریزیڈنٹ چرچ کمیٹی نے فرمایا کہ امام صاحب نے عالمگیر ربانی نظام کا جو اسلامی تخیل پیش کیا ہے درحقیقت ایک انکشاف ہے۔ اور اس نے میرے خیالات میں ایک نئی رو پیدا کر دی ہے۔

گلڈفورڈ میں امام صاحب کی تقریر

۲۵ر جنوری کو امام صاحب کو راونڈ ٹیبل کلب میں چائے کی دعوت دی گئی۔ کلب کے قریب قریب تمام ممتاز اراکین موجود تھے۔ لنچ کے بعد امام صاحب نے "اسلام کیا ہے" کے عنوان پر تقریر فرمائی پریزیڈنٹ کلب

نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

تقریر کے دوران میں امام صاحب نے اس امر کی تصریح کی کہ اسلام محمدیت کا دوسرا نام نہیں۔ مسلمان اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پرستش نہیں کرتے۔ بلکہ پیغمبر اسلام صلعم کو دوسرے انبیائے کرام مثلاً حضرات موسےٰ۔ عیسےٰ۔ ابراہیم علیہم السلام کی طرح عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں۔ اسلام انسانیت کا مذہب ہے۔ اس کو قدامت کا شرف حاصل ہے۔ زمانہ ماضی کی جملہ اقوام درحقیقت اسی مذہب کی پیرو رہی ہیں۔ مزید براں امام صاحب نے فرمایا کہ رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) آخری نبی تھے۔ آپؐ نے مذہب اسلام کا اتمام کیا۔ تقریر ختم کرنے سے پیشتر امام صاحب نے ارشاد کیا کہ آخر کار مغرب کو اس امر کا احساس ہو گیا ہے کہ اس کا جماعتی زندگی کے متعلق جو نصب العین رہا ہے وہ غلطی پر مبنی رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ اگر کوئی مذہب اس جماعتی اضمحلال کا دفعیہ کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔

تقریر کے خاتمہ پر امام صاحب نے سوالات کی دعوت دی۔ اور مختلف افراد کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ گلڈ فورڈ کے پادری نے کہا کہ میں اس تقریر سے سخت متاثر ہوا ہوں۔ اور مجھے سخت حیرت ہے کہ آیا یہ اسلامی تعلیمات ہیں۔ موصوف پادری کا خیال تھا کہ یہ باتیں اسلام میں نہیں جو امام صاحب پیش کر رہے ہیں۔

اپنی اختتامی تقریر میں صاحب صدر نے فرمایا کہ امام صاحب کی تقریر کا اثر میرے اوپر یہ ہوا ہے کہ اب میرے دل کے اندر یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ مسجد ووکنگ کی زیارت کروں

ساؤتھ شیلڈز میں اسلام۔ وہ اسلامی سوسائٹی جس کا افتتاح شیخ عبداللہ یمنی نے کارڈف میں کیا تھا۔ اب پوری سرگرمی اور جوش کے ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہے۔ ہمارے ہم مذہب بھائیوں کی ایک کثیر تعداد اس جگہ پر مقیم ہے ان میں خاص حصہ عربوں اور ہندیوں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا یہ مسرت کا باعث ہے کہ شیخ کی مساعی مثمر ہو گئی ہیں اور کافی کامیابی ہو رہی ہے۔ شیخ وہاں ایک مسلم جماعت کی تنظیم میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ علاوہ ازیں مذکورہ علاقہ میں بعض حضرات اسلام کی آغوش میں داخل ہوئے ہیں۔ دو ماہ کی مدت میں ہمیں تیئیس ۲۳ اعلانات اسلام موصول ہوئے ہیں۔ ماہ حال میں بھی اسی قدر تعداد کی توقع ہے۔ (اے۔ اے بیگ)

حضرت عمر خطاب رضؓ

لندن پریڈ ہاؤس میں موسم سرما کی تقاریر کا جو لائحہ عمل مرتب کیا گیا تھا اس کی مختلف مدات میں ایک مدہندؤ فاضل اور فلاسفرڈ اکٹر ہری پرشاد شاستری کے اعزاز میں دعوت چائے ہے۔ تقریب ہذا کا وقت ساڑھے چار بجے شام مقرر تھا۔ حوصلہ شکن موسمی حالات اور نزلہ زکام کی عام شکایت کے باوجود یہ تقریب نہایت کامیاب رہی مدعوئین قریب قریب ستر افراد پر مشتمل تھے۔

ہماری ان تھک اور نہایت پرجوش اسلامی بہن مسز ترمذی کے زیراہتمام مدعوئین نے چائے نوش کی اور بعدازاں امام صاحب شاہجہان مسجد ووکنگ کے ایما سے مسٹر اسمٰعیل ڈی یارکے نے فرائض صدارت انجام دیئے۔

فاضل صدر نے مختصراور برمحل افتتاحی تقریر کے بعد مسٹر عبدالقادر بکرڈ و سے تلاوت قرآن کریم کی درخواست کی موصوف نے فوراً تعمیل ارشاد کی۔ بعد تلاوت فاضل ڈاکٹر کی تقریر شروع ہوئی جس کی ترتیب و خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) حضرت عمرؓ مکہ منورہ کے ایک مشہور و معروف تعلیم یافتہ حلقہ سے تعلق رکھتے تھے (۲) عالم شباب میں آپ فطری تاثرات کی جانب راغب بالطبع تھے (۳) اسلام کا یہ سخت حامی اور خلیفۃ المسلمین ابتدائی غیرمسلم زندگی میں حضرت نبی کریم صلعم کے خون کا پیاسا تھا مسلمانوں کو ان کے ہاتھ سے سخت ایذائیں پہنچیں (۴) آپ کی ہمشیرہ کا قبول اسلام آپکی ہدایت کا باعث ہوا اور آپ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ آپ اپنی ہمشیرہ کے ضبط و استقلال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ (۵) قبول اسلام سے حضرت عمرؓ کے اعمال و اقوال میں ایک حیرت انگیز تغیر رونما ہوا (۶) آپ کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے سے عدم تشدد کے گزشتہ رویہ میں فرق پیدا ہو گیا۔ اسلام بابانگ دہل پھیلنے لگا (۷) معاندین اسلام کی پرزور مخالفت کے باوجود خلیفہؓ موصوف رسول کریم کے سخت ترین پشت پناہ رہے۔ (۸) خلیفہؓ اول حضرت ابابکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں آپ ان کے دست راست تھے لیکن ان کی وفات کے بعد آپ۔ (حضرت عمرؓ) کی بدولت نظام حکومت نہایت استوار اور باضابطہ ہو گیا (۹) آپ نے سلطنت کو اس قدر وسعت دی کہ عرب کے علاوہ دیگر علاقہ جات بھی اسلامی حکومت کے زیر اثر آگئے۔ (۱۰) آپ کے وصال کے وقت اسلامی سلطنت ایک طرف مصر اور دوسری طرف ایران تک پہنچ چکی تھی (۱۱) نظام حکومت اور دیگر امور سلطنت میں شریعت اسلامی کی جھلک تھی قرآن شریف کے احکام کے مطابق عملدرآمد کیا جاتا تھا مثلاً مساوات بین الناس و عدل و انصاف خصوصیات میں سے ہیں۔

(۱۲) آپ ایک سادہ انسان کی زندگی بسر کرتے تھے نمود و نمائش نام کو نہ تھی (۱۳) دیگر حکام کو بھی اسی سادگی کی تعلیم دی گئی تھی۔

فاضل مقرر نے اپنی بسوط تقریر کو تاریخی واقعات سے نبھایا۔ ٭

اسلام اور عالمگیر محبت و رفاقت[1]

(از جناب سر عبدالقادر صاحب ممبر انڈیا کونسل لنڈن)

ہم ایک ایسی دنیا میں بود و باش رکھتے ہیں جو بسرعت تمام تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ ہر چیز اس تیزی سے حرکت کر رہی ہے کہ سوچ بچار اور غور و فکر کرنے والے دل و دماغ ہر جگہ اس خیال سے نہایت مضطرب ہیں کہ دنیا میں کیا کچھ واقع ہونے والا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا ترقی کر رہی ہے۔ اور وہ صورت حالات جو ہم اپنے گرد و پیش دیکھ رہے ہیں، ترقی کی ان شاندار منازل کی ابتدائی سیڑھیاں ہیں جہاں ہم آئندہ پہنچنے والے ہیں۔ بعض اور لوگ اس خیال میں ہیں کہ ہماری تہذیب عنقریب فنا ہونے والی ہے۔ کیونکہ سائنس اپنی تمام ترقیات کے ساتھ دن بدن زیادہ تباہی و بربادی کا ذریعہ بنتی چلی جا رہی ہے۔ اور لوگوں کے دماغ غرور، تکبر اور خود غرضی سے ایسے بھرے ہوئے ہیں کہ قومیں باہم دشمنی و عناد پر اتر آئی ہیں۔ لیکن خواہ ہم اس خوش آئند خیال کو صحیح سمجھیں کہ دنیا ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے یا اس کے مخالف خیال پر ایمان لائیں کہ ہم دن بدن نحوست و تباہی کے گڑھے میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس حقیقت نفس الامری کے باور کرنے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ موجودہ زمانہ مصائب و مشکلات اور پریشانیوں سے گھرا ہوا ہے۔

یہ عظیم الشان جلسہ جو دنیا کے مختلف حصص کے مذہبی رہنماؤں پر مشتمل ہے اس غرض سے منعقد ہوا ہے کہ مختلف مذاہب کے رہنما اس عظیم الشان مسئلہ کا حل بتا سکیں جو آج دنیا کے پیش نظر ہے۔ کہ لوگوں کے امن، صلح و امن اور محبت خوشدلی کو کس طرح پیدا کیا جائے۔ جہاں تک مادیات کا تعلق ہے جنگ عظیم سے لے کر اس وقت تک کئی تجربے کئے جا چکے ہیں اقوام عالم نے باہم مل کر خفیہ جلسے کئے اور لیگیں بنائیں اور معاہدات کئے لیکن نتیجہ کیا ہے؟ انہوں نے عہد نامے کئے اور انہیں پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ انہوں نے تخفیف اسلحہ کی حمایت کی جو اسلحہ کی زیادتی پر منتج ہوئی۔ صلح و امن کے نصب العین کی زبان سے انہوں نے تائید کی لیکن عملاً جنگ کے دیوتا کے آگے اپنا سر جھکایا۔ وہ باتیں آزادی کی کرتے ہیں لیکن اسے ہمیشہ سے بڑھ کر پابہ زنجیر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا اخلاقی پہلو سے بھی اس مصیبت کا کوئی حل ممکن ہے یا نہیں؟ دل اور دماغ کو باہم مل کر یہ کوشش کرنی ہے کہ دنیا میں ایک اخلاقی زندگی از سر نو پیدا کی جائے۔ اس بارہ میں سب سے زیادہ دل کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

---

[1] ترجمہ انگریزی لیکچر جو ورلڈ کانگریس آف فیتھس (جلسہ مذاہب عالم) میں ۲۰ جولائی ۱۹۳۶ء کو بمقام لندن منعقد ہوا دیا گیا ؛

تیرہ سو پچاس برس سے زیادہ عرصہ ہوا کہ ایک مقدس انسان نے جو اس بات کا مدعی تھا کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے ایک پیغام دنیا کے لئے لیکر آیا ہے ایک عظیم الشان اخلاقی انقلاب پیدا کر دیا - یہ پیغام اس نے اپنی زندگی کے ان تیئیس ۲۳ سالوں میں نجماً نجماً دنیا کو دیا جو چالیس سال کی عمر میں دعوےٰ کرنے کے بعد اس پر آئے - ان پیغامات کو جمع کر لیا گیا اور وہ قرآن کریم کے نام سے مشہور ہیں - اس حقیقت کو نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے مفکرین اور علماء نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ کتاب دنیا میں عظیم الشان اخلاقی اثرات رکھتی ہے - ان برکات میں سے جو اس کے ذریعہ سے نسل انسانی پر نازل ہوئی ہیں - ایک یہ ہے کہ اس نے اس حقیقت نفس الامری پر زور دیا ہے، کہ تمام نسل انسانی اپنے آغاز میں ایک ہی جوہر سے ہے - اور سب کے سب ایک خالق اکبر کے سہارے پر زندگی بسر کرتے ہیں اور سب اسی کے مطیع و منقاد ہیں چونکہ اس اعتقاد اور اس کے لوازمات کو ان لوگوں نے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو سنا پورے طور پر تسلیم کر لیا اور اس کی صحت پر دل سے ایمان لے آئے - اس لئے ان کے مابین محبت و اخوت کی ایک سپرٹ پیدا ہو گئی جو صدہا سال سے اسلام کا نہایت بیش قیمت سرمایہ چلی آتی ہے - قرون اولےٰ میں مسلمانوں کے اس زبردست ایمان کا جو انہیں اپنی اخوت اسلامی پر تھا جو شاندار نتیجہ پیدا ہوا اس کو قرآن کریم کی ایک آیہ کریمہ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو پکتھال کا انگریزی ترجمۃ القرآن سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳ صفحہ ۸)

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

(ترجمہ) اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب ایک دوسرے کے دشمن تھے - پس اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے -

قرون اولےٰ میں اسلام کی قائم کردہ برادری کی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروؤں نے جو مکہ میں تھے اس مجنونانہ ظلم و ستم کی وجہ سے جو ان کے اپنے خاندان اور قبائل کے لوگوں نے ان پر کئے اس شہر کو چھوڑا اور مدینہ کے بعض مسلمانوں کی دعوت پر وہاں جا کر پناہ لی تو برادرانہ محبت کے بے نظیر مناظر وہاں دیکھنے میں آئے - مدینہ کے مسلمانوں نے اپنے مکی بھائیوں کو نہ صرف پناہ دی بلکہ برضا و رغبت خود اپنی تمام چیزیں اور مال و املاک انہیں تقسیم کر دیئے - اس طرح انہوں نے ایک ایسے تمدنی اور اقتصادی طریق مساوات کی بنیاد رکھی جو اس مصنوعی مساوات سے زیادہ مضبوط اور حقیقی ہے جو موجودہ سوشلسٹ خیالات کے پیش نظر ہے - کچھ وقت گزرنے پر اس اخوت و محبت نے اپنے پیدائشی وطن عرب سے نکلکر بیرونی ممالک کا رخ کیا اور ایک عالمگیر برادری کی

صورت اختیار کر لی جس نے خشکی اور تری یا ملک اور نسل کی تمام رکاوٹوں کو دور کر دیا۔ اس اخوت و برادری میں ایسی زبردست کڑیاں موجود ہیں جو مختلف ممالک کی مختلف اقوام کو ایک دوسری کے ساتھ منسلک کرتی ہیں۔ اور قومیں مشترک عقائد اور مشترک نصب العین اپنے سامنے رکھتی ہیں۔ اسلام نے دوستی اور محبت کے اس دائرہ پر ہی قناعت نہیں کی بلکہ اپنے پیروؤں اور عام نسل انسانی کے مابین بھی محبت و رفاقت کی ایک بنیاد قایم کرنا اس کے مد نظر ہے۔ اولاً اس نے ان لوگوں کو مخاطب کیا جنھیں قرآن کریم اہل کتاب کے نام سے پکارتا ہے یعنی ان مذاہب کے نمائندے جو الہام الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے مذہب کو انہوں نے کسی الہامی کتاب سے اخذ کیا ہے۔ دو بڑے مذاہب جن کو قرآن کریم نے خاص طور پر مخاطب کیا ہے وہ یہودیت اور عیسائیت ہیں۔ اور اسلام کا پیغام ان کو یہ ہے یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم اے اہل کتاب آؤ اس امر کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔" یہ اس بات کا ایک کھلا ثبوت ہے کہ مسلمان ان تمام امور میں جن میں ان کے باہمی مشترک ایمانیات کے رو سے اشتراک عمل ممکن ہو اہل کتاب سے ہمیشہ تعاون کے لئے تیار ہیں۔ یہ ان کے نام بھی دعوت تعاون ہے۔ اس طرح مسلمانوں اور نسل انسانی کی دو بڑی اقوام کے مابین محبت و رفاقت کی بنیاد قایم کرنے کے بعد قرآن کریم ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے اور غیر مشروط طور پر اعلان کرتا ہے کہ جن مذاہب کا اس نے کھلے طور پر ذکر کیا ہے صرف انہی پر ان تمام مذاہب کی فہرست ختم نہیں ہو جاتی جن کے ذریعہ سے صداقت کی تلقین وقتاً فوقتاً نسل انسانی کو کی جاتی رہی۔ وہ فرماتا ہے کہ جن پیغمبروں کے نام قرآن کریم میں آئے ہیں صرف وہی ایسے رسول نہیں جو نسل انسانی کی اخلاقی اور روحانی بہبودی کے لئے دنیا میں بھیجے گئے۔ اس نے بتایا ہے کہ تمام زمانوں اور تمام ممالک میں پیغمبر آتے رہے ہیں چنانچہ اس کے ذیل کے الفاظ اس صداقت کا کھلا اظہار ہیں:۔

انا ارسلناک بالحق بشیراً ونذیراً وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا۔ (فاطر: ۲۴)

ایک اور آیۂ کریمہ میں اس حقیقت کو زیادہ اچھی طرح واضح کیا گیا ہے:۔

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک۔

(ترجمہ) یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے ان میں سے وہ ہیں جن کا ہم نے تجھ پر بیان کیا اور ان میں سے وہ ہیں جن کا تجھ پر بیان نہیں کیا۔ (المومن: ۷۸)

متبعین اسلام اور دیگر مذاہب کے مابین بہتر مفاہمت کا طریق اس اعلان کے ذریعہ سے اور بھی زیادہ آسان

کر دیا گیا ہے کہ اصل بنیادی صداقتیں جو اسلام کی تہذیب کا عنصر بنیادی ہیں جو اس سے قبل دنیا کو دی گئیں اور جس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان صداقتوں کو پہلے سے زیادہ مکمل اور مستقل صورت میں پیش کیا ہے ذیل کی آیات میں اس بات کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے: ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک (رائے محمد صلعم) تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا۔ (حم ۴۳) پھر فرمایا: شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسےٰ ۔ اس نے تمہارے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کیا اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا۔ (الشوریٰ: ۱۳)

مسلمانوں کو تمام رسولوں کی خواہ ان کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں مذکور ہیں یا نہیں یکساں عزت و احترام کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں کسی مقابلہ یا تفریق کی اجازت نہیں۔ اس طرح تمام نیک دل لوگوں کے لئے جو کسی الہامی مذہب کو مانتے ہیں ایک مشترک پلیٹ فارم مہیا کیا گیا ہے۔ اور ان کے مابین محبت و رفاقت کی بنیاد رکھدی گئی ہے۔ جس کو دنیا نے اب تک کافی طور پر استعمال نہیں کیا۔ لیکن وہ اس قدر مضبوط ہے کہ ایک عالمگیر برادری کی شاندار عمارت اس کے اوپر کھڑی ہے۔

لیکن ان کے علاوہ لوگوں کا ایک اور بھی گروہ ہے جو یا تو بت پرستی میں مشغول ہیں جسکو روکنے کے لئے اسلام نے اپنی پوری طاقت صرف کی ہے یا وہ مذہب کی کسی خاص معلومہ شکل کے قائل نہیں۔ اور یا خود ہستی باری تعالیٰ کے بھی منکر ہیں۔ ان کو قرآن کریم میں "کافر" یعنے غیر مومن کے نام سے پکارا گیا ہے۔ لفظ کافر کا ترجمہ عام طور پر "ملیچھ" کیا جاتا ہے اور بہت نفرت انگیز معنے اس کو دیئے گئے ہیں۔ فی الحقیقت اپنی اصلیت کے لحاظ سے یہ لفظ نسل انسانی کو ایمان یا عدم ایمان کی وجہ سے دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے اور کفار کے ساتھ جو سلوک قرآن کریم نے کرنے کا حکم دیا ہے وہ سورہ الکافرون کی حسب ذیل آیات سے واضح ہے:-

(۱) قل یایھا الکافرون — اے وہ لوگو جنھوں نے کفر کیا

(۲) لا اعبد ما تعبدون — میں اس چیز کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔

(۳) ولا انتم عابدون ما اعبد — اور نہ تم اس چیز کی عبادت کرنیوالے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

(۴) ولا انا عابد ما عبدتم — اور نہ میں اس کی عبادت کرنیوالا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔

(۵) ولا انتم عابدون ما اعبد — اور نہ تم اس کی عبادت کرنیوالے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

(۶) لکم دینکم ولی دین | تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ۔

اس طرح مختلف مذاہب کے لوگوں میں دوستانہ تعلقات کی سڑک کو پختہ کرنے کے بعد قرآن کریم نے صلح و امن کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے قدم بڑھایا ہے ۔ یہ عام طور پر معلوم ہے کہ جس لفظ سے مسلمان روزانہ ایکدوسرے کو سلام کرتے ہیں وہ " السلام علیکم " ہے یعنی تم پر سلامتی ہو اور جس کو مخاطب کیا جائے وہ جواب میں کہتا ہے وعلیکم السلام اور تم پر بھی سلامتی ہو ۔ قرآن کریم کی کئی ایک آیات میں جہاں بہشت کی حالت امن کو بیان کیا گیا ہے اس امر کا بالخصوص ذکر ہے کہ وہاں کی فضا امن اور سلامتی پر مشتمل ہے ۔ میں صرف چند ایسی آیات کا یہاں ذکر کرتا ہوں جو اس امر سے خاص تعلق رکھتی ہیں :-

وتحیتھم فیھا سلام اور اس میں ان کی آپس کی دعا سلامتی ہوگی ۔ (یونس : ۱۱) پھر فرمایا :
لا یسمعون فیھا لغوا الا سلاما اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنینگے مگر سلام (مریم : ۶۲) پھر فرمایا :-
لا یسمعون فیھا لغوا و لا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنینگے اور نہ کوئی گناہ کی بات مگر ایک ہی بات سلامتی سلامتی (الواقعہ : ۲۵ - ۲۶)

ایک اور آیت میں اس بات کے اظہار کے لئے نقل کروں گا کہ سلامتی اور امن کی خواہش صرف ہم مذہب لوگوں کے باہمی تعلقات تک ہی محدود نہیں نہ ہی اس کو ایسی چیز قرار دیا گیا ہے جو صرف بہشت ہی میں مل سکتی ہو بلکہ مسلمانوں کو یہ بھی حکم ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ جن سے ان کا اعتقادی اختلاف ہو امن اور سلامتی کا برتاؤ کریں ۔
وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ۔ اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر انکسار سے چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام ۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک ایسا مذہب جس نے امن اور سلامتی کو اپنے دین کا ایک عظیم الشان ستون قرار دیا ہے اس کے متعلق اتنی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں یا غلط بیانیاں کی گئیں کہ بعض معاندین نے اس کو " تلوار کا مذہب " قرار دیدیا یہ کچھ تو ان کی جہالت اور کچھ بغض و تعصب پر مبنی تھا جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام دنیا کے ان بہت سے خطوں میں بھی پہنچ چکا ہے جو کسی مسلمان قوم کے زیر حکومت کبھی نہیں ہوئے اور نہ مسلمانوں نے کبھی ان علاقوں کو فتح کیا اور آج بھی دنیا کے ان حصص میں وہ تبلیغ اپنا قدم بڑھا رہا ہے ۔ جہاں اس کی پشت پر کوئی سیاسی طاقت نہیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ یہ نظریہ کہ اسلام کی اشاعت تلوار کے ذریعہ سے ہوئی بالکل غلط ہے ۔ یہ مسلمہ طور پر ایک تبلیغی مذہب ہے ۔ لیکن جو طریق لوگوں کے قلوب کو فتح کرنے کا تجویز کیا گیا ہے وہ وعظ و نصیحت کے سوا اور کچھ نہیں

قرآن کریم نے کھلے طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ لآ اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں (البقرہ : ۲۵۶) بعض حد سے زیادہ جوشیلے اور غلط رستہ پر چلنے والے لوگوں کے اعمال اکثر اوقات ان کے مذہب کی اصل تعلیم کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اور اس طرح اس مذہب کی خوبیوں کا اندازہ غلط طور پر کیا جاتا ہے۔ تمام بڑے بڑے مذاہب نے اسی طرح دکھ اٹھائے لیکن اسلام نے اس بارہ میں دوسرے ادیان سے بڑھ کر تکلیف اٹھائی ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسلام نے کسی حالت میں بھی تلوار کے استعمال کی اجازت نہیں دی مسلمان تلوار کے استعمال میں ایسے ہی قابل ثابت ہوئے ہیں جیسے تصنیف و تالیف میں لیکن قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں انہیں یہ اجازت نہیں کہ طاقت و جبر کو خواہ مخواہ وحشیانہ طور پر استعمال میں لائیں انہیں صرف دفاعی طور پر تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ جنگیں جو مسلمانوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے جھنڈے تلے کیں وہ سب دفاعی اور حفاظت کے لئے تھیں۔ اس امر کی وضاحت کے لئے کہ اس بارہ میں قرآن کریم کے احکام کیا ہیں حسب ذیل آیات قابل ملاحظہ ہیں:۔

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا ذالک۔ ولو یشاء اللہ لانتصر منھم ولکن لیبلوا بعضکم ببعض والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم۔ (محمد ۴۷ : ۴)

سو جب تمہاری ان سے مٹھ بھیڑ ہو جو کافر ہیں تو گردنیں مارنا ہے یہانتک کہ جب تم ان پر غالب آجاؤ تو قید میں مضبوط باندھو پھر بعد میں یا تو احسان کے طور پر یا فدیہ لے کر چھوڑ دو یہانتک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھدے۔ یہ حکم ہے اور اگر اللہ چاہے تو انہیں تمہارے بغیر خود سزا دیدے لیکن تاکہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعہ آزمائے اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے تو وہ ان کے عمل برباد نہیں کرے گا ؛

سیھدیھم ویصلح بالھم (محمد ۴۷ : ۵)

وہ انہیں ہدایت دے گا اور ان کے اعمال کو سنوارے گا ؛

ویدخلھم الجنۃ عرفھا لھم (محمد ۴۷ : ۶)

اور انہیں اس باغ میں داخل کرے گا جس کی پہچان انہیں کرا دی ہے ؛

یہ مختصراً جہاد کی تعلیم ہے جس کے متعلق سالہا سال سے ایسی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں کو امن اور سلامتی سے محبت رکھنی چاہیئے۔ اور جب جنگ مشتعل نہ ہو تو خود اپنی طرف سے لڑائی نہ چھیڑنی چاہیئے۔ لیکن اگر ان کے خلاف طاقت اور جبر سے کام لیا جائے اور انہیں مذہب اور اپنے گھربار کی حفاظت کے لئے بلایا جائے تو انہیں بہادر آدمیوں کی طرح مردانہ وار جنگ کرنی چاہیئے اور خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے کہ وہ فتح دیگا۔ اور اگر ایسی لڑائی میں ان کی جانیں چلی جائیں تو اس سے نیک اجر کی امید رکھنی چاہیئے۔

اس بارہ میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ قرآن کی اصطلاح میں "جہاد" صرف اسلحہ کی جنگ ہی کا نام نہیں بلکہ صداقت کی حمایت میں جو بھی کوشش اور جدوجہد کی جائے وہ سب جہاد ہی ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنے کوشش یا جدوجہد کے ہیں۔ ایک آیۂ کریمہ میں مسلمانوں کو اس بارہ میں ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ کے رستہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو جاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم اس لئے ایک شخص نیک مقصد کے لئے اپنا مال خرچ کر کے بھی اس حکم کی متابعت کر سکتا ہے۔ ایسا ہی نسل انسانی کی خدمت میں اپنا وقت صرف کر کے اور محنت کر کے بھی انسان جہاد کے مقصد کو پورا کر سکتا ہے بلکہ ایک عالم کے قلمی کام اور اس کی دماغی محنت کو بھی جہاد ہی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے جہاد کی تعلیم پر مخالفانہ نکتہ چینی کی ہے انہوں نے اس بات کو حیرتناک طور پر بھلا دیا ہے کہ اسلام نے اس امر پر خاص زور دیا ہے کہ مسلمانوں کی جنگوں میں جو لوگ تباہ و برباد ہو گئے ہوں ان کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ شاندار نمونہ جو فتح مکہ کے وقت دیکھنے میں آیا (یعنی وہ فتح جو ہولناک واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوئی جب آپ قتل کی سازش سے بچ کر مدینہ کی طرف تشریف لے گئے تھے) اس فیاضانہ سلوک کا ایک شاندار ریکارڈ ہے۔ جو اپنے دشمنوں کے ساتھ آپ نے کیا اور جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو سالہائے دراز تک آپ کے پیرؤوں کو نہایت ظالمانہ سلوک کا تختہ مشق بناتے رہے۔ تو آپ کے تحمل و برداشت کی عظمت بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ آپ کے ایک مشہور و معروف صحابی اور خلیفہ حضرت عمرؓ نے یہی سپرٹ ظاہر کی جب وہ یروشلم میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ آپ نے حکم دیا کہ مسیحیوں کے مقدس مقامات کا پورے طور پر احترام کیا جائے بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ وہاں کے کلیسا میں داخل ہوئے تو اس وقت نماز کا وقت تھا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اسی گرجا میں نماز پڑھ لیں لیکن آپ نے کہا کہ نہیں ایسا نہ ہوگا کیونکہ خطرہ ہے کہ بعد میں مسلمان اس جگہ کو اپنا بنا لیں اس خیال سے کہ ان کے خلیفہ نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ آپ وہاں سے چلے گئے اور بازار سے گزر کر ایک کھلے مقام پر نماز پڑھی۔ آج تک اس جگہ ایک مسجد موجود ہے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی سے موسوم ہے۔ اور اس حسن سلوک کی یاد تازہ کر رہی ہے جو آپ نے دوسرے مذہب کے لوگوں کے ساتھ روا رکھا۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ذمیوں کے ساتھ (یعنی وہ لوگ جو ان کے زیر حفاظت ہوں) نہایت مہربانی اور حسن اخلاق کا برتاؤ کریں اور ان کے حقوق کی ایسی ہی پوری نگہداشت کریں جیسے اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کی۔

قرآن کریم نے اپنی تعلیم کو صرف امن و سلامتی کی تلقین اور ہمسایوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ وہ ان حدود و قیود کو بھی دور کرنا چاہتا ہے جو نسل انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی ہیں وہ بتاتا ہے کہ جنس یا نسل

یا رنگ کے اختلافات بنیادی اختلافات نہیں اور ان کی بنا پر غرور و تکبر کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور ایک ہی چیز جس کو فخر و امتیاز کا حقیقی نشان قرار دیا جا سکتا ہے وہ اخلاق اور چال چلن کی خوبی اور برتری ہے۔ سورہ ۴۹ الحجرات کی آیت ۱۳ میں ذیل کا حکم دیا گیا ہے۔ یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک چلن ہے۔

جنسیت کا سوال تاریخ عالم میں ایک مشکل ترین سوال رہا ہے۔ مردوں نے جنس لطیف پر اپنے آپ کو ناواجب فوقیت دے رکھی ہے۔ اور اکثر اوقات حقوق نسواں کا انکار کر دیا ہے۔ یہ امر ایام ماضیہ میں بہت بڑی کشمکش کا موجب رہا ہے اور بعض حصص عالم میں یہ کشمکش ابھی تک جاری ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام نے آج سے کئی صدیاں پہلے عورتوں کے حقوق کو تسلیم کر لیا تھا۔ قرآن کریم کے رو سے عورتوں اور مردوں کا درجہ برابر ہے۔ وہ فرماتا ہے:۔ ھن لباس لکم و انتم لباس لھن۔ وہ (عورتیں) تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

اس ثواب میں جو نیک زندگیاں بسر کرنے میں بطور اجر ملتا ہے مردوں اور عورتوں کی حیثیت اور فرائض یکساں قرار دیئے گئے ہیں۔ بطور مثال سورہ الحدید کی بارھویں آیت کو ملاحظہ فرمائیے جہاں ارشاد ہوتا ہے:۔ یوم تری المومنین والمومنات یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم بشرٰکم الیوم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ذالک ھو الفوز العظیم۔ جس دن تو (اے محمدؐ) مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا۔ اور ان کے دائیں طرف۔ (اور تو سنے گا جب ان کو یہ کہا جائے گا) آج خوشخبری ہے تمہارے لئے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں تم ہمیشہ رہو گے۔ یہ بہت بڑی اور عظیم الشان کامیابی ہے۔

یہ نمایاں اور ظاہر بات ہے کہ جو احکام و ارشادات قرآن کریم میں نسل انسانی کی ہدایت کے لئے نافذ ہوئے ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں جن کے متعلق کھلے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ مردوں اور عورتوں دونوں پر منطبق ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ کوئی ایسی الجھن ان میں باقی نہیں رہ جاتی جس سے یہ خیال پیدا ہو سکے کہ وہ صرف ایک ہی جنس کے لئے تھے یا یہ کہ کسی جنس کا خاص طور پر ذکر نہ ہونے کی وجہ سے اسے دوسری پر فوقیت دی جا سکے یا اس سے کم رتبہ ٹھیرایا جا سکے۔ بطور مثال سورہ الحدید کی اٹھارھویں آیت کو دیکھئے جس میں ارشاد فرمایا ہے:۔ ان المصدقین والمصدقات واقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعف لھم ولھم اجر کریم۔ بیشک وہ لوگ جو صدقہ دیتے ہیں مرد اور عورتیں دونوں اور اللہ کو قرضہ حسنہ دیتے ہیں وہ ان کے لئے بڑھایا جائے گا۔ اور ان کے لئے اچھا بدلہ ہوگا

اس بات کو ایک اور آیت میں زیادہ واضح کیا گیا ہے۔ جہاں ہمیشہ کی برکات اور نعمتوں کا وعدہ دونوں اصناف کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:- ادخلوا الجنة انتم وازواجکم تحبرون - تم اور تمہاری ازواج جنت میں داخل ہو جاؤ۔ خوش رکھے جاؤ گے۔ (الزخرف : ۷۰) یہ عجیب بات ہے کہ ایک ایسا مذہب جس نے مساوی حقوق سے متمتع ہونے اور دونوں اصناف کی طرف سے فرائض کی ادائیگی پر اس طرح خاص طور پر زور دیا سالہائے دراز تک اس کے متعلق یہ غلط طور پر سمجھا جاتا رہا کہ وہ عورت کے اندر روح ہونے سے انکاری ہے۔

یہ بھی یہاں بتا دینا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے اس بات کو بھی صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ عورت اپنی جائداد کو اپنے نام پر رکھ سکتی ہے اور جس طرح چاہے لئے خرچ کر سکتی ہے۔ اس نے عورت کو ہر اس جائداد میں جو اس کے باپ، خاوند یا بھائی کی متروکہ ہو خاص مقررہ حصہ دیا ہے۔

اب نسلی اور لونی اختلافات کی طرف توجہ کرتے ہوئے جو جنسی اختلافات سے پیدا ہونے والی تکالیف سے بہت زیادہ سخت مشکلات پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اختلافات کو جنھوں نے اقوام عالم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے دور کرنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ وہ اصول جو اسلام نے قائم کئے ہیں اگر ان کی پورے طور پر پیروی کی جائے تو وہ ان مشکلات کا بہترین حل ہو سکتے ہیں جن کا اس وقت ہمیں سامنا ہے ٭ (باقی آئندہ)

رسالہ اشاعتِ اسلام

ناظرین رسالہ اشاعت اسلام کی خدمت میں التماس ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں اپنے رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اشاعت اسلام اپنی قسم کا اردو زبان میں واحد رسالہ ہے جو اسلامی خدمات انجام دے رہا ہے۔

(منیجر)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک انسان کے

(از جناب آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان)

جناب والا! کیا آپ مجھے تھوڑی سی جگہ مشرلے مین کا تازہ مقالہ "حضرت محمد صلعم بحیثیت ایک انسان کے" سلسلہ میں عطا فرمائینگے؟ مجھے یقین ہے کہ مقالہ نگار کو تلاش حق کے صحیح جذبہ سے متاثر ہو کر مضمون مذکور کو سپرد قلم کرنے کی ترغیب وتحریص ہوئی۔ اور وہ پیغمبر اسلام کے افعال وکردار کا بے لاگ اندازہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں آپ کے ناظرین سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مضمون نگار موصوف چند بیانات کو ایسے مغربی مصنفین کے حوالہ سے تسلیم کرتا ہے۔ جن کی رسائی اصلی ماخذوں تک نہیں۔ اور جن کی تحریرات ہمارے نقطہ نظر سے مسیحیت کی نشر واشاعت کی نذر ہو گئی ہیں اور جو صحیح واقعات پر مبنی نہیں۔

مثلاً یہ کہنا درست نہیں کہ مذہبی اور سماجی دونوں پہلوؤں سے اقتدار وفوقیت حاصل کرنے کی یہ صریح خواہش ہی تھی کہ جس کی بدولت آپ مکہ کے طاقتور قبیلہ قریش سے نبرد آزما ہوئے۔ واقعات یہ ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر اس قبیلہ نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور ان کے جبر وستم سے بچنے کے لئے حضرت محمد صلعم نے مسلمانوں کو پہلے حبش اور پھر مدینہ بھیجا۔ اور آخر میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم خود قاتلانہ حملوں سے بچنے کے لئے مدینہ تشریف لے گئے۔

ایک اور عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت محمد صلعم نے بزور شمشیر اسلام پھیلایا۔ یہ بھی سراسر بہتان ہے۔ آپؐ نے حفاظت خود اختیاری اور مذہبی آزادی کے تحفظ کے سوا کبھی جہاد نہیں کیا۔ یہ امر اس واقعہ سے کہ قبیلہ قریش کی تینوں جنگوں میں سے پہلی جنگ آپؐ کے مظلوم متبعین کی پناہ گاہ "مدینہ" سے تیس میل کے فاصلہ پر ہوئی۔ دوسری لڑائی مدینہ سے تین میل بُعد پر۔ اور تیسری اندرون مدینہ۔ یہ مہم انگیزی اس لئے نہیں کی گئی تھی کہ حضرت محمد صلعم قائد افواج بنیں۔ ظالموں نے آپؐ کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا۔ قیام مدینہ کے خطرہ اور وہیں حصول فتح پر بھی آپؐ نے اپنے افعال وکردار میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ میرے لئے اس سے بہتر کوئی اور بات نہ ہوگی اگر میں اس سلسلہ میں مسٹر باسورتھ اسمتھ کی اس قابل غور رائے کو کہ جو موصوف نے اپنی تصنیف "محمڈ اینڈ محمدن ازم" میں تحریر کی ہے، حوالہ دوں۔ مسٹر اسمتھ فرماتے ہیں:۔

"معمولی گڈریہ، شامی سوداگر، مدینہ کا مہاجر، مسلمہ فاتح، خسرو ایرانی کے ہم رتبہ اور ہرقل روم کے

مانند طاقتور ہونے کے باوجود ہم آپ کی کیفیات میں ایک حقیقی موافقت پاتے ہیں۔ مجھے شبہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جس کے ظاہری حالات اس قدر مبدل ہو گئے ہوں بذات خود ان اثرات کے مقابلہ میں اتنا کم متاثر ہو۔ حالات و واقعات بدل گئے۔ لیکن جوہر خصوصی ہر معاملہ میں جوں کا توں رہا۔"

یہ ایک ایسے آدمی کا بیان ہے جو کہ نہ صرف عیسائی ہی تھا بلکہ راسخ العقیدہ عیسائی تھا۔ حقیقتاً حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کردار کا یہ اندازہ مروجہ یوروپی نظریہ سے مختلف ہے۔ جیسا کہ مضمون زیر بحث کے مندرجہ ذیل الفاظ میں دُہرایا گیا ہے:۔

"اور (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں کیا کہا جائے۔ وہ جنگجو، فاتح، عیار، مکار، آفت کا پرکالہ، تلوار کا دھنی اور ایک ایسا فرد تھا جس کا دامن اعمال ..... سے رنگا ہوا تھا اور جو اپنی خواہشات ..... میں (ایک عام شہوت پرست کی طرح نہیں) منہمک ہو گیا۔ کینہ ور قریشیوں، دوسرے مشرک قبیلوں، بنی اسرائیلوں اور عیسائیوں کی صلح جوئی و تحمل سے وہ تھک گیا۔"

کیا اچھا ہوتا کہ مسئلہ مذکور کے حقایق کے لئے مسٹر اسمتھ کی سی بصیرت مسیحی مغربی دُنیا میں عام ہوتی بدقسمتی سے انگریزی زبان میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں نہیں جو پیغمبر اسلام کی صحیح تفصیل پیش کر سکیں بلکہ جو چند کتابیں موجود ہیں وہی اس راہ کی مشکلات کو دفع کر سکتی ہیں۔ ان میں سے محمد علی کی کتاب "محمد دی پرافٹ" امیر علی کی "اسپرٹ آف اسلام" الحاج خواجہ کمال الدین کی تصنیف "آئیڈیل پرافٹ" اور ٹی ڈبلو آرنلڈ کی کتاب "پریچنگ آف اسلام" قابل ذکر ہیں۔

چونکہ مکتوب ہذا بحث و تمحیص کے لئے نہیں بلکہ مفید تنقید کا کام دینے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ اس لئے مجھے امید واثق ہے کہ جناب اپنے جریدہ میں اسے شائع فرمادینگے۔

ووکنگ مسلم مشن گزٹ

مذہب سے استفادہ کرو

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ۞

"اگر تم مومن بن جاؤ تو (دنیا کے) بزرگ ترین اشخاص میں تمہارا شمار ہو۔"

قرآن کریم کا یہ صریح وعدہ ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ یہ کوئی سست وعدہ نہیں مسلمانوں میں جو مومنین ہوئے ہیں دُنیا آج تک ان کی عظمت و بزرگی کا لوہا مانتی ہے۔ اسلام نے وہ دن دیکھے ہیں جب دور دراز خشکی اور تری میں اس کا ہلالی پرچم لہراتا تھا۔ ایک صدی سے زیادہ مغرب کو مشرق پر حکومت کرتے نہیں گزرا اور تم اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہو۔ ذرا تصور کیجئے۔ آٹھ صدی ہسپانیہ اور یورپ کے دیگر حصص پر مسلمان حکمران رہے ہیں۔ قرطبہ، غرناطہ، بغداد اور دمشق ایسے اسلام کے علمی و فنی مراکز کو ذہن میں لائیے۔ کیا یہ ایک اظہر من الشمس حقیقت نہیں کہ اسلام کے نور کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم منور تھا۔ اور مغرب ہنوز جہالت و بربریت کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ وہ اسلامی عظمت تھی جس کی جانب آیت بالا میں اشارہ ہے۔

ظاہر ہے کہ آج مسلمان اور خصوصاً ہندی مسلمان ہر لحاظ سے روبہ انحطاط ہیں ان کا معاشرتی شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ سیاسی میدان میں خروس کلغی افتادہ کی مثال ہیں۔ اقتصادی حیثیت ناگفتہ بہ ہے۔ مزید براں اخلاق و اطوار اس درجہ پست ہیں کہ ان کا امت محمدیہ میں ہونے کا دعوے دروغ بے فروغ نظر آتا ہے۔

ہماری حالت کیوں ابتر ہوئی؟ ہم کیوں قعر مذلت میں افتاں و خیزاں ہیں؟ سبب یہ ہے کہ ہم اپنے مذہب سے روگردان ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارے افعال سے مترشح ہے کہ ہم حقیقی مومن نہیں اسلام ابتدا میں ایک زندہ طاقت تھا۔ آج ہم نے اس میں مردنی کے آثار پیدا کر دیئے ہیں۔ اسلام اصول حیات تھا۔ آج بیجان الفاظ کا ایک مجموعہ ہے۔ اسلام انسان کے لئے خدائی پیغام تھا۔ نہایت سادہ اور غیر مبہم۔ آج اسلام، اصول، مباحث، امور متنازعہ فیہ اور رسم و رواج کی موشگافیوں کا نام ہے۔ ہر امر کا لفظی پہلو لیا جاتا ہے۔ معنوی پہلو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ظاہر کو باطن پر ترجیح دی جاتی ہے۔ قرآنی حکمت و فلسفہ اور اس کی احسن تعلیمات سے بیگانگی ہے۔ نفس قرآن کو ایک معمہ خیال کئے ہوئے ہیں۔ ہم نے اسلامی تعلیمات کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دیا ہے۔ اب ہم میں جذبات صحیحہ کا فقدان ہے۔ ہمارے

افلاس و نکبت کا بھی باعث ہے۔ ہم صحیح مومن نہ رہے۔ اور انجام کار وہ عظمت ہم سے چھین لی گئی جو ہمیں اسلاف سے ترکہ میں ملی تھی۔

انسانی الفاظ متغیر ہو سکتے ہیں، ارشاد الٰہی میں تغیر نہیں آسکتا۔ قرآن کریم کا وعدہ ہنوز برقرار ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو سخت مشئوم حرکات کا مرتکب پایا تھا۔ لیکن آپ کے ربانی پیغام نے ان کو منزہ و پرہیزگار کر دیا۔ اور ان کے قلوب میں ایک روحانی نور پیدا کر دیا۔ کسی پیغمبر کی امت کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ نہیں تھی۔ کسی پیغمبر نے اپنی امت کو ترقی کے اس قدر اعلےٰ مدارج طے نہیں کرائے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام بجنسہ ہنوز ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کی تاثیر سے ہمارے اندر پاکبازی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہم وہی معراج الکمال حاصل کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے اسلاف کا طغرائے امتیاز تھا۔ یقیناً ہم دنیا کے بزرگ ترین اشخاص سمجھے جائیں اگر ہم مذہب سے لو لگائیں۔ اور استفادہ کریں۔ جب ہم فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہی نہیں تو مذہب کس طرح منفعت بخش ثابت ہو سکتا ہے۔ کسی مذہب کے اصول سے اسی صورت میں استفادہ ممکن ہے جب ان پر عملدرآمد کیا جائے۔

لہذا ہمیں بیدار ہونا چاہیئے۔ ثمر سے نخل کی شناخت ہوتی ہے۔ ہمیں اس سرزمین عرب کی فقید المثال شخصیت اور اس کے صحابہؓ کے نقوش قدم پر گامزن ہونا چاہیئے۔ آؤ قرآن کریم کی من وعن پیروی کریں اصول قرآن سے اپنے ہر قول و فعل کی تطبیق کریں۔ اگر ہم اسلام کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو ہم پھر مقبول بارگاہ ایزدی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ خود خدا کا ارشاد ہے :-

"و انتم الاعلون ان کنتم مومنین"

(از اخبار "لائٹ" لاہور)

اس میں نہایت مستند اسلامی مضامین شائع ہوتے ہیں دنیائے اسلام میں اپنی شان کا واحد انگریزی رسالہ ہے اس کی توسیع اشاعت آپ کا اخلاقی فرض ہے۔

اسلام نسل انسانی کا مذہب

(از جناب جی۔ ایچ۔ ہمانی صاحب)

ایک ایسا مذہب جو کسی قوم کی زندگی کو منظم کرنے اور اس کے ساتھ ہی ترقی یافتہ نسل انسانی کو بہترین نصب العین کی طرف لے جانے کا مدعی ہو اس کا بذات خود عملی اور اعلیٰ درجہ کا مذہب ہونا ضروری ہے۔ عملی مذہب بننے اور قوموں کی زندگی کو سنوارنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نسل انسانی کی روزانہ سرگرمیوں میں عملی صورت اختیار کرے۔

مسلمان زندگی کے تمام مراتب میں اسلام ہی پر عامل ہیں اور اسلام دنیا کے لئے "النور" (روشنی) ہے۔ یہ ان مذہبی اعمال اور اصولوں سے معلوم ہو سکتا ہے جن سے ایک مسلمان کی زندگی بنی ہوئی ہے "السلام علیکم" (تم پر سلامتی ہو) ایک متواتر خوشی کا پیغام ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دیتا ہے۔ اور اس طرح امن اور سلامتی کا خیال سلام کے موقعہ پر متواتر عملی شکل اختیار کرتا رہتا ہے۔ اور اس طرح سلامتی کے نصب العین کا مؤید ہوتا ہے۔ اور کس طرح ایک شخص امن اور سلامتی حاصل کر سکتا ہے جب تک وہ اپنے خالق اور اس کی مخلوق کے ساتھ امن اور سلامتی کا برتاؤ نہ کرے؟

اذان یا نماز کی دعوت:۔ یہ ایک انسانی روح کی اپیل نسل انسانی کی روح سے ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جو نہایت سریلی آواز والے گھنٹہ کے بجنے یا چینوں کی جھنکار کے جھنگے اور لمبے طرق سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ کیا ہی شاندار دعوت ہے!

اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے عبادت کا کوئی مستحق نہیں۔

اشہد ان محمد رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

حی علے الصلوٰۃ۔ نماز کی طرف آؤ۔

حی علی الفلاح۔ بھلائی کی طرف آؤ۔

اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

نماز۔ اسلام میں انسان کی اندرونی خاصیت نمازوں میں عملاً ظاہر ہوتی ہے۔ جہاں اعلیٰ اور ادنےٰ مساوات کی بنیاد

پر ایک ہی فرش کے اوپر ایک دوسرے سے ملتے اور سب کے رازق اور ہادی سے دست بدعا ہوتے ہیں۔

نماز ایک راستباز زندگی کے لئے عملی تربیت کی چیز ہے۔ اور ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی روحانی بلندی کا مقام۔ کیونکہ انسانی روح نماز سے پرورش پاتی ہے۔ نماز کی دعوت دن میں پانچ مرتبہ انسان کے روزانہ کاموں کے اندر پہنچتی ہے اور اسے کاروباری دنیا میں روحانی طور پر صحت اور تندرستی حاصل کرنے کے مواقع بہم پہنچاتی ہے اور ذکر (یا خدا کی یاد) انسان کو اس بات کا موقع دیتا ہے کہ روح کی اس تڑپ کو کہ محبوب حقیقی کے سامنے اسے روحانی بلند پروازی حاصل ہو پورا کرتا ہے۔ یہ دعوت کہ "نماز کی طرف آؤ" "فلاح کی طرف آؤ" اس بات پر شاہد ہے کہ نماز کے ذریعہ سے کامیابی حاصل ہوگی، محبوب حقیقی کے ساتھ اتحاد قایم کرنے سے فلاح نصیب ہوگی۔

روزہ۔ اپنے نفس پر حکمرانی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ترغیبات و خواہشات پر ضبط حاصل کیا جائے۔ اور روزہ اس نتیجہ پر پہنچانے کا نہایت مکمل ذریعہ ہے۔ پُرخوری ایک عام عادت ہے لیکن مقررہ اوقات میں کھانے پینے سے محترز رہنا ایک دن کے لئے نہیں بلکہ پورے ایک مہینہ کے لئے اس خواہش پر کامل تسلط حاصل کرنے کی کافی مشق پیدا کر دیتا ہے اور اس شخص کو جو روزے رکھتا ہے یہ ناواجب اور غیر پسندیدہ خواہشات کی طرف جھکنے سے حیرت انگیز طور پر روکتا ہے۔ ایک روحانی پاکیزگی کی ترغیب اور جسمانی صحت کا ذریعہ ہونے کے لحاظ سے روزے کے فوائد کو عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

زکوٰۃ یا غریبوں کا ٹیکس:۔ زکوٰۃ اصولاً اور عملی طور پر سب سے زیادہ ہمدردی انسانی کی تعلیم اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ ۲½ فیصدی کے مساوی حصہ پر مشتمل ہوتی ہے جو تمام لوگوں کو عام فائدہ کے لئے اور اخوت و مساوات کے اعلیٰ جذبات کی اشاعت کے لئے دینا پڑتا ہے۔ یہ محتاجوں اور مساکین کی ضروریات کو پورا کرنے۔ برادری کی بہبودی مساجد کی درستی اور آبادی اور تمام فی سبیل اللہ کاموں میں صرف ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کے فوائد اور وسیع معنوں میں اس کی عملی صورت دوسری اسلامی تعلیمات کے ساتھ مل کر ایک عالمگیر اشتراکی مملکت پیدا کر دیتی ہے جس کے لئے دنیا تڑپ رہی ہے۔

حج:۔ یہ تمام عقائد و خیالات کے مسلمانوں کے ایک بین الاقوامی اجتماع کا نام ہے جو مکہ میں ہر سال ہوتا ہے اور وہ تمام فوائد اس میں مضمر ہیں جو ایسے اجتماع میں بظاہر نظر آتے ہیں۔ جس وقت حاجی لوگ حج کی حالت اختیار کرتے (یعنی احرام باندھتے ہیں) تو ایک زندہ اسلامی برادری نظر آجاتی ہے۔ اس وقت کسی بادشاہ، کسی امیر، کسی غریب، کسی کا رگیر وغیرہ کی تلاش بے سود ہوتی ہے۔ کیونکہ نسل انسانی کے تمام دنیوی مراتب اسلامی اور

میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ سب ایک جیسا لباس پہنتے اور ایک ہی حالت کو اختیار کرتے ہیں۔ تمام حاجی ایک عاشق انسان کی طرح محبوب حقیقی کی تلاش میں محو ہوتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ذات واحد کا بلند اصول اس عالمگیر برادری کو فوراً قایم کر دیتا ہے اس تعلیم کو قبول کرنے سے ایک ملک کی مختلف اقوام اور مختلف ممالک کے باہمی تعلقات ایسے مضبوط ہو سکتے ہیں کہ گویا انسانی برادری کی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ افسوس ہے کہ ہندوستان کے فرقہ پرست مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے سیاسی حقوق کے طالب ہیں۔ بحالیکہ توحید آئی کے عالمگیر جذبال کی اطاعت انہیں اسلام کا وارث بناتی ہے اور وہ مسلمان ہونے کے علاوہ وہ بھی اسی طرح اللہ کی مخلوق ہیں جیسے غیر مسلم یعنی وہ بھی دوسری مخلوق کی طرح انسان ہی ہیں۔ ان سے بڑھ کر نہیں۔

اسلام اور معقولیت

(از جناب ایم فتح اللہ خاں صاحب)

لفظ "معقول" کی تعریف یہ ہے کہ انسان کے اعلےٰ اور بہترین عقلی تجربے کے مطابق ہو۔ اور ایک ایسے مذہب کے لئے جو انسانی سمجھ میں آسکتا ہو یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ عقل کے عین مطابق اور معقول ہو۔ ایک مادہ پرست انسان اگرچہ عقل کو محض مادہ کی پیداوار سمجھتا ہے تاہم اس حقیقت کا اسے اعتراف ہے کہ معقولیت انسان کی سب سے زیادہ قیمتی جائداد ہے۔ اس لئے جتنا زیادہ کوئی مذہب معقول ہو اسی قدر زیادہ اسے زندہ رہنے کا موقع حاصل ہے۔

لیکن یہ سمجھنے کے قابل بات ہے کہ انسانی عقل اس کے ذہن اور علم کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی ہے۔ اور وہی باتیں جن کو آج معقول تسلیم کیا گیا ہے۔ چند صدیاں ہوئیں انہیں ناقابل فہم اور غیر معقول سمجھا جاتا تھا۔ پھر یہی خیال کرتے ہوئے کہ روحانی دنیا کی باتوں کو سمجھنے کے لئے دنیوی معیار کے علاوہ مقابلہ کا کوئی دوسرا معیار نہیں۔ انسان کو یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ صداقت تک پہنچنے کے لئے وہ نہ صرف اپنی باتوں میں تطابق کو ملحوظ رکھے بلکہ رسمی عقائد اور بغض و تعصب سے اپنے آپ کو آزاد رکھے۔

کسی مذہب کی غیر معقولیت کا ایک نشان یہ ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں اس سے اغماض اور صرف پسماندہ طبقوں میں اس کی اتباع کا فطری رجحان پایا جاتا ہے۔ اس معیار کی وجہ سے مذہب کی بعض شکلیں بتدریج محو اور صفحہ ہستی سے

نابود ہوتی جاتی ہیں۔ اور ان کی جگہ یقیناً وہ مذہب لے گا جو سب سے زیادہ معقول ہو۔

مذہب اسلام نے اپنے آپ کو دو حصوں پر منقسم کیا ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ ایک ہے (۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں سے یہ سادہ ترین مذہب ہے۔ پہلا حصہ کسی جرح کا محتاج نہیں دوسرے حصہ میں اسلام نے صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی خدا تعالےٰ کا واحد پیغمبر قرار نہیں دیا بلکہ وہ کئی رسولوں میں سے ایک ہیں اور فی الحقیقت اس شخص کے کارنامے جس نے ایک غیر خدا پرست زمانہ میں بد اخلاق عربوں کے ایک بدترین گروہ میں رہتے ہوئے جو قریباً ہر قسم کی بدکاریوں میں مبتلا تھے انہیں ایک خدا پر ایمان لانا۔ شراب کو چھوڑنا۔ عورت کی عزت کرنا۔ غلاموں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کرنا۔ بیواؤں اور یتیموں کے حقوق کو پہچاننا، اپنی قسموں کو پورا کرنا۔ سود خوری کو ترک کرنا۔ اور بحیثیت مجموعی شریفانہ زندگی بسر کرنا سکھایا۔ سابق پیغمبروں سے اگر بڑھ کر نہیں تو ان کے ہم مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ اس مذہب میں کوئی ایسی بات نہیں جسے معقولیت سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ وہ روادار اور بردبار، کشادہ دل اور انصاف پسند ہے۔ وہ اخلاقی اور تمدنی قوانین جو اسلام نے وضع کئے ہیں ان کو موجودہ زمانہ کی روشنی میں بھی مطالعہ کیا جائے تو کسی اور چیز کی خواہش باقی نہیں رہتی۔

اسلام کوئی ایسا مذہب نہیں جسکو بالکل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے منسوب کیا جائے نہ ہی وہ صوبائی طور پر عربی مذہب ہے۔ یہ صرف اس پیغام کا دوبارہ بیان، اس کی تصدیق اور تکمیل ہے جو ان انبیاؑ کی معرفت نسل انسانی کی طرف بھیجا گیا۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں آئے۔ مثلاً عیسےٰ۔ موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام جو انبیائے کرام کے سامی گروہ میں سے چند بڑے بڑے نبیوں کے نام ہیں۔ اس لحاظ سے یہ پیغام تمام نسل انسانی کی طرف ہے جو آخر کار عربی نبی کی معرفت دنیا کو دیا گیا۔ اور اسی وجہ سے اس نے تمام انسانی محاسن اور کمزوریوں کو پورے طور پر ملحوظ رکھا ہے۔ یہ کسی یوٹوپیا (اعلیٰ درجہ کا فرضی مقام) کے لوگوں کا مذہب نہیں جو کبھی صفحہ ہستی پر پیدا نہیں ہوئے۔ یہ کوئی ایسا مذہب نہیں جو کسی اعلیٰ اصولوں کی تصویر ہو۔ جس کا انسانی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یا کسی ایسے شخص کا واہمہ ہو جس نے غیر عملی زندگی دنیا میں بسر کی ہو۔ یہ مذہب مسلمہ طور پر ایسا عالمگیر واقع ہوا ہے کہ قرآن کریم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین (تمام نسل انسانی کے لئے رحمت) قرار دیا ہے۔

کسی مذہب کے عقائد کی معقولیت اور وہ فوائد جو اس نے نسل انسانی کو پہنچائے ہوں غالباً اس کی اچھائی کے بہترین ثبوت ہیں۔ اس تنقید کے ماتحت اسلام سب سے زیادہ مفید مذہب ثابت ہوگا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نفسانیت

(از مسٹر ایس۔ اے۔ ٹوٹو)

تاریخ شاہد ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفظ حقوق نسواں کے حامی تھے۔ مقام حیرت ہے معاندین اسلام نے آپؐ کی ازدواجی زندگی پر نکتہ چینیاں کی ہیں۔ خود ان کے مذاہب نے تو اس مسئلہ پر خاموشی کا اظہار کیا ہے۔ اسلام میں اس کی جھلک نظر آئی تو لگے زہر اگلنے۔ غالباً یہ اسلام پر الزامات لگانے والے چاہتے ہیں کہ کہیں خود ان کا راز فاش نہ ہو جائے دشمنان اسلام کی یہ مشئوم حرکت حماقت مآب ہی نہیں بلکہ اس سے شر انگیزی کی بو آتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کے عمیق مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

بعض افراد کج فہمی سے دینی اور دنیوی زندگی میں حد فاصل قایم کرتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ اس نظریہ سے اخلاقی ضعف تراوش کرتا ہے۔ نفسانی فطرت جوہر حیات ہے اس کا انسداد محالات سے ہے۔ جدید ماہرین نفسیات کے قول کے مطابق ہماری شہوانی خواہشات محض رکیک جذبات ہیں آسیب کی طرح ہم ان کو ایک معمولی بوتل میں قید کر سکتے ہیں لیکن وقت آئے گا اور بوتل سے بے اختیارانہ طور پر ایک شئے برآمد ہوگی جس پر ہم ہرگز قابو نہ پا سکیں گے اسلام نے بنا بریں تجرد کو ناپسند کیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی تعلقات کو ایک ضابطہ کے ماتحت قایم کیا۔ اگر حامیان تجرد، ذکور و اناث کی رفاقت مبتذل خیال کرتے ہیں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ ازدواجی زندگی کا محض نفسانی پہلو لیتے ہیں۔ اسلام میں شادی کا جو اصل مقصد ہے وہ تولید اطفال تک ہی محدود نہیں اس کے بہت سے پہلو ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی رفاقت آپ کو مفید ثابت ہوئی۔

عالم شباب میں آپ تنہائی پسند تھے۔ بیشتر وقت خالق کائنات سے لو لگی رہتی تھی۔ آپ عیش پرست لوگوں کی صحبت سے محترز رہتے تھے۔ اگر آپ کے اندر نفسانیت کا غلبہ ہوتا تو بعثت نبوت سے قبل آپ ضرور تعیشات میں زندگی بسر کرتے لیکن آپ اس سے مستثنےٰ تھے۔ ابتدا سے آپ کی شخصیت بے داغ رہی ہے۔ آپ کی شرافت نفس کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ ایک دولتمند بیوہ نے آپ کو اپنا کاروبار تجارت سپرد کیا۔ آپؐ کے مکارم اخلاق نے خاتون موصوف کو اس قدر متاثر کیا کہ اس نے آپؐ سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔ جب رشتہ شادی ہوا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس ۲۵ سال اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر چالیس ۴۰ سال کی تھی۔ پچیس سال تک آپ نے نہایت پاکباز زندگی گزاری۔ تادم وصال

آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی خوشگوار رفاقت کو فراموش نہیں کیا۔ ایک دفعہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی تعریف فرما رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ سے استفسار کیا کہ کیا میں موصوفہ کی نعم البدل نہیں ہو سکتی آنحضرتؐ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا کہ موصوفہ نے مجھے اس وقت شادی میں قبول کیا تھا جب دُنیا کا ہر شخص مجھ سے نفور تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کی ازواج مطہرات میں ایک حسین اور باکرہ خاتون تھیں۔ کیا اس واقعہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا کہ آپؐ نے اخلاقی محاسن کو جسمانی حسن پر ترجیح دی۔ یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آپؐ عیاذاً باللہ نفس پرست تھے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی اس لحاظ سے دیگر مذہبی مصلحین کی زندگیوں سے اور بھی زیادہ ممتاز ہے۔ کیونکہ مستند احادیث سے اس کی شہادت دستیاب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلعم کے اوصاف حمیدہ کی ستائش پر مسلمانوں کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ تاریخ موئید ہے یہ ایک حقیقت ہے۔ کسی موصوف کا کمال اس کی توصیف سے ظاہر نہیں ہوتا۔ ہر شخص صفات عالیہ کا مدعی ہو سکتا ہے۔ لابدی ہے کہ واقعات سے اس کا استنباط کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ حیز تحریر میں آیا ہے شریعت اور ارشادات نبویؐ کے من وعن مطابق ہے۔

مسئلہ تعدد ازدواج اسلام کا شرمندۂ احسان ہے۔ اس کا آغاز نامعلوم ہے۔ یہودیت کے مقدس پیشواؤں نے تعدد ازدواج کی تحدید نہیں کی۔ ان کے متبعین نے بھی اس مسئلہ سے بے اعتنائی کا اظہار کیا۔ اگر کچھ کیا تو یہ کہ مسئلہ کا سطحی پہلو لیا۔ گہرائی میں نہیں گئے صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ مبعوث ہوئے اور تعدد ازدواج کو ضابطہ کے ماتحت لائے۔ اور خاص خاص حالات میں تعدد ازدواج کی اجازت دی۔ اور خود اپنی حیات مبارکہ میں اس پر عملدرآمد بھی کیا۔

مسئلہ تعدد ازدواج کا آغاز دوران جنگ میں ہوتا ہے۔ رسول کریم صلعم اور آپؐ کے صحابہ مصروف پیکار تھے۔ لڑائی میں اس قدر جانیں تلف ہوئیں کہ اناث کی تعداد ذکور کی تعداد سے تجاوز کر گئی۔ اناث کی بڑھتی ہوئی تعداد کو تو روک نہیں سکتے تھے لہٰذا قوانین شادی میں ترمیم کی گئی تا کہ جماعت کا نظام برقرار رہے۔ وہ قرآنی آیت جس میں تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے اسی وقت نازل ہوئی تھی۔ رسول کریم صلعم نے اس لئے تعدد ازدواج کا اعلان کیا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلامی شریعت حالات زندگی کے ماتحت متغیر ہو سکتی ہے۔ خواہ حالات فطرتی ہوں یا غیر فطرتی۔ ثانیاً گو جسمانی حفاظت لازمی ہے اسلام نے اخلاقی حفاظت بھی اہم قرار دی ہے۔

آپ کی ازواج مطہرات قریب قریب سب بیوہ تھیں۔ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مستثنیٰ ہیں۔ اگر شادی سے آپ کا مقصد شہوت یا نفس پرستی ہوتا جسکے متعلق بار بار معترضین نے ژاژخائی کی ہے تو آپ باکرہ عورتوں سے شادی کرتے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہوتی ہے آپ کی عمر ترپن ۵۳ سال تھی۔ یہ وہ عمر ہے جب اہل عرب جسمانی قوت قریب قریب کھو بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ صحرائے عرب کی جلتی ہوئی ریت صحت پر کافی اثر ڈالتی ہے۔ عیش پسند زندگی سے آپ نفور رہتے۔ آپ نے بار بار ضبط نفس پر زور دیا ہے۔ آپ نے جذبات پر قابو پانے کے لئے ایک ورزش مقرر کی ہے یعنے رمضان کے روزے۔

ان مستند حالات سے ظاہر ہے کہ بروئے اسلام شادی سے کوئی شہوانی فائدہ مقصود نہیں۔ تعدد ازدواج کی اجازت سے آپ کا مقصد چند محض جماعت کے اخلاق کی حفاظت تھی تاکہ کسی صورت سے بے اعتدالی کا موقع ہی نہ مل سکے۔ اگر رسول کریم کا شادی سے مقصد محض نفسانی ہوتا تو جب آپ سرزمین عرب کے شہنشاہ تسلیم کئے جاتے تھے تو کونسی طاقت آپ کو آپ کے ارادوں کی تکمیل سے باز رکھ سکتی تھی۔ ہر انسان ناگفتہ بہ حالات میں اپنی شہوانی خواہشات سے باز رہ سکتا ہے۔ ان حالات میں یہ فیصلہ مشکل ہوگا کہ اس کے اخلاق اعلےٰ ہیں یا ادنےٰ۔ اس کے اطوار کا جائزہ صحیح معنی میں اسیوقت لیا جا سکتا ہے۔ جب اس کے اندر دولت و ثروت کے باوجود بھی اعلیٰ صفات قایم رہیں۔ اس وقت ہم اس کو اخلاق فاضلہ کا مالک قرار دے سکتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معاشرتی زندگی میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔ عیش پرستی سے آپ کو فطری نفرت تھی۔ آپ کو اپنے ذاتی راحت و آرام کی بھی پروا نہ تھی صحابہ کرام رض نے بارہا کوشش کی کہ آپ کو راحت و آرام کی زندگی کی طرف مائل کریں لیکن نہ کرسکے۔ ناکام رہے۔ امیرالمومنین حضرت عمر رض کی شہادت اس سلسلہ میں مستند تسلیم کی جاسکتی ہے۔ مشرب میں جب آپ رسول کریم صلعم کی خدمت میں تشریف لے گئے تو آپ کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ آپ کے جسم اطہر پر صرف ایک چادر تنی ہوئی ہے اور ایک چٹائی تھی جسپر کوئی بستر نہ تھا۔ کھجور کے چھلکوں کا ایک تکیہ تھا۔ کمرے کے ایک کونہ میں کچھ جو پڑے ہوئے تھے دوسرے کونہ میں ایک جانور کی کھال بچھی ہوئی تھی۔ آپ کے سرہانے چند کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔ نبی کے گھرانہ میں سامان آسائش کا نہ ہونا حضرت عمر الفاروق رض کو سخت شاق گزرا۔ اور آپ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آنحضرت صلعم نے آپ سے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ یا رسول خدا کیوں نہ روؤں اِدھ دوریاں جن سے چٹائی بنی ہوتی ہے آپ کے جسم میں گھر کر گئی ہیں۔ کمرہ بھی بے آرام سا ہے۔ برداشت نہیں ہوتا کہ خسروان ایران اور قیاصرہ روم تو عیش و آرام میں زندگی بسر کریں اور آپ رسول خدا ہوتے ہوئے۔ ایسی تکلیف کی زندگی گزاریں۔ آپ نے فرمایا کہ لے ابن خطاب

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ وہ دنیا حاصل کریں اور ہم عقبیٰ۔

حالانکہ ملک اور خزانہ عامرہ آپ کے قبضہ میں تھا اور آپ شاہانہ اختیارات کے مالک تھے۔ لیکن تاہم آپؐ اور آپؐ کے گھرانے نے کئی کئی راتیں بغیر کھائے پیئے گزاریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایام ہجرت سے لیکر تادم وصال آپ نے پیٹ بھر کر کھانا تک نہیں کھایا۔ رسول کریمؐ کی پرہیزگارانہ زندگی کی ایک ادر بین مثال ایک مسلم سوانح نگار پیش کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمرے ایک کپڑا خوب کس کر باندھا ہوا ہے۔ جب اس شخص نے وجہ دریافت کی تو ایک صحابی نے جواب دیا۔ بھوک کا باعث ہے۔

جب آپ صاحب اقتدار ہوئے تو آپ کے فرائض نبوت میں اضافہ ہوگیا۔ لیکن آپ کو کوئی چیز خداوند قدوس کی یاد سے روک نہ سکی۔ دن بھر کے کام کاج کے بعد آپ شب بھر عاجزانہ طور پر کھڑے ہوکر اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ ازدیاد عبادت اور قلت آسائش کے سبب اکثر آپؐ کی صحت کمزور رہتی تھی اور آپؐ کے پاؤں کھڑے کھڑے متورم ہوجاتے تھے۔

بدیں وجہ یہ امر کسی ثبوت کا محتاج نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کسی طرح سے بھی بے اعتدال نہیں تھی۔ ایک شہوت پرست انسان کی زندگی کا بیشتر حصہ عیش وعشرت میں بسر ہوتا ہے۔

عیاش لوگ شادی کی بندشوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ شادی صرف اختلاط مابین الاقوام ہوتی ہے جس کا مقصد صرف کسی قانون پر عملدرآمد یا دنیا والوں کے طعنوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔ محبت حقیقی کے مفقود ہونے کے باعث ازدواجی زندگی بے لطف ہوجاتی ہے۔ سفاکانہ طریق کے استعمال سے عورتوں کو اپنی ناجائز خواہشات پورا کرنے کا آلۂ کار بنایا جاسکتا ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ رسول کریم صلعم کا برتاؤ اپنی ازواج کے ساتھ کیسا تھا۔ ہجرت کے تھوڑے ہی دنوں بعد مسلمانوں کی حالت سدھر گئی۔ تجارت کو فروغ ہوا اور اہل مدینہ فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے جیسے کہ دولت میں اضافہ ہوا۔ تعیشات کی طرف رغبت ہوئی۔ لوگ اعلیٰ معیار زندگی پر راغب ہوئے۔ لیکن اس کا اثر عورتوں پر زیادہ گہرا پڑا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپؐ کی ازواج مطہرات نے آپ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ رسول کریم صلعم نے جواب دیا کہ چونکہ تم ایک نبی کی ازواج ہو تمہیں دنیاوی راحت و آرام سے کوئی لگاؤ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر دنیاوی مال و متاع کا خیال ہے تو تمہیں کوئی بندش نہیں لیکن میری ازواج ہونے کی حیثیت سے تم پر دنیاوی آسائش حرام ہے۔

ایک شہوت پرست انسان مشکل سے اپنی بیویوں کو عیش پرستی کے سامان سے روک سکتا ہے۔ کیونکہ عموماً اس قماش کے لوگوں کو بیویوں کی خاطرداری کا پاس ہوتا ہے۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی تعیشات سے منع کیا ہے۔ تاہم آپؐ کی ازواج کو گھریلو زندگی میں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔ آپؐ کی ازواج مطہرات آپ سے ان معاملات میں عموماً بحث کیا کرتی تھیں۔ جن کا تعلق نسوانی زندگی سے ہو اور اس ذریعہ سے نسوانی زندگی کے متعلق بہت سی باتیں دوسری عورتوں تک آسانی سے پہنچتیں۔ ایک مرتبہ بحث میں حضرت حفصہؓ جو کہ تند مزاج واقع ہوئی تھیں بگڑ بیٹھیں۔ اور آپؐ سے سخت کلام ہوئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق پرواہ نہ کی بلکہ آپؐ نے موصوفہ کے والد حضرت عمرؓ کو بھی اپنی صاحبزادی کو زجر و توبیخ کرنے پر روکا۔ اس واقعہ سے کامل آزادی اور رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔ ثانیاً ان کی آزادی گھر کی چاردیواری تک ہی محدود نہیں تھی۔ آپؐ کے یومیہ کاروبار میں بھی ایک خاص دلچسپی لیا کرتی تھیں۔ مسجد میں باقاعدہ حاضر ہوا کرتی تھیں اور مردوں کے ساتھ ایک علیحدہ صف میں کھڑی ہو کر نماز ادا کیا کرتی تھیں۔ ایام جنگ میں رسول کریم صلعم کے ہمراہ میدان کارزار میں بھی تشریف لے جاتی تھیں۔ شہداء کی نعشوں اور زخمیوں کی حفاظت کیا کرتی تھیں۔ القصہ ان کی آزادی ازدواجی زندگی میں بدستور قائم تھی۔ رسول کریمؐ کا برتاؤ اپنی ازواج مطہرات سے مساوی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت مسلمان کو اس صورت میں دی گئی ہے جبکہ وہ ان میں انصاف کر سکے۔ اور مساوات قائم رکھ سکے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی سے بہتر سلوک کرتا ہے۔ ہم جو آج متعدد ممتاز شخصیتوں کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں رسول کریم صلعم کے اس ارشاد گرامی کی وقعت نظر آتی ہے۔ خواہ ان ممتاز شخصیتوں کی عام زندگی بے عیب ہو لیکن ان کی ازدواجی زندگیوں میں بہت سے نقائص نظر آتے ہیں۔ آپؐ صاحب مقدرت تھے اور حسین سے حسین عربی خاتون کو اپنے نکاح میں لا سکتے تھے لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ آپؐ نے مرتبہ نسواں کے اخلاقی پہلو پر کافی زور دیا ہے عربی نسل سوانح نگاروں کے ملفوظات ہی سے رسول کریم صلعم کی ازدواجی زندگی کی خصوصیات ظاہر نہیں ہوتیں آپکی ازواج مطہرات کی شہادت مستند قرار دی جا سکتی ہے۔ معترض کہہ سکتا ہے کہ ہم مورخین کے بیانات کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔ آپؐ کی ازواج مطہرات میں آپ کے ساتھ رفاقت سے اخلاق حسنہ پیدا ہو گئے وہ کسی اعلیٰ خاندان سے تعلق نہیں رکھتی تھیں آپؐ کے ساتھ رہنے سے ان کے اندر بہت سے اوصاف حمیدہ پیدا ہو گئے۔ اور یہی آپ کے کمال کا ثبوت ہے۔

ازدواجی زندگی میں انسان کے محاسن و عیوب کا انکشاف ہوتا ہے۔ کیونکہ بیوی کو خاوند کے بہت سے راز معلوم ہوتے ہیں۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کوئی معمولی سا بھی نقص ہوتا تو آپ کے ازواج مطہرات کو اس کا

ضرور ظلم ہو جاتا ۔ اگر آپؐ نے اپنی مطہرات سے بدسلوکی کی ہوتی تو آپؐ کے وصال کے بعد وہ ضرور اس کو ظاہر کر دیتیں آپؐ کی ازواج مطہرات ہمیشہ آپ کی مدح خواں رہتی تھیں ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق جن کا صحیح صحیح اندازہ گھریلو زندگی ہی میں ہو سکتا ہے آپؐ کی ازواج مطہرات کے ذریعہ مشتہر ہوتے ہیں ۔ دنیا میں ایسے بہت کم اشخاص ہیں اور دراصل نہیں ہو سکتے ۔ جن کی گھریلو زندگی بے عیب ہو اور اس پر کسی کو اعتراض کی جرات نہ ہو ۔ ہم مسلمان اگر اس فقید المثال شخصیت کا دل وجان سے احترام کرتے ہیں تو تعجب نہیں ہونا چاہیئے ۔ آپؐ پر یا آپؐ کی زندگی پر اگر الزامات تراشے جائیں تو ہم کسی صورت سے برداشت نہیں کر سکتے ۔

اسلام کا اثر ہندوستانی عورت پر

(از جناب مسٹر انوار الدین صاحب)

اسلام کی پیدائش عرب میں تیرہ صدیوں سے کچھ زائد عرصہ پہلے ہوئی اور ایک صدی کے اندر اندر وہ ہندوستان کے مغربی صوبہ سندھ تک پہنچ گیا ۔ لیکن دسویں صدی عیسوی تک وہ اس قابل نہیں ہوا کہ وہ ہندوستان کی زندگی پر کوئی قابل قدر اثر ڈال سکے ۔ اس کے بعد وہ سرعت کے ساتھ پھیلا ۔ اور بہت تھوڑی مدت میں وہ تمام ملک کی سیاسی اور تمدنی زندگی کا ایک غالب عنصر بن گیا ۔ اسلامی تہذیب آرین تہذیب پر گزشتہ تیرہ صدیوں میں اپنا کام کرتی رہی ہے ۔ اور اس کے معاوضہ میں آرین تہذیب نے بھی اس پر اپنا اثر ڈالا ہے ۔ اور اس باہمی تعلق کا نتیجہ بعض دلچسپ رسومات کی صورت میں پیدا ہوا ہے ۔ ہندوستان میں اسلام کے متبعین کی تعداد آٹھ کروڑ ہے ۔ لیکن ہندوستان کے لوگوں پر اسلامی تہذیب کا اثر اس تعداد سے زیادہ وسیع ہے ۔

اسلام کی ایک اہم اور بے نظیر خاصیت اس امر واقعہ میں مضمر ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی نہایت سخت محنت اور تکلیف برداشت کر کے آپؐ کے اقوال و اعمال کو محفوظ کرتے رہے ہیں جس کو حدیث کا نام دیا گیا ہے ۔ احادیث کے مجموعہ میں ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پاکیزہ زندگی جو فی الحقیقت آپ نے بسر کی ایک نمونہ کی زندگی ہے جس کی پیروی ہر مسلمان کو کرنی چاہیئے ۔ انسانی زندگی کا ہر شعبہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں ہمیں عملی رنگ میں نظر آتا ہے لیکن ان سب پر بحث کرنا بہت طوالت کو چاہتا ہے میرے مضمون سے جس چیز کا زیادہ تر تعلق ہے یہ ہے کہ آپؐ نے بھی ایک خاوند اور باپ کی زندگی بسر کی

اس لئے اسلام نے عورت کے متعلق ایک مفصل ضابطہ قوانین مرتب کیا ہے۔

اسلامی شریعت اور تمدنی رسومات کے چار ماخذوں میں سے پہلے دو یہ ہیں:- (۱) قرآن کریم (۲) احادیث نبوی میں اپنے دلائل کی بنیاد انہی دونوں ماخذوں پر رکھونگی۔ اور حسب ضرورت اپنے بیانات کی تائید میں انہی کے حوالے پیش کرونگی۔

سب سے بڑی خدمت جو اسلام نے عورت کی کی ہے۔ وہ اس کی آزادی ہے۔ جس سے اس کی حیثیت بے اندازہ طور پر بلند ہو گئی۔ اسلام نے عورت اور مرد کے مابین کوئی امتیاز قایم نہیں کیا۔ سوائے ان خصائص کے جو قدرت نے ان کے مختلف فرائض زندگی کی ادائیگی کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ذہنی، اخلاقی اور روحانی طور پر وہ دونوں مساوی ہیں اور اس مساوات کا اعلان قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں کیا گیا ہے۔ ۳۳ ویں سورت، آیت ۳۵ میں قرآن کریم فرماتا ہے

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقنتین والقنتٰت والصدقین والصدقت والصبرین والصبرات والخشعین والخشعات والمتصدقین والمتصدقت والصائمین والصائمات والحفظین فروجھم والحفظات والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃً واجراً عظیماً ۵ (ترجمہ) بیشک مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق دکھانیوالے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنیوالے مرد اور بہت ذکر کرنے والی عورتیں۔ ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے:

اس آیت میں مرد اور عورت کو صفائی کے ساتھ مساوی بنیاد پر رکھا گیا ہے لیکن علمی حلقہ میں بھی کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ ایک حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔ تحصیل علم ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔

دوران زندگی میں دونوں کے کاموں کے حلقے مختلف ہیں۔ مرد کا کام زیادہ سخت ہے کیونکہ اسے زندگی کی جنگ میں معرکہ آرا ہونا پڑتا ہے اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے خاندان کے لئے بھی روزی کمانا اس کے ذمہ ہے۔ اسے اپنی قوم کے لئے خود اپنی زندگی قربان کرنے کی بھی دعوت دی جا سکتی ہے۔ اوران وجوہ کی بنا پر اسے عورت پر ایک خاص فوقیت بھی دی گئی ہے۔ عورت فطرتاً نرم مزاج واقعہ ہوئی ہے۔ تاکہ بچوں کی تربیت اور پرورش کر سکے۔ اور یہی نرم مزاجی ایک ایسی چیز ہے جو اسے زندگی کے سخت تر فرائض کی ادائیگی کے ناقابل ٹھیراتی ہے

یہ وہ صداقت ہے جو قرآن کریم کی دوسری سورت کی ۲۲۸ ویں آیت میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-
ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ یعنی عورتوں کے بھی ویسی حقوق ہیں جیسے حقوق ان کے ذمہ ہیں پسندیدہ طور پر اور مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔"
یہ فضیلت عورت کے حقوق کو زائل کرنے کا موجب نہیں۔ ہر سوسائٹی میں فضیلت کے مراتب ہیں لیکن وہ اصول جو قرآن کریم نے قائم کئے ہیں۔ وہ ایسی بنیادیں ہیں جن پر کسی سوسائٹی کی عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے۔ اور انہی بنیادوں پر اسلامی سوسائٹی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ اس غرض سے کہ مرد کا ردیہ قاہرانہ نہ ہو۔ قرآن کریم فرماتا ہے:
ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن وسئلوا اللہ من فضلہ ان اللہ کان بکل شیئٍ علیما (۴:۳۲)۔ اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو کچھ وہ کمائیں۔ اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں۔ اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو۔ بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"
عورت پر مرد کی فضیلت کوئی ایسی چیز نہیں جس پر فخر کیا جائے۔ اور اس سے بہت ہی کم فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ عورت کی کمزوری کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور بہت سی مراعات اسے دی گئی ہیں تاکہ مرد اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کا اس درجہ خیال تھا کہ آپ نے مکہ میں اپنے آخری خطبہ میں جو حجۃ الوداع کے موقعہ پر دیا گیا فرمایا کہ "عورتوں کے حقوق کے متعلق خدا سے ڈرو۔
وہ خاص حالات جن میں مردوں اور عورتوں کے مفاد باہم ٹکراتے ہیں۔ شادی بیاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلام میں شادی ایک مقدس چیز ہے لیکن شادی کا معاہدہ ایک دیوانی معاملہ ہے جو مرد اور عورت کی آزادانہ مرضی سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک بالغ عورت اپنے لئے خاوند خود منتخب کرنے کا ویسا ہی حق رکھتی ہے۔ جیسے ایک بالغ خاوند حق رکھتا ہے کہ اپنی بیوی آپ منتخب کرے۔ کوئی ازدواجی معاہدہ عورت کی مرضی کے بغیر قابل وقعت نہیں اگر وہ خود مجلس نکاح میں موجود ہو تو یہ بہتر اور اچھی بات ہے۔ اور اگر خود موجود نہ ہو تو اس کا کوئی قائم مقام ہونا ضروری ہے جو اس کی نمائندگی کر سکے۔ عورت کو اس معاملہ میں ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ اسی کو سب سے پہلے اپنی مرضی کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ اور مرد فی الحقیقت اس کی پیش کش کو قبول کرتا ہے۔ خفیہ شادیوں کو رد کرنے کے لئے کم از کم دو گواہوں کی موجودگی قطعاً ضروری ہے۔ پھر دونوں فریق کو شادی کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا۔ اصل رسم نکاح کو قاضی ادا کرتا ہے۔ جو ایک سول افسر ہوتا ہے اور معاہدہ ازدواج کو درج رجسٹر کرتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ تمام معاہدات کو تحریر میں لایا جائے۔

شادی کا معاہدہ اس وقت تک غیر مکمل رہتا ہے۔ جب تک بیوی کے لئے مہر کا فیصلہ نہ کیا جائے۔ مرد کو کچھ روپیہ یا جائداد اپنی بیوی کو دینے کا عہد کرنا پڑتا ہے۔ جس کو مہر کہتے ہیں اور یہ مہر عورت کی جائداد بن جاتا ہے۔ اور اس کے والدین کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مہر دو قسم کا ہوتا ہے معجل اور غیر معجل۔ فریقین کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی قسم کے مہر پر باہم متفق ہو جائیں۔ یا اس کو دونوں قسم پر تقسیم کر لیں۔ مہر معجل بیوی کو عند الطلب ادا کرنا ہوتا ہے اور وہ جسوقت چاہے (نصف مہر تک کا) مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور شادی کی تکمیل سے پہلے بھی اس کا یہ معاہدہ جائز ہے۔ اسے حق ہے کہ اگر مہر معجل اس کے طلب کرنے پر ادا نہیں ہوا تو خاوند کے ساتھ رہنے سے انکار کر دے۔ غیر معجل مہر اس وقت ادا کیا جاتا ہے جب خاوند آسانی سے ادا کر سکے۔ لیکن خدانخواستہ فریقین کو کسی وقت ایک دوسرے کو چھوڑنا پڑے تو اس وقت اس کا ادا ہونا ضروری ہے۔ اگر خاوند مہر ادا کرنے سے پہلے مر جائے۔ تو اس کی جائداد میں سے سب سے پہلے اسی کو ادا کیا جائے گا۔ بیوی کے دعوے کو تمام دوسرے قرضخواہوں اور مرنے والے کی جائداد کے ورثا پر ترجیح حاصل ہے۔ اگر کوئی شخص وصیت بھی کر جائے تو بھی وہ اپنی بیوی کو اس کے مہر سے محروم نہیں کر سکتا۔

اس طرح یہ نظر آتا ہے کہ مہر کے طریق میں عورت کی کمزوری کا عقلمندانہ معاوضہ دیا گیا ہے۔ لیکن ہندوستان میں پردہ کے رواج کی وجہ سے عورت کی پوزیشن زیادہ محفوظ نہیں رہی۔ مگر اسلامی سوسائٹی نے مہر کی مقدار کو بڑھا کر اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں مہر غیر معمولی طور پر بڑھ گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات مرد کے لئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ اپنی تمام زندگی بھر کے بچت کے روپیہ سے ادا کر سکے۔ ایسے مہر بالعموم عورت کی اس کے حق سے بڑھکر خیر خواہی کرتا ہے۔ لیکن ایسے حالات میں عورت کی مہربانی اور ہمدردی کام آتی ہے۔ اور وہ مہر کی تمام رقم یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیتی ہے۔ ہندوستان میں عام طور پر نصف مہر معجل ہوتا ہے اور نصف غیر معجل۔ جس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایک ہندوستانی عورت مہر معجل کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے اور اس بارہ میں زور ڈالنے میں کس قدر زبردست اثر رکھتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی تحائف مہر کی ادائیگی میں شمار نہیں کئے جا سکتے۔ نفس الحقیقت اعلان شدہ رقم میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عورتیں بہت ہوشیاری کے ساتھ معاہدہ کی اصلیت کو ظاہر نہیں ہونے دیتیں اگر مرد اس کا ذکر بھی کر دے تو عورت پیش کردہ چیز کو بطور مہر قبول کرنے سے صاف انکار کر دیتی ہے۔ اور معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ مرد اپنی بیوی کے خیالات اور خواہشات کے آگے جھکا رہتا ہے اور مہر کا قرضہ ہمیشہ اس کی

گردن میں لٹکا رہتا ہے۔

شادی کے بعد عورت کا نان و نفقہ مرد کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مرد کو عورت پر ترجیح حاصل ہے۔ یہ نان نفقہ مرد کی اس حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے جو وہ سوسائٹی میں رکھتا ہے۔ لیکن اگر بیوی اپنے والدین کے ہاں بہتر طرق زندگی کی عادی ہو چکی ہے تو خاوند اپنی کم حیثیتی کی وجہ سے اس کا مقروض رہتا ہے۔ اور ضروری ہے کہ جب وہ اس قابل ہو تو اس کی کمی کو پورا کرے۔

مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کا برتاؤ کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے: وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسا ان تکرهوا شیئاً ویجعل الله فیه خیرا کثیرا۔ اور ان کے ساتھ پسندیدہ طور پر میل جول رکھو۔ پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے (النساء ۴: ۱۹) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ مومنوں میں سے اس شخص کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہے جو برتاؤ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے اور جو اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہے۔ مرد اور عورت کے فطری تعلقات قرآن کریم کی رو سے ایک دوسرے کو ممنون کرنے والے ہیں۔ هن لباس لکم وانتم لباس لهن۔ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو (البقرہ ۲: ۱۸۷) عدم اتحاد کی صورت میں ثالث مقرر کرنے کا حق قرآن کریم کی رو سے خاوند اور بیوی دونوں کو ہے۔ وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من اهله وحکماً من اهلها ان یریدا اصلاحاً یوفق الله بینهما ان الله کان علیماً خبیرا۔ اور اگر تم کو دونوں میاں بی بی (میں باہم دشمنی کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا (اس مرد) کے لوگوں میں سے اور ایک فیصلہ کرنے والا اس (عورت) کے لوگوں میں سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں موافقت کر دے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (النساء ۴: ۳۵)

خاوند کی طرف سے اچھے سلوک کو متیقن کرانے کے لئے بیوی کو بعض خاص حقوق حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اگر وہ (۱) کسی جرم کا ارتکاب کرے (۲) اس کے ساتھ غیر مناسب اور سخت سلوک کرے۔ (۳) اس کو سخت برتاؤ کی دھمکی دے۔ اور (۴) اپنے فرائض کو پورا کرنے سے غفلت اختیار کرے۔ اور اگر بیوی کے پاس اس خوف کی معقول وجوہ ہوں کہ اس کی صحت اور زندگی خطرے میں ہے تو اسے خاوند سے علیحدہ رہنے اور اس سے نان نفقہ وصول کرنے کا حق ہے۔ ایسے حالات میں اس کے ازدواجی تعلقات قایم کرنے کا دعوے نہیں ہو سکتا۔ اور بعض حالات میں وہ انقطاع تعلق کا مطالبہ بھی کر سکتی ہے۔ جب تک اسے طلاق نہ مل جائے اس وقت تک وہ اس کی بیوی ہی رہے گی اور اس کی وراثت میں سے اس کو حصہ ملے گا۔ اسلام نے طلاق کے حکم کو ہندوستان میں نافذ کرتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ابغض الحلال الی الله الطلاق۔ اللہ کے نزدیک بدترین حلال چیز طلاق ہے۔ طلاق نااتفاقی کا آخری علاج ہے

لیکن ہوسکتا ہے کہ نا اتفاقی عارضی ہو یا بعض احساسات کے جوش کا نتیجہ ہو۔ اگر ان حالات پر غلبہ پایا جاسکے تو زندگی پھر ٹھیک طرح باہم مل کر گزر سکتی ہے۔ اس لئے طلاق کا طریق ایسا رکھا گیا ہے کہ انسان آخری علیحدگی سے پہلے اپنے نا واجب رویہ پر پشیمان ہو سکتا ہے۔

طلاق شادی کے معاہدہ کی طرح ایک دیوانی معاملہ ہے۔ عدالتوں میں جانے اور ازالہ حیثیت کے مقدمات دائر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ طلاق کا اعلان ہی اسے موثر بنانے کے لئے کافی ہے۔

میاں اور بیوی دونوں ایک دوسرے کو طلاق دے سکتے ہیں۔ مرد کے لئے ضروری ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہوئے اس کا مہر ادا کر دے۔ لیکن جب عورت اپنے خاوند کو طلاق دیتی ہے تو ضروری ہے کہ وہ مہر کا کوئی حصہ یا سب کا سب چھوڑ دے۔ ہندوستان میں طلاق کو روکنے والی چیزوں میں سے ایک یہ مہر کا طریق ہے۔ صرف اس حالت میں کہ دو انسانوں کو باہم زندگی بسر کرنے کے تمام امکانات سے ہوگزریں طلاق کا چارہ کار انہیں اختیار کرنا پڑتا ہے۔

طلاق کئی قسم کی ہوتی ہے۔ مجملاً اس کو دو عنوانات کے ماتحت رکھا جاسکتا ہے۔ (۱) وہ طلاق جس سے میاں بیوی کے لئے دوبارہ شادی کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اور (۲) وہ طلاق جو دوبارہ شادی کو روک دیتی ہے۔ جیسے اس وقت ہوتا ہے جب مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگاتا ہے۔ طلاق اس وقت ہو جاتی ہے جب عورت اس کا مطالبہ کرے۔ اور پھر ان کی کبھی شادی نہیں ہوسکتی۔ اول الذکر قسم کی طلاق اس وقت ہوتی ہے جب مرد اپنی بیوی کو سادہ طور پر طلاق دے۔ اس صورت میں وہ دوبارہ شادی کر سکتے ہیں اور اگر تین ماہ کے اندر وہ ازدواجی تعلقات دوبارہ قائم کر لیں تو از سر نو نکاح پڑھانے کی بھی انہیں ضرورت نہیں۔ طلاق کی اور بھی قسمیں ہیں جن میں مقررہ میعاد کے اندر ازدواجی تعلقات دوبارہ قائم کئے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خاوند اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔

مرد کو اجازت نہیں کہ طلاق کے لفظ کو کھیل بنا لے۔ اگر وہ اپنی بیوی کو تین مرتبہ سادہ طور پر طلاق دے تو طلاق مکمل ہو جاتی ہے۔ اور وہ ازدواجی تعلقات قائم نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

"الطلاق مرتٰن فامساكٌ بمعروف او تسریح باحسان - طلاق دو دفعہ ہے۔ پھر پسندیدہ طور سے رکھنا یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کرنا ہے (البقرہ : ۲۲۹)

طلاق کے اس سادہ طریق کے باوجود ہندوستان میں اس کے واقعات شاذو نادر ہیں جسکے وجوہات مذہبی اور اقتصادی ہیں۔ عورت کے حق میں طلاق کی سودمندی سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے ایک غلامی اور قید کی زندگی

سے آزاد ہو کر اس کی تکالیف کم ہو جاتی ہیں۔ ہندوستان میں عورت کی بیداری سے دوسری قوموں نے بھی طلاق کو قانونی شکل دینے کی اہمیت کو سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اور مجلس قانون ساز سے ایک قانونی بل پاس کرانے کی تحریک شروع ہو چکی ہے۔

اسلام میں عورت کے متعلق مرد کی ذمہ داری طلاق سے ختم نہیں ہو جاتی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ طلاق کے بعد بھی تین چار ماہ تک اس کی کفالت کرے۔ جب اس کے حاملہ ہونے کے تمام شکوک رفع ہو جائیں تو وہ پھر شادی کر سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ حاملہ ہو تو پہلے خاوند کا فرض ہے کہ بچہ کی پیدائش تک اس کی کفالت کرے۔ بلکہ پیدائش کے بعد بھی دو سال تک اس کی کفالت کرنی ضروری ہے۔ اگر مرد کی یہ خواہش ہو کہ بچہ کی ماں اس کو دودھ پلائے قرآن کریم فرماتا ہے:-

والوالدٰت یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة۔ وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف لا تکلف نفس الا وسعها۔ لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده وعلی الوارث مثل ذالك۔ فان ارادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح علیهما وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم ما اٰتیتم بالمعروف واتقوا الله واعلموا ان الله بما تعملون بصیرة

اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں پورے دو سال۔ اس لئے جو دودھ پلانے کے زمانہ کو پورا کرانا چاہتا ہے۔ اور جس کا بچہ ہے اس پر اچھے طور پر ان کا کھانا اور کپڑا ہے۔ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ مگر جہاں تک اس کی طاقت ہے۔ نہ ماں کو اپنے بچہ کی وجہ سے تکلیف دی جائے۔ نہ باپ کو اپنے بچہ کی وجہ سے اور وارث پر بھی ایسی ذمہ داری ہے پھر اگر وہ دونو آپس کی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی اولاد کے لیے اور دودھ پلانے والی رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ جو تم نے دینا تھا عمدگی سے دیدو۔ اور اللہ کا تقوےٰ کرو اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔ (البقرہ - ۲۳۳)

ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کو قانونی شکل دیتے ہوئے اسلام نے اس پر سخت قیود عائد کر دی ہیں۔ ایسی سخت قیود عائد کی ہیں کہ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس کا منشا اس رسم کو عام حالات میں منسوخ کر دینے کا ہے۔ اسلام نے عورت کو ایک سے زیادہ خاوند کرنے سے روکا ہے۔ اسی لئے عام اصطلاح میں تعدد ازدواج کے بجائے میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کے الفاظ استعمال کرتی ہوں لیکن ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کے خیال پر بھی غور کرتے ہوئے

یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام نے ہر دو اصناف میں جنسی تعلقات کو قانونی رنگ دینے پر بہت زور دیا ہے۔ ناجائز جنسی تعلقات پر کوڑوں کی سزا دی گئی ہے۔ شادی شدہ انسان کو دگنی سزا دی جاتی ہے۔ اس سزا کو ایسی سختی سے عائد کیا گیا کہ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند پر جب یہ جرم عائد ہوا تو ان کے باپ نے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسے کوڑوں کی سزا دی اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ لڑکا اسی صدمہ سے مر گیا۔

اب ضروری ہے کہ غیر معمولی حالات کبھی کبھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ ایک عورت بانجھ ہو۔ اور چونکہ اس فطری فرض کو پورا کرنے کا تمدنی طریق ہے جو ہر زندہ مخلوق پر اپنی اولاد کو بڑھانے کے لئے عائد کیا گیا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اپنی اولاد کی زیادتی کے لئے معقول ذرائع اختیار نہ کرے تو وہ اپنے فرض کو پورا نہیں کرتا۔ ایسے حالات میں اسے اور شادی کر لینی چاہئے۔ ہندوستان میں دوسری اقوام ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کے علاوہ متبنٰے بنانے کا طریق اختیار کرتے ہیں۔ لیکن اگرچہ متبنٰے بنانے سے جائداد کی وراثت کی مشکل حل ہو جاتی ہے تاہم زیادتی نسل کا کوئی ذریعہ نہیں۔

جنگ کی حالت میں ایک حقیقی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ہزارہا انسانوں کی جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ جس سے عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت بڑھ جاتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کو سوسائٹی کی نجات کا ذریعہ نہ بنایا جائے تو ایسے حالات میں عورتوں کی بہت بڑی تعداد بے نکاحی بیویاں بننے پر مجبور ہوگی۔ یا زناکاری اپنی تمدنی برائیوں کے ساتھ بڑھ جائے گی۔ اولاً بدقسمت عورتیں اپنی عزت کھو بیٹھیں گی۔ دوم خود غرض اشخاص سوسائٹی کے غیر ذمہ دار ممبر بن جائینگے۔ سوم بچہ نہ صرف اپنی عزت اور خود داری کو کھو دے گا۔ بلکہ باپ کی کمائی سے اسے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ اور نہ ہی باپ کی جائداد کا وارث ہوگا۔

ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے اسلام نے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی قانوناً اجازت دی ہے۔ اور ان کی تعداد مقرر کر دی ہے۔ اور ان سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے کا حکم سختی کے ساتھ دیا گیا ہے۔

(باقی آئندہ)

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ❁ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
جنوری ۲	۱۸۱۷	جناب سید علی صاحب مشن			۲۵
″	۱۸۲۱	″ خانبہادر مولوی غلام حسن خان صاحب مشن		۸	۱
″	۱۸۲۲	″ ڈاکٹر شیر علی خان صاحب			۱
۴	۱۸۳۰	″ الحاج سیٹھ قاسم علی جیراز بھائی برائے مفت تقسیم کتب	.	.	۴۰۰
″	۱۸۳۱	″ نواب غلام احمد صاحب کلامی مشن	.	.	۴
″	۱۸۴۰	″ حاجی محمد ابراہیم صاحب ″			۱
۶	۱۸۴۵	″ کرم الٰہی صاحب قریشی ″	.	.	۵
۷	۱۸۵۳	″ عبدالکریم صاحب ″	.	.	۹۵
″	۱۸۵۴	″ ایس ایم عالم سکواڈرن ″	.	.	۱۱
″	۱۸۵۵	″ عبدالحافظ باعکظہ ″			۱۰
″	۱۸۵۶	″ ″ ″ ″ ″			۲
۸	۱۸۶۵	″ سید ریاض الدین احمد صاحب ″			۳۰
۹	۱۸۸۸	″ محمد بخش صاحب زکوٰۃ			۲۰
″	۱۸۸۹	″ قاضی منہاج الدین صاحب مشن			۲۴
″	۱۸۹۵	″ مسز اقبال حسین صاحبہ ″			۵
″	۱۸۹۷	″ شیخ خالد یوسف صاحب ″			۱۵
۱۱	۱۹۲۰	″ مس طیبہ جعفری صاحبہ ″			۵
″	۱۹۳۱	″ عبدالکریم صاحب ″			۵
۱۲	۱۹۶۳	″ ڈاکٹر ابو طلحہ صاحب ″			۱۰
″	۱۹۶۵	″ کے ایچ منیار سکواڈرن			۲
۱۵	۲۱۱۱	″ محمد عمر صاحب برائے مفت تقسیم کتب			۲
۱۶	۲۱۳۹	″ خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب مشن			۱۰
″	۲۱۴۰	″ ابو الفیض محمد یوسف صاحب امانت			۳
″	۲۱۶۵	″ ڈاکٹر امین اکبر خان صاحب مشن			۳
۱۸	۲۱۶۶	″ ایم اے قدوس خلف الرشید عبدالرحیم صاحب ″			۲۴
″	۲۱۶۷	″ ایم اے جعفری صاحب ″			۱۵
″	۲۱۶۸	″ عظیم الدین خان صاحب ″			۵
جنوری ۱۸	۲۲۶۹	خان بہادر ایس مہر بخش صاحب مشن			۵
۲۲	۲۲۶۴	منافع از سرمایہ محفوظ		۴	۲۴۹
″	۲۲۶۵	جناب اقبالمند خاں صاحب			۵
۲۳	۲۲۷۵	″ ایس الطاف کریم صاحب		۶	۲
۲۸	۲۳۱۳	″ عبدالوہاب صاحب		۸	۲
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری سنہ ۳۷ء		۳	۱۹۱۸
		″ اشاعت اسلام			۳۲۷
		″ ووکنگ گزٹ	۹	۳	۱۴۷
		″ کتب			۳۰۸
	۳۱	قرضہ از سرمایہ محفوظ			۹۳۰
		واپسی پیشگی از وائس پریزیڈنٹ صاحب بل نمبر ۱۲۶	۶	۱۵	۲۵۶
		″ ″ ″ نمبر ۱۲۹	۱۰	۷	۴۵۵
		آمد مسجد ووکنگ	۳	۳	۲۲۱۸
			۴	۱۱	۱۰۱۴۸

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان			روپیہ
جنوری ۴	۱۸۳۱	جناب نواب غلام احمد صاحب کلامی ۲ کاپی			۱۰
۶	۱۸۳۶	″ میاں محمد امین الدین صاحب ۱ ″			۵
۸	۱۸۶۸	″ ایس ایم عالم اسکواڈرن ۱ ″			۵
۹	۱۸۸۸	″ محمد بخش صاحب ۱ ″			۵
″	۱۸۹۰	″ آر اے کے شریف ۲ ″			۱۰
″	۱۸۹۱	″ نیاز محمد صاحب ۲ ″			۱۰
۱۱	۱۹۱۹	″ سید امجد علی صاحب ۱ ″			۵
۱۵	۲۱۱۱	″ عمر محمد صاحب ۳ ″			۱۰
۲۳	۲۲۷۴	″ ڈاکٹر برکت علی صاحب ۲ ″			۱۰
			.	.	۷۰

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۷ عیسوی

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
جنوری ۲	۱۱۵	کرایہ دفتر از ستمبر تا نومبر ۳۶ء			۹۰
	۱۱۶	کرایہ گودام از ماہ مئی تا نومبر ۳۶ء			۷۰
	۱۱۷	تالیف قلوب و اخراجات مہمانان مشن	۳	۹	۶۲
	۱۱۸	در لاہور از ماہ مئی تا نومبر ۳۶ء	۶	۱۲	۵۴
	۱۱۹			۱۰	۹
	۱۲۰	کرایہ گودام کتب از فروری ۳۶ء تا نومبر ۳۶ء			۱۰۰
	۱۲۱	کاغذ برائے گزٹ و اشاعت اسلام	۶	۴	۱۵۷
	۱۲۲	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ بابت طباعت رسالہ اسلامک ریویو از اگست ۳۶ء تا ماہ نومبر ۳۶ء عیسوی			۶۳۰
جنوری ۴	۱۲۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل			
		محصول ڈاک از نمبر ۱۴۹۵ تا ۱۵۱۱ [illegible]			
		کتب برائے فروخت [illegible]			
		کتابت اشاعت اسلام ستمبر ۳۶ء [illegible]			
		موسمی اخراجات [illegible]			
		تالیف قلوب [illegible]			
		ایک ریم کاغذ [illegible]			
		متفرق [illegible]			
		۲۲۹ — ۱۳ — ۰	۰	۱۳	۲۲۹

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۲ جنوری	۱۲۴	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۱۲۲۹ تا ۱۷۹۶ ٹیلیگرام ترجمہ برائے اشاعت اسلام متفرق ۲۴۲—۱—۳	۳	۱	۲۴۲
	۱۲۵	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۲۰۷۶ تا ۲۲۹۶ ترجمہ برائے اشاعت اسلام ٹیلیگرام دو ریم کاغذ سٹیشنری کتابت بابت اکتوبر علی الحساب متفرق ۲۷۱—۱—۳	۳	۱	۲۷۱
	۱۲۶	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۲۲۹۷ تا ۲۳۹۰ متفرق سٹیشنری ترجمہ برائے اشاعت اسلام موسمی اخراجات کاغذ ۲ ریم و لفافے برائے دفتر کتب خرید کردہ برائے فروخت ۲۴۵—۲—۰		۲	۲۴۵
	۱۲۷	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۲۳۰۱ تا ۲۵۵۲ ترجمہ برائے اشاعت اسلام کتابت اشاعت اسلام نومبر و دسمبر ۱۹۳۶ء کتب خرید کردہ برائے فروخت سٹیشنری متفرق کاغذ برائے گزٹ ۲۹۸—۹—۳	۳	۹	۲۹۸
	۱۲۸	سفر خرچ وائس پریزیڈنٹ - اندراج سابقہ	۶	۱۵	۳۵۶
	۱۲۹	پیشگی ووکنگ دفتر ۲۴۵ پونڈ ۸ شلنگ ۸ پنس	۱۰	۷	۳۲۵۵
	۱۳۰	پیشگی وائس پریزیڈنٹ بابت آمد و رفت مسجد ووکنگ	۳	۳	۲۱۱۸
	۱۳۲	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۲۵۵۳ تا ۲۶۸۶ ترجمہ برائے اشاعت اسلام تاریں کاغذ برائے گزٹ			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
		کاغذ برائے اشاعت اسلام سٹیشنری کتب خرید کردہ برائے فروخت ۳ ریم کاغذ برائے دفتر و فہرست کتب کتابت دسمبر ۱۹۳۶ء موسمی اخراجات متفرق اخراجات ۲۴۹—۶—۹	۹	۶	۲۴۹
	۱۳۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۲۶۸ تا نمبر ۲۷۶ کتابت علی الحساب بابت ماہ جنوری اشاعت اسلام کتب خرید کردہ برائے فروخت موسمی اخراجات ۲۳۰—۱۳—۰		۱۳	۲۳۰
۲ جنوری	۱۳۴	تنخواہ عملہ بابت ماہ نومبر ۱۹۳۶ء		۶	۲۴۲
″	۱۳۵	″ ″ دسمبر ۱۹۳۶ء		۶	۲۴۲
″	۱۳۶	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۲۷۹۲ تا ۲۹۴۱ کتب برائے فروخت تنخواہ ٹائپسٹ دس یوم کاغذ سرورق اشاعت اسلام موسمی اخراجات کتب برائے دفتر لاہور پروف ریڈنگ اسلامک ریویو بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۶ء سٹیشنری تاریں متفرق کتابت بقایا جنوری بل ۲۶۹—۶—۶	۶	۶	۲۶۹
	۱۳۷	پیشگی برائے سفر خرچ		۱۲	۲۰۷
	۱۳۸	تنخواہ اکونٹنٹ صاحب بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۶ء		۸	۱۴۴
		پیشگی برائے سفر خرچ سکرٹری صاحب			۱۲۵
	۱۳۹	کرایہ دفتر بابت دسمبر ۱۹۳۶ء و کرایہ سٹور برائے کتب دسمبر ۱۹۳۶ء			۴۵
	۱۴۰	طباعت رسالہ اشاعت اسلام بابت دسمبر ۱۹۳۶ء تا جنوری ۱۹۳۷ء		۱۲	۷۰
	۱۴۱	کاغذ برائے رسالہ اسلامک ریویو برائے چھ ماہ		۱۵	۱۳۱۰
		۱۱۵۲۹—۱۱—۱۰			

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعت اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہئیے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) بیکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۷ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعتِ اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۸ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسۂ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمئ امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹیری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹیری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ براندرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹیری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ براندرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ براندرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتری ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکرٹیری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل براندرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب ہندوستان) فرمائیں

July 1937 Regd L. NO 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (ہندی) سالانہ — قیمت پانچ روپے (شہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور پنجاب انڈیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۞ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۞

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن**۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد**۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سر انجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک**۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع**۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے۔ (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

The photo shows a part of the audience near the dais that attended the reception held in honour of the birthday of the Holy Prophet Muhammad by the Muslim Society in Great Britain on Saturday, May 22, 1937, at the Grosvenor House, London, at 4-30 p.m. His Royal Highness the Amir Saud was in the chair.

The full details of the occasion appear in this issue.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہٰذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے ؛؛

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۳ | ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۷ء مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۷

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو لندن میں عید میلاد النبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تقریب سعید کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے جو اس سال مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمٰے کی سرپرستی میں منایا گیا جس میں تین صد سے زائد مسلم و غیر مسلم احباب شامل ہوئے۔ اس جلیل القدر تقریب کی رونق کو ان زائرین کی شمولیت نے دوبالا کر دیا۔ جو رسم تاجپوشی کے سلسلہ میں لندن تشریف لے گئے تھے۔

لندن میں عید میلاد النبی کی تقریب سعید

قارئین کرام اس حقیقت سے ناآشنا نہیں کہ مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمٰے کی سرپرستی میں ہر سال عید میلاد النبی کی جلیل القدر تقریب عمل میں آتی ہے۔ امسال یہ سالانہ تقریب گروز ونیر ہاوس۔ پارک لین میں مورخہ ۲۲ - مئی ۱۹۳۷ء بروز شنبہ ساڑھے چار بجے شام منائی گئی۔ مسلم و غیر مسلم احباب کا اجتماع تین سو سے زائد تھا۔ حاضرین دنیا کے مختلف حصوں سے رونق افروز ہوئے تھے۔ رسم تاجپوشی کے سلسلہ میں سمندر پار مقامات سے آئے ہوئے زائرین نے اس رفیع الشان اجتماع میں عالمگیریت اور ایک بوقلمونیت کا رنگ پیدا کر دیا۔ ہمارے بعض پرجوش نومسلم بھائی اور بہنیں انگلستان کے دور دراز گوشوں سے تشریف فرما ہوئے تھے۔

رسم خیر مقدم کا سلسلہ ساڑھے چار بجے شروع ہوا۔ مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے احباب کا

(امام خالدہ بگانن ہملٹن پریزیڈنٹ مسلم سوسائٹی (موصوفہ کو شرف میزبانی بھی حاصل تھا) مولانا آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ اور مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک چیرمین سوسائٹی نے استقبال کیا۔

۵ بجے مسٹر ڈی یارک اور امام صاحب نے جلسہ کی کارروائی شروع کی۔ مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک نے ہز رائل ہائنس امیر سعود سعودی عرب کے ولیعہد شہزادہ سے کرسی صدارت کو اپنی ذات والاصفات سے شرف بخشنے کی درخواست کرتے ہوئے کہا "ہم آپ کی صدارت پر محض اس لئے نازاں نہیں کہ آپ ایک اہم اسلامی ریاست کے ولیعہد ہیں بلکہ اس لئے کہ آپ اس تاجدار کے فرزند دلبند ہیں جو آج ان اماکن مقدسہ یعنی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر جن کو ایک مسلمان نہایت عزت و اکرام کی نظر سے دیکھتا ہے حکمران ہیں"۔ صدارت قبول فرماتے ہوئے ہز رائل ہائنس نے اپنی افتتاحی تقریر میں ارشاد کیا کہ "مجھے اس اعزاز سے نہایت مسرت ہے۔ کہ آج مجھے اس سنجیدہ اجلاس کی صدارت کے لئے آپ نے مدعو کیا۔ شہزادہ موصوف نے سوسائٹی کو اس سرگرم کوشش پر مبارکباد دی اور کامیابی کیلئے دعا فرمائی۔

جلسہ کی کارروائی امام صاحب کی تلاوت قرآن کریم کے بعد شروع ہوئی۔ امام آفتاب الدین احمد صاحب نے تلاوت کردہ آیات کا انگریزی ترجمہ بھی ہدیہ سامعین کیا۔ مابعد ہز رائل ہائنس الحاجہ عائشہ فٹز ولیم کوٹز نے تقریر دی۔ (موصوفہ کا فوٹو اسلامک ریویو جون نمبر میں شائع ہوا ہے۔ موصوفہ نے تقریر کے آغاز میں کہا۔ کہ میری تقریر کا رُخ خصوصاً غیر مسلم حضرات کی جانب ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ سے بخوبی واقف نہیں ایک مختصر لیکن موزوں تقریر میں موصوفہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت، وفا، رحم و سخا پر روشنی ڈالی۔ تقریر کے آخر میں موصوفہ نے سٹینلے لین پول کی تحریرات سے ایک برجستہ اقتباس پیش کیا جس سے بیان ہذا کی شہادت ہوتی تھی۔ موصوفہ کے بعد الحاج عبداللہ فلبی کی عربی زبان میں تقریر ہوئی۔ مابعد سر عبدالقادر صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ یہ اجلاس خاص ہے اس عظیم الشان شخصیت کی ولادت عظمٰے کی یاد آوری کے لئے جس کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی۔ امریکہ کی لونی قیود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معزز مقرر نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وہ ذات با برکات ہے جس کی بدولت لونی اور فرقی امتیازات یکسر ختم ہو گئے۔ تقریر کے خاتمہ پر آپ نے سوسائٹی کو مبارکباد دی اور اس کی سرگرمیوں پر کامیابی کی دعا کی۔ صدر موصوف نے بیگم امیرالدین صاحبہ کو تقریر کے لئے مدعو کیا۔ جو یہاں ۔۔۔ ورلڈ کانگریس آف فیتھ کے ایک خاتون کی حیثیت سے رونق افروز ہیں۔ موصوفہ نے حضرت رسول کریم

کی تعلیم مساوات اور مرتبہ نسواں پر روشنی ڈالی آخری تقریر مولوی آفتاب الدین احمد امام مسجد ووکنگ کی ہوئی آپ نے فرمایا کہ گو اسلام مسیحیت کے ۶۰۰ سال بعد معرض وجود میں آیا۔ تاہم مسلمانوں کی تعداد بہ سے ۴۰ کروڑ کی تعداد میں ہے اور ان میں دُنیا کی جملہ اقوام کے افراد شامل ہیں۔ یہ اجتماع اور الحاجہ عائشہ کی تقریر اس امر کا بین ثبوت ہے کہ سرزمین انگلستان میں صحیح معنے میں اسلام پھیل گیا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میرے خیال میں انسان کی تعریف اس بات میں ہے کہ اس کی نہ تحقیر ہو۔ اور نہ اس کی شان میں مبالغہ کیا جائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال لے لیجئے۔ ہم دن میں پانچ بار نماز میں رسول کریم صلعم کو یاد کر لیتے ہیں۔ ہزارہا مسجدوں کے موذن اقصائے مشرق سے لے کر اقصائے مغرب تک دن میں پانچ بار اعلان کرتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ مغربی انشاپردازوں کا حوالہ دیتے ہوئے امام صاحب نے فرمایا کہ اگر مغربی مصنفین کی جملہ تصنیفات جو وقتاً فوقتاً ظہور میں آئی ہیں تلاش کی جائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اگر کوئی مصنف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت کی بد توصیفی کرتا ہے دوسرا اس کی حمایت میں رقمطراز نظر آتا ہے اگر اجتماعی طور پر سب کا مطالعہ کیا جائے تو رسول کریم صلعم کی رسالت کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

آخر میں مسٹر ہارون رشید جنرل سکرٹری نے چیرمین اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کا ثبوت دوں گا اگر جملہ سفیران اور اکابران کی ان گرانقدر اعانتوں کا شکرگزار نہ ہوں جو ان سے وقتاً فوقتاً سوسائٹی کو حاصل ہوئی ہیں۔

مابعد فاضل صدر نے اجلاس ختم کیا اور دعوت چائے کا اہتمام ہوا۔

چنانچہ سوسائٹی کی اس قابل یادگار تقریب کا بھی اختتام ہوا۔

حاضرین میں اسامی گرامی قابل ذکر ہیں:-

ہز رائل ہائنس امیر سعود۔ ہز رائل ہائنس امیر محمد۔ ہز رائل ہائنس شہزادہ سیف الاسلام اوف یمن۔ ہائینز سلطان و سلطانہ آف جوہور۔ ہز ہائنس سلطان اوف زنجبار ہز ہائنس سلطان اوف شہیر د موکالا۔ ہز ہائنس سلطان اوف لماج۔ ہز ہائنس سلطان اوف پہانگ ہز ہائنس شہزادی نغیمہ۔ ہز ہائنس سلطان محمد بن عمر۔ دیر ایکسیلینسیز سفیر ترکستان و مادام فتحی اوکیار۔ ہز ایکسیلنسی سفیر ایران۔ ہز ایکسیلنسی سفیر مصر۔ ہز ایکسیلنسی سفیر عرب۔ ہز ایکسیلنسی وزیر عراق۔ آنریبل کیتھرائن لیڈی ہیڈلے۔ لیڈی ایلمسفیلڈ

سر اکبر حیدری، سر عبدالرحیم، سر عبدالقادر، ولیڈی عبدالقادر، سر فیروز خاں نون، سر شادی لال، امیر علی ارسلان، نواب ذوالقدر جنگ بہادر، نواب نظامت جنگ بہادر، جسٹس نعمت اللہ، جسٹس امین الدین، بیگم امین الدین جمال حسینی، خان بہادر شیخ علی بالینو، کپتان و مسز اللہ نور میاں، و بیگم محمد رفیع، خان بہادر سید احسان علی، مسز مارمیڈیوک پکتھال، مسز مارگرٹ فاروق ہرمن، ڈاکٹر ہری پرشاد و مادام شاستری، مادام ترمذی، ڈاکٹر و مسز محمد شاکر محمدی، ڈاکٹر و مسز سعید محمدی، مسٹر ایس ڈی پراچہ، رسالدار مظفر خاں، رسالدار میجر بہادر شیر خاں۔

ختنہ اور پردہ

ایک وقت تھا جب پروپیگنڈا کا قلم قرون اولی کے مسلمانوں کی تصویر یہ کھینچا کرتا تھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار ہوتی تھی۔ اب مدت سے یہ ایک مردود افسانہ سمجھا جاتا ہے مگر ٹراونکور کے موجودہ نام لیوایان اسلام ملا لوگوں کو صحیح طور پر ایسا بیان کیا جاسکتا ہے کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں استرا ہے۔ اس حصہ ملک میں پہنچکر ہم بہت حیران ہوئے۔ اور یہ دیکھکر قطعاً کوئی خوشی نہ ہوئی کہ تھیہ قوم کے بہت سے لوگ جو مسلمان ہونا چاہتے ہیں، عجیب و غریب مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اپنی ذلت کے خیال کو دماغ سے نکال دینے کے لئے وہ اسلام کے دائرہ میں شامل ہونے کے لئے بے تاب ہیں لیکن ایک خیال ان پر لرزہ طاری کرنے کا موجب تھا۔ ملانوں نے ان کو بتا رکھا تھا کہ اسلام ختنہ کرانے کے مترادف ہے اور ختنہ کرانا اسلام ہے۔ جب تک وہ اس عمل جراحی کی مصیبت برداشت نہ کریں اس وقت اسلامی برادری میں ان کی شمولیت کی کوئی امید نہیں۔ وہ بیچارے دونوں طرف سے مشکلات میں تھے۔ اگر اسلام سے الگ رہیں۔ تو ذات پات کی زنجیریں، انہیں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اگر اسلام کے اندر آئیں تو استرا ان کے سامنے چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ بعض ملا طبع دوستوں سے ہم ناکام بحث کرتے رہے۔ کہ ختنہ اسلام کی شرائط میں سے نہیں ہے۔ ہم نے انہیں بتادیا کہ حضرت بلالؓ ایک غیر مختون قوم میں سے مسلمان ہوئے تھے اور کسی تاریخ کی کتاب میں کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں کہ انہوں نے کبھی ختنہ کرایا ہو۔ ایسا ہی جب اسلامی افواج نے ایران اور روم کی سلطنتوں کو تہہ و بالا کیا اور غیر مختون لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوئے تو اگر عام طور پر ختنہ جیسی کوئی چیز واقعہ ہوئی ہوتی تو تاریخ میں عام مقبولیت اسلام کے علاوہ اس کا بھی کوئی ذکر ہونا چاہیئے تھا۔

قبول اسلام کے رستہ میں ایک اور بہت بڑی روک پردہ کی ہے۔ تھیبہ ایک تعلیم یافتہ قوم ہے۔ اور ان کی عورتیں زندگی کی کشمکش میں عملی حصہ لیتی ہیں۔ خانہ نشین ہونے اور برقعہ اوڑھنے کا خیال ان کے دماغ میں بھی نہیں آسکتا۔ تاہم ان کے دماغ میں یہ بٹھایا گیا کہ جس وقت انہوں نے اسلام قبول کیا دو باتیں ضرور واقع ہوں گی۔ مردوں کو اپریشن کرانا پڑے گا۔ اور عورتوں کو برقع کے اندر اپنے آپ کو لپیٹنا ہوگا۔

آخر کار مسٹر گابا ان کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے پہنچ گئے۔ اور انہوں نے ایک بیان شائع کیا جس پر اپنے ساتھ ہمارے بھی دستخط کرائے۔ اور بعض سرکردہ مقامی مسلمانوں کے بھی دستخط اس پر کرائے گئے اور یہ بیان چنگنا چری کے عام جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب ہمارے دوست ڈاکٹر تھیل نے جو ایک تھیبہ لیڈر اور قبول اسلام کے زبردست حامی ہیں۔ آرام کا سانس بھرا۔ لیکن انہوں نے نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے اس بیان کی ایک نقل فوری حوالہ کے لئے اپنے پاس رکھ لی۔ انہوں نے کہا کہ "آپ تو چلے جائیں گے اور میں اس جگہ ملانوں کے قابو آجاؤنگا"۔ مجھے اپنی جان بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ اپنے پاس ضرور رکھنا چاہیئے۔ تاکہ انہیں دکھا سکوں۔ پس وہ بیان تھیبہ قوم کے لئے "حفاظت کا چارٹر" بن گیا۔ جو حسب ذیل ہے:۔

" ہمیں تھیبہ قوم کے لیڈروں سے جو چنگنا چری میں جمع ہوئے ہیں تبادلہ خیالات کرنے پر یہ معلوم کرکے نہایت حیرت ہوئی کہ ایسی حالت میں کہ ان کی قوم میں قبولیت اسلام کی عام رو ہے۔ دو چیزیں جو ان کے رستہ میں روک بن رہی ہیں یہ ہیں:۔ (۱) یہ کہ انہیں ختنہ کا اپریشن کرانا پڑے گا (۲) یہ کہ عورتوں کو پردہ کرنا ہوگا۔

اس بارہ میں ہم اس بیان کی پورے طور پر تصدیق کرتے ہیں جو آج صبح کے وقت مسٹر کے ایل گابا نے تھیبہ کانفرنس میں دیا۔ کہ کسی شخص کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے جس چیز کی لازمی طور پر ضرورت ہے وہ صرف یہ ہے کہ توحید الٰہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کا اعلان کیا جائے۔ جس کا ذکر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہے جو شخص یہ اعلان کر دے وہ اسلام کی عالمگیر برادری کا پورا حقدار اور جائز ممبر بن جاتا ہے۔ اور تمام ان حقوق و مراعات کا مستحق ہے جو ایک مسلمان کا حق ہیں اس بارہ میں کوئی خاص شرائط پیش نظر نہیں رکھی جاتیں۔ جہاں تک رکاوٹوں یا اعتراضات کا تعلق ہے ان میں سے سب سے پہلے ختنہ کو لیجئے۔ یہ ایک ایسی رسم ہے جو نہ صرف مسلمانوں ہی میں رائج ہے بلکہ بہت سی

دوسری اقوام اور لوگوں میں بھی اس کا رواج پایا جاتا ہے۔ جیسے مثلاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہودیوں اور عربوں میں رواج تھا۔ اس رسم کی بنا صرف اصول صحت پر ہے۔ اور یہ ایک ایسا اپریشن ہے جو بہت ہی ابتدائی عمر میں کیا جاتا ہے۔ یہ اسلام کا کوئی لازمی حصہ نہیں۔ اور فی الحقیقت عمر رسیدہ لوگوں کو تو یہ اپریشن کرانے پر مجبور کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

جہانتک پردہ کا سوال ہے اس بارہ میں بھی یہ عام غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اسلام نے صحیح پردہ کس چیز کو قرار دیا ہے۔ اسلام عورتوں کو بالکل علیحدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ نہ اس کی خواہش ہے کہ عورتیں گھر کی چار دیواری میں محصور رہیں۔ نہ ہی وہ یہ چاہتا ہے کہ انہیں تعلیم یا حصول علم کی آزادی سے محروم رکھا جائے۔ اس کے برخلاف اسلام نے عورت کو مرد کے ساتھ کامل مساوات کے درجہ پر رکھا ہے اور حصول علم کو مرد اور عورت دونوں کا یکساں فریضہ قرار دیا ہے۔ اسلام دونوں اصناف کے مابین لباس اور معاشرتی تعلقات کے بارہ میں طرز بود و ماند کی ایک خوشگوار صورت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آج اسلامی سوسائٹی کا وسیع روشن خیال طبقہ عام طور پر پردہ کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ یہ صرف شہری خاندانوں تک محدود ہے۔ اور وہاں بھی بسرعت مفقود ہوتا جارہا ہے۔ (از لائٹ)

مکتوباتِ ووکنگ

اکویٹ ابا

جناب امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان

جناب عالی۔ قبول اسلام کی میرے دل میں انتہائی آرزو ہے۔ میں آج کل کلیسائے انگلستان سے تعلق رکھتا ہوں اور اس کا ممبر ہوں لیکن مجھے اس کی بہت سی باتوں سے نفرت ہے۔ میں صرف کلیسا ممبر ہی نہیں ہوں بلکہ سفیر بھی ہوں اور سکول کی ہیڈ ماسٹری بھی میرے سپرد ہے۔

آپ ازراہ کرم مجھے اپنی چند اسلامی مطبوعات اور اسلامک ریویو کی چند کاپیاں ارسال فرمائیں، تاکہ میں اپنے مدرسوں میں تقسیم کروں۔ میں ازحد ممنون ہوں گا۔ جواب کا بے تابانہ منتظر:۔

خادم:۔ (دستخط) او۔ایچ۔او۔

جولیٹ الینیوس۔ نارتھ شبکیگو سٹریٹ۔

جناب امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان۔

مکرم و معظم! مجھے ازراہ کرم یہ بتائیں کہ اسلام کے متعلق اگر کوئی معلومات حاصل کرے تو اس کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ (آپ کا تابعدار:۔ اے آر ڈبلو)

مارل بارو لائنس۔ ایس فیم بارو ہنٹس

مکرم و معظم! میں حلقہ بگوش اسلام ہونا چاہتا ہوں۔ میں اس وقت کلیسائے انگلستان کا ممبر ہوں لیکن میرے دل میں اسلام لانے کی انتہائی آرزو ہے۔ تفصیلی امور سے ازراہ کرم اطلاع بخشیں؛

آپ کا خادم:۔ پی کنیگس

کولمبو۔

جناب سکرٹری صاحب ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ مسجد ووکنگ انگلستان

جناب عزیز! ازراہ کرم "آئی ڈیل پرافٹ" کا ایک نسخہ مفت ارسال فرما کر بندہ کو شکریہ کا موقعہ دیں اور بھی اسلام کے متعلق کچھ لٹریچر ارسال فرمائیں میں اسکی تعلیمات سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔ پیشگی شکریہ۔

(آپ کا خیر اندیش:۔ او۔ ایل۔ دین۔ ویک)

اسلام امریکہ میں

(جناب نور محمد صاحب ملک بی ایس سی ایم ڈی کے قلم سے)

اسلام کی نمائندگی طاقوں پر چھوڑ دینے اور ہمارے روشن خیال طبقہ کی ضرورت زمانہ سے لاپرواہی اور جہالت کے ہوتے ہوئے یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کہ اس کے دشمنوں کو ناواقف اور بے گناہ لوگوں کے سامنے اس کی غلط تصویر کھینچنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے اس پاک مذہب کے متعلق واقعات کو اس طرح توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے کہ اس کی پاک شکل پہچانی نہیں جاسکتی۔ مثلاً امریکن قوم کو اسلام کا علم بہت کم حاصل ہے ان کا خیال ہے کہ یہ کوئی نہایت خطرناک مذہب ہے۔ کسی مجمع میں یہ کہنا کہ میں مسلمان ہوں گویا ان کے اندر بم پھینک دینا ہے۔ ایک عام امریکن مسلمانوں کی تصویر یہ کھینچتا ہے کہ وہ کوئی مذہبی مجنون اور تقدیر پرست لوگ ہیں جو عجیب و غریب پراسرار مذہبی رسوم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انسانی قربانیاں کرتے ہیں۔ اپنے بڑے بڑے جبوں میں برچھے چھپائے پھرتے ہیں۔ حرم میں کئی کئی عورتیں رکھتے ہیں اور بے ضرر عیسائیوں اور بالخصوص عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے میں انہیں خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان کے (نعوذ باللہ) جھوٹے نبی نے اس کے معاوضہ میں اپنے بہشت میں سے حوریں انہیں دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

میں نے ایک امریکن کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسلمان دکھنے والی آنکھوں میں پسی مرچیں ڈالتے ہیں۔ ایک امریکن پرائمر میں مسلمان بچوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ مسلمان ان کے دشمن ہیں۔ اسلام کو اس میں "ازلم" اور مسلمانوں کو "محومڈنز" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ایک پرائمر میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی دی گئی ہے۔ جس میں آپ کی ڈاڑھی حد سے زیادہ لمبی دکھائی گئی ہے۔ جو ایک دوڑتے ہوئے نہایت خوبصورت عربی گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک نہایت شاندار خمدار نیزہ ہے۔ غریب بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو آپ سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور ایک بوڑھا قاتل سمجھ کر آپ سے ڈرتے ہیں۔

ویبسٹر ڈکشنری میں ایک ترکی ٹوپی پہنے والا شخص بہت ہی پیارا بتایا گیا ہے۔ فلپ گبس نے ایک

قصہ لکھا ہے کہ جب میں نے اخبارات میں پڑھا کہ ترک سمرنا میں داخل ہو گئے ہیں اور اسلامی طریقہ کے مطابق مسیحی مکانات کو جلا کر اور مردوں اور عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال کر فتح کی تقریب مناتے ہیں تو بعض اُن لوگوں کا خیال مجھے آیا جن سے میں ایک سال قبل ملا تھا اور مجھے حیرانی ہوئی کہ ان بیچاروں کو موت سے پہلے کس قدر درد و کرب ہوا ہوگا یا کس طرح سے انہیں بچنے کا موقعہ ملا ہوگا۔" ان فقرات کو ایک ادبی موتی قرار دیا گیا ہے اور تمام لوگ اسی کو نقل کرتے ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ اس فقرے کے لکھنے والے کو ترکوں یا مصریوں ہندوستانیوں یا حال ہی کے تباہ شدہ غریب حبشیوں کے متعلق بھی حیرانی ہوتی ہے یا نہیں۔

میں حال ہی میں ایک گرلز کلب میں تقریر کے لئے بلایا گیا تھا۔ میرے ساتھ اسی پروگرام میں ایک قریبی شہر کے ایک مشہور عیسائی پادری کا نام بھی تھا۔ اسے نسل انسانی کے عظیم الشان مذاہب پر تقریر کرنا تھی خواتین نے مجھ سے درخواست کی کہ ٹھیر جاؤں اور اس کی تقریر کو سنوں۔ چونکہ مضمون دلچسپ معلوم ہوتا تھا اس لئے میں ٹھیرنے کے لئے راضی ہو گیا۔ چونکہ وہ دیر سے آیا اس لئے تقریر سے پہلے میرا اس سے تعارف نہ ہو سکا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ وہ ایک طویل القامت اور مضبوط جسم کا آدمی تھا اور اس نے اپنے آپ کو راستی پر سمجھتے ہوئے پورے یقین سے بیان کیا۔ اس نے کسی انسائیکلو پیڈیا میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہوگا۔ بظاہر وہ ایک فاضل مقرر تھا۔ اس کے منہ سے فصاحت و بلاغت اس طرح بہتی تھی جیسے موسلا دھار پانی گرنے سے پرنالہ بہتا ہے۔ اس نے ہندو مذہب پر بحث شروع کی۔ اور ویدوں کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی۔ باری باری اس نے یہودیت، پارسی مذہب، چینی مذہب، بدھ مذہب اور بہائی مذہب پر خیال آفرینی کی مسیحیت کو شیر کا حصہ ملا اور اپنے طویل لیکچر کو اسلام پر ختم کیا اور بیان کیا کہ ...... " سب سے آخر لیکن سب سے کم درجہ پر محمڈنزم ہے اس کے متعلق کچھ زیادہ باتیں کہنے والی نہیں۔ اس کو ایک مکّے کے رہنے والے شخص نے قایم کیا جس کا نام محومٹ تھا۔ وہ مرگی زدہ تھا۔ اور جب کبھی اس پر مرگی کا دورہ پڑتا تو وہ عربی میں باتیں کرتا تھا۔ جن کو اس کے متبعین کے کر کھجور کے پتوں اور ایسی ہی چیزوں پر لکھ لیتے تھے۔ اس نے محسوس نہ کرنے والے راہبوں سے مسیحی معتقدات چرا لئے اور ان سے اپنی بائبل بنائی جس کا نام اس نے قرآن رکھا۔ اس کے متبعین کو مزلمز کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ جاہل اور توہم پرست لوگ ہیں۔ جو شراب خوری، قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ جیسے عیوب میں مبتلا رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسے لوگوں کو ہم اپنے عظیم الشان ملک میں نہیں پاتے۔ محمٹ نے اپنے متبعین کو حکم دیا تھا کہ ایک سے زیادہ

عورتوں سے شادی کریں۔ غور کیجئے آپ کا کیا حال ہو اگر آپ کو ان محمڈنز کی طرح شادیاں کرنی پڑیں۔ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں ......"

جب وہ نہایت وحشیانہ آواز میں گرج رہا تھا تو مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ اس کا دماغ چل چکا ہے۔ میں شرم سے ڈوبا جا رہا تھا۔ میرا تمام بدن کانپ رہا تھا۔ اور اس پرلے درجہ کے احمق پنے کے اظہار سے پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا۔

جب وہ اپنے زہریلے بیان کو ختم کر چکا تو میں نے اپنا تعارف اس سے کرایا اور اس کے جھوٹے اور ناواجب الزامات پر اس کی خوب خبر لی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اسلام کے متعلق اس نے یہ اطلاع کہاں سے حاصل کی ہے اور آیا ایک ایسا فاضل شخص جیسا کہ وہ بظاہر نظر آتا ہے اس تمام بے ہودگی پر جو اس نے کی ہے دلی یقین رکھتا ہے؟ وہ گھبرا گیا اور اپنی سخت اور عمداً غلط بیانی کی معافی مانگی۔ میں نے اس کی گناہ آلود غلط بیانیوں کو حاضرین پر واضح کیا۔ اور ان کے ساتھ مل کر یہ اپیل کی کہ اگر اس جیسی حیثیت کا آدمی ہماری نسل کے اندر جھوٹے خیالات پیدا کرنا اپنا شیوہ بنا لے تو "خدا کی بادشاہت" زمین پر آنے اور "زمین پر امن اور لوگوں میں خوشدلی" کے دیرینہ انتظار کے ختم ہونے کی کہاں امید ہو سکتی ہے۔

امریکن پبلک کے متعلق انصاف کی بات یہ ہے کہ ان کے دل ایمان کے لئے کھلے ہیں۔ سوامیوں اور یوگیوں کے گروہ در گروہ ان کے یقین و ایمان کی وجہ سے کثیر تعداد میں پھرتے نظر آتے ہیں۔ تعلیم یافتہ عیسائی صلیبی جنگوں اور سپین کے موروں کی یاد داشت کی بنا پر ہم سے خائف ہیں وہ اپنے لوگوں کو ایسے واقعات کے اعادہ کے لئے تیار رہتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی وجہ نہیں کہ ہم مسلمان اپنے مذہب چھپائے رکھیں۔ امریکہ میں کئی ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ہندو کہلاتے ہیں۔ کیا ہمارے مذہب کے بانی صلے اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) ہندو تھے؟ یا کیا ان لوگوں کے والدین ہندو ہیں؟ اگر ایک ہندوستانی ہندو اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلاتا تو میں بھی جو ایک ہندوستانی مسلمان ہوں۔ ہندو نہیں ہوں۔

اس لئے میں اسلامی دنیا سے بالعموم اور ہندوستانی مسلمانوں سے بالخصوص یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ موقعہ کی نزاکت کو سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے مقدس کام کے لئے اپنے بہترین فرزندوں کی خدمات وقف کر دیں۔

ہماری سہ گونہ فطرت

(جناب ایس ایم - زین العابدین صاحب - پینانگ)

کہا جاتا ہے کہ ہر شخص فی الحقیقت تین آدمیوں کا مجموعہ ہے۔ ایک تو وہ آدمی جیسے وہ اپنے آپ کو دکھائی دیتا ہے۔ دوسرے وہ جیسے وہ دوسروں کو نظر آتا ہے۔ اور تیسرے وہ جیسا وہ فی الحقیقت ہے انسان سہ گونہ فطرت رکھتا ہے۔ جسمانی، ذہنی اور اخلاقی۔

یہ خیال کہ ہر کامل چیز تین حصوں کا مجموعہ ہے کوئی نیا خیال نہیں۔ ایک یونانی فلاسفر کا قول ہے کہ تین کا عدد، عدد کامل ہے جس سے ابتدا' وسط' اور انجام' کا اظہار ہوتا ہے" قدیم رومیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ دنیا براہ راست تین دیوتاؤں جیوپیٹر، نیپٹون، اور پلوٹو کی حکومت کے نیچے ہے۔ قسمت کے دیوتا تین تھے تین ہی غضب کے دیوتا تھے۔ تین ہی فضل اور رحمت کے۔ تین ہی شیطان تھے۔ اور سبیلین دیوی کی کتابیں بھی تین ہی تھیں۔ ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جس کی تین پیمائشیں ہیں۔ لمبائی۔ چوڑائی اور اونچائی۔ نظام قدرت کی بڑی بڑی سلطنتیں بھی تین ہیں۔ جمادات، نباتات اور حیوانات۔ رنگوں میں سُرخ۔ زرد اور نیلے رنگ ہی تین اصل رنگ ہیں۔ اور اس فہرست کو غیر محدود طور پر ہم وسعت دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ اس نے غذا سے عقل۔ ایک اخلاقی احساس اور ایک روحانی فطرت حاصل کی۔ قدرت کے ان تین عطیات کو اس سے چھین لیجئے پھر دیکھئے کہ وہ اپنے سے نچلے درجہ کی مخلوق کا جائز مالک اور آقا بننے میں کس قدر ناکامی کا منہ دیکھتا ہے۔ اگر انسان کی مذکورہ بالا سہ گونہ فطرت کا کوئی پہلو کمزور اور ناقص ہو تو کوئی کامیابی وہ حاصل نہیں کرسکتا۔ ذہنی اور روحانی فطرت کو چھوڑ کر محض جسمانی پہلو کو ترقی دینا خالص وحشیانہ طاقت کا نتیجہ ہے۔ دوسری طرف جو شخص انسان کی جسمانی ترقی کو روکنے اور اسے تباہ کرنے کی کوشش کرے وہ ذہنی اور اخلاقی فطرتوں کو بھی دبائے اور برباد کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب کوئی شخص ایک مرتبہ برائی کے رستہ پر پڑ جائے اور اس کے اخلاقی احساس کو سب سے پہلے نقصان پہنچتا ہے۔ ایک لڑکا جو اپنے آپ کو تباہ و برباد کرلیتا ہے اس کی برائی کے پہلے آثار ماں باپ اور استادوں کی نافرمانی۔ اپنے خالق کے خلاف بغاوت اور آخرکار ہر نیک اور پاک چیز سے دشمنی و عناد سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی ذہنی طاقت کمزور

ہو جاتی ہے اور اس سے عقل کی خرابی بلکہ دیوانگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں سب سے اعلیٰ اور بہترین چیز وہ جوان آدمی ہے جو اپنے اندر پوری طاقت اور مردانہ قوت رکھتا ہو اور جسے طویل زندگی اور مخلوقِ خدا کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہونے کی امید ہو۔

ہماری جنسی فطرت اور افزائشِ نسل کا کام جب خالق کی مرضی اور ارادہ کی موافقت میں کیا جائے تو وہ پاک اور مقدس ہے لیکن جب انہیں اعلےٰ ذہنی اور روحانی فطرتوں پر فوقیت دیدی جائے۔ اور ان پر حکمراں بنا دیا جائے تو وہ نیکی کے بجائے بدی کا موجب ہو جاتی ہے۔ قدرت کا کبھی یہ منشا نہیں ہوا کہ ادنےٰ اعلےٰ پر حکمرانی کرے ادنےٰ فطرت میں عدم ماتحتی انسان کی تباہی اور بربادی کا موجب ہوتی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

"اے ایمان والو! انصاف پر کھڑے رہو اور اللہ کے لئے شہادت دو۔ اگرچہ وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ اگر وہ امیر یا غریب ہو تو اللہ تعالےٰ ان دونوں حالتوں میں اس سے نباہ کرنے کا سب سے زیادہ اہل ہے۔ اس لئے اپنی ادنےٰ خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ تاکہ تم سیدھے رستہ سے نہ پھر جاؤ۔ اور اگر تم پھر جاؤ یا منہ موڑ لو تو بے شک اللہ تعالےٰ اس سے واقف ہے جو تم کرتے ہو۔" (سورہ ۴۔ آیت ۱۳۵) پھر فرماتا ہے:۔

اور وہ جو جزا و سزا کے دن کی سچائی کو مانتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے خائف ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے نڈر نہ ہونا چاہئے۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں کے یا وہ جنکے ان کے داہنے ہاتھ مالک ہیں تو ان پر ملامت نہیں۔ پھر جو کوئی اس حد سے آگے نکلنا چاہتا ہے تو یہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (المعارج ۷۰: ۲۶-۳۲)

انسان کی جسمانی تباہی و بربادی اس وقت تک پورے طور پر نہیں ہوتی جب تک اخلاقی فطرت بگڑ نہ جائے اور ذہنی فطرت کو اپنی حکمرانی کے حق سے محروم نہ کر دیا جائے۔ اپنے آپ کو انفرادی اور تمدنی گناہوں سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان حکمرانی کی باگ ذہنی قوتوں کے سپرد کر دے۔ اگر اس کا جسم حیوانی فطرت کے زیر تسلط رہا ہے تو ذہنی اور اخلاقی رہنمائی اس کے جسم کی آزادی، اس کی مردانگی کے حصول اور آخرکار اس کی نجات کا موجب ہوگا۔

ایک نوجوان آدمی جو اپنے آپ کو پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے اپنے کام کو آسان نہیں پاتا اس کے جنسی جذبات اور میلانات ایسا زور اور غلبہ دکھاتے ہیں کہ اگر ان کو حکمرانی کی اجازت نہ دینی ہو اور ان کے مقررہ ماتحت

مقام پر انہیں رکھنا ہو تو ضروری ہے کہ اس کے لئے پختہ ارادہ اور زبردست مرضی سے کام لیا جائے خدا نے انسان کو ایک زبردست جنسی فطرت عطا کرنے میں کوئی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا۔ اس کے بغیر انسان اپنے ساتھیوں کے حق میں کمینہ، خود غرض، اپنے مفاد کا خیال رکھنے والا اور غیر فیاض ہوتا۔ اور عورتوں کے ساتھ غیر شریفانہ اور ظالمانہ برتاؤ کرتا۔ لیکن انسان کو جنسی فطرت کی فوقیت دینے کی غلطی کا ارتکاب نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے تمام وہ اعلےٰ اور بہترین چیزیں جو اس کی فطرت میں پائی جاتی ہیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں جنسی فطرت کو تسلط میں لانے کی کوشش ایک ایسا ضبط و اقتدار اپنے اندر رکھتی ہے جس سے کیرکٹر کی طاقت اور مردانہ قوت اور فتح کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ امر کہ یہ جنگ بہت لوگوں کے لئے بڑی سخت ہے اس بات سے ظاہر ہے کہ ہزار ہا انسان خواہشات نفسانی اور برائی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کیا ہمارے سامنے ایسے لوگوں کی مثالیں نہیں جو کروڑ ہا دوسرے انسانوں کے آقا و رہنما ہوئے ہیں لیکن اپنی ذات کے غلام وہ نہیں بنے؟ شیر کو سدھانے والا مشہور فرانسیسی بیڈل نے جو اکثر اوقات جنگل سے نئے آئے ہوئے درندوں کے سامنے جو ابھی سدھائے نہیں گئے ان کے پنجرے کے اندر چلا جاتا تھا۔ لکھا ہے:۔

"درندے مجھ سے خائف ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں ان سے خائف نہیں۔ ان کو قابو میں لانے کے لئے میں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو قابو میں لانا شروع کیا"

سب سے بڑی اور شاندار فتح جو انسان حاصل کر سکتا ہے وہ اس کا اپنے آپ پر غالب اور فتحیاب ہونا ہے یہ جان لینا چاہیے کہ کوئی شخص جو اپنے جسم کو پاک اور اپنے ریکارڈ کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اپنے غلبہ اور فتح کی توقع نہیں کر سکتا اگر اس کے خیالات، اس کی تقریر اور گفتگو اس کے تخیلات اور اس کا دل بدیوں اور برائیوں سے بھرپور ہو۔ بُرے خیالات دل کے اندر اس طرح آسانی سے داخل ہوتے ہیں جیسے بیماری کے جراثیم اسی خوراک کے ساتھ جو ہم کھاتے ہیں جسم کے اندر چلے جاتے اور اس ہوا کے ساتھ جس سے ہم سانس لیتے ہیں پھیپھڑوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک مضبوط اور صحیح و سالم جسم میں یہ جراثیم قوائے جسمانی کی زبردست طاقت سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایک ایسے جسم میں جس کے اندر کافی طاقت نہیں پائی جاتی یہ جراثیم بسیرا کر لیتے اور جسم میں ایسی بیماری پیدا کر دیتے ہیں جو موت کا موجب ہوتی ہے۔ یہ تکلیف اتنی بڑی نہیں جس قدر برائی دل کے لئے ناگوار ہے۔ ایک بُرے خیال سے جسکو دل کے اندر قایم رہنے دیا جائے یہانتک کہ اس سے بُری خواہش پیدا ہو گناہ کا موجب ہے۔ اپنے آپ کو گناہ کے بوجھ سے نکالنے کے لئے ضروری ہے کہ

کہ اس بُرے خیال کو رد کیا جائے - اور اسے ممکن طور پر بہترین ذرائع سے رد کیا جائے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " بدی کو بہترین طریق سے رد کرو - بہترین طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک کر اس سے امداد طلب کی جائے - خدا کا تصور کرو اور سب کچھ بہتر ہو جائے گا " دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل کرے -

---

قرآن کریم کا تخیل اللہ تعالیٰ کے بارہ میں

(دی آنریبل شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی آف گدیہ - بیرسٹر ایٹ لا)

۱ - خدا کے متعلق قرآن کا تخیل بہترین اور بے نظیر ہے

ایک خدا یا بہت سے خداؤں کا تخیل انسانی تاریخ کی ایک قدیم چیز ہے غالباً یہ خیال سب سے پہلے انسانوں کے خواہ وہ ارتقاء سے انسان بنے ہوں یا انسانی شکل میں پیدا ہوئے ہوں - دماغوں میں اس وقت پیدا ہوا، جب انہوں نے غور و فکر کرنا شروع کیا - اور زندگی کا کچھ تجربہ انہیں حاصل ہوا - انہوں نے جلد معلوم کر لیا کہ اگرچہ وہ حیوانات کو قابو اور اقتدار میں رکھ سکتے ہیں اور بیج بو سکتے ہیں تاہم قدرت پر ان کی حکومت نہایت کم ہے پھر انہوں نے سورج چاند اور ستاروں کو دیکھا کہ وہ روزانہ طلوع و غروب ہوتے ہیں - آندھیاں اور طوفان اس زور و شور سے چلتے ہیں کہ بڑے بڑے زبردست درخت جڑوں سے اکھڑ جاتے ہیں - سیلاب چھوٹے ندی نالوں کو لپیٹ لے جاتے ہیں - اور وبائیں آتی ہیں اور ان کے اعزہ و اقارب کو کثیر تعداد میں ہلاک کر دیتی ہیں - لیکن دوسری طرف وہ قدرت کے فیاضانہ کاموں کو بھی دیکھتے تھے - اچھی فصلیں، بچوں کی پیدائش (بالخصوص لڑکوں کا پیدا ہونا)، بیماریوں اور دکھ درد سے شفایابی اور علیٰ ہذا القیاس کئی باتیں ان کے سامنے ہوتی تھیں ان باتوں سے ان کے دل میں سوچ بچار اور دلائل پیدا کرنے کی ترغیب پیدا ہوئی - اس طرح وہ یہ یقین کرنے لگے کہ پردۂ غیب میں کوئی ایسی طاقتیں اور ارواح موجود ہیں جن کو حالات پر ان کی نسبت زیادہ قابو اور اختیار حاصل ہے وہ توہم پرست ہو گئے - ہر چیز جو ندرت اور طاقت اپنے اندر رکھتی تھی وہی ان کے لئے خوف کا موجب ہو جاتی تھی - وہ اس کے آگے سر جھکا دیتے تھے - اسی طرح بڑے بڑے دریاؤں -

بڑے بڑے پہاڑوں اور بڑے بڑے درختوں کی بھی انہوں نے پوجا شروع کر دی۔ انہوں نے طوفانوں، گرج اور روشنی کے لئے دیوتا تجویز کئے۔ آج کے دن تک ہندوستان کے ہندو چیچک کو ایک دیوی خیال کرتے ہیں اور کثیر التعداد لوگ چیچک سے نجات حاصل کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ طبیب کے پاس جائیں چیچک کی دیوی کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان دیوتاؤں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے لوگ انہیں پھول پھل اور مٹھائیاں چڑھاتے تھے اور آج کے دن تک چڑھاتے ہیں۔ وہ ان کو گانا سناتے، خوشبوئیں جلاتے اور اپنے بچوں کو بھی قربان کر دیتے تھے۔ کئی مقامات پر نیچر پرستی کی جگہ اجرام پرستی نے لے لی۔ سورج، چاند اور بڑے بڑے ستارے سب کی پرستش کی جاتی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام جو وسط مشرق کے مذاہب اور بائیبل کے تمام پیغمبروں کے جد امجد تھے پہلے انسان تھے جنہوں نے ستارہ پرستی کے خلاف آواز بلند کی۔ قرآن کریم میں ان کی اپنے نفس کے ساتھ جدوجہد کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ بہت شاندار ہے۔ چنانچہ وہ حسب ذیل ہے:- وکذالک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض و لیکون من الموقنین فلما جن علیہ الیل راٰ کوکباً قال ھذا ربی۔ فلما افل قال لا احب الاٰفلین۔ فلما را القمر بازغاً قال ھٰذا ربی۔ فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین۔ فلما را الشمس بازغۃ قال ھٰذا ربی۔ ھٰذا اکبر فلما افلت قال یٰقوم انی بریٓءٌ مما تشرکون۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ھدٰن ولا اخاف ما تشرکون بہ الا ان یشاء ربی شیئا وسع ربی کل شیٓءٍ علما۔ افلا تتذکرون و کیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطنا فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔ الذین اٰمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون (الانعام ۷۶ - ۸۳) (ترجمہ) اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھاتے رہے۔ اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو۔ سو جب اس پر رات چھا گئی اس نے ستارہ دیکھا کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ سو جب وہ ڈوب گیا کہا میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ سو جب وہ ڈوب گیا کہا اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔ پھر جب سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے میری قوم میں اس سے بری

ہوں جو تم شریک کرتے ہو۔ میں نے راست روی اختیار کرتے ہوئے اپنی توجہ کو اس کی طرف پھیر دیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا۔ کہا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو اور اس نے مجھے یقیناً ہدایت کی ہے اور میں اس سے نہیں ڈرتا جس کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو۔ ہاں یہ کہ میرا رب کچھ چاہے۔ میرا رب تمام چیزوں پر علم میں حاوی ہے۔ پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ اور میں کس طرح اس سے ڈروں جس کو تم شریک بناتے ہو اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ اسے شریک بنایا ہے جس کے لئے اس نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ پس دونوں گروہوں میں کون امن کا زیادہ حقدار ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط نہیں کیا۔ انہی کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں "

لیکن ایسے آخری نبی کا کام تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے نہایت ممتاز حیثیت رکھتا تھا کہ اس نے ستارہ پرستی، سورج پرستی، آگ پرستی اور نیچر پرستی کو آخری کاری ضرب لگائی۔ جب اسے یہ الہام ہوا:۔

اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانھار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنھار۔ (ابراہیم ۵: ۳۲-۳۳) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اوپر سے پانی اتارا۔ پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق اتارا۔ اور کشتیوں کو تمہاری خدمت میں لگایا۔ تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں۔ اور دریاؤں کو تمہاری خدمت میں لگایا۔ اور سورج اور چاند کو جو ایک قانون پر چل رہے ہیں تمہاری خدمت میں لگایا۔ اور رات اور دن کو بھی تمہاری خدمت میں لگایا۔

اس کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ صرف سورج اور چاند کو اور دریا اور سمندر اور ہواؤں کو ہی انسان اپنے کام میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ فرمایا:۔ الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ (۳۱: ۲۰) غرض جو کچھ آسمانوں اور زمین میں کھلے طور پر اور مخفی رنگ میں موجود ہے انسان کے لئے اس کو مسخر کر دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ اس کو یہ علم ہو کہ کس طرح ان کو قابو میں لایا جاسکتا ہے۔ صرف ایک سائنسدان اور وہ بھی موجودہ زمانہ کا سب سے اعلیٰ درجہ کا سائنسدان ہی قرآن کریم کی ایسی آیات کی حقیقی قدر و منزلت اور مطلب و منشا کو پورے طور پر سمجھ سکتا ہے۔ فی الحقیقت جہاں انسانی معلومات اور عقل کی استعداد اور امکانی قابلیتوں کا یہ نتیجہ ہے وہیں ایسے ارشادات کا بھی اثر

ہے کہ مسلمانوں نے قوانینِ قدرت کے مطالعہ کے ذرائع اختیار کئے اور عناصر یعنے سمندر، ہوا، آگ اور بجلی بلکہ فی الحقیقت کائنات کی تمام ظاہر و باطن اشیاء پر جو زمین کے اوپر یا اس کے اندر ہیں قابو پانے کی کوشش کی۔ اس وقت کا اگر خیال کیا جائے جب ایسے اعلانات کئے گئے تو ہر عقلمند انسان یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ ایسی روشنی صرف اسی دل و دماغ کو حاصل ہوسکتی ہے جس پر اس کائنات کا خالق اس کا پروردگار اور اسے ترقی کے منازل کی طرف لیجانے والا خود آپ اپنا الہام نازل کرے۔ ان آخری تیرہ صدیوں میں جو اس اعلان پر گذر چکی ہیں انسان نے بہت بہت ترقی کی ہے۔ تاہم اگر ان تمام امکانات کو خیال میں لایا جائے جن کا مندرجہ بالا آیت میں ذکر ہے تو یہ کہنا بیجا نہیں کہ ان تمام باتوں کے حصول اور کامیابی کی آخری منازل سے ابھی ہم دور اور بہت دور بلکہ ہزار ہا سالوں کی دوری اور فاصلہ رکھتے ہیں۔ پھر اس میں کونسی تعجب کی بات ہے کہ جہانتک سائنس اور حصول علم کے لئے محرک ہونے کا تعلق ہے، قرآن کریم خدا تعالےٰ کا آخری پیغام ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ وہ اگر لاکھوں سالوں تک نہیں تو ہزار ہا سال تک صداقت کی بلند ترین چوٹیوں پر نمایاں اور ممتاز رہے گا انسان کو چاہیئے کہ مندرجہ بالا آیات پر جن سے قرآن بھرا پڑا ہے غور کرے اور پھر نہایت گہرے غور و فکر سے انہیں مطالعہ کرے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو مسخر کرنے کے لئے جو کچھ اس کے امکان میں ہے اسے کر دکھائے۔ یہ وہ چیز ہے جس سے اس کی توجہ ہمیشہ کے لئے اس کی طرف مرکوز رہے گی۔ کس طرح ایک عقلمند آدمی کسی ایسی ہستی یا اس چیز کے آگے سر جھکا سکتا ہے جس میں اتنی بھی قابلیت نہیں کہ وہ سورج کو اس کے لئے مسخر کردے۔ اس طرح ہر عقل کے انسانوں میں نیچر پرستی کا خاتمہ ہو گیا اس کے برخلاف ان قوانین قدرت کے معلوم کرنے کے لئے زبردست کوششیں عمل میں آئیں جنھیں ایک خدا نے اس غرض سے وضع کیا ہے کہ انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نیچر کو اپنا مطیع کرے۔ قرآن کریم نے فی الحقیقت دیوتاؤں اور دیویوں کی بھی پرستش کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جس طرح اس نے نیچر پرستی کو روکا ہے۔ قرآن کریم کے پیش کردہ دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ "اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو تمام کائنات میں فساد اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی اور وہ ایسے زبردست متخاصمین کے مقابلہ سے تباہ و برباد ہو جاتی۔"

قرآن کریم فرماتا ہے:- ام اتخذوا الٰهة من الارض هم ينشرون لو كان فيهما الٰهة الا الله لفسدتا فسبحٰن الله رب العرش عما يصفون (الانبیا ۲۱: ۲۱-۲۲) کیا انہوں نے زمین سے معبود بنائے ہیں جو پیدا کرتے ہیں۔ اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو دونوں بگڑ جاتے۔ سو اللہ عرش کا

رب اس سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے ایسے لوگ موجود تھے جن کا ضمیر اور عقل دونوں متعدد خداؤں کے عقیدہ کو رد کرتے تھے۔ قدیم یونان میں بھی موحدین کا گروہ موجود تھا۔ اور یونان میں بھی، ویدوں کے اعلیٰ فلسفہ میں بھی ایک برہما اور ایک ادم کا ذکر ہے۔ لیکن فی الحقیقت سب سے پہلا مذہب جس نے توحید الٰہی پر اپنی بنیاد رکھی یہودی مذہب تھا۔ یہ حضرت موسیٰ ہی تھے جنھوں نے ٹھیٹھ توحید کی تعلیم دی۔ اور ایک اعلیٰ صفات کے خدا کا تخیل دماغ میں پیدا کیا۔ لیکن افسوس کہ آپؑ کی قوم نے ایک قومی بادشاہ کے تخیل سے بڑھ کر اس خیال کو نہ لیا۔ وہ صرف اسرائیلیوں کے لئے ایک خاص خدا کا ہی تصور کر سکتے تھے جس کو ایک قومی بادشاہ کہنا چاہیئے۔ لیکن پھر بھی وہ دن بدن بت پرستی میں غرق ہوتے چلے گئے۔ وہ صرف ایک انسانی صفات رکھنے والے خدا پر ہی ایمان لا سکتے تھے جو ان کی اپنی قوم کے لئے ایک زبردست بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہو۔ یہودیت ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں فلسفہ کوئی نہیں۔ اس کا دعوٰے صرف شریعت پر مبنی ہونے کا ہے۔ اور یہودی لوگ اس شریعت کے لفظی مفہوم سے تجاوز نہیں کرتے اس لئے ان کی شریعت کا قانون بہت سخت ہو گیا ہے۔ جناب مسیحؑ اس سختی کو نرم اور لچکدار بنانے کے لئے آئے۔ وہ بھی صرف اسرائیلیوں کی طرف ہی مبعوث ہوئے۔ اور ان کی توجہ کو قانون شریعت کے مطالب و مفہوم کی طرف منعطف کرنے کی کوشش کی۔ لیکن انہوں نے انؑ کی بات نہ سنی اس کے بجائے انہوں نے ان کو اور ان کی والدہ محترمہ کو گالیاں دیں۔ انہوں نے حضرت مسیح کو اپنا پیغمبر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ پر تمسخر و استہزا کیا۔ آپ کی روحانیت کی قدر و منزلت کو وہ سمجھ ہی نہ سکے۔ اور آپؑ کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھکر انہوں نے آپ کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ اور آپ کے پیرؤوں نے جو قریباً سب کے سب ناقابل اعتبار، بزدل، جھوٹے اور سازشی ثابت ہوئے آپ کے بعد آپ کے اصولوں اور تعلیمات میں بہت خرابی پیدا کی۔ موجودہ زمانہ کی عیسائیت میں جناب مسیحؑ کی سادہ تعلیمات میں سے کچھ بھی نہیں۔ اگرچہ اس کی بنیاد قدیم موسوی مذہب پر ہے۔ اگرچہ عہد نامہ قدیم کو وہ اپنی بنیاد مانتی ہے۔ تاہم اس سپرٹ کے بجائے جو جناب مسیح یہودی معتقدات میں پیدا کرنا چاہتے تھے ایک بہت ہی کمزور فلسفہ ہے جسے مسیحی مذہب کے کونہ کا پتھر بنایا گیا ہے۔ فی الحقیقت متھرا کے قدیم مشرکانہ مذہب کو مسیحیت میں منتقل کر لیا گیا ہے۔ ٹرٹولین اور دوسرے تمام لوگوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسیحیت اور متھرا ازم نام کے سوا باقی تمام باتوں میں ہمشکل ہیں۔ نہ صرف رسوم مذہبی اور اقوال اور اوہام کی تعلیمات ہی مشرکوں سے لی گئیں بلکہ ایک میں تین اور تین میں ایک کا عقدہ لاینحل بھی انہی ذرائع سے مسیحیت میں آیا۔

اور اس طرح موسوی توحید کی شاندار عمارت پاش پاش ہوگئی۔ دوسرے اخلاق سے گرے ہوئے اور تنزل کی طرف لیجانے والے اصول بھی اس میں داخل کر لئے گئے۔ مثلاً نجات یا کفارہ یا خدا کا کسی کو بیٹا بنانا وغیرہ مسیحیت نے اپنی بنیاد اس عقیدہ پر رکھی کہ انسان گناہ میں پیدا ہوا۔ جسکے لئے اماں حوا یعنی عورت ہی کی ذمہ داری سب سے بڑی ہے اور چونکہ وہ شریعت کی اطاعت کے ناقابل ہے۔ اس لئے پیارے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اس کی نجات کے لئے قربان کرنے کی تجویز کی۔ ریورنڈ جے ڈبلیو ڈوون نے اپنی کتاب "بائیبل متھ" میں دو متوازی کالموں میں بدھ اور مسیح کے مابین ۴۸ مشابہت کی باتیں لکھی ہیں جو بدھ مذہب اور مسیحیت دونوں نے اپنے اپنے لیڈروں کے متعلق لکھی ہیں۔ جہاں مسیح کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی طرف آیا۔ اور شریعت کو پورا کرنے کے لئے آیا ہے۔ وہیں پولوس نے خدا تعالیٰ کے متعلق یہودی تخیل پر اس قدر زیادتی کی ہے کہ خدا کی حکومت اس کی "برگزیدہ قوم" بنی اسرائیل تک ہی محدود نہیں* کہ خدا کی ان سخت گیریوں میں جو یہودیوں کے نزدیک اس کی صفات میں سے ہیں محبت کا جذبہ داخل کیا گیا مگر افسوس کہ ان اخلاق کو گرانے والے اور تنزل کی طرف لے جانے والے اصولوں کے علاوہ جو پولوس نے مسیحیت میں داخل کئے خدا کا عالمگیر خدا ہونا بھی اپنی پوری حدود تک نہ پہنچا۔ اگر اس کی محبت کا دائرہ غیر اسرائیلیوں کے لئے وسیع کیا گیا تو بھی وہ صرف انہی لوگوں کے لئے محدود رکھا گیا جو "مسیح کے خون" پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں تک اس کو محدود رکھا گیا جو مسیح کے نام پر بپتسمہ پاتے ہیں۔ جہانتک خدا کی محبت کی خاصیت کا حال ہے اس کو بھی ایک سفلی جذبہ کی گری ہوئی صورت میں پیش کیا گیا جو ایک بیٹا بنانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس طرح عیسائیت میں خدا کا تخیل یہودی تخیل کی نسبت بہت زیادہ غیر معقول ہوگیا جب یہودیت اور مسیحیت میں خدا کا تخیل ایسا ناقص ہے تو دوسرے مذاہب میں خدا کے تخیل پر تفصیل کے ساتھ لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بدھ مذہب میں اسے غیر موجود قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ خود بدھ کی پرستش ایک خدا کی حیثیت سے کی جاتی اور اسے سب سے کامل اور عقل کل سمجھا جاتا ہے۔ بدھ مذہب میں خدا صرف ایک قسم کی طاقت ہے۔ نروان ان کی زندگی کا نصب العین ہے۔ فی الحقیقت بدھ مذہب صرف ایک مذہبی نظام عمل ہے۔ یہ اس ذات پات کی سختیوں کے خلاف جو برہمنوں نے پیدا کر رکھی تھیں ایک باغیانہ رنگ رکھتا تھا۔ اس کا یہ منشا تھا کہ برہمنوں کو اس اقتدار و طاقت سے محروم کر دیا جائے۔ جو دیوتاؤں اور دیویوں پر انہیں حاصل تھا جن تک صرف انہی کی معرفت پہنچا جا سکتا تھا۔ وشنو نے (سن ۔۔۔ قبل مسیح میں)، کہا کہ دیوتاؤں کا آسمانوں میں رہنا صرف دیوتاؤں کی مہربانی کا نتیجہ ہے

* سلسلہ اور باوجود قید کے بھی۔۔۔

(دشتنو باب ۱۹، ۲۰، ۲۰) اس طرح بدھ نے مذہب کو انفرادی شکل دیدی یعنی ہر فرد کے خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو اختیار میں دیدیا کہ وہ خود ذاتی طور پر تارک الدنیا ہو کر اور اس میں زندگی بسر کرنے کو بُرا سمجھتے ہوئے تناسخ کے چکر میں اپنی نجات کا سامان کرے۔ بدھ نے زوان حاصل کرنے کے لئے اپنی سلطنت اپنی بیوی اور خاندان کو ترک کر دیا۔ ویدوں میں خدا کا تخیل صرف ایک خیالی فلسفہ کی حیثیت رکھتا ہے جسکو سمجھنا انسانی عقل سے بالا تر ہے اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندو عوام الناس اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بتوں اور پتھروں کی پوجا کرتے ہیں ان کے تعلیم یافتہ لوگ بھی درختوں، جانوروں اور دریاؤں کے آگے جھک جاتے ہیں۔ ان کے خدا کو گھنٹے بجا کر جگایا جاتا ہے۔ حیوانات کے خون سے اس کو راضی کیا جاتا ہے۔ انسانی قربانیاں جیسے بیواؤں کے زندہ جلانے کی رسم تھی۔ صرف بیرونی حکام کے سخت ترین ملکی قوانین کے ذریعہ سے ممنوع قرار دی گئیں، ممکن ہے کہ ایک کروڑ ہندوؤں میں دس ایسے ہوں جو اس روشنی کے زمانہ میں ویدوں کے حقیقی فلسفہ کو سمجھ سکیں باقی سب کے سب سخت ترین بت پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ باوجود ان کوششوں کے جو خود ان کے اپنے مصلحین نے توحید الٰہی کی تعلیم ان میں پھیلانے کے لئے کیں۔ زرتشتی دو خداؤں کو مانتے ہیں ایک نیکی کا خدا اور دوسرا بدی کا خدا اور غریب بیکس انسان بلکہ تمام کائنات ان دو ایک جیسی طاقت رکھنے والے متخاصمین میں جو ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں ایک کھلونا بنی ہوئی ہے۔ یہ صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر کارنامہ ہے کہ آپ نے خدا کا وہ تخیل دنیا کو دیا جو معقول بھی ہے اور روحانیت بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ فلسفیانہ بھی ہے اور سائنٹفک بھی۔ اور نسل انسانی کی ترقی اور نشو و نما میں بہت بڑی امداد دینے والا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے معجزات دکھائے جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک سب سے بڑا معجزہ جو آپ نے کیا ہے اور جو آپ کی رسالت اور ملہم من اللہ ہونے کا بہترین ثبوت ہے وہ خدا کا وہ تخیل ہے جو آپ نے عربوں کے دماغوں میں پیدا کیا۔ اور جو ایک قبیلہ یا ایک قوم یا ایک ملک تک محدود نہیں رہا بلکہ تمام دنیا نے تمام زمانوں کے لئے اس کو اختیار کر لیا

اس اعجازی پیغمبرؐ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ ان تمام غلط خیالات کو درست کر دیا جن کی وجہ سے خدا کو ایک قومی بادشاہ کی حیثیت دیدی گئی تھی۔ یا اس کے متعلق یہ خیال کر لیا گیا کہ وہ بچے، بیٹے، اور بیٹیاں جنتا ہے۔ یا اس تک صرف مذہبی مقتداؤں یا برہمنوں کے ذریعہ انسان پہنچ سکتا ہے۔ آپؐ نے ان تمام خیالات کا قلع قمع کر دیا۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کئے جاتے تھے اور اس کو بھی انسانوں کی طرح تھکان، دکھ اور مصیبت، جنسی خواہشات، یا انسانی جذبات کا شکار سمجھا جاتا تھا۔ اسلام کا خدا جسمانی

نہیں نہ کسی کا ذاتی خدا ہے۔ فی الحقیقت اس کو "وہ مرد" یا "وہ عورت" یا "وہ چیز" نہیں کہا جا سکتا۔ اسلام کے خدا کو ویدک دیوتاؤں کی طرح کھدے ہوئے بتوں کی صورت میں پیش نہیں کیا جا سکتا نہ ہی جانوروں، یا عناصر، آگ یا پانی یا اجرام سماوی سورج، چاند کو اس کے مظاہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ نہ ہی اس کو انسانی شکل و صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی انسانی خواہشات وجذبات اور انسانی کمزوریاں اس کی طرف منسوب کی جا سکتی ہیں۔ پس اس کے کوئی جنے ہوئے بیٹے اور بیٹیاں نہیں۔ نہ ہی مسیح یا کرشن یا رامچندر کو اس کے مظاہر کہا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورت میں اس کو رب العالمین کہا گیا ہے۔ عربی لفظ رب کے معنے تاج العروس اور عربی انگلش لیکسیکن مصنفہ ڈبلیو لین کے رو سے منظم کرنے والا، پورا اور کامل کرنے والا۔ پرورش کرنے والا اور نشوو نما دینے والا ہے۔ امام راغب اصفہانی کے نزدیک اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کو تدریجاً ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لے جانے والا۔ یہانتک کہ اپنے انتہائی کمال کو پہنچ جائے عالمین کے معنے ہیں جہان اور تمام وہ مخلوق اشیاء جو صفحہ ہستی پر موجود ہیں۔ یہ رب العالمین کے دو الفاظ اسلام میں خدا کا نہایت نمایاں اور ممتاز تخیل پیش کرتے ہیں۔ رب کا لفظ ایک سائنٹفک خیال کو ظاہر کرتا ہے۔ سائنس دانوں کے نظریۂ ارتقا قائم کرنے سے مدتوں پہلے قرآن کریم نے پہلی آیت کے شروع میں یہ اعلان کر دیا کہ اس کائنات کو ایک ترقی دینے والے خدا نے مقررہ قوانین کے ماتحت منازل ارتقا کی طرف تدریجاً ترقی دی ہے اور اب بھی وہ اس کی پرورش کر رہا ہے تاکہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف قدم بڑھاتی چلی جائے یہاں تک کہ غالباً کروڑہا سالوں تک اسی طرح ترقی کرتے ہوئے وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ کیا کسی دوسرے مذہب میں خواہ وہ قدیم مذاہب میں سے ہو یا بائیبل کا مذہب ہو خدا کا ایسا تصور پایا جاتا ہے جیسا کہ رب العالمین کے لفظ سے ظاہر ہے؟ کیا کسی دوسرے مذہب میں خدا کا ایسا عالمگیر تخیل پایا جاتا ہے جیسا کہ رب العالمین کے لفظ میں بتایا گیا ہے؟ قرآن کریم کی رو سے خدا صرف مسلمانوں کا ہی خدا نہیں۔ نہ ہی صرف اس دنیا کا خدا ہے۔ وہ تمام ان اشیا کو جو اس دنیا میں پائی جاتی ہیں قائم رکھنے ان سے ملاطفت کا برتاؤ کرنے، ان کی پرورش کرنے اور ان کو ترقی دینے والا ہے۔ قرآن کریم میں آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی بے نظیر، ممتاز اور پر عظمت صفات بیان کی گئی ہیں۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۵ بتاتی ہے:۔ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ

السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم۔ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ زندہ خود قائم رکھنے والا۔ اس پر نہ اونگھ غالب آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ کون ہے جو اس کے پاس بغیر اس کی اجازت کے سفارش کرے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت اس پر بوجھ نہیں اور وہ بہت بلند عظمت والا ہے دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص شیطان کا انکار کرتا ہے اور اللہ پر ایمان لاتا ہے اس نے ایک محکم جائے گرفت کو مضبوط پکڑ لیا جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس پر سیل نے یہ تشریحی نوٹ لکھا ہے کہ "کرسی (یا تخت) کا لفظ مجازاً خدا کی قدرت اور حفاظت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کو قائم رکھتی اور ان پر حکومت کرتی ہے اور انسانی فہم سے بہت بالاتر ہے۔"

قرآن کریم کا کوئی صفحہ نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی نام یا صفت کا ذکر نہ ہو۔ سورہ الحشر ۵۹ : ۲۲-۲۳-۲۴- میں نہایت بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمٰن الرحیم۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن اللہ عما یشرکون۔ ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ (یعنی مستقبل) اور ظاہر (حال) کا جاننے والا۔ وہ بے انتہا رحم والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ۔ پاک۔ سلامتی والا۔ امن دینے والا۔ نگہبان۔ غالب۔ سب سے اوپر۔ سب بڑائیوں کا مالک۔ اللہ اس سے پاک ہے جو وہ (عیسائی اور ہندو) شرک کرتے ہیں۔ وہی اللہ ہے۔ پیدا کرنے والا۔ بنانے والا شکلیں پیدا کرنے والا اس کے لئے سب اچھے نام ہیں۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کرتا ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا (سائنسدان) ہے۔"

قرآن کریم کی مندرجۂ بالا آیات ہر شخص کو یہ یقین دلا دینے کے لئے کافی ہیں کہ اسلام میں خدا کا تخیل دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں کس قدر شاندار، پاکیزہ، وسیع اور وحدت کو لئے ہوئے ہے۔

اس سے بھی بڑھکر خدا کے تخیل کو ان خیالات سے پاک کرنے کے لئے جو دوسرے مذاہب نے پیدا کئے ہیں کہ وہ کسی قوم کا ذاتی خدا ہے یا انسانی جذبات وخواہشات اپنے اندر رکھتا ہے قرآن کریم نے اس کو ایک فلسفیانہ رنگ دیدیا ہے اور فرمایا ہے لیس کمثلہٖ شیئ (۴۲: ۱۱) اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور پھر فرمایا لا تدرکہ الابصار (۶: ۱۰۳) اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ گبن نے خدا کے اس تخیل پر جو اسلام نے دنیا کو دیا ہے یہ ریمارک کیا ہے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب شک وشبہ یا الجھن سے پاک ہے اور قرآن کریم توحید الٰہی کا ایک شاندار ثبوت ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے بتوں اور انسانوں۔ ستاروں اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول اصول کی بنا پر رد کر دیا کہ جو طلوع ہوتا ہے اس کا غروب ہونا ضروری ہے جو پیدا ہوتا ہے اس کا مرنا ضروری ہے۔ جو چیز بگڑی اور ناقص ہے اس کا ضائع اور تباہ ہونا ضروری ہے کائنات کے پیدا کنندہ میں اس کے معقول جوش عمل کا اعتراف کیا گیا ہے اور ایک غیر محدود اور ابدی ہستی اس کو مانا گیا ہے جس کی کوئی شکل اور کوئی مکان نہیں۔ کوئی اس کی اولاد اور مثل نہیں۔ ہمارے نہایت پوشیدہ خیالات کو جانتا ہے اور اپنی ذات سے اخلاقی اور ذہنی کمال دُنیا کو پہنچاتا ہے ان شاندار صداقتوں کو جن کا اعلان پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہوا۔ اولاً آپؐ کے پیروؤں نے قبول کیا اور مابعد الطبیعاتی حقائق سے ان کو دنیا پر ظاہر کیا۔ ایک فلسفی خدا پرست مسلمانوں کے عام مقبولہ عقیدہ کو قبول کرے گا۔ وہ عقیدہ جو غالباً ہماری موجودہ استعدادوں کے لئے بہت ہی شاندار ہے۔ انسانی خیال یا فہم کے لئے کونسی چیز باقی رہ جاتی ہے جب ہم غیر معلوم ہستی کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ وہ زمانہ اور مکان۔ حرکت اور مادہ۔ شورش وفساد اور عیب وغیرہ سے بالکل پاک ہے۔ عقل اور الہام کا پہلا اصول محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تسلیم کیا۔ آپؐ کے پیرو ہندوستان سے مراکش تک موحدین کے نام سے مشہور ہیں۔ اور تصاویر کی ممانعت سے بت پرستی کا خطرہ زائل کر دیا گیا ہے ::

روح قالب میں ڈالنے والا   دامِ غم سے نکالنے والا

فرش سے تا بہ عالمِ بالا   غل ہے سبحان ربی الاعلیٰ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(آنریبل مسٹر ایم ٹی اکبر صاحب کے سی)

(بسلسلہ اشاعت نمبر ۸ جلد ۲۳)

جتنا زیادہ میں نے پروفیسر نکلسن کی کتاب "آئیڈیا آف پرسنیلٹی ان صوفی ازم" کو پڑھا اسی قدر میری حیرانی اس مقصد کو دیکھ کر بڑھتی گئی جو ان لیکچروں میں پروفیسر مذکور کے پیش نظر تھا۔ ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس نے اس طرح کیا ہے :-

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن کریم میں جس طرح بیان کیا گیا ہے وہ ایک بشر ہونے سے بڑھ کر نہیں جو انسانی کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہے اور وقتاً فوقتاً الہام الٰہی اس پر نازل ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے نہیں بلکہ فرشتہ کی طرف سے ہے اس نے خدا کو کبھی نہیں دیکھا۔ کبھی خدا تعالےٰ کے بھیدوں اور غیب کی باتوں میں حصہ دار نہیں ہوا۔ مستقبل کی باتیں وہ نہیں بتا سکتا۔ کوئی معجزہ وہ نہیں دکھا سکتا۔ وہ صرف عبدہ ورسولہ۔ اللہ تعالےٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے"

ایسا ہی ایک اور پروفیسر رادھا کرشن لکھتا ہے :-

"ان سب باتوں کے باوجود آپ دوسرے فانی انسانوں ہی کی طرح ایک بشر تھے جس سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے اور جو دوسرے انسانوں کی طرح افضال الٰہی کا محتاج ہے"

یہ فقرات میں نے یہ ظاہر کرنے کے لئے لکھے ہیں کہ یہ پروفیسر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگار قرار دیکر آپ کی حیثیت کو کم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اول تو وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو یہ بتانے آئے تھے کہ اللہ تعالےٰ تمام تخیلات سے بلند تر ہے اور کہ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ کوئی مخلوق ہستی کبھی ایسی امید کر سکتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ مساوات کے درجہ پر پہنچ جائے گی اور کہ ایک ہی ہستی جو انسان کی پرستش کے قابل ہے اللہ تعالےٰ اور صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند کیا کہ آپ کو مدینہ میں دفن کیا جائے نہ کہ مکہ میں۔ اس خیال سے کہ مسلمان حاجی جو ہر سال کعبہ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں آپ کی قبر کو پوجنے لگ جائیں اور اللہ تعالےٰ اور اس کے گھر کو جو کعبہ ہے بھول جائیں گے ...

بعض وہ آیات ہیں جن میں قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انسانوں کی طرح انسان قرار دیا ہے ان کفار کے اس سوال کے جواب میں ہیں جو یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طرف براہ راست اور یکساں طور پر پیغام الٰہی کے ساتھ فرشتہ کیوں نہ بھیجا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں کے لیئے ہے اس لیئے ایک انسان ہی کی طرف آنا چاہیئے تھا۔ کہ صرف وہی اسے دوسرے انسانوں پر زبانی اور زندہ نمونے کے ذریعہ واضح کر سکتا ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ ایک فرشتہ کسی بات میں انسان کے ساتھ اشتراک نہیں رکھتا اور کہ کسی فرشتہ کا کھلے طور پر دنیا میں نزول اس کے خاتمہ کا موجب ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان قابل پروفیسروں نے قرآن کریم کی ان آیات پر زور دیا ہے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کی طرح انسان کہا گیا ہے اور دوسری آیات کو جن میں ہمارے نبی کریم صلعم کے رتبہ اور حیثیت کے متعلق قرآن کریم نے بار بار فرمایا ہے کہ آپ تمام انسانوں میں اول درجہ پر ہیں خاموشی سے نظر انداز کر دیا ہے۔ اس اغماض کی وجہ ان کی جہالت ہے یا کوئی اور چیز اس بارہ میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور اس کا فیصلہ میں صرف اپنے قارئین کرام کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ سورۃ ابراہیم آیت گیارہ میں تمام انبیاء کا یہی جواب نقل کیا گیا ہے :- ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ علی من یشاء من عبادہ وما کان لنا ان نأتیکم من سلطان الا باذن اللہ ۔ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس غلبہ کی بات لے کر آئیں سوائے اللہ کی اجازت کے۔

اس موقعہ پر میں قرآن کریم کی صرف ایک آیت کا حوالہ دیتا ہوں جس میں ان پروفیسروں کا مکمل جواب موجود ہے۔ وہ (الاحزاب: ۵۵) کی وہ شاندار آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے رحمتوں کی بارش آنحضرت صلعم پر برساتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ آنحضرت صلعم پر نزول رحمت کے لیئے دعا کریں۔ اور آپ پر آپ کے شایان شان سلامتی بھیجیں۔ قادر مطلق باری تعالیٰ اور اس کے فرشتے ایک انسان محض پر رحمتیں کیوں بھیجتے ہیں سوائے اس کے کہ اس انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور مہربانی سے چن لیا اور کوئی وجہ اس کی نہیں۔ پروفیسر رادھا کرشنا نے کہا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دوسرے انسانوں کی طرح گنہگار تھے۔ اس پروفیسر نے سورۃ الفتح آیت ۱ تا ۳ کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے جس کا ترجمہ مولانا محمد علی نے ان الفاظ میں کیا ہے "ہم نے

تیرے لئے ایک کھلی فتح کی راہ کھول دی ہے تاکہ تیرے لئے اس کی حفاظت کر دے جو تیرے دفتر عوضہ و قصور سے پہلے گزر چکا۔ اور جو پیچھے رہا۔ اور اپنی نعمت کو تجھ پر پورا کرے اور تجھے سیدھے رستہ پر چلائے اور زبردست نصرت دے گا۔

قارئین کرام میں سے ان لوگوں کو جو انبیا کی معصومیت سے دلچسپی رکھتے ہیں مولانا محمد علی صاحب کی کتاب ریلیجن آف اسلام کو اور اس باب کو جس میں اس مضمون پر بحث کی گئی ہے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پروفیسر نکلسن نے منقولہ بالا الفاظ میں کہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم نے اللہ تعالےٰ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سورۃ النجم کو بالکل نظرانداز کر دیا جسکے باطنی معنے میرا یقین ہے کہ پروفیسر مذکور کے گہرے دلی سوچ و فکر سے بالاتر ہیں:-

"وہ انتہائی بلند مقامات پر ہے۔ پھر قریب ہوا۔ اور بہت قریب ہوا۔ سو وہ کمانوں کی لمبائی کا فاصلہ ہے بلکہ اس سے بھی قریب تر۔ سو اس نے اپنے بندے پر وحی کی۔ جو وحی کی۔ جو اس نے دیکھا وہ دل نے جھوٹ نہیں کہا تو کیا تم اس پر جھگڑتے ہو۔ جو وہ دیکھتا ہے اور یقیناً اس نے اپنے آپ کو ایک اور نزول میں دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت ہے جو اصل ٹھکانا ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ پھری نہیں اور نہ حد سے بڑھی یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔" (النجم ۷ - ۱۸)

قرآن کریم کے الفاظ میں میں اس پروفیسر سے پوچھنا چاہتا ہوں! افتمرونہ علی ما یری۔ کیا تم اس پر اس سے جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا؟

پروفیسر نکلسن نے ایک اور فقرے میں کہا ہے کہ "یوم حساب کے نظارہ نے محمد (صلعم) کی روح کو لرزا دیا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر مذکور کو یوم حساب کا کوئی ڈر لاحق نہیں۔ ایک اور پروفیسر نے بھی اسی خیال کو ظاہر کیا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دماغی بناوٹ کو ایسا بتایا ہے کہ گویا اس پر موت اور یوم حساب کا ڈر غالب ہے۔ یہ ڈر فی الحقیقت تمام انبیائے کرام اور اولیائے الٰہی کو لاحق ہوتا ہے۔ صرف پروفیسروں اور موجودہ زمانہ کے کاروباری لوگوں کے دلوں سے یہ ڈر اٹھ چکا ہے۔ مسٹر ڈلٹن مرے نے ہملٹ کے متعلق کہا ہے کہ اس کے تامل کی وجہ موت اور موت کے بعد کسی چیز کا ڈر تھا۔ مسٹر مرے لکھتے ہیں کہ اصل چیز جو ڈرامے کے اندر بطور محرک کے کام کرتی ہے اگر اسے پہچان لیا جائے تو وہ بہت بڑی چیز ہے۔ لیکن ہم بیسویں صدی کے انسانوں کیلئے اس کو پہچاننا مشکل ہے۔ اس بارہ میں ہمارا احساس ہونا نا کارہ ہو جاتا ہے۔ زندگی بعد الموت کے خوف سے ہم

اپنے آپ کو بے خوف کہہ چکے ہیں۔ جہاں تک اپنی ذات کے غیر فانی ہونے اور زندگی بعد الموت کا تعلق ہے ہم اب بھی اس کے قائل ہیں۔ لیکن اس کی صورت حالات ایسی سمجھتے ہیں کہ جس سے ہمیں کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا اور ہم ہملٹ کو بھی بلا معاوضہ ایسی ہی بے خوفی کا مرجع دیکھتے ہیں۔ اپنے مشاہیر کے فائدہ کے لئے ہم غلطی کیا کرتے ہیں.... ہماری غلطی یہ نہیں کہ ہم ہملٹ کی نفسیات کو مطالعہ کریں..... بلکہ غلطی یہ ہے کہ ہم اسے اپنی موجودہ نفسیات کے مطابق بناتے ہیں۔" ان پروفیسروں نے خدا اور موت اور اخروی زندگی کے خوف سے ہاتھ دھو کر گناہوں کی موت اپنے سر پر اٹھائی۔ اور اپنی ذمہ داری کا بوجھ اپنے اوپر لیا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن یہ تھا کہ زندگی کے اس ناکارہ اور غیر ذمہ دارانہ نقطہ نظر کو درست کر کے انسان کو خدا یاد دلایا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے ویحذرکم اللہ نفسہ اللہ تمہیں اپنی ذات کے متعلق متنبہ کرتا ہے۔ اتقوا اللہ کا لفظ جو قریباً ہر سورت میں آتا ہے کیا اس اعلیٰ پوزیشن کو واضح کرنے کے لئے جو آنحضرت صلعم کو انسانوں میں حاصل ہے دوسری آیات بھی نقل کرنے کی ضرورت ہے؟ تمام نسل انسانی کے لئے آپ کے ممنون کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ آیت ۱۲۸ میں خود بیان فرمایا ہے۔ سورہ الاحزاب آیات ۴۵-۴۶ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک شاہد، ایک مبشر، نذیر، داعیا الی اللہ باذنہ اور سراجاً منیرا کہا گیا ہے۔ آپ تمام دنیا جہان کے لئے رحمت ہیں (ملاحظہ ہو الفرقان ۱:۱۰۷۔ الاعراف: ۱۲۸۔ السبا ۲۸) اور آپ الامین ہیں جن کو لوگوں کی شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو الزخرف ۸۶۔ التوبہ ۱۰۳۔ آل عمران ۱۵۸۔ النساء: ۶۴۔ النور ۶۲۔ محمد ۱۹: الممتحنہ: ۱۲۔ نیز ملاحظہ ہو ریلیجن آف اسلام مصنفہ مولانا محمد علی صاحب، آنحضرت صلعم کی اس بے نظیر پوزیشن کو جو انسانوں میں آپ کو حاصل ہے واضح کرنے کے لئے قرآن کریم سے اور مثالیں دینے کی مجھے ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کی۔ ایک صوفی نے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سید الوجود قرار دیا ہے (یعنی تمام مخلوقات کا سردار) تو یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں میرا خیال ہے کہ میں نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ تمام مذاہب سے پہلی مرتبہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی واحد عظمت پر زور دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس کو مخلوق اشیاء کی جن میں فرشتے، انبیاء، اولیاء اور محض انسان سب شامل ہیں سطح پر نہ لایا جائے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ انسانی لباس میں آنے کا عادی نہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن پر بہت زور ڈالا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ تمام مخلوقات سے بڑھ کر

ہیں۔ نبیوں کی مہر اور آخری نبی ہیں اور صرف انہیں کے وسیلہ سے انسان اس قادر مطلق باری تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس بات کو شروع ہی میں واضح کر دیا گیا جب کلمہ طیبہ کے اقرار کو مذہب اسلام میں لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی سورۂ آل عمران آیت ۳۰ میں ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ یہی ایک رستہ بنایا گیا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی پیروی کریں۔ اس کا حکم ہے۔ اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول۔ اللہ کی اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت کرو۔ سورۂ النسا آیت ۸۰ میں فرمایا ہے:۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (ایسا ہی ملاحظہ ہو سورہ مائدہ: ۹۲) پھر فرمایا ہے ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم۔ وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ سورہ التکویر آیات ۱۹ - ۲۵ میں آنحضرت صلعم کے لئے عربی لفظ مطاع استعمال کیا گیا ہے (ایسا ہی ملاحظہ ہو النساء: ۶۴ - اور مولانا محمد علی کا انگریزی ترجمہ قرآن۔ نوٹ ۲۶۸۳)

پروفیسر نکلسن نے ان تمام آیات کو نظر انداز کر دیا ہے اور بطور تفنن لکھا ہے کہ امام غزالی نے ایک ایسی ہستی ایجاد کی جسکو انہوں نے مشکوٰۃ الانوار میں مطاع کا نام دیا ہے۔ پروفیسر مذکور نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ مطاع ہونے کا خیال بعد میں مسلمان اولیاء نے ایجاد کیا۔ جنھوں نے یہ خیال مسیحی معتقدات سے لیا ہے۔ یہ بھی انہوں نے لکھا ہے کہ "ممکن ہے امام غزالی نے یہ نام قرآن کی سورہ آل عمران ۲۹ سے لیا ہو" پروفیسر مذکور بڑے احسانمندانہ طریق سے عربی قواعد کی طرف نکل گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "تم میں سے وہ لوگ جو عربی پڑھتے ہیں جانتے ہیں کہ لفظ مطاع اس فعل سے متعلق ہے جس میں اطیعوا بصیغۂ امر آتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ کا حکم یہ ہے کہ ہر نیک مسلمان کے لئے محمد صلعم المطاع ہیں یعنی وہ جنکی اطاعت کی جائے۔ اس لئے پروفیسر نکلسن کا بیان ہے کہ المطاع کی اصطلاح امام غزالی نے وضع کی اور اسے فعل اطیعوا (آل عمران ۲۹) کی صفت بنایا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر صادق آئے۔ اور امام غزالی نے کیوں ایسا کیا؟ اس لئے کہ مسیحی معتقدات سے متاثر تھے۔ چنانچہ پروفیسر مذکور لکھتے ہیں "تم میں سے اکثر لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگا۔ کہ وہ خیالات جن پر میں بحث کر رہا تھا۔ یعنی وہ خیالات جن کو بعد کے صوفیا نے محمد (صلعم) کے متعلق نشوونما دیا ان معتقدات سے زبردست مشابہت رکھتے ہیں جو مسیحی علم دین میں مشہور و معلوم ہیں۔ جیسے تشفیع ہونے کا عقیدہ میں اس مبحث پر ماہر ہونے کی حیثیت سے گفتگو کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا" آخری فقرے سے ظاہر ہے کہ پروفیسر مذکور کے اس بیان کی حیثیت اتنی ہی ہے جیسے کوئی اندھا اندھے کی رہنمائی کرے۔ کیونکہ وہی

المطاع کا لفظ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورہ التکویر آیت ۲۱ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال کیا ہے اور اس لئے پروفیسر مذکور کی تمام محنت سے بنائی ہوئی عمارت کہ ہمارے نبی کریم صلعم کے بارے میں لوگوں کا تخیل بعد کے زمانوں میں دوسرے مذاہب سے تعلقات پیدا ہونے پر بدل گیا بُری طرح سے زمین پر آگرتی ہے۔ اگر ہم ان پروفیسروں کو علیحدہ چھوڑ دیں اور صرف کلمہ طیبہ اور ان آیات پر اکتفا کریں جو قرآن کریم میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق آئی ہیں تو ہم تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور تمام مخلوقات میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہتر ہونے کو اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے قارئین قرآن کریم کی سورہ الاحزاب آیت ۵۶ پر اچھی طرح غور کریں گے۔ یہ وہ آیت ہے جس پر میں نے قریباً بیس سال تک غور و فکر کیا ہے تاکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز حقیقی سمجھ میں آجائے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آنحضرت صلعم پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر موجودہ سائنس کے انکشافات سے میرے قارئین اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کو پورے طور پر سمجھ سکیں تو کیا انہیں اپنے آپ سے یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے اپنی مخلوق میں ایک شخص پر بے شمار رحمتیں کیوں بھیجتے ہیں اور اسکے ساتھ مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ کیوں ؟ اس کا جواب امام غزالی کی کتاب مشکوٰۃ الانوار میں موجود ہے۔ خدا غیر محدود ہے۔ اور جب ایک غیر محدود چیز کا تعلق محدود چیز سے ہو تو موخر الذکر پاش پاش ہو کر تباہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نور اس قدر زبردست اور اتنا تیز ہے کہ کائنات براہ راست اس کے نور کا سامنا نہیں کر سکتی۔ اس لئے اس کا نور ایک درمیانی وسیلہ سے منعکس ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس غرض سے پیدا کیا ہے۔ کہ اس کے نور کے سامنے ٹھہر سکے۔ اور یہ وہی نور ہے جو حقیقت محمدیہ سے منعکس ہوتا ہے اور ہم مصیبت زدہ فانی انسان اس کے سامنے ٹھہر سکتے ہیں۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ میرا بندہ جو نوافل کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرتا ہے غیر فانی ہو جاتا ہے اور آخر کار میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ یہ انسان کے فنا فی اللہ ہونے کی تعلیم نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی چند صفات کا اس کے فضل و کرم سے انسان کے اندر آجانے کا ذکر ہے۔ جو انسانی بناوٹ کے لئے موزون اور اس کے موافق ہیں۔ جہاں تک بعد الموت ترقی کا تعلق ہے وہ لا انتہا اور غیر محدود ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو

اس کا علم ہے۔ Frithjof Schuon نے مسیحیت اور اسلام پر ایک ہندو میگزین Tomorrow میں مضمون لکھتے ہوئے اس خیال کو ایک حد تک لیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ مسیحی تعلیم اور اسلامی تعلیم اس خیال سے شروع ہوتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے۔ لیکن مسیحیت تثلیث پر بالخصوص زور دیتی ہے۔ اور اس کا خیال ہے کہ خدا اوتار بن کر آیا اور دنیا کی نجات کا موجب ہوا۔ خدا دنیا میں نازل ہوتا ہے تاکہ گنہگار دنیا کے توازن کو درست کرے۔ اسلامی تعلیم کی رو سے اللہ تعالےٰ اپنی توحید سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ کسی اندرونی امتیاز کی وجہ سے اوتار نہیں لیتا۔ وہ دنیا کو نجات نہیں دیتا بلکہ اسلام کے ذریعہ سے اسے جذب کرتا ہے وہ ظاہر ہونے کے لئے نازل نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر اپنے آپ کو بساتا ہے۔ جیسے روشنی سورج کے اندر رہتی ہے۔ اس سے انسانیت خدائی میں حصہ دار ہونے کی مجاز ہوتی ہے۔ مسیحیت کی رو سے نجات کا راز سربستہ کفارہ یا قربانی کے خیال سے تعلق رکھتا ہے۔ مسیحی تصوف میں اخلاقی کوشش ہی اصل چیز ہے۔ اور دماغی جدوجہد کا جو صوفی مذہب میں اصل حقیقت سمجھی جاتی ہے اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر اسلام تمام پرانی روایات کی طرح دکھ اور تکلیف کی برداشت کو روحانیت کا مؤید سمجھتا ہے تو اس کا یہ خیال ایک اور نقطۂ نگاہ سے ہے۔ اسلامی تقدس متصوفانہ نہیں بلکہ تمام مشرقی تقدس اور پاکیزگیوں کی طرح ایک ذہنی اور دماغی نچوڑ ہے۔ رضائے الٰہی پر کامل بھروسہ یا عمل صالحہ پورے طور پر بجا لانا یہ وہ شکل ہے جو اس نے اختیار کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان جسکے نزدیک قرآن کا وہی مرتبہ ہے جو ایک مسیحی کے نزدیک مسیح علیہ السلام کا ہے اکثر اوقات موخر الذکر کو اس بنا پر مورد طعن و تشنیع بناتا رہتا ہے کہ اس کے پاس قرآن جیسی کتاب نہیں یہ ایک ہی کتاب ہے جو ایک ہی وقت میں مذہبی تعلیم بھی دیتی ہے اور قانون بھی سکھاتی ہے۔ اور پھر اسی زبان میں لکھی گئی ہے جس زبان میں الہام کی گئی۔ کیونکہ بہت سی اناجیل اور نئے عہد نامہ کے دیگر نسخے اس کے نزدیک اختلاف کا نشان ہیں جو اس حقیقت نفس الامری سے پیدا ہوا ہے کہ یہ نسخے اس زبان میں محفوظ نہیں رہے جو مسیح کی زبان تھی۔ بلکہ ایک غیر سامی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ یا اس سے کسی دوسری ایسی زبان میں ترجمہ ہوئے جو ابراہیمؑ کی اولاد کے لئے ویسی ہی اجنبیت رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں ان نسخوں کا کسی بیرونی زبان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے"

مجھے امید ہے کہ قارئین کرام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پوزیشن کو جو اسلام میں ہے اب پورے طور پر سمجھ لینگے یا بالفاظ دیگر اسلامی کلمہ شہادت کا دوسرا نصف حصہ ان کی سمجھ میں آجائے گا۔ اس

دوسرے نصف حصہ کو سمجھنا پہلے نصف حصہ سے زیادہ مشکل ہے۔ اب وہ پال برنٹن کے حسب ذیل فقرات کے اصل مطلب کو بھی سمجھ جائیں گے۔ جو اس نے اپنی کتاب "اے سرچ ان سکریٹ ایجپٹ" میں لکھے ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ تمام مسلمان اس کا مطالعہ کریں۔

"محمد رسول اللہ (صلعم) کو بہت سے دوسرے انبیا سے یہ نمایاں امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے زندگی کے تمدنی اور پبلک فرائض سے علیحدگی کے رجحان کی مخالفت کی جو عموماً حد درجہ سخت مذہبی عبادات پر مشتمل ہے۔ آپ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ راہب اور راہب خانے اسلام میں پسندیدہ چیزیں نہیں۔ اور آپ نے راہبانہ تعلیمات کو جو انسانی خواہشات کی موت پر مشتمل ہیں ہرگز منظور نہیں کیا۔"

"یہ بہت ہی افسوسناک بات ہے کہ ایک عام مغربی انسان مذہب اسلام سے بہت کم واقفیت رکھتا ہے اور وہ کم واقفیت بھی اگر ساری کی ساری نہیں تو عموماً ایک حد تک غلط ہوتی ہے۔"

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تعلیم دی کہ اس نادیدہ بادشاہ یا غیب الغیب ہستی کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے سے نہ شرمائیں اور کھلے بازاروں میں گھٹنوں کے بل جھکنے سے تامل نہ کریں۔"

یہ وقت ہے کہ ہم اس عظیم الشان محمد صلعم اور آپ کے مذہب اسلام کے متعلق بعض ایسی غلط فہمیوں کو ترک کر دیں جو ہمارے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر رہی ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم اس بات کو سمجھیں کہ کیوں اس کے نام کے اندر ایسا جادو بھرا ہوا ہے کہ کروڑ ہا انسان جو نسل انسانی کے قریباً ساتویں حصہ پر مشتمل ہیں۔ افریقہ کے مغربی کنارہ سے لے کر چین کے مشرقی کنارہ تک اس پر روزانہ درود اور رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں یہ وقت ہے کہ ہم ان لوگوں یعنی مسلمانوں کے جوش کی حقیقت کو پہچانیں اور اس بات کو دیکھیں کہ لفظ "اللہ" کا یورپین تلفظ جو بسرعت منہ سے نکلتا ہے اس پرجوش، لمبے، دلنشین اور دو حصہ رکھنے والے مشرقی تلفظ سے جس میں "اللہ" کے دوسرے حصہ کو عزت و عقیدت کے ساتھ لمبا کیا جاتا ہے کس قدر مختلف ہے:

رات ہو چکی تھی اور ہزار ہا ستارے جواہرات کی طرح جگمگا رہے تھے جب میں الازہر کے باہر بازار میں کھڑا بے دلی کے ساتھ کسی خاص چیز پر نظر کئے بغیر دیکھ رہا تھا، چاند اس کہر میں سے جو نیلے آسمان پر گھری ہوئی تھی چمک رہا تھا۔ اس وقت مسجد کے موذن کی زبردست شاندار آواز ہوا میں گونج اور نہایت بلند آہنگی کے ساتھ توحید الٰہی کا اعلان کیا۔

اس تمام شہر میں جس کے اندر تصویریں کھدے ہوئے دروازے۔ نہایت صحیح اور سیدھی محرابیں۔ اور

نانوں والے صحن پائے جاتے ہیں۔ لوگ موذن کی اس آواز پر اللہ اور اس کے فرشتوں کے زیر نظر مکہ کی طرف منہ کئے ہوئے گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ اور وہی اللہ اکبر کے سادہ الفاظ بار بار دہرانے لگے۔

اسلام کا صحیح مفہوم

(جناب سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب بی۔ اے)

(بسلسلہ جلد ۲۳۔ نمبر ۵)

پس اسلام نے نیک مقاصد اور اغراض حقہ کے لئے۔ حفاظت نفس اور ظالموں کے دفاع کے لئے اور کسی غلط طریق کی اصلاح کی خاطر تلوار کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ علمی اصولوں کے احیا، صداقت کے قیام اور بدی کے استیصال کے لئے طاقت کے استعمال میں کیا گناہ ہے؟ مسلمان اپنے قتل و غارت اور استیصال کو کسی طرح برداشت نہ کر سکتے تھے۔ وہ اٹھے اور صرف اپنے معاندین کو مطیع کرنے کے لئے اٹھے اور اسلام کو چھوڑ کر بت پرستی پر مجبور کئے جانے کے خلاف انہوں نے جد و جہد کی۔

ایسا ہی ان جنگجو قبائل کو جو عرب میں بود و باش رکھتے تھے مذہبی جوش سے معمور سمجھنا بالکل غلط ہے مخالف اسلام جنون وہاں کوئی نہ تھا۔ نہ ہی عربوں کی حمایت میں لڑنے والوں کی غرض دوسروں کو تبدیلی مذہب پر مجبور کرنا تھی یہ جنگیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبوراً کرنی پڑیں ابتداءً نہایت مجبوری کی حالت میں حفاظت نفس کے لئے کی گئیں مثلاً جنگ موتہ اور مہم تبوک جو ایک بیرونی حکومت پر سب سے پہلی چڑھائی تھی اس وجہ سے ہوئی کہ یونانیوں نے ایک سفیر کو قتل کر دیا تھا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان سفیر کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے لشکر بھیجے ان اسلامی لشکروں نے شام کے قبائل کو مشتعل کر دیا۔ اور رومی لوگ آخر کار ہرقل کے زیر قیادت مجتمع ہو گئے۔ تاکہ مسلمانوں سے جنگ کریں لیکن انہیں شکست فاش ہوئی۔ اور تمام جنوبی شام مسلمانوں کے قدموں کے نیچے آگیا۔ اس سے مسیحیت کے ایک بہت بڑے حصہ کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ چھڑ گئی۔

اسی طریق سے ایران کا ملک فتح ہوا۔ عرب کے شمال مشرق میں قیام امن کا کام مسلمانوں کو حیرا کی نیم عرب سلطنت کے خانہ بدوش قبائل کے مقابلہ میں لے آیا جو ایران کی عظمت کو تسلیم کر چکا تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے بعد خلافت کی غیر قراریافتہ حالت نے ان حیرا کے رہنے والوں میں اسلامی سرحدوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت دلادی اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان حملوں کے دفاع پر متعین کیا۔

کچھ تھوڑے سے مقابلہ کے بعد حیرا کی مملکت مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گئی۔ اس سے ایرانی حکومت کا جوش غضب بھڑک اٹھا۔ اور اس نے مسلمانوں کو کلدانی ملک سے باہر نکالنے کے لئے بہت بڑی فوج بھیجی۔ قادسیہ اور تمام جنگیں یکے بعد دیگرے ہوئیں۔ ایرانیوں کو سخت نقصان کے ساتھ شکست ہوئی اور ایران اسلامی مملکت میں شامل ہو گیا۔

عربوں کی دیگر فتوحات اقتصادی حالات پر مبنی تھیں[۵] ۔ اور مذہب کا نام صرف طاقت کے اجتماع کے لئے لیا جاتا تھا۔ آرنلڈ نے کیسی (Caetanie) کے جو من نسخہ کی بنا پر عرب قوم کی توسیع کو صحیح طور پر ایک طاقتور اور ہوشیار قوم کے ترک وطن سے تعبیر کیا ہے۔ جو بھوک اور ضروریات زندگی سے مجبور ہو کر اپنے غیر فیاض صحراؤں کو چھوڑ کر زیادہ خوش قسمت ہمسایوں کے سر سبز ممالک کو پامال کرنے پر مجبور ہو گئے۔

تاہم مسلمانوں کی فتوحات اور وسعت مملکت کا جواز ثابت کرنا بے فائدہ ہے۔ اگر توسیع مملکت جرم ہے تو مملکت برطانیہ کے مہربان حکمران کو نسل انسانی کا سب سے بڑا مجرم سمجھنا چاہئے۔ اور اگر کسی ملک کو فتح کرنا جرم ہے تو سکندر، سیزر، شارلمین، نیپولین، بسمارک اور پھر کلائیو، وارن ہیسٹنگز اور لارڈ ویزلی کو نسل انسانی کے خلاف ناقابل معافی جرم کا مرتکب قرار دینا چاہیئے۔ لیکن اگر ان سب لوگوں کو ان کے ہم وطن اور دنیا کا سمجھدار طبقہ حق بجانب قرار دیتا ہیں عزت و احترام اور تعریف و توصیف کے مستحق سمجھتا ہے تو مسلمان فاتحین کو تاریخ کے کھنڈرات میں وہی معزز جگہ کیوں نہیں دی جاسکتی ایسے وقت میں جب ہر قوم نے اپنے آپ کو آگے کرنے اور اپنی عظمت کو منوانے اور ممالک بعیدہ میں اپنی طاقت کو محسوس کرانے ہی میں بہادری سمجھ رکھی تھی تو مسلمانوں نے بھی وہی رستہ اختیار کیا۔ قسمت نے[۵۱]

---

[۵] ۔ ملاحظہ ہو کرسچینٹی اینڈ اسلام ۔ مصنفہ بیکر صفحہ ۴۳ ۔ نیز بوسورتھ سمتھ ۔

[۵۱] ۔ ہم اس کو ایک ایسی دنیا کی فتح قرار دیتے ہیں جو فقدان ایمان اور ذہنی نصب العین کے لئے وقتی رہنمانہ ہونے کی وجہ سے بربریت کی طرف بسرعت چلی جارہی تھی۔ ایک ایسی قوم نے یہ فتح حاصل کی جس کے اندر ایک اعلےٰ ہستی نے ایسی عالمگیر ہمدردی کی روح پھونک دی جو اعلےٰ ذہنی طاقت پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اور ایک ترقی کرنے والی نسل انسانی کو سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں میں اہم پیغامات ہدایت دینے پر مامور ہے۔

آدمی کا ساتھ دیتی ہے۔ اور انہوں نے نصف دُنیا فتح کرلی جس میں کوئی قوم اس وقت تک کامیاب نہ ہوسکی تھی لیکن تاریخ نویسوں کے ہاتھوں انہیں عجیب قسمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی بہادری کے غلط معنے لیئے گئے اور کسی دوسری قوم کو اس قدر بدنام نہیں کیا گیا جس قدر مسلمان فاتحین اور حکمرانوں کو۔ ان کی بہادرانہ جنگ اور شاندار فتوحات کی داستانوں میں پرلے درجہ کی تباہی و بربادی، قتل وغارت اور وحشت و بربریت کے قصے بیان کیئے گئے۔ اور ان سب باتوں کے ساتھ افسوسناک امر یہ ہے کہ متعصب مورخ ہمیں یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان تمام مظالم کی اجازت ان کے مذہب کی مقدس تعلیمات میں پائی جاتی ہے۔ یہ ناخوشگوار بیانات ایک ایسے مذہب کے لئے بالکل غیر منصفانہ ہیں جس نے اس وقت کی معلومہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک امن سلامتی اور نجات کی تعلیم دی اور لٹریچر، تجارت اور تہذیب کے بیج بوئے۔"[۵]

اسلام کی سیاسی خاصیت کا لب لباب اس چارٹر میں پایا جاتا ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینٹ کیتھرائن کے راہبوں اور راہب خانہ کے لئے جو کوہ سینا کے قریب تھا اور تمام عیسائیوں کے لئے منظور فرمایا اور جسکو روشن خیالانہ رواداری کی جو تاریخ عالم میں پیدا ہوسکتی ہے بہترین یادگار قرار دیا گیا ہے۔ یہ شاندار یادداشت جس کی مسلمان مورخین نے پورے طور پر حفاظت کی ہے آنحضرت صلعم کی وسعت نظر اور عالمگیر تخیل کی مظہر ہے۔ اس چارٹر کے ذریعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو راہبوں اور ان کے اسباب و افعال کا نگہبان اور محافظ ظاہر کیا ہے۔" آپؐ نے اپنے تمام حکمرانوں کو حکم دیا کہ" ان سے کوئی جزیہ یا خراج وصول نہ کریں۔" نہ ہی ان کے گرجوں اور گورزوں کو تبدیل کریں۔" نہ اس حالت میں جب وہ سفر میں ہوں انہیں کوئی دکھ پہنچائیں۔" نہ ہی ان کے گرجوں سے انہیں محروم کریں۔" نہ جنگ کے زمانہ میں ان کے گھروں سے انہیں باہر نکالیں اور نہ ہی جنگ میں جانے کے لئے انہیں مجبور کریں۔" یہ احکام راہبوں کے متعلق ہیں اور ان کے علاوہ باقی ہدایات دوسرے ہر عیسائی سے تعلق رکھتی ہیں۔ امیر عیسائی کو ۱۲ درہم سے زیادہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ کھلے طور پر یہ حکم دیا گیا کہ ان لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں کی عزت و احترام ملحوظ رکھتے ہوں بلکہ ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو کریں۔ انہیں اچھی چیزیں دیں۔ اور ہر شخص کو انہیں تکلیف پہنچانے سے روکیں۔ اگر کوئی مسیحی عورت کسی مسلمان سے شادی کرلے تو خاوند کو اجازت نہ تھی کہ اپنی بیوی کے میلان کو روکے یا اسے گرجا جانے اور اپنے مذہب کے مطابق نماز پڑھنے اور اعمال و افعال بجالانے سے منع کرے۔ پھر کوئی شخص کسی عیسائی کو اپنے گرجا کی مرمت سے نہ روک سکتا تھا۔ اور کسی کو ان کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہ تھی

بلکہ اس کے خلاف مسلمانوں کو ان کی حمایت میں لڑنے کا حکم تھا۔[۱]

اس عہدنامہ پر گواہوں کے دستخط بھی تھے۔ جن میں حضرت علی ابن ابوطالب، ابو مران حطاوی۔ نزفیر ابن ابان وغیرہما کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کو جو آپؐ کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں حکم دیا ہے کہ مسیحی اقوام سے ان عہدوں کو پورا کریں۔ اور پھر فرمایا کہ میرے مذہب میں سے جو شخص اس عہدنامہ کو توڑنے کی جرأت کرے گا وہ ایمان سے خارج اور لعنت کا مستوجب ہوگا۔" کیا آزادانہ رواداری کی اس سے بڑھ کر کوئی سند ہو سکتی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شریف جنگی آدمی ہونے کی حیثیت سے نسل انسانی کی تقلید کے لئے ایک بہترین نمونہ ہیں اور آپؐ نے جنگ کے بارہ میں آنے والی دنیا کے لئے ہدایتیں اور قوانین نافذ فرمائے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "اللہ کے نام پر اور اس کی مدد سے اور اس کے رسولؐ کے مذہب پر جنگ کے لئے کوچ کرو۔ کسی بوڑھے آدمی کو جو لڑنے کے قابل نہ ہو قتل نہ کرو۔ نہ ہی چھوٹے بچوں کو اور نہ عورتوں کو مارو۔"[۲] یہ وہ ہدایت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دیا کرتے تھے جب آپ دشمن کے خلاف کوئی مہم بھیجا کرتے تھے۔ پھر آپؐ نے اپنے جرنیل خالد سے فرمایا:- "کسی عورت کو نہ مارو، کسی مزدور کو قتل نہ کرو۔"[۳]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرامین اور تعلیمات زیادہ تر مسلمان حکام کے لئے اس ہدایت کا موجب ہیں کہ غیر مسلم اقوام کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو اپنے آقا کے نقش قدم پر پورے طور پر چلنے والے تھے ذیل کی نصیحت اسامہ بن زید کو کی۔ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شام کی مہم کا سردار بنایا گیا تھا۔ آپؓ نے فرمایا:- "دیکھو جب تم جنگ میں اپنے دشمنوں کے مقابل پر جاؤ تو نیک مسلمانوں کی طرح برتاؤ کرو اور یاد رکھو کہ اپنے آپ کو اسلام کے سچے فرزند ثابت کرو۔ . . . اگر اللہ تعالےٰ تمہیں فتح عنایت کرے تو اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ اور خبردار رہو کہ اپنی تلوار کو اس شخص کے خون سے آلودہ نہ کرو جو اطاعت اختیار کرے۔ نہ بچوں کو ہاتھ لگاؤ نہ عورتوں کو چھیڑو اور نہ بوڑھے ناقابل آدمیوں کو جنھیں تم اپنے دشمنوں میں پاؤ کوئی تکلیف پہنچاؤ۔ دشمن کے ملک میں پیش قدمی کرتے ہوئے کھجور کا درخت یا اور پھلوں کے درخت مت کاٹو۔ زمین کی پیداوار کو تباہ نہ کرو۔ فصلوں کو مت لوٹو۔ کوئی گھر نہ جلاؤ۔ دشمن کے گودام سے صرف وہی چیز لو جس کی تمہیں ضرورت ہو۔ بغیر کسی خاص ضرورت کے کسی چیز کو برباد نہ کرو . . .

---

[۱] ملاحظہ ہو "مشرق اور دیگر ممالک کے حالات" مصنفہ رچرڈ پوکاک
لشپ آف میتھ بث ئع شدہ ۱۷۴۳ء۔ جلد ۱ صفحہ ۲۶۸۔
[۲] اسلامک ریویو ۱۹۱۴ء۔ [۳] اسلامک ریویو ۱۹۱۴ء

قیدیوں اور اس شخص سے جو اپنے آپ کو تمہارے رحم پر ڈال دے مہربانی سے پیش آؤ۔ خدا تمہاری ضرورت کے وقت تم سے ایسا ہی سلوک کرے گا۔۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دشمن کے ساتھ عہد کرتے ہوئے کوئی دھوکا نہ کرو اور نہ جھوٹ سے کام لو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام باتوں میں ایمانداری سے کام لو۔ اور اپنے آپ کو راستباز اور شریف ثابت کرو۔ اور اپنے قول اور عہد میں راستی پر قایم رہو۔ راہب یا تارک الدنیا کی خاموشی میں مخل نہ ہو اور ان کی رہنے کی جگہوں کو تباہ نہ کرو[1]،،

ان ہدایات میں اسلامی جنگوں کے دینی اصولوں کو بہت حد تک واضح کیا گیا ہے جن کو بعد کے مسلمان جرنیلوں نے ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ حیرا کی سلطنت کو مطیع کرنے کے بعد خالد بن ولید نے ایک اعلان شائع کیا جس میں اس نے عیسائیوں کی جان، مال اور آزادی کا ذمہ لیا۔ اور یہ واضح کیا کہ انہیں اپنے ناقوس بجانے اور تہواروں پر صلیبیں باہر نکالنے سے روکا نہ جائے[2]۔ پھر جب پہلی حملہ آور اسلامی فوج کے کمانڈر طارق نے مسیحیوں کے ایک گروہ کے خلاف چڑھائی کی تو اس نے حکم دیا کہ پرامن اور غیر مسلح عیسائیوں پر کوئی حملہ نہ کیا جائے۔ اور کہ لوٹ مار صرف میدان جنگ کے ان شہروں تک محدود رہنی چاہیے جو جنگ سے حاصل کئے جائیں[3]۔

مور خاندان کے بادشاہ الحاکم بن عبدالرحمٰن نے بھی ۹۶۳ء میں اپنے مسلمان جرنیل کو جنگ کے متعلق ایسی ہی ہدایات دیں۔ اس نے کہا کہ جب کسی شہر پر قبضہ ہو جائے تو کوئی مرد کسی عورت، بچے، یا بوڑھے کو قتل نہ کرے۔ نہ ہی کوئی شخص راہبوں پر جنھوں نے تنہائی کی زندگی اختیار کر رکھی ہے حملہ آور ہو۔ ۔ ۔ ۔ کسی شخص پر جس کی حفاظت کا تم نے ذمہ لے رکھا ہے ظلم نہ کرو۔ بلکہ تمام ذمہ داریوں کو نگاہ رکھو۔ اور تمام معاہدات کو پورا کرو[4]۔ سلطان صلاح الدین کی انسانیت اس وحشت و بربریت کے مقابلہ میں ممتاز نظر آتی ہے جو بادشاہ لائن ( ) کے نام نہاد "آزادی دلانے والے" سپاہیوں میں پائی جاتی تھی۔ جنھوں نے چڑھائیوں پر چڑھائیاں کیں اور اسلام پر حملوں کے لئے آپ کو چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کو گلی کوچوں بازار اور گھروں کے اندر ذبح کیا گیا[5]۔ عمر کا وقار، جوانوں کی بے کسی، عورت کی خوبصورتی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کی پروا ان لاطینی وحشیوں نے کی ہو۔ مکانات بھی حفاظت کی جگہ نہ تھے اور کسی مسجد کا نظر آجانا تو ان کے ظلم و ستم کو بہت زیادہ بڑھانے کا موجب تھا[6]۔

---

[1]۔ کتاب الخراج از امام ابو یوسف فتح البلدان۔ اور گبن، امیر علی اور ڈاکٹر عبدالمجید کا مضمون لا کوارٹرلی ریویو ۱۹۰۸ء میں۔ [2] کتاب الخراج صفحہ ۱۴۳۔ [3] کوارٹرلی ریویو ۱۹۰۸ء۔ [4] اسلامک ریویو ستمبر ۱۹۴۲ء

[5]۔ ملاحظہ ہو: (Michaud)

[6]۔ ملاحظہ ہو:۔ (Mills)

لیکن سلطان صلاح الدین نے اپنا طرز عمل اس کے خلاف رکھا۔ جب صلیبیوں پر انہیں فتح حاصل ہوئی تو شامیوں، یونانیوں اور عیسائیوں کو انہوں نے اپنے شہری حقوق سے پورے طور پر متمتع ہونے کی اجازت دی۔ سلطان نے ان کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے بذات خود ہزارہا روپیہ بطور فدیہ دیا۔ اور کئی ہزار کو سلطان نے بغیر کسی فدیہ کے خود رہا کر دیا۔ پادری اور دوسرے لوگ اپنے تمام مال و اسباب اور خزائن کو ذراسی تکلیف کے بغیر نکالکر لے گئے۔ سلطان نے مسیحیوں کو خچریں دیں جن پر وہ اپنے بوڑھے اور کمزور رشتہ داروں کو لے گئے۔ رخصت ہونے والی عورتوں کے غم واندوہ کا سلطان کے دل پر بہت ہی اثر ہوا۔ اور انہوں نے فی الفور ماؤں کے لئے ان کے بیٹے اور بیویوں کے لئے ان کے خاوند رہا کر دیئے۔ اور وعدہ کیا کہ جو لوگ جیل خانہ میں باقی رہ گئے ہیں ان کے ساتھ تلطف اور مہربانی کا سلوک ہوگا[1]۔

مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ کبھی لوٹ مار، تباہی وبربادی یا کسی قسم کے ظلم وستم کے مرتکب نہیں ہوئے۔ ظلم وستم اور لوٹ مار کے انفرادی واقعات مسلمانوں کی تاریخ میں نظر آسکتے ہیں مگر ایک حملہ آور فوج کے لئے یہ ایک ناگزیر چیز ہے۔ اور ایسے فتحمندانہ حملوں کے شدائد کو سمجھنے کے لئے ہمیں جرمنی کی بہترین تربیت یافتہ افواج کے ان کارناموں کو دیکھنا چاہیئے جو ۱۸۷۰ء میں پیرس میں داخل ہو کر یا ۱۹۱۴ء میں فرانس پر حملہ آور ہو کر ان سے سرزد ہوئے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مسلمان حکمرانوں نے مفتوح اقوام سے متعلق انسانیت کے تمام جذبات کو تشدد کی صورت دیدی ہو لیکن انہوں نے یا تو خطرناک انتقام اور غصہ کی وجہ سے ایسا کیا اور یا طاقت کے نشہ میں اور یا اپنی کسی ملکی پالیسی کی خاطر ایسے نامناسب افعال کے مرتکب ہوئے۔ ان کے انفرادی افعال کو اس مذہب کیطرف منسوب نہیں کیا جاسکتا جسکے وہ نام لیوا ہیں۔ مذہب ایک مقدس چیز ہے وہ غصہ ونفرت اور ظلم وتشدد نہیں سکھاتا۔ فرانس میں سینٹ بارتھولومیو کے قتل عام میں عامۃ الناس میں سے دس ہزار نفوس ہلاک ہوئے۔ ۱۵۶۸ء میں روما کی ہولی آفس سے ایک فیصلہ صادر ہوا کہ نیدرلینڈز کے تمام باشندوں کو ملحد ہونے کی وجہ سے موت کی سزا دی جائے۔ اور موٹلے اپنی کتاب "ڈچ ری پبلک" میں لکھتا ہے کہ تیس لاکھ مردوں، عورتوں اور بچوں کو ہلاکت کے گھاٹ اتارا گیا۔ پھر ۱۸۲۱ء میں یونانیوں کی جنگ خود مختاری میں تین لاکھ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے جو موریا کی مسلمان آبادی سے تعلق رکھتے تھے اور ایسا ہی یونانیوں کے شمالی حصوں کے ہزارہا مسلمان بلا استثنا نہایت دردناک مظالم کے ذریعہ صفحہ ہستی سے نیست ونابود کر دیئے گئے[2]۔

کیا اس قتل وغارت کی مسیحی مذہب نے اجازت دی ہے؟ کیا یہ مظالم بانی مسیحیت کی تعلیمات کے مطابق ہیں؟ کوئی دنیا دار تاریخ میں اس کی حمایت نہیں کرسکتا۔

---

[1] ملاحظہ ہو:۔ ہسٹری آف سیرسنز مصنفہ امیر علی۔ [2] ملاحظہ ہو:۔ دی کلچرل سائڈ آف اسلام مصنفہ پکتھال۔

جنگوں کی خاصیت میں مسلمانوں کی فتوحات کو واضح کرنے کے لئے ہم یہاں بعض غیر مسلم مصنفین کے بیانات اس بارے میں نقل کرتے ہیں۔ ہالم لکھتا ہے کہ "اسلام نے ان مفتوح ممالک کو ان حالات سے آزاد کر دیا۔ جو ہر فاتح نے ابتدائے آفرینش سے لے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ان پر عائد کر رکھے تھے" گاڈفرے ہیگنز لکھتا ہے کہ خلفا کے مفتوحہ ممالک میں پرامن باشندوں کو خواہ وہ یونانی ہوں یا ایرانی، صابی ہوں یا ہندو تلوار کے گھاٹ نہ اتارا جاتا تھا جیسا کہ عیسائی غلط طور پر بیان کیا ہے بلکہ جب فتح مکمل ہو جاتی تھی تو انکو اپنے مال واملاک اور مذہب کی پرامن ملکیت سپرد کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا اور صرف مذہبی آزادی کیلئے ایک ٹیکس ان پر عائد کیا جاتا تھا جو اس قدر ہلکا اور خفیف تھا کہ نہ ہونے کے برابر تھا خلفا کی تاریخ میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو مذہبی آزار جیسے ناپاک فعل کا عشر عشیر بھی ہو نہ ہی کوئی ایسی مثال نظر آتی ہے کہ کسی ایک شخص کو اختلاف مذہب کی وجہ سے جلایا گیا ہو اور نہ ہی میرا یقین ہے کہ امن کی حالت میں کسی کو اس وجہ سے ہلاک کیا گیا کہ وہ مذہب امن کو قبول نہیں کرتا۔

جرمن فاضل وان کریمر لکھتا ہے "غیر مسلم اقوام ان خود مختار حکومتوں میں جو ان کے سپرد کی گئیں کامل اختیارات رکھتی تھیں اپنے اندرونی معاملات کے انصرام میں وہ بالکل آزاد تھے اور ان کے مذہبی قائدین ان مقدمات میں جو صرف ان کے ہم مذہبوں سے تعلق رکھتے تھے اپنے خاص قوانین کو برتتے تھے۔ ان گرجوں اور خانقاہوں میں زیادہ تر کوئی دخل نہ دیا جاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مرو کے مسیحی پادری نے بشپ آف فارس کو (جسکا نام سائیمون تھا) ذیل کے الفاظ میں مخاطب کیا:-

"عرب جن کو خدا نے زمین کی بادشاہت عنایت کی ہے مسیحی مذہب پر حملہ نہیں کرتے اس کے برخلاف وہ ہمارے مذہب میں ہمیں امداد دیتے ہیں۔ وہ ہمارے خداوند اور بزرگوں کی عزت و احترام کرتے اور ہمارے گرجوں اور خانقاہوں کے لئے تحائف دیتے ہیں"

یہ وہ سپرٹ ہے جس کے متعلق جریدہ "ایسٹ اینڈ ویسٹ" کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ "(غیر رواداری سپرٹ کے قطعاً خلاف) تاریخ اسلام کے ہر صفحہ میں نظر آتی ہے یہانتک کہ فلسطین کے ایک مسیحی شاعر لا مارٹین مذکورہ بالا واقعات کے بارہ سو سال بعد یہ لفظ لکھے کہ مسلمان ہی سطح ارضی پر ایک ایسی قوم ہے جو رواداری اپنے اندر رکھتی ہے" اور ایک انگریز سیاح . . . . نے انہیں اس بات پر ملامت کی ہے کہ وہ بہت زیادہ روادار ہیں"

بوسورتھ سمتھ لکھتا ہے:-

"عربوں کی جنگیں زمانہ مابعد کی جینسرک یا اٹیلا کی طرح محض تباہی و بربادی کی جنگیں نہ تھیں بلکہ ان کی فتوحات کے بعد گھاس جیسی چیز بھی اسی طرح اور اسی جگہ اگی ہوئی ہوتی تھی جہاں جنگ سے پہلے کسی نے اسے بویا ہوتا تھا"

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت مارچ ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۲ مارچ	۲۵۸۹	جناب ایم ایس مہکان اسکوائر مشن			۲۵
″	۲۵۹۰	″ خانصاحب حاجی ایم انعام علی صاحب ″			۱۴
″	۲۵۹۱	″ سید علی صاحب ″			۱۰
″	۲۵۹۲	″ ابرار حسین صاحب ″			۵
″	۵۹۳	″ محمد نور الزمان صاحب ″			۵
″	۲۶۰۱	″ جی ایم سعید صاحب ″		۶	۳
″	۲۶۰۲	″ محمد نور الدین صاحب ″		۶	۱
۳	۲۶۱۳	″ قاضی برکت علی صاحب ″			۵
۴	۲۶۱۵	″ ایس ایم اظفر صاحب ″			۴
″	۲۶۱۴	″ کیپٹن ایس ایم خورشید اسکوائر ″			۵۰
″	۲۶۱۶	″ اے آر خان اسکوائر ″	۰	۰	۲
۵	۲۶۲۱	″ حضور نواب صاحب بہادر مانگرول ″		۸	۴۹
″	۲۶۲۲	″ ایم غفور اسکوائر ″			۱۰
″	۲۶۲۳	″ کے سعید الدین احمد صاحب اسکوائر ″			۵
۶	۲۶۳۱	″ کے ین شیخ شاہ محمد صاحب ″			۱
″	۲۶۳۲	″ کے بی شیخ منہاج الدین صاحب ″			۱۰
″	۲۶۴۴	″ سید تصدق حسین صاحب ″		۱۱	
″	۲۶۳۴	″ نواب زادہ سردار محمد خانصاحب ″			۵
″	۲۶۳۵	″ مولوی محمد اظہر الحق صاحب ″			۴
۸	۲۶۴۷	″ مس عقیلہ خانم صاحبہ ″			۳۰
″	۲۶۴۸	″ کے بشیر احمد صاحب ″			۱۰
″	۲۶۵۳	″ ایم احمد اسکوائر ″			۲
″	۲۶۵۹	″ خواجہ عبد الغنی صاحب ″			۵
۹	۲۶۸۲	″ سید ایم زیدی ″			۴
۹	۲۶۶۰	″ سید عبد الحلیم صاحب ″		۸	۳
″	۲۶۸۳	″ کے ایچ منیار اسکوائر		۴	۳
۱۱	۲۶۹۲	″ میاں محمد ضیاء الحق صاحب			۳۰
۱۲	۲۷۰۰	″ عبد الکریم صاحب			۵
۱۶	۲۷۱۹	″ ایس میکن اسکوائر		۱۴	
۱۷	۲۷۲۹	″ ایچ آئی محمد صاحب			۱۰
″	۲۷۳۰	″ مولوی محمد ایوب صاحب			۵

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۲۹	۲۷۴۲	ایس ایم فاروقی صاحب مشن		۴	۲
۲۰	۲۷۴۹	″ محمد ابو سعید صاحب ″			۵
″	۲۷۵۹	″ محبوب خانصاحب ″			۳
۲۲	۲۷۶۱	″ ڈاکٹر محمد ادریس ملک ″			۴
۲۷	۲۷۸۰	″ اے رحیم اسکوائر ″			۲۰
۳۱	۲۸۰۳	قرضہ از سرمایہ محفوظ		۸	۴۳۹
		″ ″		۸	۴۳۹
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو ماہ مارچ ۱۹۳۷ء		۵	۶۱۷
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام ″ ″		۱۵	۸۸
		″ ووکنگ گزٹ ″ ″		۶	۲۶
		″ کتب ″ ″	۹	۲	۲۲۸
		۹ — ۹ — ۴۷			۱۸

تفصیل آمد برائے مفت تقسیم اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد		آنہ	روپیہ
۲	۲۵۹۶	جناب سید نصرت علی صاحب	ایک کاپی		۵
۶	۲۶۳۱	″ نوابزادہ کیپٹن شیخ عاشق حسین صاحب	″		۵
″	۲۶۴۱	″ محمد صغیر صاحب	″		۵
″	۲۶۴۱	″ ایم اے رحمن صاحب	″		۵
″	۲۶۴۱	″ کے ایس مشتاق حسین خانصاحب	″		۵
″	۲۶۳۱	″ خانصاحب میجر محمد سرور خانصاحب	″		۵
۱۱	۲۶۰۰	″ عبد القادر صاحب	″	۸	۲
۱۲	۲۷۰۱	″ محمد عبد اللہ صاحب			۵
۱۳	۲۷۰۴	″ اے آر ۔ ارائیں اسکوائر		۸	۷
۱۵	۲۷۰۶	″ ضیاء الدین صاحب کرمانی	۳ کاپی		۱۵
۱۹	۲۷۴۱	″ سید مجیب الرحمن صاحب	۲ ″		۱۰
۲۹	۲۷۹۲	″ خان بہادر وحید الدین صاحب	۱ ″		۵
۳۱	۲۸۰۲	″ قاضی عبد الغنی صاحب	۱ ″		۲
″	۲۸۰۲	″ ڈاکٹر عبد الصمد خاں صاحب	″		۵
″	۲۸۰۲	″ خانبہادر ڈاکٹر کلیم اللہ خانصاحب	″		۵
					۸۷

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ ٹرسٹ لاہور مارچ ۱۹۳۷ء		آنہ	روپیہ
۱۹	۱۸۰	پیشگی رقم جو ووکنگ ارسال کی گئی	۲۵ پونڈ	۸	۴۳۹
۳۱	″	″ ″	۲۵ ″	۸	۴۳۹

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "**برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی**" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخرکار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ مبلغ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بجنیٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد و ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنیوالی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حد کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری وو[illegible]

August 1937 Regd L. NO 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (سے) سالانہ قیمت پانچ روپے (سے) ممالک غیر کیلئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن۔** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد۔** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک۔** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

His Highness Prince Azam Jah Bahadur of Berar laying the foundation stone of the London Nizamiah Mosque, at Mornington Avenue, West Kensington, London on Friday, June 4th 1937.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۳ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء مطابق جمادی الاول ۱۳۵۶ھ | نمبر ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۷ء

شذرات

رسالہ ہذا کو ہز ہائنس شہزادہ اعظم جاہ بہادر کی پرشکوہ تصویر سے زینت دیجاتی ہے۔ آپ بروز جمعہ مورخہ ۴ جون سنہ ۱۹۳۷ء مارننگٹن اونیو ویسٹ کین سنگٹن لندن میں مسجد نظامیہ کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے دکھلائے گئے ہیں انشاءاللہ ماہ ستمبر کی اشاعت میں اس سپاسنامہ کی نقل ہدیہ قارئین کیجائے گی جو معززارا کین مسجد نظامیہ نے آپ کی خدمت میں نہایت محبت و اخلاص سے پیش کیا

قارئین کرام کو یاد ہوگا مسجد نظامیہ لندن وہی مسجد ہے جسکی تعمیر کا مرحوم و مغفور الحاج الفاروق لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے بیڑا اٹھایا تھا۔ اللہ عزوجل کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ آخر کار صاحب موصوف کی تمنا برآئی۔ مرحوم کی روح پرفتوح کو یقیناً مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔

شاہجہان مسجد ووکنگ میں مجلس Confraternity کا جلسہ

اسلام ایک بے نظیر رواداری کا مذہب ہے اور اپنے متبعین کو وسیع النظری کی تعلیم دیتا ہے۔ اس رواداری اور وسیع النظری کی مثال گزشتہ دنوں جناب امام صاحب شاہجہان مسجد ووکنگ نے پیش کی۔ آپ نے لندن کے ایک Confraternity جلسہ کے مسجد میں منعقد کئے جانے کی اجازت دے کر فی الحقیقت اس امر کا ثبوت دیا کہ اسلام اپنی رواداری کی شاندار روایات اب بھی قایم رکھتا ہے۔ اور باوجود مذہبی اختلافات کے اور اس تعصب کے جو اسلام کے خلاف عوام کے دلوں میں ہے اسلام وسیع النظری سے خالی نہیں۔

اس مجمع میں ایک سو نفوس نے شرکت کی۔ اور یہ تمام Confraternity کی شاخ لندن کے ممبر تھے۔ جو قرب وجوار میں دورہ کرکے مختلف Spiritualist Churches کے نمائندوں سے ملاقات کرچکے ہیں

اس جلسہ کے پروگرام میں جو امر سب سے زیادہ دلکش تھا وہ ان مقررین کی شرکت تھی جو اپنی حسن بیانی کی وجہ سے خاص حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً مسز بسنٹ کلیر سٹوبارٹ جو کہ اس تحریک کی بانی مبانی اور صدر ہیں۔ اس کے بعد ریورنڈ مارس ایلیٹ قابل ذکر ہیں - علاوہ ازیں لندن کے مشہور و معروف صحیفہ نگار مسٹر ہینن سوافر کی شرکت بھی کم کشش کا باعث نہ تھی۔

امام صاحب نے Confraternity کے صدر کی درخواست پر اس جلسہ کی صدارت قبول فرمائی۔ اور اپنے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا کہ:-

"اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ اس کی بہترین کوشش یہ ہے کہ یہ مغرب کے مذہبی زاویۂ نظر کو وسیع کر دے۔ مسجد میں اس جلسہ کے انعقاد کی اجازت دینا مسلمانوں کے لئے کوئی بدعتی امر یا نئی بات نہیں ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خود بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے عیسائیوں کو ایک دفعہ اپنی مسجد واقعہ مدینہ میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔"

مسز بسنٹ کلیر سٹوبارٹ جو شام کے اجلاس میں سب سے اول تقریر کے لئے کھڑی ہوئیں انہوں نے امام صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے کمال فراخ حوصلگی سے اپنے مہمانوں کو خیر مقدم کہا اور اس طرح سے اسلام کی وسیع النظری اور رواداری کا ثبوت بہم پہنچایا۔ اس کے بعد قابل مقررہ نے فرمایا کہ اسلام کو ہی دوسرے تمام مذاہب پر یہ تفوق حاصل ہے کہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ تمام مذاہب کے بانی خدا کے الہام سے مشرف تھے۔ حالانکہ دوسرے مذاہب کا یہی عقیدہ ہے کہ انہی کا مذہب خدا کی طرف سے ہے اور باقی سب من گھڑت افسانے ہیں۔ آخر میں مسز موصوفہ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی اصل تعلیم یا اس کے بڑے بڑے اصولوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے Confraternity کو وجہ اختلاف پیدا ہو سکے۔

مسز سٹوبارٹ کے بعد ریورنڈ مورس ایلیٹ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے مختصر الفاظ میں Confraternity کے مقاصد و اغراض پر تقریر فرمائی اور اس کی غرض و غایت کی تشریح فرمائی۔

اس کے بعد مسٹر ہینن سوافر نے حاضرین کو مخاطب کیا اور عیسائیوں کے عقیدہ درباره بائیبل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ فی الحقیقت بائیبل کی تعلیمات پر نام نہاد متبعین بائیبل کی نسبت مسلمان زیادہ گرمجوشی اور جذبہ دلی سے عامل ہیں اور بالآخر اس بات کیطرف بھی اشارہ کیا کہ دس احکام میں سے اس حکم کی جس میں خدا کی توحید کا سخت حکم ہے اور اسکے بظاہر ماننے کی حالت ہی اسکی حقیقی پابندی مساجد میں نظر آتی ہے اور اگر اس کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو دنیائے عیسائیت کے گرجاؤں میں۔

لنڈن کی چٹھی

(مسجد ووکنگ کی خبریں)

مسلم سوسائٹی گریٹ برٹین میں۔

موسم گرما کے لیکچروں اور دعوتوں کے پروگرام کے مطابق مسلم سوسائٹی ریورنڈ ڈول ہینز کے ہاں مدعو تھی۔ ہماری مایۂ ناز بہن الحاجہ عائشہ ڈبلیو فٹز ولیم میزبان تھیں۔ مہمانوں کا مسٹر اسمٰعیل ڈے پارک (صدر) نے استقبال کیا جنہوں نے سب کا تعارف کرایا۔ چائے اور کچھ ماکولات کے بعد جس کا میسرز ایس ٹینسلی اینڈ کمپنی نے نہایت تسلی بخش طریق پر انتظام کیا تھا۔ صاحب صدر نے ریورنڈ ڈول ہینز سے لیکچر دینے کی درخواست کی جس کا عنوان Synthesis of Religion تھا۔ فاضل مقرر نے اپنے لیکچر کے ابتدائی حصہ میں مختلف مذاہب کے مختلف فرقوں پر ایک مبسوط تبصرہ فرمایا۔ اور اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ ہر ایک مذہب اپنی دینی ایک جماعت رکھتا ہے۔ لیکن ان جماعتوں کے متفرق فرقوں میں اختلافات اور بدمزگیاں پائی جاتی ہیں۔ کتب مقدسہ کا حوالہ دیتے ہوئے ریورنڈ موصوف نے بیان کیا کہ تمام کتب باستثنائے قرآن مجید بہت سے انسانوں اور زمانوں کی کارفرمائی کا کرشمہ ہیں لیکن قرآن مجید کو یہ فخر حاصل ہے کہ انسانی ہاتھ کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ اور اس کے مضامین میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔

لیکچر کے بعد ایک طول طویل بحث کا سلسلہ شروع ہو گیا جس میں مسٹر سراج الدین پراچہ، مسٹر عبد الرحمٰن ڈاکٹر قریشی اور امام صاحب مسجد نے خاص طور پر حصہ لیا۔

امام صاحب نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں بیان کیا کہ اسلام میں فرقے نہیں ہیں۔ اگرچہ اسلام میں برخلاف عیسائیت کے فقہی اختلافات کے لحاظ سے مختلف الخیال جماعتیں ہیں لیکن ان تمام کے اصول اساسی ایک ہی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ کسی مذہب سے استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کوئی ایسی شخصیت ہو جو کہ اس کے اصول و تعلیم کی جیتی جاگتی تصویر کا کام دے۔ اور حصول مقصد کے لئے ایک بے نظیر لائحہ عمل اس کے سامنے ہو۔ یہ سب کچھ مذہب اسلام میں ہی مل سکتا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تمام دوسرے مذاہب میں عالمگیر جذبۂ محبت کا کچھ نہ کچھ شائبہ پایا جاتا ہے لیکن سوائے اسلام کے کسی مذہب نے اس کو اپنی تعلیمات کا جزو لاینفک قرار نہیں دیا۔ لہٰذا اس بارہ میں کسی نئی تحریک کی ضرورت

نہیں ہے۔ اسلام اور بانی اسلام نے اس بارہ میں تمام ضروریات پیش آمدہ کا علاج کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ چینی مذاہب میں یوم آخرت یا حیات مابعد الموت کے متعلق کوئی معین اور صحیح عقیدہ نہیں ملتا۔ ہندو مذہب میں اوتار وہار نے کا مسئلہ بھی ایک بعد کی اختراع ہے۔ القصہ بدھ، زرتشت، اور مسیح علیہ السلام حیات مابعد الموت کے متعلق ایک ہی عقیدہ کی تعلیم دیتے تھے۔ دنیا میں انسانی دماغ کی بہترین حالت تمام مذاہب کی رو سے یہ ہے کہ انسانوں میں تمام دنیا کے لئے ایک جذبۂ احساس پیدا ہو جائے۔ اس کی عظیم الشان مثال پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں ہی پائی جاتی ہے۔

ان اندوہناک حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اگرچہ تمام مذاہب ایک عالمگیر محبت و اخوۃ کا دعوےٰ کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ان میں سے کوئی بھی اس کا پابند نظر نہیں آتا۔ ریورنڈ ہینر نے بیان کیا کہ مستقبل کا مذہب ان لوگوں کا مذہب ہوگا جو کہ تمام مذاہب کو مانتے ہوں۔ اور جو اپنے آپ کو کسی خاص فرقے سے منسوب نہ کریں۔ اس بارہ میں کوئی پروگرام، کوئی لائحہ عمل ہونا چاہیئے۔ لیکن ابھی یہ لائحہ عمل تیار نہیں ہوا۔

عربی رئیس مسجد میں

۱۶ مئی یکشنبہ کا یوم مسجد کیلئے ایک غیر معمولی اہمیت کا دن تھا۔ الحاجہ عائشہ وینو رتھ فٹز ولیم تقریباً ۱۲ بجے دن کے تشریف لائیں جن کی معیت میں دوسرے آفیسرز تھے۔ جو ہندوستانی کنٹنجنٹ کے ہمراہ انگلینڈ میں وارد ہوئے تھے۔ یہ قابل قدر جماعت جنکی قیادت کا سہرا سر حسن سہروردی کے سر پر تھا ۳۵ آفیسرز پر مشتمل تھی سکرٹری مسجد نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ان کو مسجد میں ہمراہ لیگئے جہاں امام صاحب اپنا اتوار کا لیکچر دینے میں مشغول تھے۔

اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہز رائل ہائینس سیف الاسلام شاہزادہ یمن۔ ہز ہائینس سلطان مکلّہ۔ ہز ہائینس سلطان لاہاج اپنے عملہ کی معیت میں جلوہ افروز مسجد ہوئے۔ لیکچر کے بعد امام صاحب نے سوالات کرنے کی اجازت دی جس پر بعض حاضرین نے آپ سے درخواست کی کہ مشن کی سرگرمیوں کا مختصر سا حال بیان کردیں۔ نیز بعض انگریز نومسلم اصحاب اپنے قبول اسلام کی وجوہات ظاہر کریں اور ان میں سے کوئی صاحب قرآن مجید کی تلاوت بھی کر کے حاضرین کو محظوظ کریں۔

اس پر امام صاحب نے مس زیتون ہوول سے درخواست کی کہ وہ قرآن مجید کی پہلی سورت میں سے

چند آیات کی تلاوت کریں - چنانچہ خاتون موصوفہ نے بلا تکلف چند آیات کی تلاوت کی جس میں کسی بناوٹ یا تصنع کا نام نہ تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا یہ عربی لہجہ ایک خدا داد چیز ہے - جو ہر تکلف سے پاک ہے۔ بس ہوول کے بعد الحاج عبدالرحمن میکبرین تقریر کے لئے کھڑے ہوئے - اور اپنے قبول اسلام پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مشرقی ممالک میں بہت عرصہ تک سفر کرنے اور مسلمانوں میں ملنے جلنے سے ان کے دل پر اہل اسلام کی اخلاقی اور معاشرتی تعلیم نے بہت گہرا اثر کیا - بالآخر قرآن مجید اور اصول اسلام کے ایک مکمل مطالعہ کے بعد وہ دین حنیف میں شامل ہوئے بغیر نہ رہ سکے - اس کے بعد الحاجہ عائشہ پھر کھڑی ہوئیں اور آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت سی کتب پڑھنے سے ان کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم ایک بہت بڑے مذہبی ہیرو ہیں - جن کی مخالفین نے بوجہ تعصب بہت بُری تصویر کھینچی ہے - انہی مصنفین کی تصانیف ان کو اس امر کی محرک ہوئیں کہ وہ آنحضرت صلعم کے متعلق ایک گہرا مطالعہ کریں - اس لئے انہوں نے قرآن مجید کا مطالعہ شروع کیا اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ مسلمان ہو گئیں - فالحمد للہ علیٰ ذالک -

لیکچر ختم ہو جانے کے بعد تمام مہمان میموریل ہووس میں مدعو کئے گئے - جہاں انہوں نے چائے نوش کی چونکہ مہمانوں کی تعداد سو سے زیادہ ہو گئی تھی مصلے زمین پر بچھا دیئے گئے - کے ایس احمد نے ایک پر جوش آواز میں اذان دی اور امام صاحب کی فمائش پر مفتی یمن نے نماز پڑھائی - اس کے بعد جملہ روسائے عرب اپنی اپنی موٹروں میں بیٹھ کر لنڈن کی طرف تشریف لے گئے - اور ہندوستانی کنٹنجنٹ کی جماعت کو سکرٹری مسجد مسلمانوں کے قبرستان میں لے گیا تا کہ ان مسلمانوں کی روح کو فاتحہ سے ثواب پہنچائیں - جو جنگ عظیم میں رہ گرائے عالم بقا ہوئے -

ہر ہائنس ملکہ نعیمہ

بدھ کے روز ہر ہائنس ملکہ نعیمہ مسٹر اور مسز اسمعیل ڈے یارک کی معیت میں مسجد میں تشریف لائیں - موصوفہ نے مشن کے کاروبار کے متعلق کئی ایک امور دریافت کئے اور بالآخر مشن کی امداد میں ۱۰ پونڈ کا قابل قدر عطیہ مرحمت فرما کر ہماری خدمات کا اعتراف فرمایا - جزاک اللہ احسن الجزاء -

مسلم سوسائٹی گریٹ برٹین (برطانیہ عظمیٰ) میں

مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۳۷ء گزشتہ شنبہ کے دن مسلم سوسائٹی برطانیہ کے صدر اور مجلس منتظمہ کے ممبروں نے بیگم سلطان

امیرالدین اور مسٹر بسنٹ کلیر کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ مقدم الذکر آکسفورڈ میں منعقد ہونے والی مذاہب عالم کی کانگرس میں بطور ڈیلیگیٹ تشریف لا رہی ہیں اور موخرالذکر Confraternity سوسائٹی کی مایۂ ناز صدر ہیں۔

ماکولات چننے جانے کے بعد مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک (صدر مسلم سوسائٹی) نے جناب بیگم صاحبہ ممدوحہ کو کرسی صدارت پیش کرتے ہوئے بطور تعارف ممدوحہ کے اسلامی کارناموں اور خدمات کا مختصر خاکہ کھینچکر حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ بعد ازاں بیان کیا کہ ممدوحہ کے والد بزرگوار آغا موئدالاسلام شیرازی مرحوم اسلام کے ایک بہت بڑے قائد تھے اور ان کو "موجودہ ایران کا باپ" کہنا بیجا نہ ہوگا۔

بیگم صاحبہ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں ووکنگ مسلم مشن اور مسلم سوسائٹی کے کارہائے نمایاں دربارہ خدمت اسلام کی بہت تعریف فرمائی۔ زاں بعد ارشاد فرمایا کہ خدمت اسلام میں جو کامیابی ان دونوں اداروں کو ہوئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے وہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کے ذکر کو نظرانداز نہیں کر سکتیں جو ان دونوں اداروں کے بانی مبانی تھے۔ اور جن کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ ہم مرکز عیسائیت میں اسلام کو پھولتا پھلتا اور یوماً فیوماً نشر پذیر ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

دوسری تقریر مسٹر بسنٹ کلیر سٹوبارٹ کی تھی جس نے "اسلام اور سپر چولزم" پر ایک مختصر لیکچر دیا۔ دوران لیکچر میں آپ نے فرمایا کہ اس ملک میں اسلام کی بہت بری تصویر کھینچی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت بڑی رواداری کا مذہب ہے۔ چنانچہ جملہ مذاہب کے بانیوں کو عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھنے کی یہ تعلیم دیتا ہے۔ علیٰ ہذا خدا کے الہام کے عالمگیر ہونے کا یہ قائل اور خدائے واحد کی توحید اس کا اصل اصول ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جو اسلام اور سپر چولزم کے مابین مشترک ہیں۔ علاوہ ازیں حیات بعدالموت کے متعلق یہ خیال کہ یہ دنیوی زندگی کا ہی تسلسل اور اس کا اچھا یا برا ہونا ہماری دنیوی زندگی کے اچھا اور برا ہونے کا نتیجہ ہے اور اس دنیا میں جو ہم اعمال بجالاتے ہیں اس کے مطابق ہمیں آئندہ زندگی میں رنج یا راحت ملے گا۔ یہ بھی دونوں تحریکوں یعنی اسلام اور سپر چولزم میں مشترکہ خیال ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم کہ حضرت مسیح علیہ السلام محض ایک نبی یا رسول تھے۔ انسان تھے خدا نہیں تھے۔ اس تعلیم کی سپر چولزم کامل طور پر مؤید ہے۔ کارروائی جلسہ پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب بیگم صاحبہ امیرالدین نے ارشاد فرمایا کہ اسلام اور سپر چولزم کے اساسی اصول متحد ہیں۔ اور اس حالت میں ان دونوں کے متحد و متفق ہونے کا بہت بڑا امکان ہے۔ ہاں روحوں کے ساتھ اس طریق پر سلسلہ ربط و ضبط جس طرح کہ

سپر چولیزم بیان کرتا ہے ایک مشکل بات ہے۔ بہرحال ہمیں سپر چولیزم کو پورا پورا موقعہ دینا چاہئے کہ وہ اپنے دعاوی کو دلائل سے ثابت کریں اور کسی صداقت کے ماننے میں تامل نہیں کرنا چاہئے جبکہ وہ اسے کاملۃً ثابت کرسکیں۔

ہندوستانی ملاح مسجد میں

امام صاحب ووکنگ مسجد کی دعوت پر ایچ ایم آئی ایس انڈس کے سٹاف کے تقریبًا ساٹھ ممبر جو انگلستان میں کارونیشن نیول ریویو میں حصہ لینے کے لئے آئے تھے مسجد ووکنگ میں گزشتہ اتوار مورخہ ۲۰ جون تشریف لائے۔ جناب امام صاحب مسجد نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور نشر و اشاعت اسلام کے متعلق جو مفید اور بے نظیر کام مشن سر انجام دے رہا ہے اس پر ایک مختصر تقریر فرمائی۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

جیسا کہ مقامی اخبارات میں شائع ہو چکا تھا بیگم صاحبہ امیر الدین نے اسی سہ پہر کو "اسلام میں عورت کی حیثیت اور اس کا درجہ" پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ اس ملک میں جو خیال رائج ہے کہ اسلام نے عورت کو کوئی حیثیت یا درجہ نہیں دیا۔ اس کی تردید تو اسی واقعہ سے ہو جاتی ہے کہ امام صاحب نے ایک عورت کو مسجد میں تقریر کرنے کی دعوت دی۔ فاضل مقررہ نے نہایت قابلیت سے عورت کی تاریخ ابتدائی زمانہ سے لے کر تا ایں وقت بیان کی اور تاریخی شواہد سے ثابت کیا کہ یہ اسلام اور محض اسلام ہی تھا جس نے عورت کو قعر ذلت سے نکال کر اوج رفعت پر پہنچا دیا۔ آپ نے بیان فرمایا کہ اسلام نے بہ مقابلہ دیگر مذاہب کے کس طرح عورت کو بلحاظ ورثہ، تعلیم اور شادی، مرد کے ساتھ مساوی حقوق دیئے ہیں۔

جلسہ کو ختم کرتے ہوئے امام صاحب نے کہا کہ عورت کی اصل آزادی اس کی اقتصادی آزادی میں مرکوز ہے اور اسلام نے اس کو اس طریق سے اور اس حد تک آزادی عطا کی ہے کہ جس کی نظیر روس میں بھی نہیں ملتی۔

اسلام میں کثرت ازدواجی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام صاحب نے کہا کہ ایک بی بی سے نکاح کرنے کا اصول بعض خاص حالات میں خود ناقابل عملدرآمد ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ دنیا نے جنگ عظیم کے نتائج برآمد ہونے پر بچشم خود ملاحظہ کر لیا ہے۔

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

کارشلٹن سکول کے طلباء مسجد میں

اس امر کا ثبوت کہ یوماً فیوماً اسلام کے خلاف تعصب کم ہوتا جاتا ہے اس سے مل سکتا ہے کہ گزشتہ سوموار کے دن (مورخہ ۷ جون ۱۹۳۷ء) کارشلٹن ویسٹ سنٹرل سکول کے ۳۰۔۳۵ طلباء اپنے ماسٹروں کی نگرانی کے ماتحت تعلیمی اغراض کی بنا پر مسجد میں آئے۔ طلباء کی یہ جماعت صبح سوا دس بجے داخل مسجد ہوئی۔ سکرٹری مسجد نے ان کا استقبال کیا اور ایک مختصر تقریر میں مسجد کی تاریخ بیان کی اور اس کے ساتھ ہی بیان کیا کہ مسجد کی غرض وغایت کیا ہے۔ اور اسلام کی تعلیمات کیا ہیں۔ اور جب سکرٹری صاحب نے سوالات کرنے کو کہا تو بعض طلباء نے اس بحث ومباحثہ میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ بڑے بڑے سوالات جو کئے گئے وہ یہ تھے:۔

(۱) مسلمان نماز پڑھتے ہوئے مکہ کی طرف کیوں منہ کرتے ہیں؟

(۲) مساجد میں برخلاف گرجاؤں کے تصویریں کیوں نہیں ہوتیں؟

(۳) کیا مسلمانوں میں ہلال کی وہی حیثیت ہے جو صلیب کی عیسائیوں کے ہاں ہے؟

عرضداشت

قارئین کرام اس حقیقت نفس الامری سے ناواقف نہیں کہ ووکنگ مسلم مشن جسکے زیر سرپرستی رسالہ ہذا جاری ہے ایک تبلیغی ادارہ ہے عرصہ ۲۵ سال سے سرزمین مغرب میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے ہماری تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مغرب میں کافی مسلمان نظر آتے ہیں اس ضمن میں ہم اپنے ان خیرخواہ برادران اسلام کے شکرگزار ہیں جن کی مالی اعانت سے ہمیشہ مشن بہرہ یاب رہا ہے۔

اقتصادی ابتری مجبور کرتی ہے کہ پھر ان ہمدرد برادران اسلام کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے جو ہمیشہ ووکنگ مسلم مشن کی مالی امداد کو اپنا عین فرض منصبی سمجھتے رہے ہیں۔ معروض یہ ہے کہ مشن کی قلیل آمد جو رسالہ جات کے ذریعہ ہوتی ہے جملہ اخراجات کی متکفل نہیں آپ از راہ کرم قدیم دریا دلی کا ثبوت دیتے ہوئے مشن کو کاہے بگاہے اپنی مالی امداد سے سرفراز فرمائیں یا کم از کم اپنے خویش و اقربا یا احباب میں سے ایک یا دو خریدار اردو اور انگریزی رسالہ کے تو ضرور ہی عنایت فرما دیجئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

قرآن کریم کا تخیل اللہ تعالیٰ کے بارے میں

(بہ تسلسل جلد ۲۳ نمبر ۲)

(ب) خدا تعالے کے متعلق اسلام کا تخیل ذہنی، سیاسی، تمدنی، اخلاقی اور روحانی ترقیات کا معاون ہے

(آنریبل شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی آف گدیہ)

خدا تعالے کے متعلق اسلام کا تخیل بقول گبن معقولیت پر مبنی ہے۔ وہ انسان کی عقل کے خلاف نہیں چلتا کوئی تین میں ایک اور ایک میں تین کی حسابی الجھن اس میں نہیں۔ گبن معترف ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب زرتشتی طریق سے زیادہ پاک وصاف اور موسوی شریعت سے زیادہ آزاد ہے۔ اور اس رازداری اور توہم پرستی کے مذہب سے جس نے ساتویں صدی میں اناجیل کی سادگی کو برباد کر دیا بہت کم عقل کے مخالف ہے۔ فی الحقیقت ایک فلسفی خدا پرست خدا کے اس پاکیزہ تخیل کی تائید کرے گا۔ جو قرآن کریم کی حسب ذیل آیات میں ظاہر کیا گیا ہے :-

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد ٥

(ترجمہ) کہہ دے اللہ ایک ہے۔ اللہ وہ ہے جس پر سب کا انحصار ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ (الاخلاص: ۱-۴)

ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے خوش اور ناخوش اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (آل عمران: ۸۲)

قل ارءیتم شرکاءکم الذین تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السمٰوٰت۔ کہدے کیا تم نے کبھی اپنے شریکوں پر غور کیا جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے۔ یا ان کے لئے آسمانوں میں شرکت ہے؟ (فاطر: ۴۰)

ولا تدع مع اللہ الٰھاً اٰخر لا الٰہ الا ھو۔ کل شیءٍ ھالک الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون۔ اور اللہ کے سوا دوسرا معبود نہ پکارو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے جس سے اس کا ارادہ کیا جائے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (القصص: ۸۸)

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہمیشہ زندہ خود قائم۔ قائم رکھنے والا ہے۔ (آل عمران)

سبح للہ مافی السموات ومافی الارض وھو العزیز الحکیم۔ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اللہ کی عظمت بیان کرتا ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (الصف : ۱)

والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمان رحیم ہے۔ (البقرہ: ۱۶۳) وغیرہ وغیرہ

اسلام میں توحید الٰہی کا خیال اس قدر پاکیزہ اور ہر قسم کی ملاوٹ سے مبرا ہے کہ جہاں مسیحیت اور تمام دوسرے مذاہب نے اپنے اپنے بانیوں کو الوہیت کے تخت پر بٹھایا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کے حکم کے ماتحت یہ اعلان کیا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات لھم اجر غیر ممنون۔ کہو میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اسی کی طرف سیدھی راہ پر لگے رہو۔ اور اس کی حفاظت مانگو۔ اور مشرکوں کے لئے افسوس ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ (حٰم السجدہ: ۶-۷-۸)۔

قرآن کریم کی وہ دو آیات جو پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔ ان میں خدا کے تخیل کو ان الفاظ میں نہایت درجہ فلسفیانہ بلندی پر پہنچایا گیا ہے کہ لیس کمثلہ شیئ۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔ اور کہ نظر اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

پس کوئی مخلوق چیز بلکہ کوئی اعلیٰ درجہ کی روحانی یا علمی طاقت اور زبردست انسان بھی اس فنا پذیر مادی جسم کے اندر اس کی نمائندگی کا حق کس طرح ادا کر سکتی ہے؟

جہاں تک خدا پر ایمان کا تعلق ہے۔ جہاں دوسرے مذاہب اس بارہ میں خلاف عقل اعتقاد کے حامل ہیں۔ قرآن کریم نے بار بار انسانی عقل کو اپیل کی ہے۔ اس نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے خیالات اور نتائج صحیفۂ فطرت اور اس کے قوانین سے اخذ کرے۔ جیسا کہ زمانہ حال کے عظیم الشان مادہ پرست انسان آرنسٹ ہیکل نے جس کا وحدت وجود کا عقیدہ اسلام کی توحید الٰہی تک پہنچنے کے لئے صرف تھوڑی ترقی چاہتا ہے ان الفاظ میں صحیفہ فطرت سے نتائج اخذ کئے ہیں۔ "بیسویں صدی کا اجتہاد جو اس پختہ بنیاد وحدت وجود پر نئے سرے سے ترقی پا رہا ہے۔ نئی نسل پر نہ صرف نظام کائنات کی عجیب وغریب صداقتوں کو ظاہر کرے گی

بلکہ جن کے وہ غیر مختتم خزانے بھی اس پر ظاہر ہوجائیں گے جو اس میں ہر جگہ موجود ہیں۔ خواہ ہم بلند ترین پہاڑوں یا سمندروں کی جادو بھری دُنیا پر حیران و متعجب ہوں۔ خواہ ہم ٹیلسکوپ کے ساتھ ستاروں بھرے آسمان کے غیر محدود و عظیم الشان عجائبات کو منکشف کریں یا خوردبین کے ساتھ اس سے بھی زیادہ ان عجائبات کو معلوم کریں جو غیر محدود چھوٹی چھوٹی چیزوں کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر قدرت الٰہی غیر مختتم مواقع سے لطف اندوز ہونے کا سامان ہمارے لئے پیدا کردے گی۔ اس دُنیا کی عجائبات سے بھری ہوئی سرزمین میں اب تک اندھے اور ناسمجھ لوگوں کی بہت بڑی اکثریت آباد رہی ہے جن کے پژمردہ خاطر کرنے والی اور غیر فطری علم دینیات نے اس کائنات کو "رونے کی جگہ" قرار دے کر رد کردیا ہے۔

قرآن کریم نے خدا تعالےٰ پر ایمان پیدا کرنے کے لئے انسانی عقل کو بہت پر زور اور موثر اپیل کی ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ لقمان: ۲۹۔ الجاثیہ: ۱۲-۱۳۔ بالخصوص سورہ النحل کی ۳ سے لے کر ۱۸ تک کی آیات ضرور قابل ملاحظہ ہیں چنانچہ فرماتا ہے ؛۔ خلق السموات والارض بالحق تعالیٰ عما یشرکون۔ پیدا کیا اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔ وہ اس سے بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ (النحل: ۳) خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین۔ انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر دیکھو وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے (النحل: ۴) والانعام خلقھا لکم فیھا دفءٌ ومنافع ومنھا تاکلون۔ اور چارپایوں کو اس نے پیدا کیا تمہارے لئے ان میں گرمی کا سامان اور کئی فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو (النحل: ۵) ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔ اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی کا سامان ہے جب تم شام کو انہیں واپس لاتے ہو اور جب تم چرانے لے جاتے ہو (النحل: ۶) وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس ان ربکم لرؤف الرحیم۔ اور وہ تمہارے بوجھ ایسے مقامات کی طرف اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم سوائے جانوں کو مشقت میں ڈالنے کے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا رب مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (النحل: ۷) والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون۔ اور گھوڑے اور خچریں اور گدھے (اس نے پیدا کئے) تا تم ان پر سوار ہو اور وہ زینت کا سامان ہوں۔ اور وہ وہ کچھ پیدا کرتا رہتا ہے جو تم نہیں جانتے (النحل: ۸) وعلی اللہ قصد السبیل ومنھا جائر ولو شاء لھدٰکم اجمعین۔ اور اللہ پر ہی سیدھی راہ پر چلانا اور بعض راہیں ٹیڑھی ہیں اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا۔ (النحل: ۹) ھو الذی انزل من السماء ماء لکم منہ شراب ومنہ شجر فیہ تسیمون۔ وہی ہے جو تمہارے لئے بادل سے پانی اتارتا ہے

اور اس میں سے پینے کے کام آتا ہے اور اس سے درخت (پرورش پاتے) ہیں جنھیں تم چراتے ہو (النحل: ۱۰) ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذالک لآیة لقوم یتفکرون - اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (پیدا کرتا ہے) یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہے جو فکر سے کام لیتے ہیں - (النحل: ۱۱) وسخر لکم اللیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره - ان فی ذالک لآیت لقوم یعقلون اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے - اور ستارے بھی اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں - یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں (النحل ۱۲) سخر البحر لتا کلوا منه لحماً طریاً وتستخرجوا منه حلیة تلبسونها وتری الفلک مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون - اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے اسے پھاڑتی چلی جاتی ہیں اور تاکہ تم اس کے فضل سے طلب کرو اور تاکہ تم شکر کرو - (النحل: ۱۴) والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم وانهراً وسبلاً لعلکم تهتدون - اور اس نے زمین میں پہاڑ اور دریا ڈال رکھے ہیں تاکہ وہ تمہیں کھانے کا سامان دیں اور رستے بنا دیئے ہیں، تاکہ تم ہدایت پاؤ (النحل: ۱۵) وعلٰمت وبالنجم هم یهتدون - اور رستے (بنا دیئے ہیں)، اور ستاروں کے ذریعہ سے وہ رستہ معلوم کر لیتے ہیں - (النحل: ۱۶) افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون - تو کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا. سو کیوں تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (النحل: ۱۷) وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها ان الله لغفور الرحیم اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے - یقیناً اللہ حفاظت کرنے والا رحم کرنے والا ہے (النحل ۱۸)

خدا تعالےٰ کے متعلق قرآن کریم کا تخیل انسان کی عقل کو تیز کرتا ہے اور فلسفیوں اور سائنس دانوں دونوں کو ایسے مسائل کے حل کرنے میں امداد دیتا ہے - جن کو کسی دوسرے طریق سے حل کرنا انہیں مشکل نظر آتا ہے - سائنسدانوں کو ہم سے یہ بات سیکھنی چاہیئے - کہ جب تک وہ خالق کائنات کے متعلق جن کو وہ سبب اول کا نام دیتے ہیں - انہی صفات کو قبول نہ کریں جو قرآن کریم نے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کی ہیں اس وقت تک وہ خود بھی اپنے نظریوں کے متعلق تشفی اور اطمینان حاصل نہیں کر سکتے جو اس کائنات کے بارہ میں انہوں نے قائم کر رکھے ہیں کہ " وہ کس طرح ہے اور کیوں ہے ؟"

ذرات عالم کس طرح پیدا ہوئے ؟ طاقت عمل کہاں سے پیدا ہوئی ؟ کلی کے عناصر اور ذرات کا اجتماع

کس طرح ہوا جس سے مادہ پیدا ہوگیا؟ کشش ثقل (یعنی کھینچنے اور رد کرنے) کے قوانین کیونکر مقرر ہوئے؟ نظام شمسی کے یہ عظیم الشان سیارے کس طرح سے کام میں لگائے گئے؟ اور یہ نطفہ جس کو زندگی، سماعت، بصارت، احساس اور تخیل کی صورت میں ترقی حاصل ہوئی کس طرح پیدا ہوا؟ دماغ اور عقل کے پیدا کرنے اور منازل ارتقا پر پہنچانے والا کون تھا؟ اگر مادہ اور قوت عمل بجائے خود دائمی چیزیں تھیں تو دوسری تمام اشیاء جن کے متعلق بعض احمق سائنسدانوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ ایک مشین کے طور پر اور اتفاقاً پیدا ہوگئیں کیوں دائمی نہ تھیں؟ کس چیز نے ان کو بعد میں پیدا کیا؟ کیا وہ پیچیدہ اور حیرت انگیز مشین جس کا نام آنکھ ہے بغیر کسی ارادہ کے پیدا ہوگئی؟ کیا تمام مخلوقات کے پیچھے مقصد کام کر رہا ہے یا یہ سب کچھ بے فائدہ پیدا ہوا۔ اور منازل ارتقا کو طے کرتا جا رہا ہے؟

ان تمام سوالات کا تسلی بخش جواب دینا کیونکر ممکن ہوگا اگر ہم اس عالم آشکار حقیقت پر ایمان نہ لائیں کہ ایک حی و قیوم عالم الغیب اور قادر مطلق ہستی موجود ہے جو تمام اشیاء کی علت العلل ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی حسب ذیل آیات سے ظاہر ہے:۔

بدیع السموات والارض واذا قضےٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون۔ آسمانوں اور زمین کا عجیب بنانے والا ہے اور جب کوئی حکم جاری کرتا ہے تو اسے صرف کہہ دیتا ہے کہ ہو سو وہ ہو جاتا ہے۔ (البقرہ: ۱۱۷)

یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا وکذالک تخرجون۔ وہ زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور اسی طرح تم (اس حالت سے) نکالے جاؤ گے۔ (الروم: ۱۹)

وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلا۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ (ص: ۲۷)

قال ربنا الذی اعطی کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ۔ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش (شکل، سائز، اور مادیات کی ضروری مقدار وغیرہ) دی اور پھر اس کو (اس کے نصب العین اور تکمیل تک) پہنچایا۔ (طٰہٰ: ۵۰)

مالک الملک لاشریک لہٗ ❊ وحدہٗ لا الٰہ الا ھو ❊

خواتینِ اسلام کے بہادرانہ کارنامے

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

یورپ کے سنہری کارناموں میں ایک بہت بڑا بہادری کا کام وہ ہے جو نپولین بونا پارٹ کے خلاف ایک جنگ کے دوران میں ایک عورت نے ایک بہادر سپاہی کے طور پر سرانجام دیا ۱۸۰۸ء میں جب نپولین پرتگال پر اپنی مہم کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دے چکا اور اپنے بھائی جوزف کو بطور وائسرائے وہاں تعینات کر دیا تو وہ سپین کی طرف چلا آیا۔ جہاں آراگون کے دارالخلافہ سارا گوسا میں اسے سخت ترین مقابلہ پیش آیا۔ سپین نے نہایت سختی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے نہ صرف اپنی تمام افواج کو میدان جنگ میں جمع کر دیا بلکہ عوام الناس کے قومی جذبہ سے بھی اپیل کی گئی، ہر فرد بشر سے درخواست کی گئی کہ اپنی مادر وطن کو اس فوری پیش آنے والے خطرے سے بچانے کے لئے امداد دے۔ اور لوگ اپنے ملک کے اس نقارۂ جنگ کو سن کر جانیں قربان کرنے کے لئے جوق در جوق نکل پڑے۔ اس نازک وقت میں صنف ضعیف نے بھی خانگی عزت کو بچانے کے لئے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالدیا۔

ان عورتوں اور بچوں نے کیا کام کیا؟ انہوں نے زخمی سپاہیوں کی خدمت کے لئے اپنے آپکو پیش کیا۔ کونٹس بیورینیا نے عورتوں اور بچوں کی ایک جماعت مرتب کی۔ جن کو سپاہیوں کا راشن میدان جنگ میں پہنچانے۔ زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھانے، ان کی خدمت کرنے اور ان کے زخموں اور بیماری کے علاج پر پوری توجہ صرف کرنے پر متعین کیا گیا۔ اس تاریخی جنگ کو یورپ کی تاریخ میں ایک بہت بڑا قابل فخر واقعہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک دن آگسٹینا سارا گوسا ایک سپاہی کے لئے راشن لے جا رہا تھا کہ میدان جنگ میں ایک ہولناک بات اسے نظر آئی عین اسی لمحہ ایک توپ کی گولی ایک سپاہی کو اس کی جگہ پر آکر لگی اور وہ گر کر مر گیا۔ دوسرے سپاہیوں نے اس پوزیشن کو سنبھالنے کے لئے اس کی خالی جگہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن اس مہلک آگ نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ سپاہیوں کو اپنی جگہ سے ہلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ گولیاں پے در پے برس رہی تھیں۔ کہ بہادر آگسٹینا دوڑ کر اس جگہ پہنچی اور توپ کو جس کا منہ مرنے والے سپاہی نے دشمن کی طرف پھیر رکھا تھا۔ دیا سلائی دکھائی۔ اس نے خطرہ کے اختتام تک نہایت حیرت انگیز طور پر کام کیا۔ اور بالکل نڈر ہو کر جرات اور بہادری دکھائی۔

جب جنگ ختم ہوئی تو آگسٹینا کو معلوم ہوا کہ جو کچھ اس نے کیا وہ اپنے ہی خاوند کی قائم مقامی میں تھا جو توپ

کے پیچھے مردہ پڑا تھا۔ قوم نے آگسٹینا کے اس کام کو نہایت وقعت کی نظروں سے دیکھا۔ حکومت نے تاحیات اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور فاضل مورخین نے اس واقعہ کو یورپ کے سنہری کارناموں میں ایک نہایت شاندار اور قابل عزت واقعہ قرار دیا ہے۔

جون آف آرک یورپ کی ایک بہادر عورت تھی جس نے ۱۴۲۸ء میں آرسینز کے محاصرہ کے موقعہ پر مردانہ لباس میں جنگ کی۔ اس نے جنگ ہٹیز میں انگریزوں کو شکست فاش دی۔ اور چارلس ہفتم کو تخت پر بٹھایا۔ ۱۴۳۱ء میں اسے زندہ جلا دیا گیا۔ کیونکہ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس کی مافوق الفطرت بہادری جادوگرنی یا چڑیل ہونے کی وجہ سے ہے۔ لیکن آج اس کو عظمت و احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور اس کے عظیم الشان کارنامے سکولوں میں بہادری کے شاندار نمونوں کے طور پڑھائے جاتے ہیں۔ اور اس بیسویں صدی میں اس کو اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہماری تاریخ مسلمان خواتین کے ایسے بہادرانہ کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن ان کی تفصیلات سے ہم بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اسلام سے پیشتر عرب عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ میدان جنگ میں جایا کرتی تھیں۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ مردوں کے پیچھے رہتی تھیں۔ اور زخمی سپاہیوں کی خبرگیری کرتیں۔ گھوڑوں کی خدمت کرتیں اپنے بہادر خاوندوں کو آرام پہنچاتیں۔ ان کے بزرگوں نے زمانہ ماضیہ میں جو سنسنی خیز کام کئے ان کی داستانیں سنا سنا کر انہیں اکساتیں۔ دشمنوں کے مقتول سپاہیوں کے اسلحہ کو اتار لیتیں۔ خوفزدہ پناہ گزینوں کی امداد کرتیں اور قیدیوں کی حفاظت کرتی تھیں۔

عرب کا مشہور شاعر عمر ابن کلثوم نہایت فخر و ابتہاج کے ساتھ لکھتا ہے:۔

علیٰ آثارنا بیض حسان
نحاذر ان تقسم او تھونا } ہماری فوجوں کے پیچھے خوبصورت اور سفید چہروں والی عورتیں ہیں۔ ہم ہمیشہ خائف رہتے ہیں کہ ان کی بیحرمتی نہ ہو اور دشمن ان پر قابض نہ ہو جائے۔

اخذن علی بعولتھن عہدا
اذا لاقوا کتائب معلمینا } ان عورتوں نے اپنے خاوندوں سے قسمیں لے رکھی ہیں کہ وہ میدان جنگ میں بہادری دکھائیں گے۔

لیسلبن افراسا و بیضا
واسریٰ فی الحبال مقرنینا } وہ ہمارے ساتھ اس لئے آتی ہیں کہ دشمن کے گھوڑوں اور اسلحہ پر قبضہ کریں اور دشمنوں کو قید کریں۔

ضعائن من بنی جشم بن بکر } یہ جشم بن بکر کے قبیلے کی عورتیں ہیں جو نہ صرف خوبصورت ہیں بلکہ خاندانی

خلطن جسیم حسبا ودینا } اور مذہبی روایات کی بھی مالک ہیں۔

یقبن جیادنا ویقلن لستم } وہ ہمارے گھوڑوں کی خدمت کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگر تم دشمن سے ہماری
بعولتنا اذا لم تمنعونا } حفاظت نہیں کر سکتے تو تم ہمارے خاوند نہیں۔

اسلام نے بھی اس روایت کو قایم رکھا۔ ہمیشہ جہاد میں عورتیں مردوں کے پیچھے جایا کرتی تھیں۔ جنگ احد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ اٹھائے پھرتی تھیں اور زخمی سپاہیوں کی پیاس بجھاتی تھیں۔ ام سلیم اور سلیط اس کام میں ان کی مدد و معاون تھیں۔

ابونعیم سے روایت ہے کہ جنگ خیبر میں مدینہ کی نصف درجن عورتیں کوچ کرنے والی فوج کے پیچھے گئیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ تھا۔ اور جب آپ کو اس سے مطلع کیا گیا تو آپ نے خفگی کے ساتھ ان عورتوں سے پوچھا کہ وہ کیوں آئی ہیں؟ انہوں نے ادب و احترام کے ساتھ جواب دیا کہ ہمارے پاس دوائیاں ہیں اور ہم زخمیوں کی خدمت اور مرہم پٹی کرینگی۔ سپاہیوں کے جسموں سے تیر نکالیں گی اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرینگی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فوج کے ساتھ چلنے کی اجازت دیدی اور جب خیبر فتح ہوگیا تو مال غنیمت میں سے ان عورتوں کو بھی حصہ دیا[1]۔

ام سلیم اور انصار کی بعض دیگر عورتیں عموماً اس قسم کی لڑائیوں میں سپاہیوں کی خدمت کے لئے متعین کی جاتی تھیں[2]۔ ربیعہ بنت معاذ بعض دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر شہدا کی لاشوں کو میدان احد سے اٹھا اٹھا کر مدینہ پہنچاتی تھیں[3]۔ ام رفیدہ پاس زخمیوں کے ایک بہت بڑا شامیانہ تھا جس کے نیچے وہ ان کے زخموں کو دھوتی اور مرہم پٹی کرتی تھیں[4]۔

ام زیاد اشجعیہ اور پانچ دیگر خواتین سوت کات کر مسلمانوں کی مدد کرتی تھیں۔ وہ میدان جنگ سے تیر اٹھا اٹھا کر لاتیں اور سپاہیوں کو دیتی تھیں[5]۔ ام عطیہ نے سات جنگوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھانے پکا کر کھلائے[6]۔

ایک خاص واقعہ کے متعلق طبری نے لکھا ہے کہ جب مسلمان سپاہیوں کی لاشیں بہ تعداد کثیر فوج کے آگے پڑی تھیں تو مردوں کے ایک گروہ نے جو شہدا کی تجہیز و تکفین کے کام پر متعین تھا۔ عورتوں کو زخمیوں کی نگہداشت

---

[1] ابوداؤد باب فتح خیبر [2] ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ [3] بخاری کتاب الطب [4] ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۷۰ [5] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ مصری [6] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۱۷ (یوروپین ایڈیشن)

پر مقرر کیا۔ اور اس طرح شہدا کو ان عورتوں نے دفن کیا۔ جنگ اغواس اور ارماس سے جو قادسیہ سے تعلق رکھتی تھی عورتوں اور بچوں نے قبریں کھودیں[۱]۔

جنگ قادسیہ کا حال ایک عورت نے جو وہاں موجود تھی اس طرح بیان کیا ہے :۔جب جنگ ختم ہوئی تو ہم (عورتیں) جرأت کے ساتھ میدان جنگ کی طرف دوڑیں۔ ہمارے ہاتھوں میں سلاخیں تھیں اور ہم زخمی مسلمان سپاہیوں کو میدان جنگ سے اٹھا اٹھا کر لائیں[۲]۔

لیکن مندرجۂ بالا واقعات صرف اس مذہبی جوش، قومی جذبہ اور ان بہادرانہ کارناموں کو ہی ظاہر نہیں کرتے جو خواتین اسلام سے ظہور پذیر ہوئے بلکہ ان سے ان مختلف فرائض کا بھی پتہ لگتا ہے جن کو سرانجام دینے کیلئے انہیں وقتاً فوقتاً طلب کیا جاتا تھا۔ وہ

۱۔ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

۲۔ فوج کے لئے راشن کا انتظام کرتی تھیں۔

۳۔ قبریں کھودتی تھیں۔

۴۔ زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھاتی تھیں۔

۵۔ زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ اور

۶۔ عموماً مردوں کو سختی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اکسا کر ان کے دلوں کو مضبوط کرتیں اور خود جنگ میں شامل ہو کر عملاً ان کی امداد کرتیں۔

اگر آپ مسلمانوں کے ابتدائی عہد کی جنگوں کو ملاحظہ کریں تو آپ مسلمان خواتین کو فوج کے پچھلے حصہ میں ان کاموں میں مصروف پائیں گے۔ آخری خدمات کی جو مسلمان عورتوں نے کیں کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔ اور ہم آگے چلکر تفصیل کے ساتھ یہ بتائیں گے کہ مسلمانوں کی صنف ضعیف نے ان کاموں کو کس قدر شاندار طور پر سرانجام دیا۔

انس بن مالک (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) کی والدہ ماجدہ ام سلیم اکثر اوقات آنحضرت صلعم کے ساتھ میدان جنگ میں جایا کرتی تھیں[۳]۔ جب طالب بن عمیر نے اسلام قبول کیا اور اپنی ماں کو اس کی اطلاع دی تو اس نے کہا تم نے ایک ایسے آدمی کا ساتھ دیا ہے جو اس کا بہت زیادہ مستحق تھا۔ اگر میرے اندر مردوں جیسی طاقت اور قابلیت ہوتی تو اس کی حفاظت کرتی اور اس کے لئے لڑتی[۴]۔

۱؎ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۳۶۳ ۲؎ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۳۶۳ ۳؎ اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۹۱ ۴؎ استیعاب تذکرہ طالب بن عمیر

جنگ خندق میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم یہودیوں سے لڑ رہے تھے۔ کہ بنو قریظہ نے اس مقام کی طرف پیش قدمی کی جہاں مسلمان عورتوں اور بچوں نے اپنے آپ کو محصور کر رکھا تھا بنو قریظہ سے ان عورتوں کی حفاظت کے لیئے کوئی فوج وہاں نہ تھی۔ اسی اثنا میں ایک یہودی ان کے سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور وہ خائف ہوئیں کہ وہ بنی قریظہ کو ان کے جائے قیام سے مطلع کر دے گا۔ اور ان پر حملہ کرنے کے لئے سب سے پہلے موقعہ سے فائدہ اٹھائے گا۔ اس لئے صفیہؓ نے جو آنحضرت صلعم کی پھوپھی اور زبیرؓ کی والدہ تھیں حسان بن ثابت سے کہا کہ اس یہودی کو مار دے لیکن انہوں نے کسی قدر تامل اور لیت ولعل کیا۔ اس پر صفیہؓ نے خود ہی شامیانہ کی چوب اکھاڑ کر اس کی سلاخ سے اس کو ہلاک کر دیا۔ اسلامی مؤرخ ابن اثیر لکھتا ہے کہ یہ پہلا بہادری کا کام تھا جو ایک مسلمان عورت نے سرانجام دیا[1]

ام عمارہ ایک معزز صحابیہ تھیں۔ ہجرت سے پہلے جب مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خفیہ طور پر بیعت کی تھی کہ کفار کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امداد کرینگے اور اسلام کی اشاعت میں ساعی ہوں گے۔ ام عمارہ اس وقت ایک بڑی پرجوش حامی اسلام تھیں جنھوں نے پہلی مرتبہ ایک منظم جماعت مرتب کی۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ بیعت عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۶ھ میں جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لئے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے قریش سے شہر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے سفیر بن کر مکہ گئے لیکن یہ افواہ پھیل گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس خبر سے بہت غیظ و غضب سے بھر گئے۔ اور آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اپنی موت تک جنگ کرینگے۔ اس کو بیعت رضوان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ام عمارہؓ نے بھی یہی قسم اٹھائی پھر جنگ احد میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ میدان جنگ میں گئی۔ اور جب بدنظمی اور بھاگنے کی وجہ سے مسلمانوں نے فتح کا موقعہ کھو دیا۔ اور جب کفار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر قاتلانہ حملہ کرنے کے درپے تھے اور وفادار صحابہؓ اپنے آقا و مولا کو بچانے کے لئے اپنی جانیں آپؐ کے قدموں میں نچھاور رہے تھے تو یہ بہادر عورت بھی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے حملہ آوروں کو پیچھے ہٹانے میں مصروف تھی۔ اس دن اس کے ہاتھوں اور بازوؤں میں متعدد زخم آئے۔ اور اس نے دوسری جنگوں میں ایسی ہی بہادری اور جرأت کا اظہار کیا[2]

---

[1] اسد الغابہ بیان صفیہؓ۔ [2] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۶۰۵۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب نے دعوی نبوت کیا۔ لیکن یمامہ کی خونریز جنگ میں وہ قتل کر دیا گیا۔ ام عمارہؓ نے اس جنگ میں بھی حصہ لیا۔ وہ لڑتی رہی یہانتک کہ سخت زخمی ہوگئی۔ اس دن اس کے جسم پر بارہ زخم آئے [1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام کو قبل اس کے کہ وہ جزیرہ نمائے عرب سے باہر اپنی ممکن توسیع کرسکتا دو زبردست دشمنوں یعنی رومی سلطنت اور ایرانیوں سے مقابلہ پیش آیا۔ وہ سخت ترین لڑائی جس نے رومی سلطنت کی قسمت کا فیصلہ کر دیا یرموک کے مقام پر واقعہ ہوئی۔ ایسا ہی ایرانیوں نے قادسیہ کے مقام پر کلدانی حکومت کی تمام تر طاقت کے ساتھ جنگ کی۔ لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ دونوں جنگیں تاریخ اسلام میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ کیونکہ ان کے بعد اسلام بلاکسی رکاوٹ کے یا معمولی رکاوٹ کے ساتھ دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ (باقی آئندہ)

ینابیع المسیحیّت

یہ کتاب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ایام حج میں بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر لکھی جو اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے اس میں نہ صرف یہی دکھایا گیا ہے کہ مروجہ اصول و روایات مسیحیت کو جناب مسیحؑ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیحؑ سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے سے نئے اکتشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کے اکثر مضامین کسی کتاب میں بحیثیت مجموعی نہیں پائے جاتے۔ منکشف شدہ واقعات نہایت ہی حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ اس کتاب میں وہ باتیں ہیں جن سے کروڑہا عیسائی بےخبر ہیں اور جس کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر کسی طرح قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک کتاب صدہا کتابوں کی قائم مقام ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۰ مجلد ۱۳ - ملنے کا پتہ :-

منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

---

[1] فتوحات اسلامیہ صفحہ ۶۴

دنیا میں ہماری موجودہ حالت اور اسلام

(شیخ سر جلال الدین لاڈر برٹن مرحوم مغفور)

دنیا کی موجودہ صورت حالات کو ہمیں علی الخصوص دیکھنا چاہیئے۔ جو ہم دیکھتے ہیں کہ قیامت کبرٰے کے بسرعت پہنچنے والے دن (یا زمانہ) کے لئے خاص شکل اختیار کر رہے ہیں۔ وہ زمانہ جس کا ہولناک وقت جب پہنچے گا، تو ضروری ہے کہ وہ بالکل قلیل ہو اور اتنا ہی عرصہ اس میں لگے جس میں نسل انسانی نیست و نابود ہو جائے۔ متخالف عناصر کو آسانی سے شناخت کیا جا سکتا ہے۔ دولت۔ علم اور غرور ایک طرف اور بڑھتی ہوئی غربت جہالت۔ بغض و تعصب اور نا انصافی کا ایک گہرا احساس دوسری طرف کام کر رہا ہے۔ دونوں خودغرضانہ مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب اپنی طاقتوں کو تمام دنیا میں منظم کر رہے ہیں۔ صداقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس طرف بھی ہم آنکھ اٹھائیں ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ مصیبت، بربادی اور ایذا رسانی کا ایک سمندر اس دنیا کی مملکتوں میں نہایت جوش و خروش سے لہریں مار رہا ہے جس کا اظہار ان دھمکیوں، انارکسٹوں، اور بے اطمینانیوں سے ہوتا ہے جن کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سوسائٹی کے مختلف اعضاء و عناصر میں اختلاف اس انتہائی حالت کو بسرعت پہنچ رہا ہے جس کا ذکر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے۔ اس حالت کے پیدا ہونے پر سوسائٹی آگ کے گڑھے پر ہوگی۔ اور اس کے عناصر (یعنی حکومتیں) باہم متحد ہو کر اس باہمی تباغض و تحاسد کی وجہ سے جو ان کی اپنی بے اطمینانی کا نتیجہ ہے متفرق ہو جائے گی۔

لوگوں کے لئے خواہ وہ اس حالت مجادلہ کے کسی رُخ پر بھی ہوں یہ فی الحقیقت مشکل امر ہے کہ وہ اپنے مفاد، عادات اور تعلیم کے مخالف پہلو کو دیکھیں۔ امیر آدمیوں کو یہ خیال ہے کہ اس دنیا کے ساز و سامان میں انکا حق ان کے متناسب حصہ سے بہت زیادہ ہے۔ ان کا حق ہے کہ مزدوروں اور ہر جنس کو جس قدر کم قیمت پر ہو سکے خرید لیں۔ ان کا حق ہے کہ اپنی محنت و کوشش کا پھل پائیں۔ اور ان کا حق ہے کہ اپنی عقل و فہم کو اس طریق سے استعمال کریں کہ اپنے کاروبار کو چلا کر اپنے لئے نفع پیدا کریں اور اپنی جمع شدہ دولت میں اضافہ کریں۔ انہیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں کہ کوئی دوسرا شخص کس قدر بے آرامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے پر حالات سے کتنا مجبور ہے۔ خواہ زندگی کی تمام ضروریات اس کے ساتھ لگی ہوئی ہوں۔ ان کی منطق یہ ہے کہ ایسا ہونا ناگزیر ہے۔

ؒ چند دن ہوئے آپ راہی ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دینے اور لینے کا قانون ضروری ہے۔ کہ وہ دنیا پر حکومت کرے۔ امیر اور غریب ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہے ہیں اور اگر دولت کو صبح کے وقت مساوی طور پر تقسیم کیا جائے تو بعض لوگ اسراف یا بدقسمتی کی وجہ سے شام ہونے سے پہلے غریب ہو جائیں گے۔ اور دوسرے جو زیادہ محتاط اور سمجھدار ہیں امیر ہو جائینگے۔ اس کے علاوہ ان کے دلائل اثر اور نتائج پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ زیادہ دماغی طاقت رکھنے والے لوگ کسی فائدہ اور منافع کی توقعات کے بغیر ایسے بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں جن کے ساتھ بھاری نقصانات کا خطرہ لگا ہوا ہے اور ہزار ہا مردوں اور عورتوں کو کام میں لگا سکتے ہیں ؟

اس کے برخلاف ایک دستکار اور مزدور یہ کہے گا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں مزدور کو آج پہلے زمانوں کی نسبت بہت زیادہ فوائد حاصل ہیں۔ جہاں اس کو اس کی محنت کا معاوضہ پہلے کی نسبت زیادہ ملتا ہے۔ اور اس لئے وہ زیادہ آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ وہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ اس کا وہ حق ہے جس سے وہ مدت مدید تک کسیقدر محروم رہا۔ اور اس لئے وہ ہمارے اس زمانہ کی ایجادات، اکتشافات اور روز افزوں علم کے فوائد سے اپنا مناسب حصہ لے رہا۔ ہم مزدوری کو قابل عزت سمجھتے ہیں اور جب وہ خوش فہمی، تعلیم، دیانتداری اور اصول پر مشتمل ہو تو یہ اس قدر قابل عزت ہے اور اتنے ہی حقوق رکھتی ہے جتنے کسی اور پیشہ کو حاصل ہیں۔

اسلام۔ نسل انسانی کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ کائنات کا ایک روحانی مفہوم اور افراد کی روحانی آزادی اور ایک عالمگیر تعلق کے بنیادی اصول جس انسانی سوسائٹی کا ارتقا روحانی بنیادوں پر مقصود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ یورپ نے ان لائنوں پر اعلیٰ درجہ کا نظام قائم کیا ہے۔ لیکن تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر صداقت کو محض عقل کے ساتھ وضع کیا جائے تو اس سے زندہ ایمان کی وہ آگ پیدا نہیں ہوتی جو ذاتی الہام سے پیدا ہو سکتی ہے یہ بھی ایک وجہ ہے اس بات کی کہ خیالات کا اثر لوگوں پر اس قدر کیوں نہیں پڑتا۔ بحالیکہ مذہب ہمیشہ افراد کو بلند کرنے اور سوسائٹیوں میں انقلاب پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ یورپ کا اعلیٰ نصب العین کبھی اس کی زندگی کا زندہ عنصر نہیں بنا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ خود غرضی کی بگڑی ہوئی شکل ان میں پیدا ہو گئی ہے۔ جو ان غیر بردبار جمہوریتوں میں نشوونما پا رہی ہے۔ جن کا کام صرف یہ ہے کہ امیروں کے مفاد کی خاطر غریبوں کو لوٹا جائے یقین کیجیے کہ یورپ آج انسان کی اخلاقی ترقی میں بہت بڑی روک کا موجب ہے۔ اس نے دنیا کے امن کو تباہ برباد کر دیا ہے۔ اور اس کی اخلاقی ذہنیت کو اپنے مفاد کی خاطر بگاڑ دیا ہے۔ موجودہ زمانہ انسانی سوسائٹی کے لئے ایک خطرناک پھوڑے کی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے پاس یہ اعلیٰ خیالات اور نصب العین الہام الٰہی

کی بنا پر ہے جو زندگی کی اندرونی گہرائیوں اور اس کی اپنی ظاہری بیرونیت کو بھی ایک داخلی چیز بنا دیتا ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک زندگی کی روحانی بنیاد ایک یقین و ایمان کی بات ہے۔ جس کے لئے ایک جاہل سے جاہل شخص بھی اپنی جان دینے کے لئے فوراً تیار ہو جاتا ہے اور اسلام کے بنیادی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے نسل انسانی کے لئے اس سے بڑھکر کوئی اور الہام نہیں ہو سکتا۔ چاہیئے کہ سطح ارضی پر ہم سب سے بڑھکر آزاد انسان ہوں۔ اور ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ دوسروں کو اپنے پاک مذہب میں داخل ہونے کی دعوت دیں۔ جس کو خدا تعالےٰ نے بنظر آنے اور نظر نہ آنے والی تمام چیزوں کا خالق ہے۔ کامل و مکمل مذہب بنایا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ مضامین میں میں زیادہ صفائی کے ساتھ یہ بتاؤں گا کہ اسلام نے دُنیا کی تہذیب میں کیا حصہ لیا ہے اور کس طرح اس کی تعلیمات میں امن پیدا کرنے کی خاصیت موجود ہے۔ جو انسانی بہبودی کے لئے ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ اسلام نے دُنیا کو ایک خدائے واحد کی عابد و پرستار بنا کر امن عالم کے پیدا کرنے میں ازمنہ سابق کی نسبت زیادہ حصہ لیا ہے اور خدا کا وہ مذہب جو عرب کے عظیم الشان پیغمبرؐ نے دنیا کو سکھایا نسل انسانی کی ترقی میں یقیناً اس سے بھی بڑھکر اضافہ کرنے کا موجب ہوگا۔ سوسائٹی کا وہ انتہائی مقام رفعت جو اسلام کا مطمح نظر ہے ابھی تک حاصل نہیں ہو سکا۔ لیکن جیسا کہ زمانہ ماضی کے حالات سے ظاہر ہے یہ یقیناً صرف اسلام کے ذریعہ سے حاصل ہوگا۔

آسمانی بادشاہت اسلام کی شکل میں انسان کو ملی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس کو عمل میں لاکر دکھائیں زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں اسلام نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو۔ دنیا کی کوئی حالت ایسی نہیں جس کے لئے اسلام نے مناسب سامان مہیا نہ کیا ہو۔ اسلام نے الحقیقت اس لئے دُنیا میں آیا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ ہمیں ظلمت سے نکالکر روشنی میں لے آئے اور اس نے علم اور سائنس کی ترقی کے لئے اعلیٰ اخلاق کے نشوونما کے لئے بنی نوع انسان کو الوہیت کی حدود کے قریب لانے کے لئے نسل انسانی کی اصلاح اور اس کو بلند کرنے کے لئے سچی قومیت کی سپرٹ پیدا کرنے کے لئے اور ایک عالمگیر خدا پر ایمان پیدا کرنے اور اس طرح ایک حقیقی اخوت انسانی پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔

اسلام نے انسانیت کی تمام مذکورۂ بالا اور دوسری بہت سی بے نظیر خدمات سرانجام دی ہیں اس نے نسل انسانی کو زندگی کے ایک زیادہ شریفانہ اور زیادہ پاکیزہ اور زیادہ مقدس مقام کی طرف اٹھایا ہے مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ سے زیادہ بہتر بنایا ہے۔ مذہب کے بغیر انسان ایسا ہی ہے جیسے خدا کے بغیر ہو۔ اور اسلام

ہی فی الحقیقت ایسی طاقت ہے جو شریر ترین انسانوں میں انقلاب پیدا کر کے انہیں بہتر انسان بنا سکتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی زبردست آواز ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ لوگ ایسی عظیم الشان نجات سے کیوں غافل ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اسلام کے ذریعہ سے دی ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے اسلام ہی سب کچھ ہے۔ اس کی زندگی اس کی تعلیمات پر منحصر ہے۔ اس کے نزدیک مذہب کے بغیر کوئی ترقی ممکن نہیں۔ اسلام ترقی اور تہذیب کی حمایت میں کھڑا ہے۔ سادہ زندگی اور اعلیٰ سوچ بچار ہر مسلمان کا اصل الاصول ہے۔ اسلام جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں چاہتا ہے۔ کہ ہم اخلاق آلٰہی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ وہ چاہتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو اپنا مطیع بنائیں اور انہیں استعمال کر کے فائدہ حاصل کریں۔ اگر اس طرح کی زندگی روح اور جسم کو زیادہ بلند اور پاکیزہ اخلاق کی طرف لے جانے والی نہ ہو تو پھر میں نے لفظ " تہذیب " کے حقیقی معنوں کو نہیں سمجھا۔ جو صرف اسلام ہی کا حصہ ہے۔ خدا حافظ

کیا عیسائیت قیام امن میں ناکام ثابت ہوئی؟

ایڈیٹر "ٹوورلڈز" کا جرأت آمیز نعرۂ حق

مسلمانوں کو یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ مسیحیت بحیثیت مذہب ناکام ہو چکی ہے۔ فی الحقیقت یہ مذہب ہمارے پاک مذہب کے منصۂ شہود پر آنے سے پیشتر ہی ناکامی کا منہ دیکھ چکا تھا۔ وہ تھوڑی سی روشنی جو مسیحی یورپ نے کچھ عرصہ تک سائنس کے اکتشافات اور منتظم اجتماعی زندگی کی صورت میں دنیا کو دکھائی وہ اس اثر کا نتیجہ ہے جو اس نے اسلام سے حاصل کیا۔ لیکن چونکہ یہ جو کچھ اسلام سے لیا گیا بددیانتی اور بے دلی کے ساتھ لیا گیا۔ اس لئے وقت گزرنے پر اس میں نسل انسانی کے لئے ایسی پیچیدگیاں اور مشکلات پیدا ہو گئیں جن کے مضرات ان فوائد سے بہت بڑھ گئے جو وہ نسل انسانی کو پہنچا سکتے تھے۔ لیکن وہ اخلاقی و روحانی فریب کاریاں جو کلیسا کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں۔ اپنے عمل میں اس قدر موثر ثابت ہوئی ہیں کہ وہ لکھو کھا لوگ جن کے دلوں پر اس کی حکومت ہے اس دھوکا و فریب کو نہیں دیکھ سکتے۔ جس کے جال میں وہ پھنسے ہوئے ہیں۔ تاہم اس قاعدہ کی مستثنیات موجود ہیں۔ اور یورپ میں کہیں کہیں ایسے دلیر لوگ موجود ہیں جو دل سے اس بات کے متمنی ہیں کہ اس فریب کے پردہ کو پھاڑ کر رکھدیں جو کلیسا نے یورپین لوگوں کے قلوب پر ڈال رکھا ہے۔ ان لوگوں کی ایک خاص تعداد آج سپر پوسٹ گروہ میں پائی جاتی ہے۔ جن میں سے مسٹر اڈمین ایڈیٹر "ٹوورلڈز" ایک مسلم لیڈر اور فاضل انسان ہیں۔ وہ ایک ایسے انسان ہیں جن پر ہر قوم کو فخر ہونا چاہیے۔ عدل و انصاف کے متعلق انکا سخت احساس اور صداقت کی بے خوف وکالت اس بہت بڑی منافقت کا مقابلہ کر رہی ہے جو یورپ کی عام مجلسی زندگی پر طاری ہے۔ اس لئے ذیل میں ہم ایسٹر کے دن کے متعلق ان کے خیالات کو نقل کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں (ایڈیٹر)

یورپ نے حال میں شہزادۂ امن کے مُردوں میں سے جی اٹھنے کی سالگرہ منائی ہے یورپ انیس سو (۱۹۰۰) سال سے اس شہزادہ کی برائے نام اطاعت کر رہا ہے۔ اور پھر بھی یہ کتنا خلاف حق نہیں کہ اس تمام مدت میں

یورپ کے اندر کوئی امن پیدا نہیں ہوا۔ نہ ہی اس بات کا کوئی ذرا سا بھی نشان موجود ہے کہ آئندہ صدی میں بہرحال امن قائم ہو جائے گا۔

بعض لوگ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اگر وہ جنگ میں مصروف نہیں تو وہ امن کی حالت میں ہیں یہ بالکل غلط ہے امن باہمی اعتماد اور مفاہمت پر مبنی ہے۔ اور دشمنیوں اور عناد کا عمل میں نہ آنا امن قائم ہونے کے مترادف نہیں۔ شکوک و شبہات، بغض و عناد اور مکر و فریب متواتر سرگرم عمل ہیں۔

یورپ نے دنیا کو مشنوں کے زیر اثر لانے کی کوشش کی ہے اور دیسی اقوام پر عیسائیت کی شان و عظمت واضح کرنے اور یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ کیا کچھ کارنامے اس سے سرانجام پا سکتے ہیں۔ وہ کونسے بلند اصول ہیں جو وہ انسانی زندگی میں قائم کر سکتی ہے۔ اور وہ کیا کیا انقلابات ہیں جو اس سے انسانی کیرکٹر میں پیدا ہوتے ہیں۔ تاہم تمام یورپ مسیحی تعلیم کو ماننے کے ایک ہزار سال بعد جیب کتروں کی کمپنی سے کچھ ہی بہتر معلوم ہوتا ہے جنکو ایک دوسرے کی نہ عزت کا پاس ہے اور نہ کوئی اعتماد ہے۔ وہ ایک میز کے گرد بیٹھکر امن کی باتوں پر غور کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے عمل سے بغض و حسد، شکوک و شبہات، دشمنی و عناد، خودغرضی اور خالص مادہ پرستی ٹپکتی ہے۔

ہم صفائی کے ساتھ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ مسیحیت ہے؟ کیا یہ وہ بہترین نتائج ہیں جو مسیحیت انیس (۱۹) صدیوں کے اصولوں سے جن پر کوئی عمل نہیں، پیدا کر سکتی ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اس تمام پاکھنڈ کو درہم برہم کر کے اس کی جگہ کوئی ایسی چیز قائم کی جائے جو جوش و امنگ اور خوبصورت جذبات کے بجائے معقولیت، عقل اور سادہ اصولوں پر مبنی ہو؟

مکتوباتِ ووکنگ

مسٹر جے۔ایچ۔بی۔کیمپ ٹاؤن۔

جناب مکرم! آپ کا محررہ مورخہ ۱۹ ماہ حال بدست ہوا۔ میں نے مضمون خط کا بغور مطالعہ کیا ہے۔

آپ کے سوالات کے جوابات بالاختصار درج ذیل کرتا ہوں:۔

مذہبی نقطۂ نگاہ سے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی عزت واحترام کی نظر سے دیکھے اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔ قرآن کریم کی رو سے جو شخص انبیاؑ میں امتیاز قائم کرتا ہے ایک حقیقی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ دراصل پیروان نبی المحترم ہونے سے پیشتر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پیغام نبوت پر ایمان لانا ایک مسلمان کا عین فرض ہے۔ رسول کریم صلعم کی رسالت کے اقرار سے ہماری اتباع میں ایک وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم ایک سے دوسرے کی جانب رجوع نہیں کرتے۔

بروئے قرآن کریم حضرت عیسےٰ علیہ السلام فی الحقیقت مسیح موعود ہیں یعنی جن کی بعثت کے متعلق قدیم انبیائے بنی اسرائیل نے پیش گوئیاں کی تھیں۔ لیکن آپ بہرکیف ایک انسانی نبی تھے الوہیت مآب نہیں تھے حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کبھی اپنے متعلق یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں الوہیت کا ایک جزو ہوں۔ آپ کا ابن اللہ سے مطلب یہ نہ تھا کہ میں خداوند بزرگ و برتر کا جزو بدن ہوں۔ یہ الفاظ ایک روحانی رنگ میں ہوتے ہیں جیسطرح جملہ مقدس ہستیاں ابنائے ایزدی کہلائی جاتی ہیں اور معصیت آلود اشخاص کو ابنائے شیطانی کہا جاتا ہے۔ جبکہ یہودیوں نے آپ کو مورد الزام قرار دیا تھا تو آپ نے خود اس کی وضاحت فرمائی تھی۔

بروئے قرآن کریم حضرت عیسےٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے یعنے صلیب سے آپ کی موت وارد نہیں ہوئی۔ ایک مبعوث من اللہ پیغمبر ہونے کی حیثیت سے گنہگار انسانوں کے ہاتھوں سے آپ کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ لیکن آپ کو خداوند وحدہٗ لاشریک نے اس مبتذل موت سے جو محض گنہگاروں کے لئے مخصوص ہو سکتی ہے بچا لیا تھا۔ اناجیل مقدس کا بیان کردہ واقعہ صلیب اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی غیبوبت کا قصہ قرآن کریم کے ارشاد کی تائید ہے۔ اگر آپ مضمون زیر بحث کا بالتفصیل مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو

ہم آپ کو متعلقہ کتب ارسال کر سکتے ہیں۔

آپ درست فرماتے ہیں انسان انسان کو نجات نہیں دلا سکتا۔ محض ذات باری تعالیٰ ہی انسان کا نجات دہندہ ہے۔ لیکن انسانی نجات کے لیئے خداوند تعالیٰ نے اپنے مخصوص طریقے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک بادشاہ اپنی رعایا کو فاقہ کشی سے نجات دے سکتا ہے۔ سزا اور بعض حالات میں موت سے بھی بچا سکتا ہے۔ لیکن خود اپنی ذات کو فاقہ سے مار کر یا سولی چڑھ کر نہیں۔ یقیناً خداوند قدوس کو ایک زمین کے بادشاہ سے زیادہ وسائل کا مالک ہونا چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ انسان کو الہامی رہنمائی کے ذریعہ بخوبی نجات دے سکتا ہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام ایسی مقدس ہستیوں کی مثالوں اور بذریعہ نماز بھی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ تاریخاً یہی ارکان ثلاثہ ہیں جن کی وساطت سے فطرت انسانی گناہ سے مصئون رہ سکتی ہے۔ اپنے کلیسائی مذہب کے جوش وخروش کے باوجود کوئی مسیحی یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ ابن اللّٰہی اور کفارہ کے کلیسائی نظریات نے کبھی معصیت کی آلائش سے انسانی دماغ کو پاک وصاف کیا ہو۔

دوزخ جس کا قرآن کریم میں مذکور آیا ہے دائمی عذاب کا مقام نہیں۔ نہ یہ مقام غضبان الٰہی کا مظہر ہے۔ آپ کا خیال درست ہے۔ رنج وغم۔ نامکمل خواہشات کی جانکاہی گنہگاروں کی کافی سزا ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ مجھ سے اتفاق رائے کرینگے۔ دنیاوی زندگی کی ترغیبات ہمیں ان روحانی آلام کے احساس سے مانع ہیں تاآنکہ ہمیں ان کا کامل احساس نہ ہو۔ ہمارے دل میں توبہ کا خیال پیدا نہ ہوگا۔ توبہ ہی سے ہمارے نفس کا تزکیہ اور علم الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ قرآنی دوزخ سے مقصود انسان کو روحانی مصائب کا احساس دلانا ہے۔ اور اس کے دل میں توبہ کا خیال پیدا کرنا ہے جس سے خداوند تعالیٰ کی شان رحیمی جوش میں آتی ہے۔ حالانکہ یہ ایک عارضی ذریعۂ اصلاح ہے۔ لیکن جسمانی مصائب سے داس کی عقوبت دوزخ، کہیں زیادہ روح فرسا ہے۔ جسمانی تکالیف کی ایک خاص حد ہوتی ہے۔ لیکن روحانی تکلیفات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے حتٰی کہ انسان کا دماغ جملہ الائشات سے پاک صاف نہ ہوجائے۔ چونکہ خداوند کریم کی ذات رحیم ہے اس لیئے اس نے ہمیں اس عذاب سے بچانے کے لئے پیشتر ہی خبردار کر دیا ہے۔

وہ طاقتیں جو انسان کو تکبر اور اسراف کی جانب مائل کرتی ہیں قرآن کریم کی رو سے شیطنت ہے قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ ہمیں شیطان سے ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔ اخلاقی نقطۂ نگاہ سے ایک صورت میں اس کا وجود فائدہ سے خالی نہیں۔ اگر نیکی کی ضد بدی نہ ہو تو پھر نیکی ایک سہل الحصول شے ہے۔ اور لہذا اس سے متصف ہونا کوئی قابل فخریات نہیں۔ قرآن کریم شیطنت کا منفی پہلو پیش کرتا ہوا ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ہم یہ پہلو اختیار نہ کریں

بلکہ اپنی توجہات کا مرکز ان طاقتوں کو گردانیں جو راجع الی اللہ ہیں۔ یعنی ملائکہ۔ ان طاقتوں سے متصف ہونے کے لئے ہمیں حتی الوسع اپنی دماغی قوتوں کو صرف کرنا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم ملائکہ کی حقیقت کی تحقیق میں کھوئے جائیں۔ بے سود ہے۔ ہم تو آج تک بنی نوع انسان کی تاریخ سے بے خبر ہیں۔ حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ ان مسائل پر نظریات قائم کرنا دنیاوی نقطۂ نگاہ سے کوئی چنداں مفید نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ہماری تخلیق کی مفصل تاریخ نہیں پیش کی۔ محض اسی پر اکتفا کیا کہ کائنات ایک تدریجی ارتقا کا نام ہے۔ اور یہ کہ ہمارا جسمانی وجود بہ لحاظ اصل زمین کا شرمندۂ احسان ہے۔ سب سے پہلے انسان کے متعلق زیادہ مذکور نہیں آیا بلکہ اس کے بجائے فطرت انسانی کی ممکنات اور لغزشات کا ذکر ہے۔

چونکہ آپ کے اندر خلوص ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ سلامتی کی راہ ڈھونڈ لینگے۔ خصوصاً بدیں وجہ کہ آپ عبادت الٰہی میں مداومت کرتے ہیں۔ مقولہ ہے عبادت سے وہ وہ باتیں حاصل ہوجاتی ہیں جن کا ہم خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ آپ کی طبیعت ایسی ہی صاف ہے جیسی کہ ایک کامل مسلمان کی ہونی چاہئے۔ آپ کے خیالات اسلامی ہیں۔ رضا بالقضا کا نظریہ۔ یہی وہ تعلیم ہے جو جملہ ادیان مذاہب، حضرات موسیٰ۔ کرشن۔ کنفوشش بدھ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش کی۔ ان جملہ مقدس پیشواؤں کی تعلیمات اور زندگیوں میں یہی اصول نظر آتا ہے۔ حضرتنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم المرسلین ہیں اور آپؐ کی مبارک زندگی اور مقدس تعلیمات زمانہ کی دستبرد سے محفوظ ہیں اس لئے آپؐ کے اصول کی پیروی زیادہ مناسب ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو قرآن کریم کا ایک نسخہ ارسال کرسکتے ہیں۔ آپ کو اپنے مستشرقانہ خیالات پر تحیر نہیں ہونا چاہئے۔ جملہ نیک دل مسیحیوں کو مشرقی دماغ رکھنا چاہیئے (معاف کیجئے) کیونکہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام مشرقی النسل تھے۔

آپ کا خیر اندیش:۔ آفتاب الدین احمد۔ (امام مسجد ووکنگ)

نیٹ ابانس

بجناب امام صاحب مسجد ووکنگ

جناب عالی! آپ کے مرسلہ لٹریچر کا بہت بہت شکریہ۔ فی الحال میں اس کے مطالعہ میں مصروف ہوں۔ اگر مجھے کسی مزید اطلاع کی حاجت ہوگی تو میں آپ کی طرف رجوع کروں گا۔ اور پھر خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہوگا۔ شکریہ۔ آپ کا عقیدت کیش:۔

(دستخط) اے۔ ای۔ جی)

شیفیلڈ۔

جناب عزیز! گزشتہ جمعرات جب آپ شیفیلڈ میں وارد فرما تھے آپ نے مجھ سے چند اسلامی کتب ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ کیا آپ ازراہ کرم ایفائے وعدہ فرماتے ہوئے موعودہ کتب ارسال فرمائیں گے؟ مجھے ان کے مطالعہ کا ازحد اشتیاق ہے۔ پیشگی شکریہ۔ آپ کا وفادار:۔

(دستخط) اے۔ ایم۔ ایچ۔

مانچسٹر۔

بجناب ہز ایکسیلنسی شیخ حافظ وہبہ۔

جناب مکرم و معظم۔ حسب ذیل جسارت آمیز تحریر کی معافی چاہتا ہوں۔ چند معلومات حاصل کرنی چاہتا ہوں۔

میں برطانوی نژاد ہوں۔ مجھے ممالک خارجیہ سے ازحد دلچسپی ہے۔ بالخصوص میں آپ کے مذہب (اسلام) سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ حالانکہ میں ایک کلیسائی فرد ہوں۔ میں نے قرآن کریم اور مذہب اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔

کیا جناب عالی! مانچسٹر یا اس کے جنوبی علاقہ میں کوئی اسلامی گرجا (معبد) ہے اگر ہے تو مجھے ازراہ کرم نوازش اس کا مفصل پتہ ارسال فرمائیں۔ میں وہاں جانے کا مشتاق ہوں۔ درانحالیکہ مانچسٹر یا اس کے قرب وجوار میں آپ کے مذہب کی کوئی گرجا نہیں تو ازراہ کرم یہ فرمائیں کہ آپ کی کسی مذہبی جماعت کی رکنیت مجھے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو میں اس جماعت کا اعزازی رکن ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے قرآن کریم کا ایک نسخہ بھی دکھا ہے۔ عرصہ ہوا میں نے اس کتاب مقدس کی کئی عبارتوں کا مطالعہ کیا تھا۔ مجھے کافی تسلی ہوئی ہے۔ خصوصاً حضرت مریم علیہا السلام اور مولود المسیح کے متعلق ان عبارات نے میرے خیالات میں کافی روشنی پیدا کی ہے مجھے یہ بھی علم ہے کہ آپ خداوند کائنات کی پرستش کرتے ہیں۔ اس کو اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مہربانی فرما کر مجھے اوقات عبادات سے بھی مطلع فرمائیں۔ اگر آپ یہ اطلاعات بہم پہنچا سکتے ہیں تو بواپسی ڈاک میں جواب کا منتظر رہوں گا۔ اور آپ کے جواب باصواب کا شکر گزار ہونگا۔

آپ کا عقیدت کیش:۔ (دستخط)

(سی۔ اے۔ این)

چرٹسی

عزیز مکرم امام صاحب ! میں نے آج رومن کیتھولک کے پادری کو مطلع کر دیا ہے۔ کہ میرا مذہب اسلام ہے اور میں ایک مسلمان ہوں۔ یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اس کو میری تبدیلی مذہب کا علم ہو جائے۔ رومن کیتھولک کے پادری کے ماتحت چند اشخاص جن کو مرمی فوج کہتے ہیں کیتھولک افراد کی مردم شماری کرنے آتے ہیں۔ اس لیئے میں نے اس سے کہدیا ہے کہ میں کیتھولک نہیں ہوں۔ یہ اشخاص لوگوں کو کلیسا میں جانے کی ترغیب دیتے ہیں میرا خیال ہے وہ یہاں بھی آئیں گے۔ غالباً مجھے ان سے کچھ جرح کرنی پڑے گی۔ بہر کیف میں نے تو اسلام ہی کی جانب داری کرنی ہے۔ آپکا عقیدت کیش :۔ ڈی۔ جے۔ کورٹ نیج ۔

مندرجۂ ذیل اس خط کی نقل ہے جو میں نے کلیسائی نمائندہ (پادری) کو ارسال کیا تھا:۔

جناب عالی!

کیتھولک افراد کی مردم شماری میں ازراہ کرم مجھے شامل نہ فرمائیں۔ میرے مذہبی خیالات میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ میرا موجودہ مذہب اسلام ہے اور میں ایک مسلمان ہوں۔

میں یہ خط اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ میری حالت واضح ہو جائے۔ کیونکہ میں یہ بیان بالتفصیل ان لوگوں سے بیان نہیں کر سکتا تھا۔ جو مردم شماری کی غرض سے میرے مکان پر تشریف فرما ہوں گے۔ معاف کیجئے

(آپ کا بہی خواہ ۔ ڈ۔ جے۔ کورٹ نیج)

ٹرینٹن۔ یو۔ ایس۔ اے۔

عزیز مکرم امام صاحب ۔ گزشتہ چند سال سے میں تاریخ اسلام کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ کیونکہ اس میں سیاسی، جغرافیائی اور معاشرتی امتیازات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس کے پیرؤوں میں مفاہمت ہے۔ اسلام اقتصادی مساوات کی تعلیم پیش کرتا ہے اور اپنے دیموقراطی اصول کے ذریعہ اس نے اپنے متبعین کو ان امور کی اجازت دی ہے۔ جو بصورت دیگر سہل الحصول نہیں۔

مجھے مسلم احباب کے ہمراہ طعام نوشی کا شرف حاصل ہے۔ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ متمول اور مفلوک الحال مسلمان ایک دسترخوان پر خورد و نوش کرتے ہیں۔ اور مساوات کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔

کسی اور مذہب میں میں نے ایسی مساوات، اداب اور فرید براں برادرانہ ماحول کا مشاہدہ نہیں کیا۔ اگر کبھی اپنے ملک میں میں آپ کی خدمت کے لائق سمجھا گیا تو بخوشی اس کی سرانجام دہی کے لئے کمربستہ ہوں گا۔ متعدد مواقع

پر میں نے عرب مسلمانوں کی حمایت کی ہے اور ان کے خلاف اہانت آمیز اعتراضات کا رد کیا ہے۔ جب تک دم میں دم ہے میں اسلام اور ابن عبداللہ اور آمنہؓ کی حمایت اپنا فرض سمجھونگا۔

(آپ کا عقیدت مند۔ سول فلپس)

لنڈن ڈبلو ۸۔

عزیز امام صاحب! آپکی ضیافت جلیلہ کا از حد شکریہ۔ وہ جملہ حضرات جن کو عید الاضحیٰ کی تقریب سعید میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ نہایت شکر و امتنان کے جذبات لئے ہوئے ہیں۔ اس جلیل القدر تقریب کی شمولیت سے مجھے اور میرے احباب مسٹر اور مسز سپین کو نہایت مسرت ہوئی۔

آپ کے ناقابل فراموش خطبہ نے اخوت عامہ کی تحصیل کو ایک جدید روحانی اور عملی بنیاد قرار دیا۔ مجھے امید ہے کہ یہ خطبہ شائع ہوگا اور مسیحی دنیا میں کافی تعداد میں شائع ہوگا۔ کیونکہ مسیحی دنیا کے سامنے اسلام ایک بلند اور نہایت ضروری پیغام پیش کرتا ہے۔

آپ کے الفاظ میں جادو اور رفعت تھی۔ اس خطبہ کو سنکر ہمارے دل کافی متاثر ہوئے ہیں۔

دوبارہ شکریہ قبول فرمائیں۔ (آپ کا عقیدت کیش:۔ لوٹس ڈوڈلے)

ہرنے ہل۔ لنڈن۔ ایس۔ ای۔ ۲۴۔

جناب عزیز اور برادر اسلام۔ السلام علیکم۔ مجھے افسوس ہے کہ گزشتہ اتوار کی تقریب میں شامل نہ ہو سکا۔ میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہوں۔ امام صاحب کو میرا اسلام نیازمندانہ پیش کر دیجئے۔

میں آپ سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو درحقیقت نہایت معنی خیز ہے۔ میرا لڑکا جس کی عمر ۱۱ سال ہے لنڈن کے ایک چرچ سکول میں تعلیم پاتا ہے۔ ایکدن اس کے استاد نے اس سے دریافت کیا کہ تم کس مذہب کے پیرو ہو؟ اس نے اپنے تمام ہم جماعتوں کے سامنے نہایت بے باکی سے جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں۔ جب اس سے وجہ دریافت کی گئی اس نے جواب دیا کیونکہ میرا باپ مسلمان ہے لہذا میں بھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے لڑکے سے کہا ہے کہ تم مسلمان ہونیکے شرف کو قائم رکھو۔ اس کے قبول اسلام کی خواہش پر میں نے اسے اس عہد کے صحیح مفہوم سے آشنا کیا۔ جس سے اسے آئندہ زندگی میں سابقہ پڑے گا۔ اس واقعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ بچوں پر والدین کا کیا اثر ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے یہ میلان ایک بیج ہے آہستہ آہستہ ایک درخت کی شکل اختیار کرے گا۔

(آپ کا وفا کیش:۔ ولیم۔ بی۔ موشم)

خطبہ

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین۔ واٰتی المال علٰی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس۔ اولٰئک الذین صدقوا۔ واولٰئک ھم المتقون ۝ (ترجمہ)

کچھ سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور پیغمبروں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔ اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرتے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں۔ یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ (البقرہ ۲: ۱۷۷)

آیت بالا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان اعتراضات کے جواب میں نازل ہوئی تھی۔ جو بجائے بیت المقدس کے مکہ معظمہ کو قبلہ بنانے پر یہودیوں نے پیدا کئے تھے۔ مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے مسجد ووکنگ میں مورخہ ۱۰ ماہ حال کو مضمون ہذا پر ایک بصیرت افروز خطبہ ہدیہ سامعین کیا۔ فاضل امام صاحب نے مسئلہ کے عمیق پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

فاضل مقرر کے قابل ستائش انداز بیان کے بموجب آیت بالا کے مختلف حصص کی بالتشریح صراحت کی گئی۔ ابتدا میں امام صاحب نے مذہب کے مقدمات اور محض تمثیلات میں فرق بیان فرمایا۔ آیت بالا کے مضمون زیر بحث میں ظاہری اور باطنی دونوں پہلو ہیں۔ المختصر قبلہ رو نماز سے مقصود مذہبی احساسات میں مرکزیت قائم کرنی ہے۔ امام صاحب نے نماز کے ان مختلف اوضاع کا بیان کیا جن کا حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باطنی احساسات کی ظاہری نمائش کے لئے صادر کیا ہے۔

امام صاحب نے ان یہودی اعتراضات سے اغماض نہیں کیا۔ جن کا سطور بالا میں حوالہ ہے آپ نے

فرمایا کہ مکہ معظمہ بیت المقدس سے کہیں قبل مذہبی مرکز رہا ہے۔ قدیم الایام سے کعبہ کو وحدانیت کے گھر (خانہ خدا) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ضمناً آپ نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خانہ کعبہ سے بتوں کو مسمار کرنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے اور بعدہٗ حضرت آدم علیہ السلام سے آپ کا صلبی تعلق ثابت کرتا ہے۔ اس مشہور و معروف آیت کے آخیر حصہ کی طرف آتے ہوئے اور اعمال حسنہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے امام صاحب نے بالتفصیل خدا، قیامت، ملائکہ، کتب الہامی اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان کا بیان کیا۔ فاضل مقرر کے بیان کو مندرجۂ ذیل طور پر مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

ملائکہ

ان کو بدی کی طاقتوں کے مقابلہ میں نیکی کی قوتیں سمجھنا چاہئیں۔ ملائکہ پر ایمان کو ما فوق البشر مخلوقات پر ایمان نہیں خیال کرنا چاہیئے۔

الہام

الف۔ انسان کو الہامی ہدایت کی ضرورت ضرور لاحق ہوتی ہے۔ (ب) کسی زندہ مخلوق کے ذریعہ الہام کا ظہور ہونا چاہیئے (ج) وہی ہستیاں ہماری ہدایت کا موجب ہو سکتی ہیں جو ہماری طرح انسانی صفات سے متصف ہوں (د) اس نقطۂ نگاہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسیحی احباب مسیحؑ ناصری کو صفات الوہیت سے منسوب کر کے ان کی رہنمونی اور ہدایت سے محروم ہیں۔ اس ضمن میں امام صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال پیش کی اور فرمایا کہ وہ ہر صورت سے ایک انسان تھے۔ صرف فرق یہ تھا کہ ان پر الہام باری تعالیٰ نازل ہوتا تھا خداوند قدوس نے عامۃ الناس اور ایک واجب التعظیم پیغمبر کے درمیان صرف یہی امتیازی خلیج حائل کی ہے۔

انبیاء

ہر زمانہ میں یہ ضروری سمجھا گیا کہ خداوند کریم کی جانب سے انبیاء مبعوث ہوں۔ بنی اسرائیلی انبیاء کے علاوہ یہ اسلام کا ایک طغرائے امتیاز ہے اور فی الحقیقت اس کی عالمگیریت کی ایک بین دلیل ہے۔ کہ اس نے ان جملہ انبیائے سابقہ کی نبوت کا اقرار کیا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً مختلف اوقات میں مختلف ممالک کے اندر غلط کار بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔

مسجد و وکنگ میں آئے دن ووکنگ مسلم مشن کے اراکین کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ زائرین دُور دراز

کے مقامات سے بکثرت تشریف لاتے ہیں۔ قبول اسلام کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے عیدین پر غیر مسلم زائرین کا اژدھام ہوتا ہے
یوں ہر ہفتہ بھی کافی زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ غیر مسلم زائرین کے دلوں میں یہ عالمگیر اخوت کے مناظر پیش کرنے والے
مظاہر اسلام کی عزت و تکریم پیدا کرنے کے موجب ہوئے ہیں۔

ایک ہفتہ وار تقریر

الہام کے عنوان پر ایک ہفتہ ہوا امام صاحب نے نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ مادی تہذیب میں روز افزوں ترقی سے حکمت و مذہب کے طالب علموں نے جن میں کثیر تعداد ان حضرات کی ہے جو آزاد خیال طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک غیر معمولی بیان پیش کیا ہے اور وہ یہ کہ بنی نوع انسان کے مہذب افراد اخلاقی حیثیت سے کافی ترقی حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں الہام کی ضرورت نہیں۔ اس ذہنی اور آزاد خیال جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ الہام کی موجودہ زمانہ میں چنداں ضرورت لاحق نہیں اور خصوصاً مہذب طبقہ کو تو اس کی مطلق ہی احتیاج نہیں کہا جاتا ہے کہ انسانی جماعت کو بیرونی ہدایت کی ذہنی اور اخلاقی ارتقا کے ادنٰی مدارج میں حاجت پیش آتی ہے

جواباً امام صاحب نے ایک نہایت برجستہ تمثیل پیش کی۔ از یں قبیل آزاد خیال افراد ان اشخاص کے مشابہ ہیں جو حالانکہ صریحاً جانتے ہیں کہ الہام کے خورشید کی جہانتاب روشنی ایک عالم کو منور کئے ہوئے ہے لیکن وہ شمع کی دھندلی چمک پر قانع ہیں۔ مزید براں امام صاحب نے اس آزاد طبقہ کے بیانات کا بطلان کیا اور فرمایا کہ بنی نوع انسان میں اخلاقی عنصر خود ذات باری سے منتقل ہوتا ہے۔

الہام کے موضوع پر تقریر فرماتے ہوئے آپ نے الہام کو اقسام ثلاثہ پر منقسم کیا۔ اولاً امام صاحب نے فرمایا وحی ہوتی ہے۔ جس کا انگریزی میں ترجمہ "Revelation" کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا مفہوم "راغب" نے پیش کیا ہے۔ اس کے نزدیک وحی ایک تجویز ہے جو بیرون سے انسانی دماغ میں القا کی جاتی ہے اس کو روشنی کی چمک سے نسبت دے سکتے ہیں یا ایک غیر متوقع جھلک جو بظاہر ایک لاینحل دشواری کا حل کر دیتی ہے۔ ثانیاً ایک اور الہام کی قسم ہے۔ جو امام صاحب کے نزدیک پس پردہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس الہام میں رویائے صادقہ، روحانی مکاشفات شامل ہیں۔ ان سے بھی بعض اوقات امور غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے سب سے زیادہ اہم اور سہل الیقین الہام یقینی وہ پیغام ہے جو ایک خارجی طاقت کی وساطت سے ظہور پذیر ہوتا ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ اس ضمن میں امام صاحب نے

سامعین کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کی کہ جملہ الہامی کتب میں قرآن کریم ہی ایسی کتاب مقدس ہے جو ایک قابل یقین اور پختہ الہام کا یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔

ضرورت الہام کے سلسلہ میں ایک بین دلیل یہ تھی کہ اخلاقی حس مختلف ممالک میں مختلف اوقات کے اندر کافی حد تک متغیر رہی ہے۔ علاوہ بریں انسانی اطوار عموماً رو بہ تبدل رہے ہیں۔

مسٹر ایچ جی ویلز کا اسلام پر اظہار خیال

مستقبل اسلام پر استطرادی اظہار خیال غیر موزوں نہ ہوگا۔ متحارب مسیحیین کی بود کا خیال عالم سے نابود ہو چکا ہے مسیحی پروپاغندہ کے ادعائی آثار باقیات تخادی بلقان میں مدفون ہیں۔ لاطینی اقتدار کے زیر اثر آج افریقائی یکجہتی تبلیغی پورش کے منافی ہے۔ مستقبل میں افریقہ جملہ مذاہب کا جولانگاہ ہوگا۔ اور حبشی قوم کی نظر انتخاب میں اس مذہب کو شرف قبول حاصل ہوگا۔ جو اس کی مقتضیات کے عین موافق ثابت ہو۔ وہ مذہب ذی اعتماد اولی الالباب کی ثاقب رائے میں اسلام ہے اور اس مذہب کے پروپاغندہ کا اصل علمبردار عرب ہے۔

ہر دو فرانسیسی اور برطانوی افراد عربی تمدن کی نشاۃ ثانیہ کے خواہاں ہیں۔ جو من کو اگر خواہش ہے شوق سے ترکی زبان میں استعداد حاصل کرے۔ افریقہ اور مغربی ایشیا میں آج عرب کے زیر سایہ ایک از سر نو زندہ اسلام کا جلیل القدر مستقبل درخشاں نظر آتا ہے۔ قسطنطنیہ وہ ضمیر فروش آبی شہر جو پایاب پانی میں "السناتہ" کی طرح میٹھا معلوم ہوتا ہے۔ اس نے ہر آئندہ و روندہ کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگایا ہے۔ اس نے اسلام کی تضعیف کی ہے۔ لیکن ترکی اسلام اور عربی اسلام متبائن ہیں۔ رفتار زمانہ کا یہ ایک انداز ہے۔ بے شک عبرانی اور یونانی تہذیب و تمدن کے بالمقابل عربی ثقافت و مدنیت کا استخفاف ہمارا شیوہ رہا ہے۔ دراصل ہمارے علوم مثلاً علم ہندسہ موجودہ علم ریاضی اور علم کیمیا اسلامی تمدن کے شرمندۂ احسان ہیں۔ برطانیہ مصر میں دار العلوم اسلامیہ کے قیام کی تجویز پیشتر ہی پختہ کئے ہوئے ہے۔ لیکن ہنوز یہ متغیر صورت حالات باب المعدن پر آلہ جر ثقیل کی ضرب اول ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، روسی، عربی، ہندوستانی، ہسپانوی، اطالوی، یہ دنیا کی وہ السنہ متعارفہ ہیں جن سے بظاہر محال نما معاہدہ امن کو مدنظر رکھتے ہوئے تہذیب و تمدن کا مستقبل وابستہ ہے۔ کوئی ملک ان مذکرہ بالا السنہ سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ بہ لحاظ اہمیت میں کہونگا بالخصوص ہندوستانی زبان (اردو) امریکہ روسی ہسپانوی

زبان، فرانس، بلجیم اور اطالیہ عربی زبان کی محتاج ہیں۔ یہ ہدایات ہیں جن میں ان اقوام کو السنہ بالا کے فہم و درک کے فرض سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ موقعہ و محل کی صراحت لایعنی ہے۔ عارضی پستی میں ڈوبی ہوئی اقوام اور تہذیب کی تنفیر کا رویہ نہایت غیر معقول اور شر انگیز حماقت ہے۔ یہ شیوہ ہمارے مستقبل کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ برطانوی افراد کی نظر سے جب کسی حواس باختہ ہمدرد وطن جرمن کی یہ تحریر گزرے کہ ٹیوٹن، اطالوی اور یونانی اقوام سے فائق ہیں۔ اور وہ اطالوی اور یونانی اقوام جن کی بدولت اروپائی تہذیب میں کئی اہم امور کا اضافہ ہوا ہے تو وہ اس عام رویہ کی بیہودگی پر صاد کرینگے۔ برطانوی اور امریکائی کتب میں بھی ایشیائیوں کے متعلق ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ اور کیا فرانس کی تباہ حالی کے متعلق صرف جرمنی ہی میں نہیں بلکہ انگریزی اور فرانسیسی میں زہر نہیں اگلا گیا تھا۔ البتہ ہم جلد جلد رو بہ اصلاح ہیں۔ تیس (۳۰) سال گزرے جب میں لندن میں ایک طالب علم تھا۔ ہم جاپان کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ کامک اوپرا (مزاحی ناٹک) ''مکیڈو'' میں تاحال آئندہ نسل کی تفریح طبع کے لئے وہ حماقت مآب حصہ شامل ہے۔ اور آج عرب اور مذہب اسلام کے محاسن سے اغماض کیا جاتا ہے نہایت نامنصفانہ رویہ ہے۔ اسلام ایک اظہر من الشمس مذہب ہے اس کی جامع اور وسیع تعلیمات بلند اور سادہ ہیں۔ اسلام نائیجیریا سے چین تک نہایت آب و تاب سے روشن ہے۔ البتہ قسطنطنیہ کے قرب و جوار میں اس کی روشنی پھیکی پڑ گئی ہے۔ فرانسیسی، اطالوی اور برطانوی اقوام کو عرب اور اسلام سے سروکار ہے۔ جہاں صحرا ہیں وہاں عرب ہیں۔ ان کا تمدن ہرگز تباہ و برباد نہ ہوگا۔ اور نہ اس کا خمیر ما بہ مغربیت سے آلودہ ہوگا۔ ''د Ashkenaz'' (انصار و معاونین) جن کو امن عامہ کی فکر دامنگیر ہے۔ ان کو اہل اسلام سے مصالحت کرنی پڑے گی۔ فرانسیسی اور عربی تمدن کے باہمی ارتباط کو لازمی قرار دیتے ہوئے میرے دماغ میں موجودہ عرب نہیں بلکہ وہ عرب جو مستقبل میں از سر نو زندہ ہوگا۔ ایشیائے کوچک میں واقعات کا تغیر۔ عثمانی حکومت کا اضمحلال جملہ فرات اروپائی اقتدار کے زیر اثر میسوپوٹامیہ کی احیا کا پیش خیمہ ہیں۔ تیرھویں صدی میں ہلاکو کی منگول افواج نے جن ذرائع آبپاشی کو تباہ کیا۔ پھر از سر نو قائم کئے جائینگے۔ مقامی رسم الخط رہیگا۔ میسوپوٹامیہ کی جدید آبادی نہ اروپائی ہوگی نہ ہندی۔ یہاں عربی زبان بولی جائے گی اور عرب کے قبضہ میں مطیع ہوگا۔ اسلام میں ایک جدید ذہنی تحریک، ایک از سر نو زندہ بغداد ایسی ہی اٹل ہے جیسے سنہ ۱۹۵۰ء۔

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور - بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۷ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۱	۲۸۰۵	جناب عبدالجبار صاحب مشن			۱۰
۲	۲۸۱۳	" خان بہادر شیخ منہاج الدین "			۱۰
"	۲۸۱۴	" ایس ایس احمد اسکوائر "			۱۰
۳	۲۸۲۱	" برکت علی صاحب "			۵
۵	۲۸۴۵	" محبوب علی صاحب "			۲۴
۷	۲۸۵۰	" عبدالحق صاحب "			۱۱
"	۲۸۸۱	" عمر محمد صاحب برائے مفت تقسیم لٹریچر			۱۰
"	۲۸۸۲	" کرم الٰہی صاحب قریشی - مشن			۱۰
۸	۲۹۰۰	" محمد بوسعید صاحب "			۱۰
۹	۲۹۱۰	" انتظار علی صاحب عباسی "			۲۵
۱۳	۲۹۴۹	" الحاج خان بہادر محمد غازی چودھری صاحب "			۱
۱۴	۲۹۵۸	" عبدالکریم صاحب "			۵
"	۲۹۶۰	" شیخ محمد اسمعیل صاحب "			۴۰۰
۱۵	۲۹۶۵	جناب سعید نذیر صاحب "			۶۰
۱۶	۲۹۷۷	جناب محمد حنیظ صاحب "			۱۰۰
۱۷	۲۹۸۴	" ڈاکٹر برکت علی صاحب "			۲۰
"	۲۹۸۵	" مولوی محمد اظہر الحق صاحب "			۴
۱۹	۲۹۹۱	" حاجی عثمان صاحب و " حاجی عبدالکریم صاحب "		۸	۷۳
"	۲۹۹۲	" ڈاکٹر جعفر حسین صاحب "			۱۰
"	۲۹۹۳	" خانصاحب حاجی منشی انعام علی صاحب "		۱۲	۷
۲۰	۳۰۰۱	" محبوب خاں صاحب "			۳
۲۲	۳۰۰۷	" ظرافت اینڈ خانصاحب برائے مفت تقسیم لٹریچر			۲۵
۲۶	۳۰۲۰	The amount received through Belqiet Zade Mohd Sabri, Nicosia Cyprus			
		His Eminence Mohd Hakki £1-10-0			
		Mohd Munir Baig £1-0-0			
		Al. Hadj Munir £1-0-0			
		Kh. Mustafa Fadil £1-0-0			
		Hafiz Shafiq £1-0-0			
		Mohd Saed £0-10-0			
		Koufi Tahir £0-3-0			
		Mustafa Gallala £0-2-0			
		Hasan £0-1-0			
		B.Z. Md. Sabri £0-10-0			
		£ 6-16-0			
		Vide Coupon 3020	۶	۲	۸۹
۳۰	۳۰۲۹	محمد بوسعید صاحب			۱۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۷ء	۶	۵	۷۴۸
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۷ء			۷۰
		فروخت اخبار ووکنگ گزٹ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۷ء			۸۵
		فروخت کتب بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۷ء		۱۱	۸۰
		واپسی پیشگی از مرزا عبدالحق و منشی امانت محمد صاحب	۶	۹	۲۴
		واپسی پیشگی از ووکنگ مسجد	۰	۱	۱۵۴۳
		آمد در مسجد ووکنگ بابت ماہ جنوری و فروری و مارچ سنہ ۱۹۳۷ء ۱۳-۱۱۹ پونڈ		۱	۱۵۸۷
		قرضہ از سرمایہ محفوظ		۱۰	۶۶۶
		میزان	۶	۷	۵۷۳۸

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۰	۲۹۳۰	مسٹر عنایت اللہ صاحب			۱۰
"	۲۹۳۵	جناب چودھری محب اللہ صاحب			۵
۱۴	۲۹۶۲	" محمد حمید اللہ صاحب گورکھپوری			۵
۱۶	۲۹۶۸	" خان بہادر میاں الحاج عبدالعزیز صاحب			۱۰
۱۹	۲۹۹۶	ایم ایف منشی			۵
۲۴	۳۰۱۸	" ایم جمال محمد صاحب			۵
		میزان	۰	۰	۴۰

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور - بابت ماہ اپریل ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۴	۱۸۲	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۲۹۴۲ تا ۳۰۶۵ کتب خرید کردہ برائے فروخت تار کتابت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری علے الحساب کتب برائے دفتر لاہور کرافٹ پیپر برائے ریپر و آرٹ پیپر برائے فوٹو بل بجلی کاغذ برائے گزٹ سٹیشنری - لفافے - سیاہی - فائل متفرق ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۶-۱۵-۱۵۲	۶	۱۵	۱۵۲
〃	۱۸۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۳۰۶۶ تا ۳۱۸۷ کتب خرید کردہ برائے فروخت متفرق اخراجات ۹-۳-۱۹۳	۹	۳	۱۹۳
〃	۱۸۴	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۳۱۸۸ تا ۳۴۱۴ سٹیشنری - فائل - لفافے - کاربن کتب برائے دفتر لاہور کتب خرید کردہ برائے فروخت تار موسمی اخراجات کاغذ ریپر برائے اسلامک ریویو کتابت اشاعت اسلام بابت ماہ مارچ علے الحساب متفرق اخراجات ۹-۸-۲۹۱	۹	۸	۲۹۱

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۴	۱۸۵	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۳۴۱۵ تا ۳۶۴۴ کتب خرید کردہ برائے فروخت کاغذ ۸ رم برائے اشاعت اسلام کتابت اشاعت اسلام بقایا از ماہ مارچ ۱۹۳۷ء تار برائے تجدید پتہ "اسلام" ترجمہ اشاعت اسلام ایک رم کاغذ برائے دفتر سٹیشنری - پن - سیاہی - پنسل - ربڑ متفرق اخراجات ۹-۱۵-۲۹۸	۹	۱۵	۲۹۸
۶	۱۸۶	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :- محصولڈاک از نمبر ۳۶۴۵ تا ۳۸۴۴ واپسی امانت تار پروف ریڈنگ اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری ۱۹۳۷ء سٹیشنری لفافے سیاہی کتابت اشاعت اسلام بابت ماہ اپریل ۱۹۳۷ء علے الحساب ½ آرٹ پیپر ایک رم فل سکیپ متفرق اخراجات ۶-۹-۲۱۷	۶	۹	۲۱۷
	۱۸۷	کرایہ دفتر و گودام برائے کتب بابت ماہ جنوری ۳۷ء			۴۵
	۱۸۸	کرایہ دفتر و گودام کتب فروری ۳۷ء			۴۵
	۱۸۹	میسرز معراج دین جلد ساز جلد بندی اسلام ٹو ایسٹ اینڈ ویسٹ اور اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ستمبر ۳۶ء واشاعت اسلام بابت اگست ۳۶ء		۱۳	۱۲۶
	۱۹۰	میسرز معراج الدین جلد ساز جلد بندی اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر ۳۶ء و اشاعت اسلام بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۶ء - اور ظہور نبوت کا ظہور اتم -			۲۸

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور۔ بابت اپریل ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۳	۱۹۱	میسرز محمد رضا جلد ساز جلد بندی God and His Attributes		۱۲	۳۶
	۱۹۲	پیشگی سفر خرچ ایجنٹ مشن برائے ملتان			۲۵
	۱۹۳	،، ،، ،، پشاور			۴۰
	۱۹۴	میسرز نیو یونین پریس سرورق اشاعت اسلام ستمبر ۱۹۳۶ء و اکتوبر ۱۹۳۶ء و طباعت Beauties of Islam		۸	۳۴
	۱۹۵	میسرز ملٹن پریس برائے طباعت چٹس اسلامک ریویو کلینڈر ۳۷ء و فوٹو برائے ،، ،، لیٹر ہیڈ۔ کارڈ وغیرہ			۳۱
	۱۹۶	میسرز فوٹو آرٹ کمپنی بلاک برائے اسلامک ریویو		۱۲	۱۸
	۱۹۷	میسرز کمرشل یونین پریس طباعت چٹس اسلامک ریویو۔ سرکلر۔ کارڈ وغیرہ		۱۴	۱۷
	۱۹۸	میسرز رپن پرنٹنگ پریس طباعت ضمیمہ اسلامک ریویو اگست ۳۶ء و طباعت رجسٹر اسلامک ریویو		۴	۲۹
	۱۹۹	میسرز رپن پرنٹنگ پریس طباعت Muslim Conception of Worship Hand Bill اڈیل پروفٹ۔ لیٹر ہیڈ۔ کارڈ ریپر برائے گزٹ		۸	۵۱
	۲۰۰	میسرز ملٹن پریس طباعت God and His Attributes		۸	۴۸
	۲۰۱	میسرز این سی گوئل کاغذ برائے ریپر اسلامک ریویو ۴ ریم؛ ۱ ریم کاغذ برائے مسلم کونفیشن آف سکاٹ؛ ۵ ریم سفید کاغذ اسلامک ریویو؛ ۱ ریم سفید برائے چٹ اسلامک ریویو ۔۔۔ ۵۹—۱۳—۹	۹	۱۳	۵۹
	۲۰۲	میسرز کلکتہ آرٹ پرنٹنگ ورکس طباعت فوٹو اسلامک ریویو و سرکلر			۲۶
	۲۰۳	میسرز کلکتہ آرٹ پرنٹنگ ورکس			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
		طباعت فوٹو اسلامک ریویو	۰	۰	۲۳
۳	۲۰۴	سفر خرچ ایجنٹ مشن در سفر ملتان [illegible]	۶	۹	۲۴
	۲۰۵	تنخواہ عملہ مسجد ووکنگ اگست و ستمبر ۳۶ء		۱	۱۵۴۳
	۲۰۶	پیشگی بذریعہ تار در مسجد ووکنگ		۵	۳۳۳
	۲۰۷	،، ،،		۵	۳۳۳
	۲۰۸	تنخواہ سکرٹری صاحب ٹرسٹ از نومبر ۳۶ء تا مارچ ۳۷ء (۵ ماہ)		۱	۹۱۴
	۲۰۹	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۳۷ء		۶	۲۴۲
	۲۱۰	،، ،، ،، فروری ،،		۶	۲۵۷
	۲۱۱	،، ،، مارچ ،،		۶	۲۵۷
	۲۱۲	امپرسٹ بل بتفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۳۸۰۵ تا ۳۹۶۷؛ سٹیشنری لفافے سیاہی؛ پروف ریڈنگ اسلامک ریویو بابت ماہ فروری ۱۹۳۷ء؛ کتابت اشاعت اسلام بابت ماہ اپریل ۱۹۳۷ء؛ کتب خرید کردہ برائے فروخت؛ متفرق اخراجات ۔۔۔ ۲۸۴—۱۰		۱۰	۲۸۴
	۲۱۳	کرایہ دفتر سٹور برائے کتب بابت ماہ مارچ			۴۵
	۲۱۴	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل: محصول ڈاک از نمبر ۳۹۶۸ تا ۴۰۷۹؛ طباعت ایجنڈا و کاغذ؛ ۳ ریم کاغذ برائے ریپر اسلامک ریویو؛ سٹیشنری لفافے و سیاہی؛ تاریں؛ طباعت ایجنڈا و بقایا از ماہ اپریل ۳۶ء؛ کتب خرید کردہ برائے فروخت؛ متفرق اخراجات ۔۔۔ ۱۲۷—۱۳—۹	۹	۱۳	۱۲۷
۲۴	۲۱۵	میسرز این سی گوئل ۷ ریم کاغذ برائے اپیل مشن و خادم سوسائٹی	۹	۱۲	۳۲
	۲۱۶	پیشگی در مسجد ووکنگ از آمد در مسجد ووکنگ بابت ماہ جنوری و فروری و مارچ ۱۹۳۷ء		۱	۱۵۸۷
		۷۸۲۷—۱۵—۰			

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن — اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات — (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رحجان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک ہمدردانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار۔ اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعت اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے — قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک و دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں مثلاً حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے — دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلمان بھی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) بحیثیت حلیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارخیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارخیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی چیز کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارخیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز او ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing , Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

September 1937 Regd L. N0 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | اللہ اکبر | نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی! اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

His Majesty King Faruque of Egypt leaving the Mosque after Friday Prayers on 28th May, 1937.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے تمام اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۳ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ | نمبر ۹

(نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر و پبلشر ... طبع ہو کر شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء

شذرات

ہز ہائنس شہزادہ اعظم جاہ بہادر آف برار اور ہز ہائنس شہزادی بیگم در شاہوار مسجد نظامیہ کی افتتاحی تقریب کے بعد لندن میں مسلمانوں کے ایک کثیر التعداد گروہ کے درمیان جلوہ افروز ہیں۔ رسالہ ہذا میں وہ سپاسنامہ بھی درج کیا جاتا ہے جو اراکین مسجد نظامیہ نے ہز ہائنس اور شہزادی ممدوحہ کی خدمت والا میں پیش کیا تھا۔ آئندہ اشاعت میں ہز میجسٹی شاہ فاروق خدیو مصر کی جلالتماب تصویر پرتنویر سے "اشاعت اسلام" کو زینت دی جائے گی۔

شاہ فاروق شاہجہان مسجد ووکنگ میں

بروز جمعہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء ہز میجسٹی شاہ فاروق فرمانروائے مصر مسجد ووکنگ میں تشریف فرما ہوئے اور نماز جمعہ میں شرکت فرمائی۔ آپ ایک بجے ورود فرما ہوئے۔ آپ کی معیت میں آپ کے اتالیق ہز ایکسلنسی حسنین بے اور دیگر مصری اراکین تھے۔

شاہی سواری کی آمد سے چند منٹ قبل ایک کار میں مدار المہام، مشیر قانون اور سفارت کے دیگر معزز اراکین تشریف لائے۔ برطانیہ عظمٰی کی مسلم سوسائٹی کے صدر اور دیگر ارکان استقبال کے لئے پہلے ہی موجود تھے۔ ان میں امام صاحب بھی تھے۔ یہ اجتماع سر سالار جنگ میموریل ہاوس میں ہوا۔ پندرہ منٹ تک یعنی اذان ہونے تک اس مقتدر اجتماع کے معزز اراکین جو مشرق و مغرب کی مختلف قومیتوں سے علاقہ رکھتے تھے شاہی مہمان سے

متعارف ہوئے۔ نماز کے بعد امام صاحب کی درخواست پر ہز ہائینس نے سر سالار جنگ میموریل ہاؤس میں دعوت چائے میں شرکت قبول فرمائی۔

یہ امر ایک مسیحی کی حیرانی کے لئے کافی ہے کہ کسی مخصوص نشست گاہ کی غیر موجودگی میں ایک مسلمان بادشاہ مسجد کے فرش پر پالتی مار کر بیٹھ سکتا ہے۔ اور تمام جاعتی امتیازات یکسر دور ہو جاتے ہیں۔ نہ مرتبہ اور جاہ و ثروت کا خیال دامنگیر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ امر موجب حیرت نہ تھا۔ البتہ منکرین اسلام نے خدائے عزوجل کا شکر ادا کیا کہ چہار صد سالہ مدت کے بعد بھی حضور سرور کائنات کی شاندار روایات میں فرق نہ آیا۔ انہوں نے اس امر کا احساس بھی کیا کہ خدا کی نگاہ میں یہ مساوات مہذب جماعت کی بقا کی امید لئے ہوئے ہے۔

ہز ہائینس اور آپ کے ہمراہیان مسجد سے سوا تین بجے رخصت ہوئے۔

مسجد نظامیہ لندن۔ جمعہ کی نماز کے بعد مورخہ ۲ جون کو دنیا کے معزز مسلمانوں کی موجودگی میں ہز ہائینس شہزادہ اعظم جاہ بہادر آف برار نے مسجد نظامیہ کا سنگ بنیاد استوار کیا۔ اس مقام پر جون ۱۹۳۷ء میں اس غرض کے لئے خریدا گیا تھا (یعنی مارننگٹن اونیو۔ ویسٹ کینسنگٹن میں)

چنانچہ اس طرح مرحوم و مغفور لارڈ ہیڈلے بالقابہ۔ مرحومین حضرت خواجہ کمال الدین اور سر عباس علی بیگ کے جو اس سرمایہ کے معتمدین تھے خواب کی تعبیر آنے والی ہے۔ بار اول لارڈ ہیڈلے بالقابہ کو لندن میں ایک مرکزی مسجد کی عدم موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ آپ کی گرمجوشی مرحوم کو حیدر آباد لیگئی اور وہاں آپ نے حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کی سرپرستی حاصل کی۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر حضور نظام دکن ہی کی محتاج تھی۔ لہذا یہ مناسب تھا کہ آپ کے خلف الصدق اس کی سنگ نہی کا بیڑا اٹھائیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس مسجد کی تعمیر کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہو جائے۔

ہم موجودہ معتمدین کو اس ہنگامی تحریک پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہم اس کو جلد مکمل دیکھنے کے متمنی ہیں

سپاسنامہ بحضور شہزادہ برار شہزادہ اعظم جاہ بہادر و ہر ہائنس شہزادی برار

حضور جلالتمآب!

ہم معتمدین مسجد نظامیہ ٹرسٹ کو اس تاریخی اور قابل یادگار موقعہ پر آپ کے خیر مقدم کا فخریہ استحقاق حاصل ہے۔ ہم حضور والا کے نہایت احسانمند ہیں کہ آپ نے لندن مسجد نظامیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسجد ہذا آپ کے معتدر والد بزرگوار حضور نظام دکن کے نام نامی سے منسوب کی جائے گی۔ کیونکہ اس کی تعمیر اعلیٰ حضرت کی دریادلی

کی شرمندۂ احسان ہے۔ ہم حضور کو یقین دلاتے ہیں کہ جملہ مسلمانان عالم اعلیٰحضرت نظام دکن کی ان بیش بہا اصلاحات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جن سے اعلیٰحضرت نے دکن کی ترقی اور خوشحالی میں اضافہ کیا ہے اور ان گرانمایہ عطیات کے بھی شکر گزار ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنی حدود سے باہر والے مقامات کو مرحمت کئے ہیں خصوصاً مذہبی امداد میں حضور عالی مدار نے نہایت ہی گرمجوشی سے حصہ لیا ہے۔

آپ کی نصف اولیٰ ہر ہائنس بیگم در شاہوار کی معیت سے ہماری مسرت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے ہر ہائنس عثمانی خلفائے اسلام کی نمائندہ ہیں۔ اور آپ کو ہنوز اسلامی ممالک میں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ موصوفہ مشرق و مغرب کی تہذیبوں کے عناصر کا مجموعہ ہیں اور بسلسلہ خدمت نسواں آپ کا نام نامی زبان زد عوام و خواص ہے۔ قران السعدین کی اس سے بہتر مثال مشکل ہے۔ اور یہ اجتماع تحریک ٹرسٹ کی کامیابی کا ایک شگون ہے۔

دارالخلافہ انگلستان یعنی لندن میں ایک مرکزی جامعہ کی ضرورت ایک مدت سے محسوس کی جا رہی تھی زیادہ تر اس حقیقت نفس الامری کے ہوتے ہوئے کہ یہاں اطراف عالم سے سیار و زائرین کا ازدحام رہتا ہے اور اب تو خصوصاً برطانیہ عظمیٰ میں ہمدردان اسلام کافی تعداد میں موجود رہتے ہیں بعض خیر خواہان اسلام کو ایک جامعہ اسلامیہ کے میناروں کا نظارہ دیکھنے کی انتہائی آرزو تھی۔ اور ان کی تمنا تھی کہ اذان کی آواز ان کے کانوں میں اسلام کی شوکت مآبی کا نقشہ قائم کرے۔ اس خواب کی تعبیر مرحوم و مغفور لارڈ ہیڈلے الفاروق باقابہ کی ساعی جمیلہ نے کی۔ مرحوم اسلام کے ایک شیدائی تھے۔ اور آپ نے ایسے وقت قبول اسلام کا اعلان کیا تھا جبکہ تعصب کی گھنگھور گھٹائیں ہر سو مغرب میں چھائی ہوئی تھیں آپ نے اعلیٰحضرت حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ تک رسائی حاصل کی اور ساٹھ ہزار پاؤنڈ کا ایک گرانبہا عطیہ اس غرض کی تکمیل کے لئے حاصل کیا۔ اس ٹرسٹ کی بنا اور مسجد نظامیہ کی تعمیر کا انحصار اس گرانقدر عطیہ پر ہے۔

سرمایہ کا اکثر حصہ سکیورٹی کے طور پر ہے۔ باقی بنکوں میں جمع ہے۔ حیدرآباد کے امپیریل بنک میں کچھ رقم جمع ہے۔ ۲۰۰۰ ہزار پونڈ اس قطع اراضی کی خرید میں صرف ہوئے ہیں جہاں آج ہم مجتمع ہیں۔ اس کام کے آغاز میں تاخیر کیوں ہوئی۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔ جن کا ہم نے بار بار اظہار کیا ہے۔ اس وقت موقعہ نہیں کہ ہم اس کے متعلق کچھ ذکر کریں۔ تاخیر گو افسوسناک ہے لیکن اس سے ایک احسن نتیجہ مترتب ہوا یعنی یہ کہ آج ہز ہائنس کا ورود مسعود اس سلسلہ میں عمل میں آیا۔ اور آپ نے اس کی تعمیر میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔

ہمارے زیر غور ایک تجویز ہے۔ اس تجویز سے کم صرفہ کی صورت ہوگی۔ موجودہ سرمایہ سے ہماری پہلی تجویز کامیاب نہیں ہوسکتی۔ ہم مسجد مجوزہ کے خاص ضروری حصص کی تعمیر موجودہ رقم سے ہی شروع کردینگے اور مسجد کی عمارت کی توسیع مزید رقم دستیاب ہونے پر ہوسکتی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ مسجد کی اہم ضروریات اس وقت رفع ہونگی جب اس کی تعمیر تشنۂ تکمیل نہ رہے گی۔ کیونکہ بہرحال مسجد ہذا ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ مسجد کی نگہداشت، امامت وغیرہ کے اخراجات کے لئے ایک مستقل سرمایہ کی ضرورت ہوگی۔ تاکہ اس سرمایہ سے ضروریات کا ارتفاع ہوتا رہے۔

اس سپاسنامہ کے اختتام سے پیشتر ہم اس مسرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضور کے ہمراہ رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری صاحب موجود ہیں جن کی سرپرستی میں ایک مدت تک حیدرآباد کا صیغہ مال رہا ہے اور جس کو آپ نے نہایت کامیابی سے سرانجام دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آنریبل موصوف مسجد نظامیہ کے معاملات میں ہمدردانہ دلچسپی لیتے رہینگے

ہم ہیں حضور ــــــــــــ کے ادنے خدام

عبدالقادر صدر — حافظ وہبہ ٹرسٹی

ڈاکٹر محمدی ٹرسٹی — عقیل جنگ ٹرسٹی

الحاج علی رضا ٹرسٹی

مسجد نظامیہ کا پیش خیمہ مسجد ووکنگ

مسجد نظامیہ کی تعمیر فی الحقیقت ووکنگ مسلم مشن کے اراکین کی مساعی جمیلہ کی شرمندۂ احسان ہے۔ سرزمین انگلستان میں باراول بانی ووکنگ مسلم مشن حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کو ہی مسجد کی ضرورت کا احساس ہوا تھا۔ دراصل مسجد ووکنگ، مسجد نظامیہ کا ایک پیش خیمہ ہے۔ الفاروق لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا قبول اسلام خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔ افسوس آج بعض مسلم احباب غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں معرض بیان نہیں۔ اظہر من الشمس ہیں۔ اس حقیقت نفس الامری سے کون انکار کرسکتا ہے کہ آج دنیا کا کوئی ادارہ بھی ووکنگ مسلم مشن کا ہم پلہ نہیں۔ ۲۵ سالہ خدمات سے اس دعوے کا اثبات ہوسکتا ہے۔

(از مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون۔ قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل۔ کان اکثرھم مشرکین۔ فاقم وجھک للدین القیم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ یومئذ یصدعون من کفر فعلیہ کفرہ ومن عمل صالحا فلانفسھم یمھدون ۵

(ترجمہ) تباہی خشکی اور تری میں ظاہر ہوئی۔ بسبب اس کے کہ انسانوں کے ہاتھوں نے کیا ہے۔ (یعنی عوام کے گناہوں کے سبب سے) کہہ (اے رسولؐ مشرکوں سے) خشکی میں سفر کرو اور اپنے سے پہلے لوگوں کا حشر دیکھو۔ ان میں سے اکثر مشرکین تھے۔ اور اپنے آپ کو سیدھے رستہ پر لگاؤ پیشتر ازیں کہ خدا کی طرف سے وہ دن آئے جو نہ لوٹایا جا سکے۔ اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔ جو کوئی کافر ہوگا۔ اس کی جزا کفر اور جو کوئی نیک کام کرے وہ اپنی روح کے لئے (بہشت کا سامان) تیار کرتے ہیں۔ (قرآن کریم سورہ الروم آیت ۴۰ تا ۴۳)

اے ایمان والو! مجھے نہیں معلوم آپ میں سے کس قدر حضرات کو وقت کی نزاکت کا احساس ہے وہ نزاکت وقت جس میں دنیا کی مہذب اقوام کے افراد کی حیثیت سے ہم مبتلا ہیں۔ اس حقیقت نفس الامری کے اعتراف سے ہم پہلوتہی نہیں کر سکتے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں نے زمانہ کی رفتار کا نہایت سرد مہری سے مشاہدہ کیا ہے۔ ہم جہاد للبقا میں بنی نوع انسان کے رہنما نہیں رہے۔ ہماری وہ حالت نہیں رہی جو اب سے قریباً تین سو سال پیشتر تھی جبکہ مغرب نے زندگی کے طرز جدید کی داغ بیل نہیں ڈالی تھی۔ ہمارے جمود کے دوران میں دنیا نے مختلف حیثیات سے کافی ترقیاں کی ہیں۔ لیکن یہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ باایں ہمہ مغربی تہذیب کا اندرونی معاشرتی شیرازہ منتشر ہے۔ شاید کسی تہذیب دیگر کی سیاسی جماعت کے عناصر چنداں ہلاکت میں گرفتار نہ ہوئے ہوں۔

واضح ہو کہ ہمارے پیشوائے مدنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے وہ زمانہ بھی عہد حاضر سے ملتا جلتا تھا۔ مسیحیین کی مساعی شاقہ کے باوجود روم کی تہذیب اپنے شاندار مستقبل کا ایک بدنما نقشہ تھی۔ مشرق و مغرب کا تمدن بھی ناگفتہ بہ حالت میں تھا۔ یہ نہیں کہ ان قدیم اقوام میں ذہنی قوت کا فقدان تھا۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ روحانی نور جو انسان کے جذبات کو منزہ کرتا ہے ان میں مفقود تھا۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس روحانی نور کی ضیا پاشی کی اور وہ تباہی جو بحر و بر میں رونما ہو گئی تھی تنظیم اور باضابطگی میں تبدیل ہو گئی۔ تمام مختلف تہذیبوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ ازسر نو جگمگا اٹھے اور بنی نوع انسان اپنی کوتاہیوں کے باوجود شاہراہ ترقی پر گامزن ہوئی۔

اس وقت کا تعین کہ ہم مسلمان کب سے اپنی روحانی طاقت سے بنی نوع انسان کو متاثر نہیں کر رہے دشوار ہے۔ غالباً ہم اپنے سیاسی زوال کے بعد روحانی تجلیات کے مراکز رہے ہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ موجودہ دور میں ہم بجائے اس کے کہ مغرب کو کچھ فائدہ پہنچائیں خود مغرب ہی کو قبلۂ حاجات خیال کئے بیٹھے ہیں۔ بنی نوع انسان کے لئے اس سے زیادہ غم انگیز اور کیا امر ہو سکتا ہے۔ معزز سامعین میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مغرب نے باطن میں اس حقیقت کا احساس کر لیا ہے کہ موجودہ رو بہ انحطاط تہذیب کی نجات کا ذریعہ اسلامی اقوام کی روحانیت اور معاشرتی جذبات ہیں۔

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مسلمانی نہیں کہ ہم خاموش رہیں اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوں۔ ہمیں قرآن کریم کی آیت ذیل کا مفہوم ذہن میں رکھنا چاہیئے۔

کذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔

(ترجمہ) اس طرح ہم نے تمکو ایک معتدل قوم بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کو شہادت دینے والے ہو۔ اور کہ رسول تم کو شہادت دینے والا ہو۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل تھے۔ لیکن آپ دائمی زندگی لے کر نہیں آئے تھے۔ دنیا میں مصائب کا نزول یقینی تھا۔ پھر آپ کی غیر موجودگی میں اعلائے کلمۃ الحق کا کون ذریعہ ہو۔ قرآن کریم میں صریحاً ارشاد ہے۔ پیروان نبی محترم۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تعمیر کے لئے قرآنی تعلیمات

ہی صرف نہیں چھوڑیں بلکہ آپ کی اپنی زندہ مثال بھی ہماری ہدایت کے لئے باقی ہے۔ ایسی مثال جو کہ تاریخی نقطہ نگاہ سے عدیم النظیر ہے۔ فی الحقیقت بنی نوع انسان کو مذہبی اصول اور روحانی جذبات سے مستفیض کرنا ہمارا فرض ہے۔ تہذیب عالم رو بہ انحطاط ہے۔ لہذا توجہ لابدی ہے۔

نوٹ :- یہ خطبہ مورخہ ۲۸ ؍ مئی ۱۹۳۲ء کو مسجد ووکنگ میں دیا گیا۔ ہز مجسٹی شاہ فاروق بھی سامعین میں شامل تھے۔

خطباتِ غربیہ

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبات ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے متعارف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ قیمت مکمل سٹ تعدادی ۶ کاپی بلا جلد نو آنے (۹؍) مجلد بارہ آنے (۱۲؍)

سلک مروارید

یہ ان دس معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۲ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۲؍ مجلد عہ ؍

ضرورت الہام

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی والہام کے وجود سے انکاری ہیں اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں اس کتاب میں سائنٹفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ الہام کی اشد ضرورت ہے اور رہبر مذہب الہامی مذہب ہے۔ قیمت بلا جلد ۸ مجلد ۱۲؍ ملنے کا پتہ مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

زکوٰۃ

(از جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ)

زکوٰۃ درحقیقت ایسا اہم مسئلہ ہے جس میں اسلام اور پرستاران اسلام کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔ زکوٰۃ کا اسلام کے اساسی اصولوں میں شمار ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں پر اس کو فرض قرار دیا ہے۔ ذاتی خیرات وصدقات کے علے الرغم جن کا تعلق منفردات سے ہے۔ زکوٰۃ ایک عالمگیر قومی مفاد کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت میں اور نیز مابعد خلفائے راشدین کے زمانہ خلافت میں ہر صاحب نصاب کی آمدنی کا چالیسواں حصہ بیت المال میں بمد زکوٰۃ جمع کیا جاتا تھا۔ حضرت رسول اکرم صلعم زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے افسروں کا تقرر فرمایا کرتے تھے۔ رسالتمآبؐ کے وصال کے بعد بعض قبیلوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ سے اپنی رقوم زکوٰۃ کو اپنے حسب منشا صرف کرنے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے اس درخواست کو مسترد کر دیا۔ حتیٰ کہ شدت کے ساتھ ان قبیلوں کے خلاف احتجاج کیا گیا اور انجام کار فوج کشی تک نوبت آئی۔

ایک مسلم صدقہ وخیرات اپنی مرضی کے موافق خرچ کر سکتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ جو ایک اہم فریضہ اور گویا کہ خدائی ٹیکس ہے۔ وہ ضرور انہی اغراض پر صرف ہونی چاہیئے جن کے متعلق قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے یعنی جس سے مسلمان من حیث القوم مستفید ہوں۔

انتہائی بدقسمتی ہے کہ آج مسلمانوں کے قومی مال ومتاع، دولت وثروت، قوت واقتدار کا عظیم الشان سرچشمہ قریب قریب خشک نظر آتا ہے۔ کاش اس کی موجوں سے قوم کی کھیتی سرسبز وشاداب ہوتی اور ہم بھی ان چند قطرات سے بہرہ اندوز ہوتے جو بہت جلد ریتلی زمین میں جذب ہو کر معدوم محض ہو جاتے ہیں۔

مقام تاسف ہے کہ اسلام کا یہ ارفع واعلیٰ منظم نظام اس قدر مخدوش ہو گیا ہے کہ ماہ رجب المرجب کی آمد سے پیشتر ہی ہزار ہا قوی ہیکل افراد جو اپنی روزی بخوبی کما سکتے ہیں کاسۂ گدائی ہاتھوں میں لیئے

حشرات الارض کی طرح اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور جا بجا ہندوستان کے صاحب نصاب مسلمانوں کی جیبوں پر گویا زکوٰۃ کے پردہ میں... ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ شریف اور محبوبندگان دین ان کے دام فریب میں آجاتے ہیں اسلام میں اس قسم کے مصرف زکوٰۃ کا ذکر فکر بھی نہیں۔ اصول زکوٰۃ کا مقصد اور نے تو محض مسلم جماعت کی فلاح وبہبود تھی نہ کہ دریوزہ گری۔ ایسے علماء ومقررین کو جو شہر بشہر محض فراہمی زکوٰۃ کی خاطر گشت کرتے ہیں زکوٰۃ دینا احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔

ماہ رجب المرجب میں ہی مسلمان اپنی زکوٰۃ کا عموماً حساب کرتے اور اس کی تقسیم کرتے ہیں۔ اگر اس ماہ مبارک میں زکوٰۃ باضابطہ فراہم کی جائے اور قرآن کریم کے حسب الحکم اس کو صرف کیا جائے تو بہت سی قومی ضروریات رفع ہو سکتی ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی میں زکوٰۃ پر کافی سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف مقرر ہیں۔ ذیل میں وہ آیات قرآنی ملاحظہ ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے فریضہ زکوٰۃ پر مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے۔ اہل نصاب حضرات غور فرمائیں اور دیکھیں۔ آیا ان کی رقوم زکوٰۃ کا احکام قرآنی کے ماتحت مصرف ہوتا ہے یا نہیں۔

انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب و الغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ ط واللہ علیم حکیم ۝

(ترجمہ) صدقات صرف ان ناداروں کے لئے ہیں اور مسکینوں (کے لئے) اور کارکنوں (کے لئے) جو ان (صدقات) پر مقرر ہیں اور (ان کے لئے) جن کی تالیف قلوب ضروری ہے اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں (کے لئے) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے (کے لئے) اور مسافروں (کے لئے) یہ اللہ کی طرف سے ضروری ٹھیرایا گیا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (سورۃ التوبہ۔ آیت ۶۰)

زکوٰۃ کے ضروری آٹھ مصارف میں سے جو آیت بالا میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں ایک مصرف کارکنوں کے لئے مخصوص ہے۔ جو ان صدقات کی فراہمی پر متعین ہیں ان الفاظ سے قرآن کریم کی منشاء اظہر من الشمس ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کی جائے۔ قرآن حکیم کے مقدس الفاظ میں اس امر کی جانب صریح اشارہ ہے کہ زکوٰۃ کا ۱/۲ حصہ یعنی مصارف نمبر ۳۔ ۴ اور ۷۔ اسلام کی اشاعت اور دشمنان اسلام کے بالمقابل اسلام کی حفاظت کے لئے ہیں۔ یہی اغراض ہیں جن کے لئے ہم نے تحریر ہذا میں آپ کو متوجہ کیا ہے۔

فی زمانا اشاعت اسلام دنیا میں مسلمانوں کے لئے مستقدمات سے ہے۔ سخت غیرت وافسوس کا مقام

ہے کہ مسیحی مناد اور زعمائے کلیسائی۔ اسلام کی تضعیف و تخریب کے در پے ہیں۔ از روے حسد تعلیمات اسلامی کی غلط بیانی ان کی فطرت ثانوی ہو چکی ہے۔ حضرت پیغمبر اسلام صلعم، کو نہایت ہی بدنما اور بدزیب لباس میں عوام کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ آسمان اسلام پر غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کے تاریک بادل چھائے ہوئے ہیں لہذا اقتضائے وقت یہ ہے کہ مسلمان اپنی رقوم زکوٰۃ کی مدات تبلیغ اسلام اور حمایت دین متین کیلئے وقف کر دیں۔ آج دنیا اسلام کی طرف راغب ہے اور نہ معلوم کتنی ارواح سعیدہ اضطراری حالت میں تشنہ کام اور قبول اسلام کے لئے قریب قریب بے اختیار ہونگی۔ لیکن ہم مسلمانوں کی بے اعتنائی اور عدم توجہی کے باعث وہ قعر ضلالت و ذلت میں آوارہ و پریشان ہیں۔

اگر ہمارے مشن کے پاس کافی سرمایہ اور مالی ذرائع ہوں تو ہم ان مشتاقان اسلام تک جو دنیا کے مختلف گوشوں میں اس وقت موجود ہیں اسلامی ادبیات کا ایک کثیر حصہ پہنچا سکتے ہیں۔ ہم ایک قلیل عرصہ میں تمام عالم میں ایک انقلاب عظیم برپا کر سکتے ہیں۔ مشن کی خدمات اسلامی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اس نے جب سے اس مقدس کام کا بیڑا اٹھایا ہے تب سے ہی اسے کامیابی ہو رہی ہے۔ مزید مالی استحکام سے مشن کی خدمات اور بھی زیادہ مثمر اور معجز نما ثابت ہو سکتی ہیں۔ ربع مسکوں کا ایک کثیر حصہ اسلام کی دلکش اور دلربا تعلیم پر مفتون ہو چکا ہے جس کی وجہ اس مشن کی مسلسل تبلیغی نشر و اشاعت ہے لیکن ہنوز تشنہ ہے۔ کاش مسلمان اٹھیں اور تشنگان توحید کی تسکین و راحت کے لئے کارسقائی انجام دیں۔ یہ وقت مسلمانوں کی غفلت و سہل انگاری کا نہیں۔ بحر کفر و ضلالت کا سیلاب بے پناہ اور صحرائے جہالت و گمراہی کا طوفان محشر خیز چہار دانگ عالم پر مسلط ہے۔ مخلوق خدا علم و بصیرت سے ناآشنا۔ فہم و فکر سے عاری، تہذیب و تمدن کے لئے چارہ ناچار کوشاں ہے۔ اندریں حالات، حالات زمانہ مقتضی ہیں کہ اس وقت دنیا کو قرآن کریم کی نورانی تعلیم سے منور کیا جائے۔ اور مخلوقات خداوندی کو ان آلائشات سے منزہ کیا جائے جن میں وہ اپنی نادانی کے باعث ملوث و آلودہ ہیں۔

درانحالیکہ دنیا کے تمام دیگر مذاہب کے پیرو قبول اسلام کے لئے دل سے متمنی ہیں اور اپنے عقائد سے متنفر ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کی تبلیغ اسلام سے بے پرواہی سراسر کفران نعمت ہے۔ ان سے روز قیامت ضرور اس کی بازپرس ہوگی۔

مسلمانوں کو دور و دراز مقامات میں اسلام کا روح پرور اور مسرت انگیز پیغام پہنچانے کا دل سے تہیہ کر لینا چاہئے دنیا کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زریں حالات زندگی سے روشناس کر کے تدین و تقوائے۔ علم و رشد

ہدایت و تورع کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہیے۔ یہ امر اسی صورت میں پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے اگر مسلمانوں کے دلوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا احساس پیدا ہو جائے۔ وہ اس اہم رکن اسلام کی اہمیت کو سمجھ لیں۔ وہ اپنے صدقات نذر و نیاز، خیرات کو غیر مستحق ہاتھوں میں دینے کے بجائے اسلام کی اشاعت میں صرف کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمودہ احکامات زکوٰۃ پر عمل پیرا ہو کر اسلام کی اشاعت کے فنڈ کو مستحکم کریں۔

اس امر کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں کہ ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی جدوجہد بفضلہ ان تمام قومی تحریکات کے بالمقابل کامیاب رہی ہے۔ جو گزشتہ بائیس سالوں میں مسلمان بھائیوں نے اپنی فلاح و بہبود کے لئے جاری کیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالوگوں نے بہت بری طرح سے ہم کو جدوجہد میں زک پہنچایا۔

الغرض یورپ، امریکہ، بلکہ کل دنیا میں تبلیغ اسلام کا ذریعہ محض اس وقت اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانہ پر اشاعت ہے اور اس کام میں بفضلہ ووکنگ مسلم مشن کی مساعی جمیلہ مثمر ہو رہی ہیں لہذا اس وقت ووکنگ مسلم مشن آپ کی زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی پچیس سالہ اسلامی خدمات محض زبانی جمع خرچ یا ملمع سازی نہیں۔ یہ مشن قیاسی یا وہمی ادارہ نہیں۔ مشن ان امور سے بالاتر ہے۔ بائیس سالہ عرصہ میں مشن نے جو اسلامی خدمات سر انجام دی ہیں وہ پوشیدہ و مخفی نہیں۔ ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ دنیا بھر میں اگر کوئی ادارہ عالمگیر اور وسیع پیمانہ پر اسلام کی اشاعت کر رہا ہے تو وہ یہی ایک ادارہ ہے۔ کوئی دوسرا تبلیغی ادارہ اس کے ہم پلہ نہیں۔ جو فریضہ یہ تبلیغی ادارہ سر انجام دے رہا ہے کسی اسلامی سلطنت میں بھی اس کی مثال نہیں اور نہ کسی اسلامی ریاست میں۔ اس ادارہ نے لاکھوں کی تعداد میں نہایت مفید اور مسکت اسلامی لٹریچر شائع کیا ہے جس کی مفت تقسیم کی جاتی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی کاپیاں ہر ماہ انگلستان، یورپ، امریکہ، افریقہ، اسٹریلیا، جاپان اور دیگر ممالک کی مشہور لائبریریوں کو مفت ارسال کی جاتی ہیں۔ تبلیغ اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حفظ ناموس کی خاطر یہ مشن ہر ماہ کئی کئی انگریزی رسائل، پمفلٹ اور ٹریکٹ طبع کرا کر کل ممالک میں مفت تقسیم کرتا ہے۔

اس مشن نے دنیا بھر کے بہت سے اہم مقامات پر اسلامی ادبیات کے مفت تقسیم کرنے کے لئے مرکز قائم کر دئیے ہیں مشن کے مبلغین شبانہ روز اغراض مشن کی تکمیل میں منہمک رہتے ہیں۔ ان پیہم مساعی سے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یورپ اور امریکہ میں کچھ بندگان خدا ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن کی آنکھیں اب کھل رہی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ دینی اور دنیوی ضرورتوں کا کفیل اور دنیا کے ہر درد کی دوا یا مداوا اگر کوئی مذہب ہو سکتا ہے تو وہ مسیحیت نہیں بلکہ فقط اسلام ہے جس کے علم کو مسیحی دنیا کی فضا اب آہستہ آہستہ بوسہ دے رہی ہے۔ اس

امن و آشتی کے مذہب کی تبلیغ سے دنیا صلح و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گی۔ دنیا کو جنگ و جدل کے خونخوار عفریت سے پناہ اور نار جہنم سے نجات مل جائے گی۔ تمام مخلوق خدا ایک ہی خاندان کے افراد نظر آئیں گے۔

اس لئے آپ سے مودبانہ درخواست ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ووکنگ مسلم مشن کو فراموش نہ فرمائیں۔ اشاعت اسلام کا یہ عظیم الشان کام جو ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ سرانجام پذیر ہو رہا ہے۔ آپ کی زکوٰۃ صدقات، خیرات کا بہترین مصرف ہے۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری صاحب ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ فرماکر داخل حسنات ہوں۔

ذیل میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جن میں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۵ وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۵

(ترجمہ) تم راستبازی کو ہرگز حاصل نہ کرو گے۔ یہاں تک کہ اس سے خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو گے تو اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔ (آل عمران آیت ۹۱)

ھآانتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ج ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ ط واللہ الغنی وانتم الفقراء ج وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم لا ثم لا یکونوا امثالکم ۵

(ترجمہ) دیکھو تم لوگ جو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پس تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے۔ اور جو کوئی بخل کرتا ہے وہ صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوائے کسی اور قوم کو بدل کر لے آئے۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں۔ (سورہ محمد آیت ۳۸)

خادم

(خواجہ) عبدالغنی

سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

مغرب کی تمدنی زندگی کی دوبارہ تعمیر کا ذریعہ

(از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

زکوٰۃ پانچ ارکان اسلام میں سے ہے دنیا میں کوئی شخص صرف اپنے نفس ہی کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسے کسی اصول اور نصب العین کو پیش نظر رکھ کر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اور ایک مسلم کا سب سے بڑا نصب العین اللہ تعالےٰ کی عبودیت اور اس کی رضا کو دنیا میں قائم کرنا چاہیئے۔

کوئی شخص دنیا میں صرف اپنے آپ ہی زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ بلکہ ایک سوسائٹی کا ممبر ہونے کی حیثیت سے صدیوں کی بنی ہوئی تہذیب و شائستگی کا مسالہ اسے مل گیا ہے۔ اور وہ اس حفاظت سے فائدہ اٹھا رہا ہے جو قوم کی متحدہ زندگی اور رضا سے اسے حاصل ہوئی ہے۔ انسانی تاریخ کا ایک نہایت شاندار باب وہ ہے جو اسلام نے تیار کیا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے جو بہترین اور دیرپا ثابت ہو رہی ہے۔ آج مسلمان قوم ایک عارضی وقفہ کے بعد پھر اپنی زندگی کا ثبوت دے رہی ہے۔

اس نصب العین کے حصول کے لئے جس کی تائید کے لئے اسلام کھڑا ہے کم از کم حصہ جو ایک مسلمان لے سکتا ہے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ اور یہی وہ کم از کم قیمت ہے جو تہذیب و حفاظت کی ان برکات کے لئے اسے ادا کرنی پڑتی ہے جو اسلامی سوسائٹی سے اسے عطا ہوئی ہیں۔

یہ امر کہ قرآن کریم نے خود زکوٰۃ مقرر کی ہے۔ اس سے اس کا حکمت الٰہیہ کے مطابق ہونا ظاہر ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کی شکر گزاری کا موجب ہونا چاہیئے۔ آج ہم نا اتفاقی اور بگڑے ہوئے حالات میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ تک تو اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کا جوش خطرناک طور پر سرد ہو چکا تھا۔ اور اسلامی ثقافت کے پہلو میں تنزل کے آثار پیدا ہو چکے

تھے بہ الفاظ دیگر مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسلامی ثقافت اور مذہب خطرے کی حالت میں تھا۔

لیکن وہ ادارہ جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس عام تنزل اور بداخلاقی کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا کی وہ ووکنگ مسلم مشن ہے۔ اس نے نہ صرف مسلمان قوم میں اسلام کے فراموش شدہ نصیب العین کے لئے روح پیدا کی ہے بلکہ ان میں متحدہ طور پر عمل کرنے کی خواہش پیدا کی ہے۔ جس کے بغیر کوئی قومی زندگی ممکن نہیں۔

ووکنگ مسلم مشن کی سرگرمیوں نے تمام دنیا کی مسلمان قوم کے خیالات میں جوش وہیجان پیدا کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں از سر نو یہ امید بھر دی ہے کہ اسلام کی ثقافت اور روحانی طاقت پھر عود کرے گی۔ کیونکہ اس مشن کا یہ اعلان شدہ مقصد ہے کہ مغرب کی ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی جنگیں ہی زیادہ تر مسلمانوں کی نااتفاقی کا موجب ہوئی ہیں۔ تمدنی زندگی کی تعمیر دوبارہ اسلامی اصولوں کے مطابق عمل میں آئیگی۔

اس لئے یہ کوئی ناواجب مطالبہ نہیں کہ ہم قوم سے یہ درخواست کریں کہ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا پورے طور پر بندوبست کریں۔ اور کم از کم اس کا نصف حصہ مشن کے فنڈ کی تقویت کے لئے دیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مشن کا فنڈ قوم کی عام لاپرواہی کی وجہ سے کچھ زیادہ مضبوط نہیں۔

ہم پبلک کو جہاں تک ممکن ہے اپنی سرگرمیوں سے مطلع کرتے رہے ہیں۔ یقین کیجئے کہ ہمارے خیالات نری خوابیں ہی نہیں ہیں۔ امید ہے کہ آپ نہ صرف اپنی ہی زکوٰۃ کا ایک حصہ بھیجینگے بلکہ اپنے دوستوں اور واقفوں کو بھی اپنی شاندار مثال کی تقلید اور پیروی کی ترغیب وتحریص دینگے۔

خدا کرے ہم سب میں وہ قوت ارادی پیدا ہو جائے جس کا ایک ایسے زمانہ میں اس مقصد کی تکمیل وتائید کے لئے پیدا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جو ہماری موجودہ نسل کی تاریخ میں نہایت نازک لیکن نہایت دلچسپ زمانہ ہے۔

برادرانِ اسلام

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

بیدار مغز برادران اسلام کی دریا دلانہ اخلاقی و مالی امداد شرمندۂ بیان نہیں۔ ووکنگ مسلم مشن کی روز افزوں ترقی حقیقتاً آپ کی متواتر کرم فرمائیوں کا نتیجہ ہے۔ سابقہ اعانت کی بنا پر ہم آپکی خدمت میں ایک عاجزانہ درخواست کرتے ہیں۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

مغربی حلقہ میں استقلال کی قدر و منزلت ہے۔ گزشتہ پچیس سال میں ووکنگ مسلم مشن کے اراکین کی پیہم اسلامی مساعی سے اہل برطانیہ کو اس امر کا کامل یقین ہو گیا ہے کہ انجام کار سرزمین مغرب میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کو ہر ممکن طریق سے تقویت دی جائے۔ اس کی تبلیغی سرگرمیاں نہایت منفعت بخش ثابت ہوئی ہیں۔ کم از کم دس ہزار اسلامک ریویو کی کاپیاں مغربی کتب خانوں میں مفت جائیں۔ ہماری اسلامی مطبوعات اگر کثرت سے مغربی حلقہ میں تقسیم ہوں تو کافی شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اہل مغرب کی رغبت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

ہم مسلمان اپنی پنجوقتہ نمازوں میں اھدنا الصراط المستقیم کا ورد کرتے ہیں یعنی اے خدا تو ہمیں سیدھے رستہ پر لا۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ موجودہ مغربی حالت متقاضی ہے کہ ہم تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھائیں۔ سرزمین انگلستان میں تبلیغ اسلام ایک ضرورت وقت ہے۔ اندریں حالات اگر مسلم بھائی ہمیں مالی تقویت پہنچائیں تو اس سے اہم قربانی اور سیدھا رستہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

ووکنگ مسلم مشن آپ کی خیرات، صدقات، زکوٰۃ کا زیادہ مستحق ہے۔ میں عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان مدات کا مصرف ووکنگ مسلم مشن کو ٹھہرائیں۔ مسجد ووکنگ کا قیام و ووکنگ مسلم مشن کی امداد کا محتاج ہے مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامک ریویو اور اس اسلامی لٹریچر کی اشد ضرورت ہے جو آئے دن مسجد ووکنگ سے شائع ہوتا رہتا ہے۔ اگر ریویو کی دس ہزار کاپیاں سال بھر یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں مسلسل جاتی رہیں تو ایک انقلاب عظیم پیدا ہو سکتا ہے۔

خادم:- خواجہ عبد الغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

قرآن کریم کا تخیل اللہ تعالیٰ کے بارے میں

(از جناب شیخ مشیر حسین قدوائی بیرسٹرایٹ لاء)

(بہ تسلسل جلد ۲۳ نمبر ۸)

اللہ تعالے جل جلالہٗ کے دو اسماء الرّب اور الرحمٰن کے علاوہ بعض اور اسماءِ حسنٰی بھی ہیں جو صاحبان دانش وبنیش کے لئے صفات باری تعالے عزاسمہٗ کے سمجھنے میں بہت کچھ ممد ومعاون ہو سکتے ہیں۔ وہ اسمائے حسنٰی یہ ہیں:-

المھیمن - یعنی وہ جو دوسروں کی خطرے کے وقت حفاظت کرتا ہے۔

الخالق - یعنی پیدا کرنے والا۔

الرقیب - یعنی نہایت غور سے دیکھنے والا۔

البارئ - یعنی پیدا کرنے والا یا بنانے والا۔

الحافظ - یعنی حفاظت کرنے والا۔

المصوّر - یعنی تصویر بنانے والا کسی چیز کا گھڑنے والا یا بنانے والا۔ یا نقشہ کھینچنے والا۔

الحکیم - یعنی حکمت والا۔ دانا۔

الخبیر - یعنی ہر چیز سے واقف اور خبردار۔

المبدی - یعنی ابتداء یا شروع کرنے والا۔ (سبب اولیٰ)

المحی - یعنی زندگی کا دینے والا۔ زندہ کرنے والا۔

الجبار - یعنی اپنی مرضی کے مطابق دوسروں سے کام کرانے والا۔

الحی - یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والا۔

المعید - واپس لوٹانے والا۔

القیوم - بذاتہٖ قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والا۔

المقدم - وہ جو دوسروں کو تقدیم وترجیح دیتا ہے۔

الازلی - ہمیشہ سے قائم۔

الباعث - پھر اٹھانے والا۔

الباقی - ہمیشہ رہنے والا جسپر فنا نہ آئے۔

الممیت - موت وارد کرنے والا۔

الاول - سب سے پہلے موجود - سب سے اول۔

الاٰخر - سب سے بعد رہنے والا۔

ایک سائنسدان کو نظامِ شمسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اس قدر دور جانے کی بھی ضرورت نہیں وہ اپنے نفس پر ہی ایک نظر غائر ڈالے اور اپنے آپ سے مندرجۂ ذیل سوالات کرے۔ یہ وہی سوالات ہیں جو قرآن مجید نے انسان کی عقل و فہم کو تیز کرنے کے لئے اس سے کئے ہیں۔

ام خلقوا من غیر شیءٍ ام ھم الخالقون ہ ام خلقوا السموات والارض بل لا یوقنون۔ ام عندھم خزائن ربک ام ھم المصیطرون۔ (سورہ الطور)

کیا وہ کسی چیز سے پیدا نہیں کئے گئے؟ کیا وہ اپنے خالق آپ ہیں؟ کیا انہوں نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے؟ نہیں نہیں وہ کچھ یقین نہیں رکھتے۔ کیا وہ خدا کے خزائن اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں؟ یا وہ مسلط ہیں؟

اور قرآن مجید ببانگ دہل یوں چیلنج دیتا ہے:۔

ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذباباً ولو اجتمعوا لہ ط وان یسلبھم الذباب شیئاً لا یستنقذوہ منہ ط ضعف الطالب والمطلوب ہ ما قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیز ہ (سورہ الحج)

ترجمہ - اور جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (خواہ وہ مشرکین کے بت ہوں یا دوسرے مذاہب کے تجویز کردہ خدا کے "بیٹے" اور "بیٹیاں" ہوں یا انسان جن کو خدا مانا جاتا ہے یا سائنسدانوں کا "مادہ" اور "طاقت" ہو) وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو وہ سب اس کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ انہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا جس طرح اس کے پہچاننے کا حق ہے اور بے اللہ طاقتور غالب ہے۔

یہ امر ہر ایک شخص پر واضح ہے کہ کوئی شخص، کوئی جماعت، کوئی قوم اس بات کا دعوے نہیں کر سکتی کہ وہ اس

دنیا کے تمام واقعات وحالات کا علم تام رکھتی ہے۔ ایسی چیزیں بے انتہا ہیں جو اب تک انسان کے تصرف کے احاطہ سے بالکل باہر ہیں۔ حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور دنیا میں کسی جاندار کو ایسے قوائے ذہنی وعقلی نہیں دیئے گئے جیسے کہ انسان کو۔ پس اس دنیا کا موجودہ نظام یا بالفاظ دیگر اس عالم کا مقررہ قوانین وقواعد کے مطابق ایک منظم طریق پر چلنا اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ لازماً ایک عظیم الشان ہستی ہے جو انسان سے بالاتر ہے۔ اور جو تمام کائنات پر حکمران اور تمام واقعات وحالات اس کے احاطۂ قدرت میں ہیں۔

جس چیز، جس طاقت، اور جس شے کو سائنسدان اور فلاسفر غور وخوض کے بعد تجویز کریں گے اسی کو اسلام خالق رب اور محیط کل تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے۔ بشرطیکہ ایسا خالق یا ایسا صانع۔ ایسا رب یا ایسا محیط کل، تمام عیوب ونقائص سے منزہ اور کلی طور پر پاک ہو اور جامع جمیع صفات حسنہ اور تمام خامیوں اور کمزوریوں سے کلیتہً مبرّیٰ ہو۔ اسلام ایسے خدا کو پیش کرتا ہے جو کمالات ظاہری وباطنی کا اعلیٰ درجہ الاتم مالک ہو اور اپنی صفات میں بے نظیر و بے مثل ہو۔ یہ تخیل خدا کا فی الحقیقت نہایت عظیم الشان اور غایت درجہ ارفع واعلیٰ ہے۔ اب اس تخیل پر کسی بیشی کی ضرورت نہیں۔ اور جب خدا کے ایسے تخیل پر یقین کیا جائے۔ تو یہ فی نفسہ ایک حقیقت مبنیہ ثابتہ مسلمہ ہے جس کے لئے بیرونی دلائل وشواہد کی ضرورت نہیں۔ یہی تخیل خدا کا ایسے بہت سے پیچیدار عقدوں کو اور رازہائے سربستہ کو منکشف کر دیتا ہے جن کا تعلق اس کائنات اور اس کے نظام سے ہے۔ ہر ایک سائنسدان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اقلیدس اپنی سائنس کو کبھی معرض وجود میں نہ لا سکتا اگر کوئی حقیقت ثابتہ مسلمہ اس کے سامنے نہ ہوتی۔ آپ ایک مثلث متساوی الساقین کے دو ضلع اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ یہ تیسرے ضلع سے بڑے ہیں ناپ سکتے ہیں لیکن جب تک آپ "پوائنٹ" یا "نقطہ" کی مسلمہ تعریف پر یقین نہیں رکھتے آپ کبھی بھی "مسئلہ ثبوت طلب" کو ثابت نہیں کر سکتے اسی طرح جب تک آپ اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور ان صفات حسنہ پر جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہیں ایمان نہیں رکھتے اس وقت تک اس کائنات کے رازہائے سربستہ اور اس کی حقیقت اور کنہہ آپ پر کبھی منکشف نہیں ہو سکتی اس حقیقت مبنیہ ثابتہ مسلمہ پر ایمان لانے کے بعد ہمیں اس عالم کی کنہہ سمجھنے کے لئے اپنی عقل کو کام میں لانا چاہئے

قرآن مجید فرماتا ہے:-

"وصّٰکم بہ لعلکم تعقلون (سورۃ الانعام آیت ۱۵۲) یعنی اس کام کو حکم دیتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔" شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ یعنی علم کے بغیر خدا کو پہچاننا ناممکن ہے مسلمانوں کو قرآن کا حکم ہے کہ تمام چیزوں کو سمجھنے کے لئے اپنی عقل سے کام لیں۔ حتیٰ کہ خدا پر ایمان لانے میں بھی

عقل خدادا استعمال کریں۔

یہ امر کہ خدا کا یہ تخیل جو اسلام نے پیش کیا ہے سیاسی، مدنی اور اخلاقی طور پر بنی نوع انسان کے لئے انتہا سُود مند ہے اس کا ثبوت مسلمانوں کی اس معجز نما ترقی سے ملتا ہے جو انہوں نے ایک قلیل عرصہ کے اندر کی۔ نیز اس کا ثبوت ان مدنی اور اخلاقی انقلابات سے ملتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے ان کے زمانہ ہی میں رونما ہوئے جبکہ مسلمان قوم خدائے بزرگ و برتر پر ایک کامل اور راسخ ایمان رکھتی تھی۔ ایسا ایمان کہ پہاڑ بھی اس کے سامنے پرکاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسی خدائی تخیل کی بنیاد دل پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم پیدا کی جو نمونہ کا کام دے سکتی ہے۔ اور درحقیقت یہ ایک بے نظیر نمونہ تھا۔ دُنیا نے لاکھوں پلٹے کھائے۔ اور کروڑوں انقلاب اس پر آئے لیکن ہمت و شجاعت میں، محبت و مودت میں، اخلاق میں، ذہنی اور علمی کمالات میں اور فتوحات ملکی میں ایسی قوم کہیں نظر نہیں آتی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے اسی تخیل کی بنا پر ایک "عالمگیر سلطنت" کی بنیاد رکھی جو تاریخ عالم میں بلحاظ اس امر کے کہ ہر ایک شہری کا خیال اور اس کی بہبود و سود کا فکر اس کے مد نظر تھا اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ جسقدر زیادہ شدومد سے مسلمان خدا کے اس تخیل پر ایمان رکھتے تھے جو قرآن نے پیش کیا ہے اسی قدر زیادہ خوش حال اور با اقبال ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے ذہنی قوٰے اور ان کی عقل زیادہ تیز ہو گئی۔ یوں کہنا چاہیئے کہ ایک نئی دُنیا پیدا ہو گئی۔ جو کیا بلحاظ مذہبی اعتقادات کے، کیا بلحاظ، سیاسی تمدنی اقتصادی اور اخلاقی مقاصد کے نئی تھی۔ بالفاظ دیگر ایک نئی تہذیب، ایک نیا تمدن ایک اقل عرصہ کے اندر معرض وجود میں آگیا۔

اپنی کتاب "The new world of Islam" کے دیباچہ میں ڈاکٹر سٹوڈرڈ رقم طراز ہے کہ "ظہور اسلام انسانی تاریخ میں شائد سب سے زیادہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعہ ہے۔ ایک ایسی قوم میں اور ایک ایسے ملک میں جس کی طرف کوئی آنکھ بھی نہیں اُٹھ سکتی تھی۔ اسلام ایک صدی کے اندر اندر کمال سرعت سے نصف ربع مسکوں پر پھیل گیا۔ بڑی بڑی زبردست سلطنتوں کو اس نے پاش پاش کر دیا۔ بڑے بڑے قدیم مذاہب کو اس نے تہہ و بالا کر ڈالا۔ اور قوموں کی روح کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور اس طرح سے کلیتہً ایک نئی دنیا پیدا کر دی۔ یعنے دنیائے اسلام کو ربع مسکوں پر قائم کر دیا۔

جس قدر زیادہ غور و خوض سے ہم اسلام کے اس تعمیری کام کو دیکھتے ہیں اسی قدر زیادہ عجیب و غریب یہ نظر آتا ہے۔ دوسرے مذاہب نے آہستہ آہستہ بڑی سخت جدوجہد کے بعد اپنے قدم جمائے اور بالآخر

ان کو اپنی کامیابی کے لئے زبردست حکمرانوں اور بادشاہوں کی ضرورت پڑی عیسائیت میں قسطنطین - بدھ مت میں اشوک، زرتشتیوں میں ساسانی رئیس - ان سب کو اپنے اپنے مذاہب کو ترویج دینے کے لئے بڑی سخت مادی طاقت کو کام میں لانا پڑا - لیکن یہ فخر اسلام کو ہی حاصل ہے کہ یہ کبھی کسی بیرونی طاقت کا محتاج نہ ہوا - اور اس کو کسی مادی طاقت، کسی دنیوی حکومت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی - ایک صحرا میں اس کا ظہور ہوا جس میں کہیں کہیں خانہ بدوش اقوام بستی تھیں جنہیں انسانی تاریخ میں کوئی امتیاز اور عزت حاصل نہ تھی - باوجود ان ظاہری نقائص کے اسلام بڑی بڑی مادی طاقتوں کے خلاف صف آرا ہوگیا - اور اس کی پشت پناہ پر چند کمزور انسانوں کے سوا کوئی نہ تھا - لیکن کرشمہ قدرت دیکھئے کہ ایک اعجازانہ رنگ میں تمام عالم پر غالب آگیا "

مسٹر سٹوڈرڈ بالکل بجا فرماتے ہیں - ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قوموں کی ارواح کو از سر نو تعمیر کیا یہی آپ کا بڑا معجزہ تھا - اور یہ حقیقت ہے کہ یہ عظیم الشان کام آپ اسی خدا کے تخیل کی برکت اور اس کے طفیل اور اس کے ذریعہ سے سرانجام دے سکے - اب ذرا ڈبلیو آر سٹی فنز صاحب کا اعتراف بھی ملاحظہ فرمایئے - لکھتے ہیں -

وہ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے جہاں سیاسی نظام، عقل و خرد کی بنا پر کسی چیز کا ماننا اور پاک اوصاف اخلاق کلیۃً مفقود تھے - آپؐ نے ان تینوں چیزوں کو پیدا کر دیا عقل خداداد اور ذہانت طبعی کے ایک ذرا سے کرشمہ سے آپؐ نے اپنے اہل ملک کے سیاسی حالات، مذہبی معتقدات اور اخلاق میں بیک وقت اصلاح فرمادی " یہ عقل خداداد کا کرشمہ کیا تھا؟ یہی خدا کا تخیل جو خدا نے اپنی پاک وحی کے ذریعہ آپ پر منکشف فرمایا تھا - اسی کے ذریعہ آپ نے تمام سیاسی اور تمدنی نظاموں کے اندر بلند اخلاقی اصول کی بنا پر ہر ایک محیر العقول انقلاب پیدا کر دیا -

ابتدائے مضمون میں بعض ایسے وصفی اسمائے الٰہیہ دیئے گئے ہیں جو فلاسفروں اور سائنسدانوں کے لئے رہنمائی کا موجب ہو سکتے ہیں - لیکن اسلام محض سائنسدانوں ہی کی رہنمائی نہیں کرتا کیونکہ دنیا محض سائنسدانوں کے لئے ہی نہیں ہے - اسلام کی درخشاں اور نمایاں کامیابی اسی میں مرکوز ہے کہ یہ ایک اخلاقی معلم، ایک مصلح تمدن اور ایک سیاسی مدبر کی رہنمائی کرتا ہے - یہ اسلام کا ایک طرۂ امتیاز ہے کہ یہ مذہب بھی ہے اور ایک نظام بھی ہے - جہاں بلحاظ مذہب ہونے کے یہ اس قدر دلفریب اور دلکش ہے اس کے ساتھ ہی بلحاظ ایک نظام ہونے کے کچھ کم حیرت انگیز نہیں - اسلام میں خدا کا تخیل محض ہماری روح کو تسکین نہیں بخشتا بلکہ ہمارے قوائے ذہنی کی تربیت اور ہماری دنیوی ضروریات کو بھی پورا کرنے میں ہماری رہبری کرتا ہے - یہ ہمارے اخلاق کو بلند کرتا ہے - اور محض

ہماری ذات تک ہی ہمیں نیک اور صالح نہیں بناتا بلکہ تمام سوسائٹی کو مہذب بنا دیتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ساری دنیا کی اصلاح کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات ہیں (جن میں سے بعض ذیل میں درج ہیں) جو انسان کے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کرنے میں بہت بڑی مدد و معاون ہیں۔ سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات ملاحظہ فرمائیے

قد افلح المومنون ۝ الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون ۝ والذین ھم عن اللغو معرضون ۝ والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ۝ والذین ھم لفروجھم حٰفظون ۝ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۝ فمن ابتغیٰ ورآء ذالک فاولٰئک ھم العٰدون ۝ والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون ۝ والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون ۝ اولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ، ھم فیھا خالدون ۝ (مومنون)

(ترجمہ) یہ مومن یقیناً کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو لغو سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ اور جو پاکیزگی کے لئے کام کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے یا اس سے جسکے ان کے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ تو وہ ملامت نہیں کئے گئے۔ لیکن جو اس سے آگے نکلنا چاہیں وہ حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی وارث ہیں جو فردوس کو ورثہ میں لیتے ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

خدا کا وہ تخیل جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے اور جو انسان کی اخلاقی اور مجلسی ترقی اور اس کے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کرنے میں اس قدر مدد و معاون ہے وہ علاوہ دیگر بہت سی آیات قرآنی کے مندرجہ ذیل اسمائے الٰہیہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے:۔

المالک ۔ آقا

الملک ۔ بادشاہ

القدوس ۔ پاک

السلام ۔ امن کا پیدا کرنے والا ۔ امن دینے والا۔

الجبار ۔ جو دوسروں سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتا ہے۔

الغفار ۔ بہت بڑا بخشنے والا۔

القاہر ۔ جو سب پر غالب ہے۔

الوھاب ۔ نہایت بخشش کرنے والا ۔

الرزاق ۔ بڑا رزق دینے والا ۔

العلیم ۔ سب کچھ جاننے والا ۔

السمیع ۔ ہمیشہ سننے والا ۔

البصیر ۔ سب کچھ دیکھنے والا ۔

الحکم ۔ فیصلہ کرنے والا ۔

العادل ۔ عدل کرنے والا ۔

الخبیر ۔ جو ہر چیز سے واقف اور خبر رکھنے والا ہے ۔

الحسیب ۔ محاسبہ کرنے والا ۔

المحصی ۔ حساب کرنے والا ۔

الرؤف ۔ نرمی برتنے والا ۔ مہربان بالخصوص رفع مشکلات میں ۔

مالک الملک ۔ تمام بادشاہتوں کا بادشاہ

ذوالجلال والاکرام ۔ شان، طاقت عزت و عظمت اور رحم کا مالک ۔

المقسط ۔ انصاف دینے والا ۔

المغنی ۔ جو دوسروں کو امیر بنا دیتا ہے اور دولت غنا بخشتا ہے ۔

الھادی ۔ ہدایت کرنے والا ۔

الصبور ۔ صبر کرنے والا ۔

مفصلہ بالا اسمائے الٰہی کا مطالعہ کرتے ہوئے قارئین کرام کو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ تخلقوا باخلاق اللہ ۔ یعنی اپنے آپ کو اخلاق الٰہیہ میں رنگین کرو ۔ کیا اس سے بہتر اور بلند کوئی مقصد انسانی زندگی کا ہو سکتا ہے جو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو اخلاق الٰہیہ میں رنگین کرو ۔ لاریب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کرام اور آپ کے تابعین علیہم الرحمۃ نے اپنے آپ کو بحد امکان خدائی صفات سے متصف کیا اور اسی وجہ سے بعض چند سالوں کے عرصہ کے اندر انہوں نے عربوں، ترکوں اور مغلوں کی پرانی راسخ شدہ عادات کو بدل ڈالا

یہ اقوام وہ ہیں جو دراصل نہایت وحشی تھیں لیکن ان پاک نفوس کی برکت اور اثر سے وہ مہذب اور نیکو شعار بن گئیں۔ ان میں شجاعت اور بہادری کے جوہر پیدا ہو گئے۔ اور وہ دُنیا میں جدید تہذیب و تمدن کی بانی بن گئیں۔ یہ اسی تخیل ذات باری کا نتیجہ تھا کہ ایک نہایت قلیل عرصہ کے اندر ایک آزاد قوم جسکو صحیح معنوں میں جمہوریت کہنا چاہیئے پیدا ہو گئی اور ایک ایسی سلطنت معرض وجود میں آ گئی جس میں اشتراکیت کا رنگ بوجہ احسن جھلکتا تھا جس کی دولت و حشمت میں ملک کے ہر کہ ومہ شریک تھے اور بڑے چھوٹے کا امتیاز نہ تھا اور تعلقات اخوۃ و مساوات میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھی اسی تخیل کا یہ نتیجہ تھا کہ اس قوم میں جو ایک صدی کے اندر اندر تمام روئے زمین میں پھیل گئی علم اور ترقی کی ایک نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی گئی تھی اور مسلمان اس قابل ہو گئے کہ انہوں نے ایک بجلی کی سرعت کے ساتھ دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ فتح کر ڈالا۔ ان کی فتوحات دو گونہ تھیں۔ ایک ملکی اور دوسرے علمی و اخلاقی۔ یا بالفاظ دیگر وہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بھی بہت بڑے فاتح تھے۔ کیا ایسی قوم اور ایسی سلطنت سے بہتر کسی قوم کا بنانا ممکن ہو سکتا ہے جو ایسے افراد پر مشتمل ہو جن میں وہ اوصاف پائے جائیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

ممکن ہے کسی کو یہ خیال گزرے کہ کسی مذہب کا پیش کردہ تخیل ذات باری محض اسی حد تک نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ایک فلاسفر، ایک سائنسداں یا ایک مدبر یا ایک مقنن یا ایک اخلاقی معلم کی ہی تسکین اور تسلّی کا موجب ہو سکے بلکہ اس تخیل میں وہ تمام سامان چاہئیں جن میں انسانی روح کی تڑپ کا علاج ہو مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام اس سے بھی عاری نہیں۔ یہ فخر بھی بجا طور پر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس میں بڑے بڑے اولیاء اللہ اور بلند مرتبہ ربانی انسان پیدا ہوئے۔ جن کی نظیر دوسرے مذاہب میں تلاش کرنے سے نہیں ملتی۔

توحید فی الاسلام

اسلام میں "نماز" کی ظاہری اور باطنی اہمیت

(جناب خان بہادر حاجی بی۔ ایم۔ کے۔ لودھی صاحب)

حصۂ اول

تمہید

مذہب کی مختصر تعریف دو اہم اصول پر مشتمل ہو سکتی ہے :۔

الف ۔ ایسی ہستی پر ایمان جو نہ صرف انسان بلکہ تمام مخلوقات سے اعلیٰ و ارفع ہو۔ اور

ب ۔ ایسی عظیم الشان ہستی کی پرستش ۔

یہ عقیدہ نہایت قدیم ہے ۔ ایسا ہی قدیم جیسا کہ خود انسان یا ایسا قدیم جیسی کہ انسانی عقل و شعور۔ اور ایسا فطری ہے جیسا کہ خود انسان کے اندر مذہبی استعداد ودیعت کی گئی ہے۔ " اس کائنات میں کوئی چیز ایسی عظیم الشان نہیں ہے جیسی کہ انسان۔ انسان میں کوئی چیز ایسی بڑی نہیں ہے جیسا کہ قلب، اور انسان کے دماغ میں کوئی چیز ایسی بڑی نہیں ہے جیسی کہ خدا کا تخیل " یہ وہ کلمات ہیں جو سر ولیم ہملٹن کی زبان قلم سے نکلے ہیں ۔

اسلام میں نماز کی اہمیت ایک ایسے خالق مطلق پر ایمان لانے سے ہی جو اپنے ارادہ اور قوت اور صفات رحیمیت میں بے نظیر و بے مثل ہو انسان کے اندر ایسی ہستی کے متعلق "عزت و عظمت" کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قطع نظر ان تذکروں کے جو مذہبی کتب میں پائے جاتے ہیں۔ جن محققین نے قدیم زمانہ کے حالات و واقعات کا تفحص کیا ہے جیسا کہ پروفیسر سکاٹ ایلیٹ نے پتہ لگایا ہے کہ خدا سے ڈرنے کا جذبہ نہایت بعید قدیم زمانہ میں بھی پایا جاتا تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ قبل از زمانہ تاریخ انسان میں بھی یہ جذبہ موجود تھا۔ وہ چیز جو اس خوف کے جذبے سے پیدا ہوئی اس کو اصطلاح مذہب میں پرستش کہتے ہیں (ملاحظہ ہو ایڈورڈ کلاڈ کی کتاب Story of Creation S.)

بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیے کہ پرستش کے ابتدائی جراثیم "خوف" میں مضمر تھے۔ اسی بنا پر یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ "خدا کو بنانے والی پہلی چیز خوف ہے[1]" خوف کے بعد اعتقاد پیدا ہوا۔ اور اعتقاد کے بعد پرستش ۔

---

[1] یہ انگریزی ضرب المثل کا ترجمہ ہے۔ اردو علم ادب میں کوئی ایسی ضرب المثل نہیں ہے ۔ مترجم ۔

اور" اعتقاد" "خوف" اور پرستش کے اجزائے ثلاثہ سے وہ ڈھانچا تیار ہوا یا وہ نظام قائم ہوا جسکو مذہب کہا جاتا ہے۔

لہٰذا پرستش خدا کے قرب اور اس کے وصال کی تڑپ کا جو انسان میں پائی جاتی ہے ایک کامل مظاہرہ ہے یہ وہ عمل ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ پرستش کرنے والا

(الف) اپنے سے اعلیٰ اور ارفع ہستی سے طالب امداد اور رہنمائی کا خواہاں ہے۔ (اور اس ہستی پر اس کو یقین ہے کہ وہ اس قدر زبردست ہے کہ اس کی امداد اور رہنمائی پر قادر ہے)

(ب) اس عظیم الشان طاقت سے وہ ڈرتا ہے۔

(ج) اس عظیم الشان طاقت کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرتا ہے۔

(د) اس طاقت کی وہ تعظیم و تکریم کرتا ہے جو بالآخر مقام محبت پر اس کو لیجاتی ہے۔

(ر) اس سے وہ رحم کی امید رکھتا ہے

(س) وہ اپنے اسقام و عیوب یا غلطیوں پر ندامت یا افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور

(ش) اس کے حضور تائب ہوتا ہے۔

یہ بڑے بڑے اجزائے ترکیبی ہیں جن سے پرستش یا عبادت کا نظام ترکیب پاتا ہے۔ اور اس کا آخری نتیجہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کے قرب کی جلوہ گاہوں میں جا پہنچتا ہے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ جس طرح ایک بچہ اپنے باپ کی آغوش محبت میں بیٹھ جاتا ہے اسی طرح عابد انسان مقام قدس پر جا پہنچتا ہے ہاں انسان اور خدا کے درمیان ایک پردہ یا حجاب حائل ہے۔ وہ پردہ یا حجاب انسان کا خاکی یا فانی جسم ہے عابد کو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فانی اس ذوالجلال والاکرام ازلی ابدی خدا کے مقام تقدس میں دم مارنے کی طاقت نہیں رکھتا جب تک کہ اس پردہ کو جو درمیان میں حائل ہے کسی وسیلہ سے ہٹا نہ دے۔ اور وہ وسیلہ یا ذریعہ یا وہ آلہ انسان کا قلب ہے۔ محض قلب انسانی اس اعلیٰ اور ارفع ہستی تک پہنچتا ہے۔ دونوں کا اتصال ہو سکتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے مکالمہ و مخاطبہ کر سکتے ہیں۔ ایک طرف دعا۔ تعریف اور التجا کا سلسلہ ہے۔ اور دوسری طرف برکتوں اور رحمتوں کی بارش ہے۔ اس طرح سے دونوں کے باہم اتصال دونوں کے الحاق اور مکالمہ کا نام اصطلاح مذہب میں "نماز" ہے۔ نماز کو ہم ایک نردبان یا سیڑھی سے مشابہت دے سکتے ہیں جس سے قلب انسانی خدا تک جا پہنچتا ہے۔ اور یہی وہ بے بہا نعمت ہے جس سے انسان کا دل

اطمینان حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ہ نماز میں انسان راحت پاتا ہے۔ اس کو مصائب و آلام برداشت کرنے کی طاقت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ اس نماز کا ہی دوسرا نام عربی میں "عبادت" ہے۔ یہ لفظ نہایت پرمعنی ہے۔ اس سے عربی لغت کی وسعت کا پتہ لگتا ہے اور زبان کی اس خصوصیت پر روشنی پڑتی ہے۔ کہ الفاظ کے اندر ہی معانی مستور ہیں۔ اور اس حقیقت پر دال ہیں جس کے لئے وہ وضع کئے گئے ہیں۔ عبادت کا مادہ "عبد" ہے جس کے معنے ہیں "غلام" یا "بندہ" اور تمام بنی نوع انسان کو عربی میں "العباد" کہا جاتا ہے۔ ایک غلام یا بندہ اپنے آقا کے سامنے حاضر ہونے کی جرأت نہیں کرتا جب تک کہ اپنے وجود کو درمیان میں سے نہ نکال دے۔ اور اپنی ہستی کو مٹا نہ ڈالے۔ لفظ عبادت کے ابتدائی معنے ہیں کسی چیز کو پیس ڈالنا۔ اس لئے کہ بعض اشیا اپنی شکل بدل لیں ان کے لئے پہلے پس کر خاک بن جانا ضروری ہے۔ علے ہذا اس ذات قائم بنفسہ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی ہستی کو خاک میں ملا دے

مشت غبار اپنا تیرے لئے اڑایا
جب سے سنا کہ شرط مہر و وفا یہی ہے

اور لفظ عبادت میں اسی مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔ وسیع معنوں میں اس لفظ کے اندر خلق خدا کی خدمت کا مفہوم بھی آجاتا ہے۔ کیونکہ دوسروں کی خدمت میں بھی انسان ایک قربانی کرتا ہے۔ خواہ وہ قربانی مال و دولت طاقت یا آرام یا وقت یا کسی اور چیز کی ہو۔ یہ ہیں مجملاً اور مختصراً ابتدائی معنے عبادت یا نماز کے۔ اس کے بعد ہم "نماز" کے عام اصول اور اس کے عام پہلو بیان کرتے ہیں۔

حالت نماز میں انسان کو یقین کامل ہونا چاہئے کہ وہ جس کو تلاش کرتا ہے وہ رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہ پھر انسان کو یہ بھی یقین ہونا چاہئے کہ جہاں کہیں بھی انسان ہے وہ قادر مطلق اس کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے:۔ وھو معکم این ما کنتم۔ واللہ بما تعملون بصیر (سورہ الحدید) پھر یہ کہ وہ خدا انسان کے سامنے موجود ہے اور وہ اس کو دیکھتا ہے۔ ہاں وہ اس کو دیکھتا ہے اور اس کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ پس ایسا یقین کرو کہ گویا نماز میں خدا تمہارے ساتھ بیٹھا ہے۔ تم اس میں گم ہو گئے۔ تم نماز میں اس قدر گم ہو جاتے ہو اور معبود حقیقی میں اس قدر محو ہو جاتے ہو کہ تمہیں اپنی ہوش نہیں رہتی۔ نہ صرف اپنی بلکہ کل دنیا کی خبر نہیں رہتی۔ اور تمہارا دل تمام دنیوی خیالات سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور خدا ہی خدا اس کے اندر جلوہ گر ہو جاتا ہے۔ یہ قلب کی ایک قدرتی

حالت ہے اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ایک ایسے شخص کو جو دوسرے شخص سے گفتگو میں معروف ہے۔ دوران گفتگو میں وہ اس گھنٹہ کی آواز بھی نہیں سنتا جو عین اس کے سامنے بج رہا ہے۔ ایک بندوق چھوٹتی ہے اور وہ نہیں سنتا۔ اگرچہ بندوق کی آواز قریب ہی ہو۔ تاہم اس کے کان اس کے سننے سے عاری رہتے ہیں۔ ایک گاڑی کا شور و شغب بھی وہ نہیں سنتا بلکہ گاڑی اس کے سامنے سے گزر جاتی ہے وہ محسوس نہیں کرتا۔ جب دنیوی امور میں انسان کے دماغ کی یہ کیفیت ہو تو خود سمجھ لیجئے کہ انسان کس قدر محو ہوگا جب کہ وہ سمجھتا ہو کہ میں احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہوں۔ اور اس کے حضور میں اپنی عرضداشت پیش کر رہا ہوں۔ لہذا اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کہ حالت نماز میں انسان اپنے آپکو کلیتہً بھلا دے۔ اور اپنے نفس کو خدائے واحد کے آستانہ عالیہ پر نثار کردے "فصل لربک وانحر" اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یہ قرآن مجید کے الفاظ ہیں۔ قربانی خواہ دنیوی مفاد کے لئے ہو یا کسی روحانی مطلب کے لئے۔ اس کا ضرور اجر یا انعام ملتا ہے۔

وہ دعا جو تخلیہ میں الگ ہو کر کی جائے زیادہ موثر اور زیادہ بارور ہوتی ہے۔ جب کہ خلوص و محبت، اور خوف و رجا کے خیالات امنڈ امنڈ کر دل میں آتے ہیں۔ اور وہ دعا کو خدا کے حضور پہنچا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ ایک شخص دوسرے کے سامنے اس وقت اپنا دل کھول کر رکھتا ہے جبکہ کوئی تیسرا وہاں نہ ہو۔ علی ہذا جو شخص تخلیہ میں دعا مانگتا ہے جہاں اس کو کوئی نہیں دیکھتا اور کوئی اسے مخل نہیں ہوتا وہ خوب دل کھول کر خدا کے حضور اپنی معروضات پیش کر سکتا ہے۔ اور جو اس کے دل کے پردوں میں چھپا ہو وہ اس کو بلا تکلف عرض کر سکتا ہے۔ اس پر خوف طاری ہوتا ہے۔ وہ خدا کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ وہ اس کی تسبیح تقدیس کرتا ہے۔ وہ اس سے التجائیں کرتا ہے۔ اپنی غفلتوں اور سیاہکاریوں پر روتا ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جو انسان دوسروں کے سامنے نہیں کر سکتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مغفرت ہی حاصل نہیں کرتا اور اس کے گناہ ہی بخشے نہیں جاتے بلکہ وہ درگاہ خداوندی سے انعام و اکرام کا مورد ٹھیرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ و اجر کبیر۔ (سورہ الملک) یعنی وہ لوگ جو غائبانہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ یہ نتائج کب حاصل ہوتے ہیں اور کونسا وقت موزوں ایسی نماز کے لئے ہے جس سے یہ انعامات انسان حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے لئے رات کا وقت نہایت موزوں ہے رات کے وقت میں بالخصوص جبکہ انسان آدھی رات کے بعد بیدار ہوتا ہے اور وہ اپنی روح میں کسی قدر تازگی محسوس

کرتا ہے۔ اور جبکہ خدا کا وعدہ ہو اامن وامان سب دنیا پر سایہ فگن ہوتا ہے اور تمام کائنات اپنے مالک کے حضور راجع ہوتی ہے۔ انسان کا دل تمام دنیوی تفکرات سے خالی ہو جاتا ہے۔ اور جس طریق پر انسان چاہے اس کو کام پر لگا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رات کی نماز جس کو صلوٰۃ اللیل یا تہجد کہتے ہیں۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں تاکید آئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً (سورہ بنی اسرائیل) یعنے رات کے کچھ حصے میں اس قرآن کے ساتھ جاگتا رہ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہے۔ امید ہے کہ تیرا رب تجھے بڑی تعریف کے مقام پر کھڑا کرے" یہ نماز فریضہ یعنی پانچ وقت کی نماز کے علاوہ نماز ہے۔ لفظ تہجد ہجد سے نکلا ہے جسکے معنے ہیں جاگنا۔ اور اس کے مرادی معنے ہیں رات کے وقت نماز کے لئے نیند سے بیدار ہونا۔ نیند کو قربان کرنا اور خدا کے لیے جاگنا کوئی معمولی بات نہیں۔ بہت بڑی قربانی ہے بالخصوص پچھلے حصۂ شب میں جاگنا جبکہ نیند گہری ہوتی ہے۔ لیکن اس جاگنے اور نماز ادا کرنے کا نتیجہ نہایت شاندار ہے۔ ایسا شاندار ہے کہ انسان اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کے نتائج انسان کے وہم و تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ خدا فرماتا ہے کہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ تہجد پڑھنے کا غیر معمولی اجر اور ثواب دنیوی اور دینی مفاد پر مشتمل ہے۔ جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ ان فوائد کا اندازہ اور قدر وقیمت وہی جانتے ہیں جنھوں نے نماز کو فطرت ثانی بنا لیا ہے۔ دوسروں پر اس حقیقت کا انکشاف نہیں ہو سکتا اور نہ الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

نماز کی روحانی لذت

اب ذرا نماز کی روحانی کیفیت اور لذت کا بھی حال سنیئے۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں تین چیزیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہیں ایک ان میں سے نماز ہے۔ اس حدیث کے معنے بہت عمیق اور گہرے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے محبت رکھتے تھے یا نماز آپ کی محبوب ترین چیزوں میں سے ایک تھی۔ اور اس میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ یہ آنکھوں کی ٹھنڈک کیا ہے؟ کیا یہ وہ ٹھنڈک ہے جو ہم لوگ اس دنیا میں محسوس کرتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ روحانی ٹھنڈک ہے۔ اس کی اگر آپ تشریح چاہتے ہیں تو مسلمانوں کے بہت بڑے صوفی ابن العربیؒ سے پوچھئے جنکو "مسلمانوں کا افلاطون کا شیلے" کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی مشہور ومعروف اور مقبول عام کتاب "فصوص الحکم" میں اس پر خوب لکھا ہے (اگرچہ آپ کی یہ تشریح کسی قدر صوفیانہ ہے) بہر حال اس تشریح کا خلاصہ یہ ہے کہ" یہ آنکھوں کی ٹھنڈک وہ ٹھنڈک ہے جو ایک انسان خدا کے قرب سے حاصل کرتا ہے۔ خدا سے مکالمہ ومخاطبہ سے حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر خدا کے

دیدار کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس دنیا میں یا دوسری دنیا میں انسان کے لئے کوئی راحت، کوئی نعمت اور کوئی خوشی ایسی عظیم الشان نہیں۔

سجدہ جیسی کہ وہ راحت اور وہ خوشی جو انسان کو سجدہ میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ سجدہ ہے جو انسان کو خدا کے قرب میں لے جاتا ہے " واسجد واقترب " خدا کا حکم ہے۔ یعنی سجدہ کرو اور خدا کا قرب حاصل کرو۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلوٰۃ معراج المومنین۔ یعنی نماز مومنین کا معراج ہے۔ معراج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ اسرا کو کہتے ہیں۔ جس کا ذکر ابتدائے سورہ بنی اسرائیل میں ہے سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ۔ یہ ایک روحانی اسرا تھا جو کامل بیداری کی حالت میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ تجلیات روحانیہ تھیں جو اللہ تعالےٰ نے حضرت رسول اکرمؐ کو عنایت فرمائیں۔ یہ آسمانی برکات تھیں جو قادر مطلق نے آپ کو بخشیں تاکہ وہ ذات پاک آپ کو اپنے بعض نشانات دکھائے۔ جیسا کہ قرآن کی آیت بالا کے آخری الفاظ میں فرمایا لنریہٗ من اٰیٰتنا۔

سجود۔ نماز میں وہ آخری مرحلہ اور عبادت کی وہ انتہائی صورت ہے جس میں انسان کے دل و دماغ دونوں انتہائی اور غایت درجہ عجز و انکسار کا اظہار اپنے مالک حقیقی کے حضور میں کرتے ہیں۔ یہ وہ صورت ہے اور وہ ہیئت ہے جس کو ابلیس یعنی شیطان نے فخر و تکبر میں آکر اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ وکان من الکافرین کا مصداق ہو گیا نعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ اب جبکہ سجود شیطان کے لئے دشمن ثابت ہوا۔ (کیونکہ اس کے نہ کرنے سے وہ مردود ہو گیا) انسان کے لئے یہی سجدہ خدا کی رحمت اور برکت کا موجب ہو گیا۔ شیطان کو شکست دینے کا یہ مطلب ہے کہ انسان اس چیز سے پیار کرے جس سے وہ نفرت کرتا ہے اور اس چیز سے نفرت کرے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز کی حقیقت کو کمال درجہ پر سمجھتے تھے۔ اور اس کے تاثرات سے کما حقہٗ واقف تھے۔ آپ جب نماز ادا فرماتے بالکل ایک مختلف حالت میں نظر آتے تھے۔ یوں کہنا چاہئے کہ حالت نماز میں آپ اپنے آپ سے بھی بیخبر ہو جاتے تھے۔ یہ محویت کا عالم تھا جو نماز کی حالت میں آپ پر وارد ہوتا اور آپ اپنے نفس سے بیگانہ ہو کر خدائے تعالےٰ کے وجود میں گم ہو جاتے۔ بخاری میں مرقوم ہے کہ ایک دن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مکہ میں نماز ادا فرما رہے تھے اور حالت سجود میں تھے کسی ایک شریر شخص نے ابوجہل کے اشارہ پر جو آپ کا ایک سخت دشمن تھا۔ اونٹ کی اوجھڑی حضور کی گردن پر پھینکدی۔ حضرت نبی کریم صلعم نماز میں اس قدر

استغراق کی حالت میں تھے اور اس قدر محویت آپ پر طاری تھی کہ آپ نے اس کو محسوس بھی نہ کیا۔ آپ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور انہوں نے اس اوجھڑی کو حضور کی گردن اور شانوں سے اتار پھینکا۔

• حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ایک ایسا ہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو مومنین کے لئے ایک ایسا واقعہ ہے جس سے ان کے قلوب میں ایمان کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ آنجناب رضؓ کے کسی جنگ میں تیر لگا۔ تیر آپؓ کے جسم مبارک میں اس قدر گہرا چلا گیا تھا کہ اس کو نکالنے کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ کیونکہ اس کے نکالنے سے سخت درد اور تکلیف ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کر آپؓ نے فرمایا کہ ٹھہرو مجھے نماز پڑھنے دو۔ آپ نماز میں کھڑے ہوئے اور تیر نکالنے سے فوراً نکل آیا۔ اس قسم کی کئی مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔

ان واقعات میں وہ کونسی چیز ہے جو کلورافارم کی طرح عمل کرتی تھی۔ یعنی کیا وجہ تھی کہ اس قدر تکلیف اور دکھ کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس کی وجہ وہی تھی جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یعنی قلب انسانی کی **کامل محویت اور خدا میں کامل جذب**۔ جس سے وہ گویا خدا کو دیکھتے تھے۔ اور خدا ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوتا تھا۔ ان کی اس حالت کو اس عاشق زار سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو اپنے محبوب کے جمال وحسن پر فریفتہ ہو کر اس کے دیدار فرحت آثار میں مستغرق ہو

نماز میں خشوع وخضوع

یاد رکھنا چاہیئے کہ ان جذبات اور حسیات کا منبع اور سرچشمہ قلب ہے۔ یہ جذبات یہ حسیات ایک دریا کی طرح بہہ نکلتے ہیں بشرطیکہ قلب انسان (جو منبع ہے) شک وشبہ کے خس وخاشاک سے پاک وصاف ہو۔ اور محبت واخلاص کے پانی سے معمور ہو۔ جب تک یہ حالت نہ ہو نماز شرف قبولیت حاصل نہیں کرتی اور جب تک اخلاص اور محبت دل میں موجزن نہ ہو اور خشوع وخضوع نماز میں حاصل نہ ہو تب تک نماز خدا کے حضور میں نماز نہیں کہلاسکتی۔ انسان کو قرب الٰہی اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع حاصل ہو اور محبت اور اخلاص سے اس کا دل معمور نہ ہو۔ ایک انگریز محقق کا قول ہے کہ "پاک دل آسمانوں کو چیرتا ہوا نکل جاتا ہے"۔ شیکسپیئر ہیملٹ میں لکھتا ہے۔ کہ:-

Words without thought never to heaven go

یعنی محض الفاظ جس میں اخلاص نہ ہو آسمان تک نہیں پہنچتی۔ اور سر محمد اقبال جو کہ ایک مشہور فلسفی شاعر ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں ؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ÷ پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے ؛

یہ اگرچہ وجدانی باتیں ہیں لیکن تجربہ اور سائنس کے خلاف نہیں بلکہ مطابق ہیں جس طرح کہ ایک انسان اگر شکر شکر کہتا رہے تو وہ شیرینی کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ عین اسی طرح محض زبان سے نماز پڑھ لینا یا تعریف کرنا کچھ فائدہ مرتب نہیں کر سکتا۔

دعا۔ قلب انسانی ایک Transmitter کا حکم رکھتا ہے۔ اور دماغ انسانی اس طاقت کا مرکز ہے۔ اس مرکز سے ایسی ہی لہریں پیدا ہوتی ہیں جس طرح کہ ایک Set Transmitter سے پیدا ہوتی ہیں جس قدر عزم و فکر زیادہ شدت سے ہوگا اسی قدر شدت ان لہروں میں بھی پیدا ہوگی۔ بے تار کے پیغامات ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کرتے ہیں۔ لیکن خدا دور نہیں ہے۔ وہ نہایت قریب ہے وہ فرماتا ہے واذا سالك عبادی عنی فانی قریب (سورۃ البقرہ) یعنی جب میرے بندے مجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں" وہ ہمارے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ ہم ہوں۔ وہ ہمارے "بے تار" قلب کے ساتھ ہے۔ جہاں ایک طرف پروفیسر ٹنڈل جو کہ Transmitter کا مشہور موجد ہوا ہے۔ اس نے سائنس کے ذریعہ سے یہ ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے کہ نماز یا دعا میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ مارکونی نے اسی سائنس سے مستفید ہو کر اس امر کا بزور اعلان کیا ہے کہ نماز کسی دن ایک سائنٹفک حقیقت ثابت ہو جائے گی۔ اس کی تو محض ایک توقع ہی توقع ہے جو کہ سائنٹفک تجارب پر مبنی ہے۔ لیکن تیرہ سو سال پہلے ہی قرآن کریم اس کو ایک حقیقت ثابتہ بیان کر چکا ہے:۔ فرماتا ہے

الف۔ فاذکرونی اذکرکم (البقرہ) تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

ب۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (البقرہ) میں دعا کو جب کہ دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔

(ج) ادعونی استجب لکم۔ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا کو قبول کرونگا۔ (سورۃ المومن)

اسی قسم کی کئی اور آیات بھی ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالے کے ذکر سے یا اس کی عبادت سے جو فوائد عظیم حاصل ہوتے ہیں وہ اپنی نوعیت میں کثیر در کثیر اور مختلف ہیں اور ان کا مختلف ہونا ذکر الٰہی کی مقدار یا قلت و کثرت پر مبنی ہے۔ جس قدر ذکر الٰہی میں کثرت ہوگی اسی قدر نتائج بھی کثیر ہوں گے۔ بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ "میں ایسا ہی ہوں جیسا میرا بندہ میرے متعلق ظن کرتا ہے۔ جس طرح وہ چاہے میرے متعلق ظن کرے" دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ خدا ہمارے متعلق ایسا ہی خیال کرتا ہے جیسا کہ ہم اس کے

متعلق کرتے ہیں۔ اس امر کو ایک فارسی شاعر نے نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تم خدا کا خیال اس طرح کرو جس طرح کہ تمہارا حق ہے تو خدا بھی تمہارا ایسا ہی خیال کرے گا جیسا کہ اس کا حق۔ اور اس کی شان کے شایان ہے۔ پھر ایک اور حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے جو کوئی ایک بالشت میری طرف آتا ہے میں دو بالشت اس کی طرف آتا ہوں۔ جو کوئی دو بالشت میری طرف آتا ہے میں اس کی طرف چار بالشت آتا ہوں۔ اور جو کوئی میری طرف چلکر آتا ہے میں اس کی طرف بھاگتا ہوا جاتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ خدا بندہ کا زیادہ طالب ہے بہ نسبت اس کے کہ بندہ اس کا طالب ہو۔ تو پھر کیا انسان اپنی روٹی اور کھانے پینے سے بھی زیادہ خدا کے ذکر و فکر سے غافل ہوگا۔ فریدالدین عطار جو بہت بڑے صوفی گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ نماز انسان کی روحانی خوراک ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس سے اس کی روح تربیت پاتی ہے۔ یہ روح کی غذا ہے۔ روحانی نشو و نما کے لئے یہ ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ جسمانی صحت اور نشو و نما کے لئے خوراک۔ نماز سے غافل ہونا محض یہی نہیں ہے کہ انسان نماز ہی نہ پڑھے بلکہ نماز کو صحیح طور پر ادا نہ کرنا اور حالت نماز میں پوری توجہ اور خشوع و خضوع سے کام نہ لینا یہ بھی درحقیقت نماز سے غافل ہونے کے مترادف ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون پس افسوس ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں یعنی پوری توجہ اور کمال خشوع و خضوع سے ادا نہیں کرتے۔

وہ چیز جو نماز کو حقیقی نماز بناتی ہے۔ وہ چیز جس سے خدائے بزرگ و برتر اور انسان کے درمیان رشتہ تعلق بندھتا ہے اور جس سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ نماز میں خلوص، نماز میں خشوع و خضوع اور توجہ ہے۔ خدا ظاہری اٹھنے بیٹھنے کو نہیں دیکھتا۔ اس کی نظر انسان کے دل پر پڑتی ہے۔ وہ خلوص کو چاہتا ہے۔ وہ حقیقت کو دیکھتا ہے۔ خدا کی ذات پاک ازلی ابدی ہے۔ وہ احکم الحاکمین ہے۔ قائم بذاتہٖ اور حی و قیوم ہے۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ ان صفات حسنہ کے تقاضا سے وہ بھدی سے بھدی دعا کو بھی سن لیتا ہے خواہ وہ دعا اس ناخواندہ مگر معصوم گڈریا کی ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ اور جس کا ذکر حضرت مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کیا ہے اور جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن ایک گڈریا نے اپنے ریوڑ کو تو خیرباد کہا اور خدا کی محبت سے سرشار ہو کر ایک نزدیک کی عبادتگاہ میں چلا گیا اور نہایت خشوع و خضوع اور کمال محبت و خلوص سے خدا تعالےٰ کو ان الفاظ سے مخاطب کرنا شروع کیا:۔

ایک گڈریا کی دعا: اے میرے مالک جہاں کہیں کہ تو ہے میں تجھے پہچان لوں گا۔ میں تیری چاکری

کروں گا۔ تیرے بالوں کو کنگھی کروں گا۔ تیری جوتیوں کو صاف کرونگا۔ اور تیرے مکان کو جھاڑو دونگا ۔ہر روز تیرے پینے کے لئے دودھ لاؤں گا۔ اور شہد لاؤں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گڈریئے کے یہ الفاظ سن پائے۔ آپ سخت ناراض ہوئے کہ یہ الفاظ خدا کی شان اور اس کی صفات کے شایان نہیں۔ آپ نے اس کو وہاں سے نکال دیا۔ بیچارہ گڈریا روپڑا اپنے کپڑوں کو پھاڑا اور شکستہ دل ہوکر چلا گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اس قصہ کی جان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا کا عتاب نازل ہوا۔ کہ کیوں انہوں نے ایک گڈریا کو جبکہ وہ اپنی محبت اور شوق میں خدا سے دعا مانگ رہا تھا اور اپنے خلوص کا اظہار کر رہا تھا اس طرح سے جھڑکا اور اس کو اس جگہ سے شکستہ خاطر بنا کر نکال دیا۔ خدا کی وحی موسیٰ پر نازل ہوئی کہ ع۔ بندۂ ما را چرا کردی جُدا ؛ یعنی اے موسیٰ تو نے کیا غضب کیا کہ میرے بندہ کو مجھ سے جُدا کر دیا۔ ؎

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

یعنی اے موسیٰ تو بندوں کو خدا سے جوڑنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ جُدا کرنے کے لئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے بُری بات مخلوق کا خالق سے الگ کرنا ہے اور کسی ایسے شخص پر جبر روا رکھنا مجھے سخت ناپسند ہے۔ میں نے مخلوق اس لئے پیدا نہیں کی کہ وہ میری بڑائی کریں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ پیوند جوڑیں۔ میں زبان کو نہیں دیکھتا۔ وہ خواہ کیسی ہی کج مج کیوں نہ ہو مجھے اس کی پروا نہیں میں دل کو دیکھتا ہوں۔ میرے نزدیک اس خلوص و محبت کی قدر ہے۔ جس دل میں میری محبت ہوگی وہ دل مجھے بہت محبوب ہے۔ یہ ظاہری ادب آداب کیا چیز ہیں اصل چیز تو محبت اور خلوص ہے ؎

موسیا آداب داناں دیگر اند سوختہ جاناں رواناں دیگر اند

الغرض اس قصہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کس قدر وسیع اور کس قدر محبت اور پیار کرنے والی ہے۔ اللہ! اللہ! کیا ہی عظیم الشان اس کی محبت ہے۔ اس واقعہ کو پڑھنے سے کیا اثر دل پر پڑتا ہے کہ بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں۔ یہ ان واقعات میں سے جو انسانوں کو اس دنیا میں پیش آتے ہیں محض ایک مثال ہے اس محبت کی جو خداوند تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ہے۔ اور اس قدر و قیمت کی جو خدا کی نظر میں ایک مخلصانہ دعا کی ہے

اصل دعا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دعا کی سب سے اعلیٰ قسم وہ ہے جس میں انسان کی اپنی کوئی غرض پنہاں نہ ہو

یعنی وہ دعا جو عذاب و ثواب کے خیالات سے بالاتر ہو۔ یا مختصراً یوں کہئے کہ وہ دعا جس میں کوئی التجا نہ ہو بلکہ وہ دعا جس میں محض خدا کی محبت ہی محبت ہو۔ دعا وہی دعا ہے جس میں ذاتی غرض نہ ہو۔ ایسی دعا دونوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے وہ گڈریا جس کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ خدا کی خدمت محض محبت کے تقاضا سے کرنا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد محض محبت اور محبت تھا۔ وہ اپنے ریوڑ کے لئے دعا نہیں مانگتا تھا جو اس کی زندگی کا سہارا تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں اس کی دعا میں دنیوی غرض کا شائبہ نہ پایا جائے۔ یہ کس قدر خلوص کی دعا تھی۔ خدا نے اپنے نبی علیہ السلام پر اس طرح وحی فرمائی کہ آپ ان لوگوں سے یوں کہہ دیجئے:-

ما سالتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ ۔ وھو علی کل شئ شھید ۔

(سورۂ سبا) جو میں تم سے اجر مانگتا ہوں وہ تمہارے لئے ہی ہے۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے۔ جو تمام چیزوں پر شاہد ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ یوں نصیحت فرماتا ہے فاستقم کما امرت (سورۃ) یعنی تو سیدھی راہ پر چلتا رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

جو شخص اس نیت سے کوئی نیکی کا کام کرتا ہے کہ اس کو اس کا بدلہ ملے۔ اس کی مثال اس قلی سے دی گئی ہے جو اپنے کام کی مزدوری مانگتا ہے۔ یہ ایک بہت گراہوا اور ادنیٰ خیال ہے۔ علیٰ ہذا جو شخص کسی سزا سے ڈر کر کام کرتا ہے اس کی مثال ایک ایسے عاقبت نااندیش نوکر کی سی ہے جو کہ کسی زجر و توبیخ کے خوف سے اپنے آقا کا کام کرتا ہے۔ اس قسم کے لوگ جو کسی اجر یا بدلہ کے لئے خدا کی عبادت بجا لاتے ہیں ان کی عبادت کی مثال حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے "تجارتی عبادت" سے دی ہے۔ اور دوسری قسم کے لوگ جو کسی ڈر یا خوف کے ماتحت عبادات بجالاتے ہیں ان کی عبادات "غلامانہ عبادت" ہے۔ لہذا اگر اللہ تعالیٰ اس قسم کی عبادتوں کو ناپسند فرمائے تو کچھ مقام تعجب نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کئی بار اس قسم کی مطلبی عبادتوں سے پرہیز کی طرف اپنی امت کو توجہ دلائی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس عبادت کی تاکید فرمائی ہے جو خالصۃً للہ ادا کی جائے۔ اور جس میں کوئی غرض نفسانی وابستہ نہ ہو بلکہ محض بہ تقاضائے محبت الٰہیہ کی جائے۔

حقیقی ولی } اصل خدا کا بندہ اور حقیقی ولی کون ہے؟ وہی جو خدا سے خدا کو ہی مانگے۔ اور سوائے خدا کے اس کا کوئی مطلوب کوئی محبوب اور کوئی غرض اور کوئی غایت نہ ہو۔ یہ وہ سنہری الفاظ ہیں جو ایک بہت بڑے باخدا انسان حضرت سیدی سفیان الثوری کی زبان مبارک سے نکلے ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ خدائے پاک کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا کرتے تھے "اے خدا اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کرتا ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈالنا۔ اگر میں بہشت

کے لالچ میں تیری عبادت کرتا ہوں تو مجھے بہشت سے دور رکھ۔ ہاں اگر میں خاص تیری خاطر اور تیرے لئے تیری عبادت کرتا ہوں تو اے خدا اپنے جمال کو مجھ سے مت چھپا "[1]

آٹھویں صدی عیسوی میں رابعہ بصری ایک بڑی ولیہ گزری ہیں۔ جو شخص محض اپنے نفس کے لئے ہی کوشاں رہے اور اپنی نفسانی خواہشات کے لئے ہی کام کرے اور اس کی عبادت کا مقصد ہوا و ہوس دنیوی ہی ہو اس کو وہ نامرد قرار دیتی تھیں۔ جو شخص حیات بعد الموت کے لئے عبادت کرے یعنے دوزخ کے خوف یا بہشت کی امید لئے ہوئے عبادت بجا لائے۔ اس کو مادہ زاد مخنث کہتی تھیں۔ لیکن وہ جو ان خیالات سے بالا ہو کر محض خدا کی محبت میں فنا ہو کر اور اس کی خوشنودی کے لئے عبادت بجا لاتا ہے وہ ان کے نزدیک حقیقی مرد ہے۔ جو خدا کے حقیقی پرستار اور جو اس کی محبت کے بندے ہیں ان کے نزدیک بہشت و دوزخ کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ بہشت کی خوشیاں اور دوزخ کا خطرہ ان کے قلوب پر ذرا اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ دونوں میں سے کسی ایک کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ دونوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔ وہ بہشت و دوزخ کی طرف نہیں دیکھتے۔ وہ اپنے محبوب ازلی خدا کی طرف دیکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا کا بندہ اپنے فرائض کو فرائض کی خاطر بجا لاتا ہے۔ وہ اس خیال سے عبادت نہیں کرتا کہ دوسری دنیا میں کسی "خرید و فروخت کا بازار کھولے یا خدا کے ساتھ کوئی بہی کھاتہ کھول بیٹھے" یہ الفاظ ایک بہت بڑے فاضل شخص کے ہیں جو انہوں نے غالباً ایک دفعہ اس موقعہ پر کہے۔ اسلام میں یہ نیکی اور عبادت کی اصل روح ہے "خدا کے ساتھ ایک لمحہ فکر یہ سلیمانؑ کی سلطنت سے بہتر ہے" "خدا کے ساتھ اور خدا میں ہونا" یہی جنت ہے۔ اور اس سے جدا اور دور ہونا یہی دوزخ ہے۔ اسمٰعیل شاعر نے اس خیال کو نہایت خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ بہشت وہ ہے جہاں تو ہی تو ہے۔ اور میری وہاں ہستی نہیں ہے اس وصال کا نام بہشت ہے۔ اور دوزخ یہ ہے جہاں تو نہ ہو اور میں ہوں۔ اسی فراق کا نام دوزخ ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بہشت وصال ایسی عبادات سے اور ایسی نمازوں سے پیدا نہیں ہوتا جن میں کوئی روح نہ ہو۔ بلکہ یہ نعمت عظمیٰ اس وقت ملتی ہے جبکہ انسان صفائی قلب سے درگاہ باری میں سجدہ ریز ہو۔

---

[1] Chapter ?0. Studies in Islamic Mysticism by R. A. Nicholson.

اور اس کے دل کے اندر خدا کی محبت کا دریا موجزن ہو۔

ذکر الٰہی } یہ انسانی قلب کی ایک مستقل خواہش اور تڑپ ہوتی ہے کہ وہ خدا کا خیال کرے اور کثرت سے اور بار بار اس کی طرف رجوع کرے اور ایک دائمی تعلق اس کا خدا سے ہو۔ اور اس سے ایک پائدار پیوند اور جوڑ ہو۔ اسی کو ذکر الٰہی کہا جاتا ہے۔ جس کے متعلق بار بار قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کی مندرجۂ ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ (سورہ بقرہ)

فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبکم ۔ ۔ ۔ (سورہ النساء)

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ۔ (النور)

ولذکر اللہ اکبر (سورۃ العنکبوت)

واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ (سورہ جمعہ)

اسی طرح کئی ایک اور آیات بھی بیان کی جا سکتی ہیں

نماز کے ظاہری اور باطنی فائدے } عام طور پر ذکر سے مراد یہی نماز لی جاتی ہے جس کی ایک خاص ہیئت مقرر ہے۔ لیکن اس کے معنوں میں وسعت ہے۔ علاوہ اس ظاہری نماز کے ذکر کے لفظ میں تفکر بھی شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خاموشی کے ساتھ خدا کا دھیان کرے۔ جس کو مراقبہ بھی بعض حالتوں میں کہہ دیتے ہیں۔ نماز کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی (سورہ العنکبوت) یعنے نماز برائی اور بے حیائی اور سرکشی کی باتوں سے روکتی ہے۔ نماز وہ چیز ہے جو ارتکاب معصیت سے انسان کو باز رکھتی ہے اور اس کے اندر بدی پر غالب آنے کی طاقت اور قوت پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن صرف یہی فائدہ نماز سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ایک اور بڑی نعمت ہے۔ ایک اور بڑی دولت ہے جو انسان کو حاصل ہوتی ہے وہ اطمینان قلب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی آگاہ رہو کہ خدا کے ذکر سے ہی قلوب اطمینان پاتے ہیں۔ نماز ایک صیقل ہے جو قلب کی تمام میل کچیل کو دور کر کے اس میں نور بھر دیتی ہے۔ یہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مبارک ہے۔ جس کی صداقت میں ذرا بھی شبہ نہیں ؏

مکتوبات ووکنگ

بازنیٹ ۔ ہرٹس

عزیز مکرم ! چہ جائیکہ ایک فرض کہوں ۔ مجھے مسرت ہے کہ آج میں اس مہربانی اور مہمان نوازی کے شکریہ میں چند سطور سپرد قلم کرتا ہوں جس کا عید الاضحیٰ کی تقریب سعید پر آپ نے راقم الحروف اور مسٹر کجن کو مستحق سمجھا ۔

ہم جملہ حاضرین کی مسرت اور نیک نیتی سے سخت متاثر ہوئے تھے ۔ کاش ہم عیسائی افراد بھی اس سے سبق حاصل کریں اور امام صاحب کے بیان کئے ہوئے غیر جانبدارانہ اصولوں پر کاربند ہونے کی کوشش کریں ۔ آپ کی مسلم سوسائٹی کے فاضل صدر مسٹر ڈی یارک سے جو میرے ساتھ سکول میں پڑھا کرتے تھے ۔ مل کر مزید مسرت حاصل ہوئی ۔

ہم آپ کی تواضع کا ایک بار اور شکریہ ادا کرتے ہیں ۔ آپ کا خیراندیش

جان ۔ ڈبلو ۔ پریڈ

سٹریتھم ۔ لندن ۔ ایس ۔ ڈبلو ۱۶ ۔

عزیز مکرم ۔ میں انگلستان میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا شایق ہوں اور مجھے تعجب ہے کہ آیا میں اس ہفتہ کی کسی شام کو مسجد ووکنگ میں حاضر ہو سکتا ہوں ۔ آیا تین یا ساڑھے تین بجے کا وقت موزوں ہوگا ۔ اگر آپ مجھے کچھ لٹریچر بھی مرحمت فرمائیں تو ممنون ہوں گا ۔

آپ کا خیر خواہ :- (ریورنڈ) جی ۔ ایف ۔ ایس ۔ جی

کیمبرج ۔

عزیز مکرم ! ریلوے بورڈ پر میں نے دیکھا کہ آپ اسلام کے متعلق مفصل کوائف عطا کرتے ہیں ۔ مجھے خیال ہوا کہ آپ کو لکھ کر حالات سے واقفیت حاصل کروں ۔ ایک مسیحی ہونے کی حیثیت سے میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ دیگر مذاہب کی تعلیم سے بھی بے خبر نہ رہوں ۔ لہذا وہ اطلاعی لٹریچر جو آپ ہم پہنچاتے ہیں مجھے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ۔

آپ کا عقیدتمند

(جی ۔ ایچ ۔ ڈبلو ۔ بی)

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۳ مئی	۱	جناب خان بہادر شیخ منہاج الدین صاحب			۱۰
۵ "	۷	ہز ہائینس نواب صاحب بہادر مانگرول		۸	۴۹
۸ "	۳۲	جناب عبد الحق صاحب			۱۰
۱۰ "	۴۴	" مولوی محمد الرحمن صاحب			۴
	۵۴	" خواجہ نذیر احمد صاحب			۱۰۰۰
۱۳ "	۶۶	" عبد الکریم صاحب			۵
۱۴ "	۱۱۰	" غلام نبی صاحب		۴	۲
۱۵ "	۱۱۲	" محبوب خانصاحب			۳
۱۷ "	۱۴۳	معرفت محمد حمید اللہ صاحب گورکھپور			
		محمد یٰسین خانصاحب ۱—۰—۰			
		محمد صادق خانصاحب ۱—۰—۰			
		محمد خلیل خانصاحب ۱—۰—۰			
		سید عظمت علی صاحب ۱—۰—۰			
		محمد حمید اللہ صاحب ۱—۰—۰			
		وحید علی صاحب ۱—۰—۰			
		اکبر حسین صاحب ۰—۸—۰			
		تجمل حسین صاحب ۱—۰—۰			
		عبد الوحید خانصاحب ۵—۰—۰			
		ایم شوکت علی صاحب ۱—۰—۰			
		ایم رفیع علی صاحب ۵—۰—۰			
		ایم عبد المغنی صاحب ۱—۰—۰			
		میزان ۱۹—۸—۰		۸	۱۹

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹ مئی	۱۴۱	کرم الٰہی صاحب			۵
۲۰ "	۱۴۵	ڈاکٹر این اکبر خانصاحب [illegible] ماہوار چندہ مشن	۰	۰	۴
۲۶ "	۱۵۱	عباد اللہ صاحب		۰	۲۶
۲۶ "	۱۵۷	کے ایچ منیار اسکوائر			۲
۲۸ "	۱۷۸	علی احمد صاحب دامن			۳۰
۳۱ "	۱۸۲	احمد دین عبد اللہ صاحب امانت	۶	۹	۶
"	۱۸۳	معرفت میرزا عبد الحق صاحب دمشق			
		امانت محمد صاحب		۱۲	۸۱
		فروخت اسلامک ریویو مئی ۱۹۳۷ء	۴	۱۰	۵۶۰
		" اشاعت اسلام "		۸	۴۲
		" گزٹ		۸	۴۰
		" کتب	۶	۷	۳۳۸
		میزان ۷ — ۱ — ۲۲۳۱			

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۸ مئی	۳۲	جناب اے ایم رحمٰن اسکوائر			۵
۱۵ "	۱۴۳	" عمر اسمٰعیل صاحب ایک پونڈ	۲	۱۱	۱۲
		میزان ۲ — ۱۱ — ۱۷			

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۸ مئی	۱	امپرسٹ بل بتفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک از نمبر [illegible] تا [illegible]			
		کاغذ برائے اپیل ۲ ہزار ۵ ریم			
		سٹیشنری کاپیاں ہیڈ فائل وغیرہ			
		کتب برائے فروخت			
		بنوائی نمبر اسلامک ریویو ۹ ہزار			
		کتابت نمونہ جات قرآن مجید			
		متفرق			
		۲۸۷ — ۹ — ۶	۶	۹	۲۸۷
	۲	پیشگی بنام امام صاحب مسجد ووکنگ ۶۰ پونڈ		۰	۷۹۹
	۳	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت اپریل ۱۹۳۷ء		۴	۲۵۷
	۴	میسرز [illegible] پریس لاہور طباعت گزٹ از نمبر ۹ تا ۱۱ و ضمیمہ اسلامک [illegible]		۸	۵۴۳
	۵	کاغذ برائے اشاعت اسلام ۸ ریم	۹	۶	۵۰
	۶	میسرز نیو یونین پریس لاہور [illegible] بابت طباعت اسلام الیسٹ فوٹو [illegible]	۰	۰	۵۰

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۸ مئی	۷	طباعت فہرست کتب اردو ۳ ہزار	۶	۳	۴۷
	۸	میسرز کمرشل یونین پریس طباعت و بنوائی ۱۲ ہزار ریپر اسلامک ریویو			۲۷
	۹	میسرز فوٹو آرٹ کمپنی بنوائی بلاک برائے اسلامک ریویو			۱۸
	۱۰	میسرز معراج الدین - جلد بندی اسلامک ریویو فروری و مارچ ۱۹۳۷ء اشاعت اسلام اکتوبر [illegible] و ستمبر [illegible] و فروری و مارچ ۱۹۳۷ء [illegible]		۳	۵۸
	۱۱	سفر خرچ ایجنٹ مشن بابت پشاور [illegible]	۹	۷	۲۵
	۱۴	پشاور، کیمبل پور، جموں، جہلم، راولپنڈی، گجرات، سیالکوٹ وغیرہ	۶	۷	۴۹
	۱۵	پیشگی برائے سفر خرچ ایجنٹ مشن اندراج سابقہ	۹	۴	۲۵
		۹ — ۱۴ — ۱۳۴۹			

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰی کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک ہمدردانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آوار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی دردو احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔**

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ؔ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ؔ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ؔ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے۔ جسمیں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اُس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بلیس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔
Address in England :- The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England.
(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

October 1937 Regd L. NO 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن۔** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "**ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ**" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد۔** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک۔** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

Their Highnesses the Prince and Princess of Berar surrounded by the Muslim Community in London after the ceremony.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدبہت حدتک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی وسعت اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے ؎

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۳ | بابت اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق رجب المرجب ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱۰

(قرآنی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت اکتوبر ۱۹۳۷ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو اس جم غفیر کی شاندار تصویر سے مزین کیا جاتا ہے جو مسجد نظامیہ کی تقریب تعمیر کے سلسلہ میں مجتمع ہوا۔ اس مجمع میں شہزادہ اعظم جاہ بہادر بہ نفس نفیس شریک کار ہیں اور تیمناً اپنے ہاتھ سے پتھر کو درست فرما رہے ہیں۔ ایسے اجتماعات سے اسلامی روایات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

رئیس الاساقفہ کا دینی پیام

کنٹربری کے اسقف اعظم ڈاکٹر کاسموگارڈن لینگ کی بلند بانگ تقریر کی آواز اب تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے۔ مذہبی رہنمائی کا تقاضا یہی تھا کہ مغرب میں مذہب اور خدائے وحدہٗ لاشریک سے قوم کو روشناس کیا جائے۔ موصوف نے نہایت دانائی سے ان تباہ کن اثرات کا راز معلوم کرلیا جو قوم کے معاشرتی شیرازہ کے انتشار کا باعث ہو رہے ہیں۔ یہ بھی آپ کی دوراندیشی کا ثبوت ہے کہ آپ نے قوم کو سخت غضبناک لہجہ میں تنبیہ کی ہم رئیس الاساقفہ کو اس جرأت اور حوصلہ مندی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ جب آپ نے انجیل سے مندرجۂ ذیل الفاظ کا اقتباس کیا۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت آپ کی روحانی حس درجۂ کمال پر تھی۔

"اگر تو اپنے مالک خدا کو بالکل بھول جائے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ تو یقیناً تباہ ہوجائے گا۔"

معاندین مذہب

رئیس الاساقفہ کے خیال میں مذہبی حس کے اضمحلال کے دو وجوہ ہیں۔ اولاً معاشرتی زندگی کا اقتصادی نظریہ

ثانیاً از دیاد علم جسنے موجودہ طرز حیات کو درہم برہم کر دیا ہے۔

کمیونزم اور مذہب

تعجب کا بجا مقام ہے کہ کمونزم کا اقتصادی نظریہ مذہب اور خدائے وحدہٗ لاشریک سے کیا علاقہ رکھتا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی نے الحقیقت ایسے اقتصادی وسائیراور نظامات پرضرور چپ بر جبیں ہوگی جن کی بنیاد ان پر رکھی گئی ہے لیکن وہ وجود باری تعالےٰ کے انکار اور مذہبی اصول کی تردید پر کیوں بے تابانہ اصرار کرتی ہے۔

حقیقت یہ ہے جیسا کہ تاریخ شاہد ہے۔ کلیسا سرمایہ دارانہ جبر و استبداد پر کاربند ہے۔ باوجودیکہ اس کے مالک حقیقی کا فرمان ہے کہ ایک اونٹ چشم سوزن سے گزر سکتا ہے لیکن ایک مالدار شخص خدا کی سلطنت میں دخل نہیں پا سکتا۔ تاہم کلیسا نے کبھی مفلس اور نادار طبقہ کی حمایت نہیں کی بلکہ ہمیشہ سرمایہ دار طبقہ سے شیر و شکر رہی ہے۔ یہی امر ہے جس نے کلیسا کی مخالفت میں ایک جماعت کو فرد ورپیشگی کی طرف مائل کیا اور چونکہ یہاں کلیسا کو مذہب اور خدائے وحدہٗ لاشریک کا نمائندہ خیال کیا جاتا ہے۔ حزب العمال کی اس مخالفانہ روش میں مذہب اور خدا کو بھی غیض و غضب کا نشانہ بنایا گیا۔ کاش مغرب کے عوام الناس کی جماعت کو یہ علم ہوتا کہ مسیحی کلیسا کے اصول کے علاوہ اور بھی مذاہب ہیں اور ان کا بھی ایک دستور اساسی ہے۔

کمونزم اور کلیسا

لہٰذا معلوم ہوا کہ کمونزم (جماعتی اختیار) انجام کار مذہب کے منافی نہیں۔ گو بظاہر موجودہ حالات میں ایسا معلوم ہوتا ہے حقیقی مذہب کا علم کمیونسٹ پارٹی کے سخت سے سخت متعصب افراد کو خداشناس بنا دے گا۔ گو آجکل ناواقفیت سے وہ مذہبی امور کی تخریب کے درپے ہیں۔ ہم اس نقصان پر جو اس جارحانہ تحریک سے پیدا ہوا کلیسا کے شکر گزار ہیں۔ وہ کلیسا جسکے ایک اہم رکن خود اسقف اعظم ہیں۔ مذہب پرست بنی نوع انسان کو کمونزم کے خلاف جو شکایات ہو سکتی ہیں وہ ان شکایات سے بدرجہا کم ہیں جو کلیسا کے خلاف ہونی چاہئے۔ جو اس تمام مصیبت کا باعث ہوئی ہے۔ یہ کہ کمونسٹ پارٹی کے غیض و غضب کا نشانہ مذہب نہیں بلکہ کلیسا ہے سویٹ روس کی مذہبی آزادی کے ایک جدید اعلان سے ثابت ہوتا ہے۔

اور اس حقیقت کی ایک تازہ شہادت اس برطانوی وفد کی اطلاع سے دستیاب ہوتی ہے جو ہسپانیہ کی سوشلسٹ گورنمنٹ کے خلاف مذہبی جبر و تشدد کی شکایات کی تحقیق کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ یہ وفد اس ملک کے بعض اکابرین کلیسا پر مشتمل تھا۔ اس وفد کے جملہ اراکین متفق الآواز ہیں کہ سوشلسٹ حکومت میں کوئی خلاف خدا

تحریک نہیں بلکہ ہر طرف کلیسائی مخالفت کی آواز بلند ہے۔ لیکن جہاں کہیں کلیسا نے اس ہر دلعزیز تحریک سے موافقت کی ہے وہاں کلیسا کی مخالفت بھی نہیں کی جا رہی۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ کمیونسٹ پارٹی کی زد میں مذہب نہیں آسکتا بلکہ وہ ادارہ یعنی کلیسا آئے گا جس کی نمائندگی بدقسمتی سے رئیس الاساقفہ فرما رہے ہیں ہمیں افسوس ہے لیکن خداوند تعالیٰ کے کام مختلف طریقوں سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ مبادا دُنیا رواج سے خراب نہ ہو جائے۔

علم اور مذہب

مذہب اور باری تعالیٰ سے قومی بے رُخی میں سائنس کی دراندازی کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اسقف اعظم نے کہا، "کائنات اور بنی نوع انسان کی اندرونی زندگی کے بارہ میں سائنس کے جدید نظریہ کے ہوتے ہوئے کسی شخصی خدا کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ مزید براں موجودہ زندگی کی روز افزوں ہلچل اور افراتفری کو دیکھیے میرے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔ وجود باری تعالیٰ کے انکار سے زیادہ اس کے جماعتی زندگی سے الگ تھلگ ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔"

اسقف اعظم کے بیان بالا سے تین سوال پیدا ہوتے ہیں جو جواب طلب ہیں۔ اوّلاً کیا وہ یہ تجویز کرتے ہیں کہ قوم کو مذہبی رنگ اختیار کرنے کے لئے تاریخ کے اس عہد کی جانب رجوع کرنا چاہئے جبکہ علم سائنس نے ترقی حاصل نہیں کی تھی۔ اگر دراصل یہی خیال ہے تو کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ کیونکہ سائنس کے متعلق کلیسا کا روایتی طرز عمل یہی رہا ہے۔ گو مسیحی ارباب مذہبی جوش میں سائنس کی ترقی کو مذہب عیسائیت سے منسوب کئے بغیر نہیں رہ سکینگے۔ ثانیاً۔ اگر یہ ایک امر حقہ ہے کہ آج سرزمین مغرب میں ہستی باری تعالےٰ سے انکار نہیں کیا جاتا بلکہ محض قومی زندگی میں اس کی دخالت لایعنی قرار دیجاتی ہے۔ کیا یہ امر مسیحیت کا کوئی خاص طغرائے امتیاز ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج پیگن اقوام بھی اس اصول کو لئے ہوئے ہیں۔ کسی پیگن قوم نے کبھی وجود باری تعالےٰ کا انکار نہیں کیا۔ یہ اقوام خدائے وحدہٗ لاشریک کے متعلق خیال آرائی کرنا ہی پسند نہیں کرتیں۔ ثالثاً یعنے سوال سوم جس کا سوال دوم سے تعلق ہے یہی ہے کیا سائنس واقعی قوم کی ان مشغولیتوں کی ذمہ دار ہے جو مذہب کے حق میں مضر ہیں۔ ہم معمولی عقل و فہم کے مالک انسان معاملہ کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ وہ رجحانات جو انسان کے دماغ کو خدا سے دور لیجاتے ہیں آج بھی وہی ہیں جو کل تھے۔ خورد و نوش، شہوانی خواہشات، ملاہی و ملاعب، معمولی تفریحات اور

ولولہ انگیز مقابلہ کے امتحانات۔ مختصراً آج عوام کی مشغولیت ان امور میں ہے۔ اور ہم یہ شدومد سے کہہ سکتے ہیں کہ یہی باتیں اس وقت بھی تھیں جبکہ ابھی حضرت یسوع علیہ السلام متولد بھی نہیں ہوئے تھے۔ یہ ہمیں یہ خیال ہے کہ ہمارے زمانہ میں یہ باتیں ازمنہ قدیمہ سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ سائنس نے اگر بعض حالات میں کوئی جدت پیدا کی ہے تو کیا ہوا۔ کسی چیز کا انوکھا پن صرف تھوڑی مدت تک رہتا ہے۔ یہ بھی استدلال پیش کیا جا سکتا ہے کہ سائنس نے ہماری مصروفیات میں اضافہ کر دیا ہے لیکن اگر دیکھا جائے شیطان کے جال ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہم چہ جائیکہ دیگر مذہبی جماعتوں کی لغزشوں اور کوتاہیوں کی جواب دہی کریں۔ ہم اس جماعت کے لئے بھی قابل مواخذہ ہیں جس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے یعنی عبرانی قوم اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ تفریحات آج پہلے سے کہیں زیادہ ترقی پر ہیں تو رسل و رسائل کے ذریعہ اس کا مقابلہ ہو سکتا ہے اور ان کی بہتات سے بچاؤ کی صورت ہو سکتی ہے۔ خدا اور مذہب کے خیال میں کوئی روڑا نہیں اٹک سکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا سائنس نے ان نفسانی عیش پرستیوں میں کونسا اصولی فرق پیدا کر دیا ہے جس میں عورت اور مرد دونوں حصہ لیتے ہیں۔ ہمارے زمانہ کو لے لیجیے۔ یونانی قبل از سائنس کے زمانہ، یا رومیوں کے زمانہ کو لے لیجئے۔ کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سائنس کے انکشافات سے انگریز امیر و غریب کی تعداد فی صدی میں ایسے افراد زیادہ ہیں جو شغل بیکاری کی لعنت میں گرفتار ہیں۔

غریب اور لامذہبیت

رئیس الاساقفہ کے بیان میں جو امر ہماری سمجھ میں نہیں آتا وہ مغرب کے غربا کا مذہب کے متعلق طرز عمل ہے۔ فرض کیا کہ عیاشانہ زندگی کی ترغیبات متمول افراد کو خداوند تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہیں اس کے برخلاف غربا کو لامذہبیت کی لعنت سے محفوظ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان وسائل سے محروم ہیں جو تعیشات کا موجب ہوتے ہیں۔ یا مقابلۃً ان کو زیادہ مذہبی ہونا چاہیئے۔ مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اگر متمول طبقہ محض مذہبیت سے بے رخی برتتے ہوئے ہے غریب طبقہ بالکل ہی مخالف واقع ہوا ہے۔ ہم ان سے بخوبی واقف ہیں جو ملحدانہ کمونزم کے مراتب پر فائز ہیں فی الحقیقت لامذہبیت کی یہ ایک نئی شاخ ہے۔ اور مسیحیت سے مختص ہے۔ یہ حقیقت ڈاکٹر لنگ کے اس نظریہ کے متناقض ہے کہ دنیوی ترغیبات موجودہ لامذہبیت کا باعث ہیں۔

کلیسا اور قوم

اسباب خواہ کچھ ہی ہوں حقیقت یہ ہے کہ آج مغربی اقوام خدا وندِ وحدہٗ لاشریک کو مسلوب الاختیار

خیال کرتی ہیں۔ اسقف اعظم کا یہ بیان کہ آج عام برطانوی زندگی میں خدا کو دخل نہیں حقیقت پر مبنی ہے رئیس الاساقفہ نے اپنے بیان میں نادانستہ طور پر خود اپنی ذات خاص کو یا کم از کم اس جماعت یعنی احماریت کو مورد الزام قرار دیا ہے۔ جو انگلستان میں خود ان کے زیر قیادت ہے۔ اس ملک میں کلیسا ایک نہایت منظم ادارہ ہے اس کے وسائل برطانیہ عظمیٰ کی ذہنی اور مادی ارتقا کے پہلو بہ پہلو ترقی کر رہے ہیں۔ اس کے اندر اپنے مبلغین کو بعید المسافت مقامات میں بھیجنے کی استطاعت ہے۔ بظاہر اس کا اولین فرض یہ ہے کہ قوم کے اندر کسی قدر ذات باری کا احساس رہے۔ گویا یہ بھی دیگر محکمات مثلاً جہازرانی، فوج، حفظ صحت اور تجارت کی مانند ایک جداگانہ محکمہ ہے۔ حکومت کے اس محکمہ کے سپرد فرائض یہ ہیں کہ قوم کی ضروریات کو رفع کرے۔

تاہم رئیس الاساقفہ کی تقریر میں قوم کو دعوت الی اللہ کا پیام اس حقیقت کا صریح اعتراف ہے کہ معاندانہ قوتوں کی زد سے کلیسا قوم کی رجوع الی اللہ یا نہ حالت کو برقرار رکھنے سے قاصر رہی خواہ کیسی ہی سخت مخالف قوتیں کیوں نہ درمیان میں حائل ہوں۔ کلیسا کا فرض ہے کہ وہ قومی دماغ کو مادیت کی حملہ آور طاقتوں سے محفوظ رکھے۔ رئیس الاساقفہ کی آہ وزاری ہمیں اس رئیس العساکر کی آہ وزاری سے ملتی جلتی نظر آتی ہے جو اپنے ملک کو خارجی اور معاندانہ متحارب افواج سے نہ بچا سکا ہو۔ برطانوی قوم کو اس صورت حال سے خبردار رہنا چاہئے۔

مذہب کلیسا سے مخصوص نہیں رہنا چاہئے

رئیس الاساقفہ کے خطبہ میں زیادہ حیرت انگیز جزو حسب ذیل بیان ہے:۔

قوم کو مذہبی دعوت اور زندگی کا سبق دینے کے لئے نمائندگان مذہب ہی مخصوص نہیں ہونے چاہئے تمام وہ اشخاص جو مسیحی کہلاتے ہیں مسیحیت کی حفاظت ان کا حق ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ آیا اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حکومت کا ایک مخصوص محکمہ بغیر عوام کی مدد کے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ یہ مان لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ انگریز قوم نے کلیسا کو امداد دینے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ امر کہ اسقف اعظم تنخواہ دار ہے اور ایسے ہی کل کے کل کلیسائی افراد بھی تنخواہ پاتے ہیں اس امر کا بین ثبوت ہے کہ قوم اپنے معاہدہ پر نہایت دیانتداری سے عملدرآمد کر رہی ہے۔ البتہ کلیسا کا فرض یہ رہ جاتا ہے کہ وہ ایسے موثر ذرائع اختیار کرے جو عوام کے مذہبی جوش وخروش کو بھی اس طرح قائم رکھے جس طرح دیگر محکمات میں ہوتا ہے۔ یقیناً مذہب سے ایک مذہبی جماعت کے ہر فرد کو سروکار ہونا چاہئے لیکن جہاں

عوام کلیسا کے قیام و بقا کے لئے کافی مالی قربانیاں کرتے ہیں۔ وہاں ان کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ کلیسا سے اپنی روحانی بہبود کے خواہاں ہوں ۔ علاوہ بریں کلیسا کو قومی زندگی کا ایک محکمہ نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ اس کا درجہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ کلیسا عوام کے اندر غیبہ طریق پر روحانی فضل و کرم پیدا کرنے کی مدعی ہے۔ کلیسا گویا ذی اخلاق زندہ بنی نوع انسان کے لئے میثاق ایزدی ہے۔ رئیس الاساقفہ کے بیان کو لیجے تو معنے یہ نکلتے ہیں کہ کلیسا اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہی ہے۔ ہمیں تعجب ہے۔

پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ و السلام

(آنریبل مسٹر ایم ٹی اکبر کے سی)

حال ہی میں مسلمانان لندن کا ایک جلسہ ایک مذہبی تقریب کے سلسلہ میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں لارڈ زیٹ لینڈ نے بیان کیا کہ مسلمان اب اپنے مذہب کے متعلق بالکل مطمئن ہیں کیونکہ اب وہ اس مرحلہ میں سے گزر چکے ہیں جو محض اپنی حفاظت یا اندفاع تک محدود تھا۔

اگر آپ نے "دور اسلام" جیسی کتاب کا مطالعہ کیا ہے جسمیں ممتاز مستشرقین کی آراء در بارۂ اسلام جمع کی گئی ہیں اور جسکو پروفیسر گبر نے تصنیف کیا ہے۔ آپ نے الواقعہ لارڈ موصوف کی رائے کو جو شروع مضمون میں دی گئی ہے بنظر استحسان دیکھینگے۔ "دنیا کے تمام مذاہب میں سے ایک اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو ابتدائی زمانہ کی محاربۂ صلیبی سے طعن و تشنیع اور معاندانہ نکتہ چینی کا ہدف بنا رہا ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ خردہ گیری نہایت غیر منصفانہ بلکہ ظالمانہ رنگ کی تھی۔ اس خردہ گیری کے جذبہ نے مذہب کو بدنام کرنے کے لئے ایسے ایسے فسانے گھڑے کہ جس سے اس کی اصل صورت مسخ ہو کر رہ گئی۔ اس نکتہ چینی اور عیب شماری میں تعصب ہی تعصب جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اور دیدہ و دانستہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن با ایں ہمہ ہم مسلمان اس کے شاکی نہیں ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ خدا کی مشیت اور اس کی مرضی سے ہے۔ اور اس میں ہماری بھلائی بلکہ کل دنیا کی بہبود مرکوز ہے۔

آپ سمجھتے ہیں کہ ان معاندانہ کوششوں کی اصل وجہ کیا ہے؟ ان کی اصل وجہ وہ بغض و عداوت

اور وہ حاسدانہ جذبات ہیں۔ جو عموماً انسانی سرشت کے اندر پائے جاتے ہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ اسلام شروع سے ہی ایک کامیاب مذہب تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہ جذبات رذیلہ اور بھی زیادہ کارفرما ہوتے رہے ان مذہبی ناگوار جھگڑوں اور باہمی تلخیوں نے صلح سیرس کے بعد جبکہ ٹرکی اپنے آخری دم توڑ رہا تھا، اور بھی زیادہ شدت اور زیادہ منتظم صورت اختیار کرلی۔ اس کی ذرا تفصیل بکار ہے۔

جلدی ہی تمام اسلامی ممالک میں مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم دینے اور ان کو مہذب بنانے کی غرض سے کالج اور یونیورسٹیاں کھولنے کے واسطے بے شمار روپیہ فراہم کیا گیا۔ سنہ ۱۹۲۰ء کا سال ایسا سال تھا کہ جس کی نسبت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ گویا اسلام کی زندگی کا آخری سال ہے۔ لیکن اس کو خواہ سو اتفاقی کہئے یا کچھ اور جسم اسلام کے اندر کچھ ایسی روح ہے اور ایسی زندگی اس کو ملی ہے کہ ان مشعل برداران تہذیب کو اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ وہ زندگی کیا ہے اور وہ کونسی روح ہے؟ وہ روح فی الحقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید علم وفن کی تحصیل کا بہت بڑا حامی ہے۔ حتیٰ کہ اس پر وہ یہاں تک زور دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اس کی عظمت وجلال اور اس کی صفات کو سمجھنے کا واحد ذریعہ علم ہی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری چیز یہ ہے کہ اسلام کسی مذہب کا دشمن نہیں ہے۔ پس یہ خدائے بزرگ وبرتر کا زبردست ہاتھ تھا کہ خود دشمنان اسلام نے ہی وہ تریاق بہم پہنچا دیا جس کی عدم موجودگی کی وجہ سے مسلمان قوم کے اندر سے سالہا سال سے روح پرواز کرچکی تھی۔ اپنی سیاسی طاقت کو خیرباد کہہ دینے اور دنیا میں ظاہری اقتدار کھو دینے کے بعد زمانہ کے علوم وفنون اور اس کی تہذیب کو حاصل کرنے سے مسلمانوں نے ایک نئے زاویہ نگاہ سے بطور اندفاع اپنے مذہب کا مطالعہ شروع کیا اور وہ سبق جو سالہا سال سے بھول چکے تھے ان کو پھر یاد آگیا۔ کہ قرآن مجید تمام مخالفانہ حملوں اور نکتہ چینیوں کا کامل ومکمل جواب ہے۔ اور یہ کہ تمام حالات گرم وسرد کا یہ مقابلہ کرسکتا ہے۔ اور اس میں جملہ علل کا علاج موجود ہے۔ اور تمام ضروریات پیش آمدہ کے لئے یہ کافی اور شافی ہے۔ یہی ایک بات کہ تمام اسلامی دنیا میں فی زماننا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے اس اندفاع کا ایک جزو اعظم ہے جس کا ذکر لارڈ ہیڈ لینڈ نے اپنے بیان میں کیا ہے۔ مخالفین اسلام کو تمام اعتراضات کا تسلی بخش اور مسکت جواب دیا گیا ہے۔ اور اہل اسلام عین دشمن کے گھر تک پہنچے ہیں۔ کیونکہ دوسرے پر حملہ آور ہونا بھی ایک اندفاع ہی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سب سے بہتر اندفاع۔ لیکن یہ کوئی کم خوشی کی بات نہیں ہے کہ جس قدر اہل اسلام نے مخالفین پر نکتہ چینی کی ہے (سوائے شاذونادر صورتوں کے)

وہ اسی رنگ کی ہے جو قرآن مجید نے تعلیم کی ہے اور جس کا حکم ان الفاظ میں ہے "جادلھم بالتی ھی احسن" یعنی مخالفین کے ساتھ مجادلہ ایسے طریق پر ہونا چاہئے جو مستحسن ہو۔ یا یہ کہ "ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ" مسلمانوں نے ان ہدایات قرآنی کے مطابق مخالفین کے بالمقابل سب وشتم سے کام نہیں لیا بلکہ دلیل سے کام لیا ہے اور عقل وفہم انسانی سے اپیل کیا ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں نے اسلام کی گزشتہ عظمت وجلال کے متعلق نہایت خوش اسلوبی سے بذریعہ تحریر وتقریر اظہار خیالات کیا ہے۔ اسلام کے عروج و ترقی اور اس کی تہذیب کے بارے میں اس کی اخلاقی تعلیم اور مسلمانوں کی شجاعت اور بہادری کی داستانیں نہایت مستحسن اور دلکش طریق پر بیان کی ہیں اور ان کے صبر واستقلال کے واقعات اور مصائب کو جس بردباری اور تحمل اور کوہ وقاری سے انہوں نے برداشت کیا یہ سب باتیں بطریق احسن انہوں نے بیان کیں اور ان سب سے بڑھ کر جس بات پر انہوں نے روشنی ڈالی وہ یہ ہے کہ کس طرح اصحاب کبار رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی انتہائی وفاداری کا ثبوت دیا۔ اور باوجود انتہائی صبر آزما تکالیف کے ان کے جذبۂ انقیاد و اطاعت میں فرق نہ آیا۔ معہذا اہل اسلام نے آنحضرت کی سیرت مبارکہ مطہرہ پر ایسی اعلیٰ اور بلند پایہ کتابیں تصنیف کیں کہ دشمن کو بھی حضور کے اخلاق فاضلہ کی خوبیوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

یہ سب کچھ تو ہے مگر میں یہ بات بزور کہونگا کہ اب جبکہ ہم اپنے دین کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ کر چکے ہیں تو لارڈ زیٹ لینڈ کے بیان اور آپ کی ہدایت کے مطابق وقت آگیا ہے کہ ہم مسلمان اپنے گھر کو ایک منظم صورت میں تنظیم دیں یعنی اب ہمیں اپنے مذہبی خیالات کو موجودہ حالات کے مطابق بنانا چاہئے مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم قرآن مجید اور احادیث سے الگ ہو کر موجودہ ملحدانہ خیالات کا تتبع شروع کر دیں۔ بلکہ ہمیں اپنے خیالات موجودہ زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید اور سنت وغیرہ کے مطابق بنانے چاہئیں۔ یہ وہ فرض ہے جو ہم مسلمانوں کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق ادا کرنا چاہئے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی جو غار حرا میں نازل ہوئی وہ اقراء سے شروع ہوتی ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ علوم وفنون کی اشاعت دنیا میں کی جائے۔ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی قوم کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا گیا۔ آپؐ کی رحمت کسی ایک ہی قوم سے مختص نہیں۔ مسلمانوں کا خدا رب العالمین ہے۔ اور اس سے یہ مراد ہے کہ خدا محض نان ونفقہ ہی تمام جانوں کو نہیں دیتا بلکہ ان کی روحانی تربیت بھی وہ کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ہر ایک قوم کا ایک رسول ہو گزرا ہے اور ہمارے نبی کریم

نے تمام سابق انبیا کی اور ان کی کتابوں کی تصدیق کی ہے۔

قرآن مجید سے یہ امر بالصراحت واضح ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں تمام دنیا آپس میں متحد ہو جائے گی باوجود اس امر کے کہ آج کل قومیت کی ایک زبردست لہر چل رہی ہے۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ سائنس کے انکشافات تمام دنیا کو اب اتحاد کا پیغام دے رہے ہیں اور دنیا اب ایک ہی ملک کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ ممالک کے درمیان جو فاصلے واقع ہیں وہ بتدریج اٹھتے جاتے ہیں۔ سٹیم انجن، تار برقی، ہوائی جہاز، ٹیلیفون بے تار پیغام رسانی وغیرہ ذرائع سب دنیا کو ایک بنانے میں ممد و معاون ہیں۔ موجودہ اقتصادی حالات دنیا کو متحد کرنے میں کسی اور ذریعہ سے کم کام نہیں کر رہے۔ چنانچہ دنیا کے ایک حصہ کی خوشحالی یا بدحالی دوسرے حصص پر اثر ڈالتی ہے۔ اسی امر کی طرف قرآن مجید کی وہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی قوم کا حکم رکھتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک خاص زمانہ میں ایک طبقہ بنی نوع انسان کا دوسرے طبقہ سے بالکل منقطع رہے۔ اور وہ ان کمالات سے بے بہرہ رہے جو اس کے بھائی بند اسی زمانہ میں دوسرے حصہ دنیا میں حاصل کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی ازم جب تک کہ وہ تمام اقوام عالم کے خیالات کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے تھی۔ اس وقت تک وہ زندہ طاقت کا حکم رکھتی تھی لیکن اب اس کی روح نکل چکی ہے کیونکہ آنے والے صوفی معلمین نے اس صداقت پر عمل چھوڑ دیا جس کی تعلیم قرآن مجید نے دی تھی۔

لیکن اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ مسلمان اس تمام علمی دولت کو حاصل کریں جو سائنس اور دیگر علوم و فنون اور بالخصوص فلسفہ کے ذریعہ سے علمی دنیا میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اور اس ذہنی ترقی کے مطابق جو اس زمانہ میں ہو رہی ہے قرآن مجید کے صحیح صحیح مفہوم اور مطالب کو سمجھ سکیں۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور قرآن مجید فرماتا ہے کل یوم ھو فی شان یعنی اللہ تعالے ہر دن ایک نئی شان میں ہے۔ اور نئی نئی باتیں اس سے ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ عالم اسلام میں کئی ایک عظیم الشان ہستیاں معرض وجود میں آئی ہیں۔ اور ٹرکی، اور مصر اور ہندوستان ایسے نادر الوجود سے محروم نہیں رہا۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں ان لیکچروں کی طرف اشارہ کروں جو ہندوستان کے مشہور و معروف فلسفی شاعر ڈاکٹر سر محمد اقبال نے احیائے ملت اسلامیہ پر دیئے ہیں اور جو مجھے امید ہے کہ تمام مسلمانان عالم نے بذوق و شوق مطالعہ کئے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہوئے ہیں۔ ان لیکچروں میں شاعر موصوف نے حضرت امام غزالی حضرت محی الدین ابن العربی ایسے بزرگ صوفیوں کا تتبع کیا ہے۔ اور دنیائے تخیل کے حیات کے موافق اور

زمانہ حاضرہ کی منطق کے مطابق قرآن مجید کے مطالب کو سائنٹفک طریق پر بیان فرمایا ہے۔ سب سے بڑی چیز جو ایک انسان کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ وہ قرآن مجید کی وہ طاقت ہے جس کی بدولت وہ تمام دنیا کے حالات کا خواہ ان میں کتنا ہی تغیر واقع کیوں نہ ہو جائے مقابلہ کر سکتی ہے۔ اور یہ خاصہ قرآن مجید فی الواقعہ بہت ہی قابل قدر ہے کہ جو ضروریات کسی ایک خاص زمانہ میں پیدا ہوں وہ اس کے لئے مکتفی ہے۔ یہ قرآن مجید کی ایک بہت بڑی اعجازی طاقت ہے کہ خواہ ایک زمانہ میں کیسے ہی حالات ہوں وہ ان میں اپنے متبعین کی رہنمائی کرتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے لیکچروں میں کئی ایک نکات ایسے ہوں گے جن پر اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مصنف کو خود اعتراف ہے کہ باوجود فلسفہ حاضرہ کے مسائل پر عبور رکھنے کے وہ نقص یا لغزش سے پاک نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں ایک مثال بھی دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبال نے اللہ تعالےٰ کے علم غیب کے متعلق بھی اظہار رائے کیا ہے اور اس کے ابدی علم کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے اس خیال سے محض چند مسلمان ہی اس سے اتفاق کرینگے۔ ورنہ عام طور پر مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اگر ہمارے ناظرین میں سے کسی نے گفرڈ کے لیکچروں کا جو اس نے دنیا پر دیئے ہیں۔ یا جو لیکچر پروفیسر "روئیس" نے عالم اور افراد پر دیئے ہیں مطالعہ کیا ہوگا تو انہیں معلوم ہوگا کہ کس طرح منطقیانہ طور پر خدا کا علم غیب انسان کے قوت ارادہ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ یہ ایک باریک نکتہ ہے جو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح کئی ایک دیگر مسائل بھی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے مثلاً یہ کہ قرآن مجید میں بارہا نظام اوقات کا ذکر آتا ہے جو خدا نے قائم کیا ہے یعنی صبح و شام کا آنا۔ اور دیگر امور جو مقررہ اوقات پر وقوع پذیر ہوتے ہیں موسموں کا تغیر، ہواؤں کا اوقات مخصوصہ پر چلنا۔ یہ سب امور قرآن مجید میں خدا کی وحدانیت پر دال ہیں۔ پھر یہ کہ کس طرح ایک مختصر زمانہ اور ایک طویل زمانہ زمانہ ابدیت سے نسبت رکھتا ہے۔ پھر یہ کہ خدائے پاک کا ایک وجود ہے اور وہ وجود پاک اپنے اوصاف میں ایسا بے نظیر و بے عدیل ہے کہ انسان اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ ہستی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور وہ ہم سے دور نہیں بلکہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی مصداق ہے۔ یہ صداقت بھی جو قرآن مجید نے واضح فرمائی ہے کہ انسان کو ایک اخلاقی غرض یا مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اور اس کو قوت ارادی دی گئی ہے تاکہ وہ تکمیل حاصل کر سکے (مندرجہ بالا مصنفین کی تصانیف سے) ظاہر ہو جائے گی۔ پروفیسر روئیس نے اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ کرما یا تناسخ کا مسئلہ ایک ایسے مذہب میں جس کی بنیاد خدا کی ہستی پر ہو کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر اس کی کتاب سے یہ بھی واضح ہوگا کہ انسان مختلف ابتلاؤں اور مصائب میں سے گزر کر اپنی تکمیل حاصل کرتا ہے۔ اور اس تکمیل کے بعد کی زندگی ہی اصل زندگی ہے اس استدلال کے ضمن میں جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے، بہشت اور دوزخ کو ایک استعارہ کے رنگ میں سمجھنا

چاہیئے۔ انسان کو موت کے بعد کئی دوسرے مراحل میں سے گزرنا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دائمی زندگی میں پہنچ کر اپنی ہستی کی تکمیل کر لیتا ہے قرآن مجید کے الفاظ میں یہ دائمی زندگی یہ مرحلہ ہے جہاں سوائے خدائے پاک کے اور کوئی چیز نہیں ہے مسلمان لوگ ہر ایک شخص کی موت پر یہ الفاظ بولتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یعنے ہم خدا کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس دوسری زندگی کا حاصل کرنا بہت مشکل امر ہے۔ لیکن اس قدر خطرناک نہیں جس قدر خیال کیا جاتا ہے بعض باتیں ایسی ہیں جو کہ مسلمان کو کرنی ضروری ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں جو اسے نہیں کرنی چاہئیں یعنی بعض اوامر ہیں اور بعض نواہی۔ نواہی کی مثال یہ ہے کہ منشیات۔ جوا۔ سے پرہیز کریں۔ علیٰ ہذا مرد و عورت کے باہم ناجائز تعلقات قطعاً ممنوع ہیں۔ لیکن ہر ایک امر میں انسان کا ارادہ دیکھا جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الاعمال بالنیات۔ اس امر پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ جو امر میں اپنے ہم مذہبوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے سیاسی یا ملکی اقتدار یا دنیوی جاہ و جلال کے کھوئے جانے پر شکستہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ یہ خدا کی مشیت ہے اور اس میں درحقیقت ہماری ہی بہبود مضمر ہے۔ خداوند تعالیٰ نے کی ذات پاک عادل اور منصف واقع ہوئی ہے اور وہ فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتےٰ یغیروا ما بانفسھم یعنی خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت آپ نہ بدلے۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے استدعا کروں گا کہ مخالفین کے حملوں اور ان کے تمسخر اور استہزا پر جو وہ اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے متعلق کرتے ہیں صبر و تحمل سے کام لیں اور اس پر دلگیر نہ ہوں۔ وہ دن آنے والا ہے اور قریب ہے کہ دنیا ہمارے پیغمبر کی عظمت اور آپ کے تقدس کی قائل ہو جائے گی۔ شیکسپیر جیسا باماق مصنف اللہ تعالیٰ کا نام اکثر تمسخر و استہزا سے لیتا ہے۔ اور عام گفتگو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کنایہ کرنے سے نہیں چوکتا۔ یہ تمام واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں جو ہم پر ہنستے ہیں مذہب آہستہ آہستہ مفقود ہوتا جاتا ہے۔

کیمونزم یا اشتراکیت فیسیزم یا فسطائیت وغیرہ وغیرہ خیالات کی حامی جماعتیں ۱۹۲۰ء سے مہذب دنیا کی ایک بڑی تعداد اپنے اندر جذب کر رہی ہیں۔ اور یہ امر ثابت ہو رہا ہے کہ تہذیب ایک غلط راستہ کی طرف جا رہی ہے اگر کسی کو اس میں کچھ شک و شبہ ہو وہ ڈاکٹر ایلی رنکس کی کتاب "نامعلوم انسان" کا مطالعہ کرے۔ جس کی تصنیف پر مصنف کو گزشتہ سال نوبل پرائز ملا ہے۔ اسلام نے موجودہ یورپین دماغ پر کیا اثر ڈالا ہے اور کس بات کو ان کے دل پر نقش کیا ہے۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ مفصلہ ذیل مصنفین کی کتب کا مطالعہ کریں۔

پالی برٹن - بیٹس براؤن - ای ایم فورسٹر - لیڈی ایوی لن کبولڈ - لارڈ ہیڈلے - وینر - اور ہالا آخر ڈنمارک کے نومسلم ہالم بو کی کتاب "Desert Encounter" ملاحظہ کریں جو اپنی اہمیت میں کسی کتاب سے کم نہیں - اگر مسلمان مسولینی کے دعوے محافظ اسلام ہونے کی صداقت یا کذب پر مطلع ہونا چاہتے ہیں تو ان کو اس موخرالذکر کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے - ظاہر ہے کہ مسولینی محافظ اسلام ہونے کا دعوے کرتے وقت یہ امر بھول گیا ہے کہ اسلام کے معنے ہیں خدا کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرنا لہذا اسلام کا اصل اور حقیقی محافظ وہ ذات حی و قیوم ہے نہ کہ کوئی اور -

اس کتاب "Desert Encounter" میں سے کچھ ضروری اقتباس ذیل میں دیتا ہوں :-

جب مصنف سے قبول اسلام کا باعث دریافت کیا گیا تو اس نے یہ جواب دیا کہ "میرے قبول اسلام کی کئی وجوہات ہیں - سب سے پہلے جو مجھے امر پسند آیا وہ یہ تھا کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہمیں اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے برخلاف اس کے دوسرے مذاہب چند ایک بوسیدہ اصول تک ہی محدود ہیں - پھر اسلام کے متعلق میرا یہ اعتقاد ہے کہ یہی ایک مذہب ہے جو ہمارے موجودہ زمانہ میں زندہ رہ سکتا ہے - اسلام بہت صاف اور سادہ مذہب ہے - رواداری اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے - اور ہر شخص سے جو خدا کی ہستی سے انکار نہ کرے رواداری اور تحمل کا برتاؤ سکھاتا ہے - یہ ایک دلکش مذہب ہے - کیونکہ اس پر عمل کرنے سے انسان ترقی کے منازل طے کرتا ہے "

ذیل میں اس گفتگو کا ایک حصہ دیا جاتا ہے جو اس کتاب کے مصنف اور سنوسیوں کے جلاوطن سردار کے درمیان ہوئی :-

سنوسی یہ تعلیم دیتا تھا - جب تک کہ اس پر عمل نہ کیا جائے نماز کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے نیز یہ کہ ہمیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے - تب ہم اس خوشی کو حاصل کر سکینگے جو اس دنیا میں ہی بہشت کے مشابہ ہوگی - مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے سے خدا کا عکس ہمارے دلوں کے اندر جلوہ فگن ہو جاتا ہے" "سنوسی" نیکی پرہیزگاری اور صفائی قلب کی تعلیم دیتا ہے - اور یہ کس طرح حاصل ہوسکتی ہے ؟ یہ اسطرح حاصل ہوسکتی ہے کہ ہم اپنے دل سے سوائے خدا کے سب خیالات نکال دیں - ایک صراط مستقیم یا اعتدال کا راستہ اختیار کریں - اور تعیش کے ان تمام سامانوں سے مجتنب رہیں جو خدا کے قریب لانے سے روکتے ہیں"

کیوں اٹلی والے سنوسیوں کے خلاف معرکہ آرا ہوئے - کیونکہ جو شخص ہماری تعلیم پر عمل کرتا ہے وہ دل و دماغ میں ایک نئی زندگی حاصل کرتا ہے - اٹلی والے سری نیکا کی تمام آبادی کو تباہ و برباد کرنے میں کوشاں ہیں جیسا کہ دنیائے اسلام میں وہ کئی ایک جگہ کر چکے ہیں - یہ اگر واقع ہو جائے تو اطالوی تہذیب بڑی سرعت سے پھیل سکتی ہے لیکن جب تک ہماری تعلیم کا غلبہ ہے یہ نہیں ہو سکتا۔" "کیوں نہیں ؟"

ہماری تعلیم کسی ایک مذہب کے متعلق ایسا سلوک روا نہیں رکھتی جو رواداری کے خلاف ہو - یہ ایک صاف سیدھی بات ہے جسم کی توانائی کے لئے ضروری ہے کہ ہماری زندگی پرہیزگارانہ ہوتا کہ ہمارا جسم ہماری روح کے رہنے کے لئے ایک موزوں جگہ بن سکے - ہمیں اجازت نہیں ہے کہ ہم کوئی منشی اشیا استعمال کریں - خدا کے سوائے ہم کسی کے بندے نہیں ہو سکتے یعنی ہمیں اپنے حالات کا خود مالک ہونا چاہئے - وہ تہذیب جو اطالوی لوگ سری نیکا میں جاری و ساری کرنا چاہتے ہیں ہمیں حالات کا غلام بنانا چاہتی ہے اس لئے ہمیں اس کے خلاف معرکہ آرا ہونا چاہئے۔"

"یہ تہذیب ہمیں حالات کا غلام کس طرح بنا سکتی ہے ؟"

" بات یہ ہے کہ یہ تہذیب ظاہری ترقی یعنے مشینری اور دیگر آلات وغیرہ کو بہت اہمیت دیتی ہے کسی شخص یا قوم کی حالت کا اندازہ لگانے میں یہ ظاہری شان و شکوہ کو سب سے بڑی چیز سمجھتی ہے - حالانکہ اندرونی ترقی اور روحانی ارتقا کو بنظر حقارت دیکھتی ہے - میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں کہیں مسولینی حکومت کرے گا وہاں چاروں طرف سے امن و آسائش کی بارش ہوگی۔"

"مستقبل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟"

مستقبل بہت تاریک اور مایوس کن نظر آتا ہے - ٹرکی بحیثیت ایک اسلامی سلطنت کے اب وہ ٹرکی نہیں ہے - مصطفےٰ کمال نے مذہب کا خاتمہ کر دیا ہے اور اس کا خیال ہے کہ اب ٹرکی کو بغیر مذہب کے ہی از سر نو باضابطہ سلطنت بنانا چاہئے۔"

"اور مصر میں کیا حالت ہے ؟"

" اب آپ خود یہاں ہیں - آپ یہاں کے حالات کا مطالعہ کریں - پھر آپ خود ہی اندازہ لگا سکیں گے۔"

اس گفتگو کے بعد میں اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوا - راستہ میں بازاری عورتوں کے مکانات پڑتے تھے لہذا مین موسیقی سے تمام بازار گونج رہا تھا اور دروازوں پر زرد، بھورے اور سفید رنگ کی بازاری عورات کھڑی تھیں

جنھوں نے اپنے چہروں پر خوب پوڈر لگائے ہوئے تھے۔ اطالوی پیانو یاس انگیز سروں سے دلوں پر خاص اثر ڈال رہا تھا۔ تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لوگ یہاں بازاروں میں سے خراماں خراماں جا رہے تھے۔ ایک پچاس سالہ عورت جس نے اپنے چہرہ پر خوب غازہ لگایا تھا تاکہ وہ عمر رسیدہ معلوم نہ ہو۔ اس نے تین جرمن ملاحوں کو ایک کمرہ میں ڈال رکھا تھا۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے اور دزدیدہ مگر مشتاق آنکھوں سے اس دوزخ کو دیکھ رہے تھے جو ان کو بہشت بریں معلوم ہوتا تھا۔ ہر طرف لڑائی جھگڑے کا شور و شغب سنائی دیتا تھا۔ میں تنگ و تاریک کوچوں میں سے گزرا جن میں دسکی کی بو زور شور سے آرہی تھی اور بالآخر ایک بازاری عورت کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا جو ایک سیڑھی پر بیٹھی تھی اور جس کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوکین کے استعمال کی عادی ہے۔ کیونکہ وہ حد متوسط سے زیادہ پھیلی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ الغرض میں اپنے ہوٹل میں پہنچ گیا۔ یہاں مجھے امن اور آرام نصیب ہوا۔ ہوٹل سے باہر کی طرف لوگ حقہ پینے میں مشغول تھے اور اس کے ساتھ ہی دن بھر کے واقعات پر تبصرہ کر رہے تھے۔ ہوٹل سے کچھ فاصلہ پر میں نے ابراہیم پاشا سکوئر دیکھا جہاں سے ٹریم گزرتی ہے۔ نیز وہاں سے گاڑیوں کے گزرنے کی آواز اس طرح آتی تھی جس طرح رات کے وقت کسی پرندے کے اڑنے سے آتی ہے۔ اسی اثنا میں ایک بلند عمارت کے منارہ سے (جو مسجد کا تھا) موذن کی آواز سنائی دی جو نمازیوں کو نماز کی طرف بلا رہا تھا۔ اس وقت چاند کی دھیمی دھیمی روشنی دل لبھا رہی تھی۔۔۔۔۔۔"

"اور درحقیقت میں نے افریقہ کو دیکھا تھا۔ اور اس کے باشندے جو اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کر رہے تھے ان کو میں نے بچشم خود ملاحظہ کیا تھا۔ سورج طلوع کر رہا تھا۔ صبح کی دھند ریف کے پہاڑوں کے اردگرد پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن گہری وادیوں میں تاریکی چھا رہی تھی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مجاہدین نے عبد الکریم (ریف) کی سرکردگی میں اپنی جانفروشی کا ثبوت دیا تھا۔ اور اپنے مخالفین کے مقابلہ میں بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے تھے۔"

"میرا جہاز شمال کی طرف جا رہا تھا جہاں عیش و عشرت کے سامان کی جو موجودہ تہذیب و تمدن نے بہم پہنچائے ہیں اس قدر فراوانی نہ تھی۔ جب میں نے افریقہ کے ساحل پر نظر ڈالی جو آہستہ آہستہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو رہا تھا میرے دل میں ان غریب مجاہدین کے لئے جن کے حالات میں سن چکا تھا سخت درد پیدا ہوا اور ان کی ناکام جدوجہد پر سخت افسوس ہوا۔ شاید انصاف کی کبھی فتح ہو۔ ہاں وہی انصاف جس کا اقتضا یہ ہے کہ انسان نیکی کی اہمیت کو سمجھے اور اس کو پھیلائے۔ نہ وہ جس کا مقصد لوٹ مار اور جبر و استبداد ہو۔ اور

اس میں شک نہیں کہ کپلنگ شاعر (Kipling) کا یہ قول مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے محض سطحی طور پر درست ہے۔ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو مشرق اور مغرب کے لوگ مساوی ہیں۔ وہ ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں اور جب انسان اس بات سے قطع نظر کر کے کہ وہ کہاں سے آیا ہے غور کرے اور اپنے دل کو ٹٹولے طبعاً اس کے دل میں اصل کی طرف جانے کی تڑپ پیدا ہو گی۔"

کیا عیسائی صاحبان غور فرمائینگے؟

(از مولانا آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

تکاد السموٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ۰ ان دعوا للرحمن ولدا ۰

قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں کہ وہ اللہ کیلئے بیٹا تجویز کرتے ہیں خدائے بزرگ و برتر کی بجائے محض ایک انسان کی پرستش کرنا اور بالخصوص اللہ تعالے جیسی ہستی اور انسان کے درمیان باپ اور بیٹے کے تعلقات قائم کرنا یہ ایسے گناہ کبیرہ ہیں کہ بالآخر ان کا ارتکاب کرنے والے پاداش سے نہ بچ سکے اور ان کو ان گناہوں کی سزا بھگتنی پڑی۔ ان کی ظاہری شان و شوکت اور ان کی اقبالمندی محض ایک جال ہے جسکے پیچھے جہنمی زندگی چھپی ہے جو دنیائے عیسائیت کے لوگ بسر کر رہے ہیں۔

ایک کمزور انسان کی پرستش نے ان لوگوں کے دماغ سے حقیقی خدا کے خیال کو بالکل مٹا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مادیت کے تاریک گڑھے میں گرے پڑے ہیں۔ وہ مقصد عظیمہ (یعنی حقیقی خدا کی معرفت) ان کی آنکھوں سے اوجھل ہے اور ان کی تمام تگ و دو مذہب کے معاملہ میں سعی لاحاصل کی مصداق ہے۔ ہاں سیاسی انقلابات نے ایک گونہ بیداری بعض سوچنے والوں کے دماغ میں پیدا کر دی ہے۔ بڑے بڑے وعظ کئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی ذہنیت کو تبدیل کیا جائے۔ مگر افسوس کی بات تو یہ ہے کہ باوجود ان تمام مساعی کے کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں پڑتی کہ ان کی تمام مصائب کا اصل باعث وہ شرک ہے جو ان کے مذہب کا اصل اصول ہے۔ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ مذہب کی طرف سے ببانگ دہل یہ اعلان کرتا ہوں کہ مغرب کے لوگ کبھی ان مصائب سے رہائی حاصل نہیں کر سکتے جو ان کی بد اعتقادیوں کی وجہ سے

ان پروارد ہو رہی ہیں۔ اور یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں جب تک کہ وہ صدق دل سے توبہ نہ کریں اور اس کی توحید کا اقرار نہ کریں اور اس کی عظمت و جلال کے سامنے سر نہ جھکا دیں۔ اب وہ زمانہ ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ عقول انسانی تیز ہو گئی ہیں۔ وہ قدیم زمانے جہالت اور تاریکی کے گزر گئے۔ اب یہ لوگ زمانہ وسطےٰ کے وحشی نہیں ہیں اور وہ بڑی اچھی طرح سے ان باتوں کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔ یا ان کو پرکھ سکتے ہیں جو ان کے سامنے پیش کی جائیں۔ ہم مسلمان بڑی کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو غلط فہمیوں سے نکالیں اور ایک سچے خدا کی پہچان کا راستہ ان کو دکھائیں۔ ہمدردی بنی نوع انسان سے مجبور ہو کر ہم مدت سے اس مسئلہ پر کئی ایک طریقوں سے بحث و تمحیص کر رہے ہیں لیکن کیفیت یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ ہمارے دلائل سے فائدہ اٹھائیں اکثریت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے اپنے نفسوں کو دھوکا دینے کے لئے نئے نئے عذر تراش لئے ہیں اور عجیب و غریب مخمصے پیدا کر لئے ہیں۔ باوجود اس کے ہم ان کو ان کی غلط فہمیوں سے باہر نکالنے کے لئے جدوجہد میں مصروف رہینگے۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ آخر کسی وقت یہ مصیبت ان سے دور ہو جائے۔ خدا کرے کہ یہ نور کو دیکھیں اور اپنی طبیعتوں میں عجز پیدا کر کے خدائے واحد کے سامنے اپنا سر جھکا دیں۔

مسیح کے اقوال اور افعال جو اناجیل میں مرقوم ہیں ایسے نہیں ہیں جن کو کسی طرح غیر معمولی کہا جا سکے۔ یہ دوسری اقوام کی مذہبی روایات کی نگاہ غلط انداز ہے جنھوں نے عیسائیوں کی آنکھ میں ان کو معجزانہ حیثیت دی ہے مثال کے طور پر ان معجزات کو جو مسیح کی الوہیت کے اساسی اصول میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اسلامی روایات میں ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب معجزات پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں کے معمولی فقرا اور صوفیا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام ایک تاریخی مذہب کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ میں ہی اس نے جنم لیا۔ اور تاریخ میں ہی اس نے پرورش پائی۔ معجزات سے بھی بڑھ کر بعض صورتوں میں عیسائی مناظرین اور مقررین حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی روحانی جرأت پر بہت کچھ فصاحت و بلاغت سے کام لیتے ہیں۔ اور ویل میں واقعہ صلیب کا ذکر بڑے ذوق و شوق سے کرتے ہیں۔ عیسائیت کے اصول کے مطابق یہ واقعہ ہائلہ (یعنی واقعہ صلیب) ایک مقدر امر تھا جو مسیح علیہ السلام نے برضا و رغبت خود اختیار کیا تھا۔ اور اس حیثیت میں اختیار کیا تھا۔ کہ وہ خدا کا دوسرا جسم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ ان دونوں (یعنے باپ اور بیٹے) کی مشترکہ زندگی کا ایک عظیم الشان اور سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ کیونکہ اس طریق سے وہ انصاف اور رحم کے ان خدائی اوصاف کے درمیان مصالحت قائم کرنا چاہتے تھے جن میں ایک دائمی جنگ چلی آتی تھی۔ چونکہ جناب

مسیح علیہ السلام نے برضا و رغبت خود یہ کارنامہ اپنے لئے اختیار کیا تھا جس میں جبر کا شائبہ نہ تھا - اور چونکہ آپ تثلیث کے اقانیم ثلاثہ میں سے ایک تھے اس لئے ضروری تھا کہ جناب مسیح اس واقعہ پر ایسی جرأت اور شجاعت کا اظہار کرتے جو کم ازکم ایسے مواقع پر انسانوں سے ظاہر ہوتی چاہیے - اور اس مقابلہ میں آپ کو دیگر افراد بنی نوع انسان سے کسی طرح کم نہیں رہنا چاہئے تھا - لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہمیں یہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوتی ہے کہ ایسے واقعہ پر جناب مسیحؑ نے جیسا کہ اناجیل ظاہر کرتی ہیں ایسا نمونہ پیش کیا جو کسی صورت میں ان شہدا سے افضل نہیں قرار دیا جا سکتا جنھوں نے کسی نہ کسی اعلیٰ مقصد کے لئے اپنی جانیں قربان کیں ہم جانتے ہیں کہ جب سقراط کو یونانی حاکم نے زہر کا پیالہ پینے کے لئے دیا - وہ کسی جوانمردی اور بہادری سے اس کو پی گیا - اور اس قسم کی مثالیں تمام اقوام کی تاریخوں میں پائی جاتی ہیں جنھوں نے اپنی زندگیاں کسی مذہبی یا دنیوی مقصد کے لئے قربان کر ڈالیں لیکن یہاں ہم محض اسلام کی تاریخ میں سے ایک آدھ مثال لیتے ہیں اور محض اس شخص کا ذکر کرتے ہیں جسے مذہب کیوجہ سے جام شہادت پینا پڑا - اور اس کا واقعہ جناب مسیح ناصریؑ کے واقعہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے یہ منصورؒ کا واقعہ ہے جسکو حلاج کہا جاتا ہے - جناب مسیحؑ کی مانند وہ ایسے لوگوں میں پیدا ہوا تھا جنھوں نے خدائے حی و قیوم سے تعلق منقطع کر دیا تھا - اور مسیح کی طرح ہی اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے تھے جن کی وجہ سے غلطی سے دعوئے الوہیت اس کی طرف منسوب کیا گیا تھا اور مسیح کی طرح ہی اس کے ہم مذہبوں نے اس پر سزائے موت کا فتوےٰ دیا تھا -

یہ واقعہ ۹۲۲ء میں وقوع پذیر ہوا - جناب مسیح علیہ السلام اور منصور علیہ الرحمت کے مابین تقابل کے لئے ضروری ہے کہ دونوں اصحاب کے الفاظ جو انہوں نے اپنے اپنے ابتلاؤں کے موقعہ پر منہ سے نکالے پہلو بہ پہلو بیان کر دیئے جائیں - جناب مسیح کے کلمات جیسا کہ اناجیل میں مرقوم ہے یہ ہیں :-

"میری روح انتہائی غم سے نڈھال ہو رہی ہے - اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو - اے میرے باپ ! اگر یہ پیالہ مجھ سے ٹل نہیں سکتا میں اس کو پی لیتا ہوں - تیری رضا پوری ہو"

اب اس کے مقابل حلاج صوفی کے الفاظ کو بھی ملاحظہ فرمائیے جو اس نے صلیب پر کھینچے جانے کے وقت زبان سے نکالے اور جو پروفیسر آر اے نکلسن نے اپنی مشہور و معروف کتاب Essay on Mysticism میں بیان کئے ہیں - آپ نے فرمایا :-

" ..... اے خدا! یہ تیرے بندے جو اپنے مذہب کی خاطر اور تیری رضا کے حصول کے لئے مجھے دار پر کھینچنے کے لئے جمع ہوئے ہیں ان کو معاف فرما۔ اے میرے مالک ان پر رحم فرما۔ کیونکہ اگر ان کو اس حقیقت کا علم ہوتا جس کا مجھے تو نے علم دیا ہے۔ یہ ہرگز کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرتے۔ اور اگر اے میرے خدا تو مجھ پر وہ حقیقت پوشیدہ رکھتا جو تو نے ان سے پوشیدہ رکھی ہے میں اس ابتلا میں نہ پڑتا۔ جو کچھ تو کرتا ہے وہ مبارک ہے اور جو تیری رضا ہے وہ مبارک ہے۔ جل جلالك و اعظم شانك ۔

مسیحیوں کے لئے یہ امر نہایت دلچسپی کا موجب ہوگا کہ منصور حلاج علیہ الرحمتہ پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ خدا ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ وہ الفاظ جن کی وجہ سے ان کی طرف ایسا دعوے منسوب کیا گیا تھا تعلیم یافتہ روشن خیال اصحاب کی نگاہوں میں کچھ جدت نہیں رکھتے اور قابل اعتراض قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ یہ الفاظ کیا ہیں اور کیا ظاہر کرتے ہیں۔ یہ وہی پرانی بات ہے کہ جب انسان کا دل انوار الٰہیہ سے معمور ہو جاتا ہے اس قسم کے الفاظ اس کے منہ سے نکلتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ اس سے قبل بے شمار گذرے ہیں۔ جن پر یہ حالات وارد ہوئے۔ وہ لوگ جنہیں حقیقت حال کا علم نہیں اور مذہب کو ایک سطحی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں جیسا کہ حلاج کے زمانہ کے لوگ یا جناب مسیح کے زمانہ کے یہودی علما تھے، ان کی نظر میں ایسے الفاظ الحاد و زندقہ کا حکم رکھتے ہیں حالانکہ الحاد و زندقہ سے دور کی نسبت بھی ان کو نہیں ہوتی۔ یہ منکرین کی بدترین ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ وہ ایسے الفاظ کو دعوی الوہیت پر محمول کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں ہم اس امر کے اظہار سے رک نہیں سکتے کہ یہ مسلمان قوم کو بجا طور پر فخر حاصل ہے کہ اگر کسی زمانہ میں انہوں نے یہودیوں کی طرح اپنے بعض بزرگ نفوس کو ان کے الفاظ سے غلطی کھا کر ان کو مورد الزام ٹھیرایا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ لیکن انہوں نے ایسی غلطی کا ارتکاب کبھی نہیں کیا کہ کسی انسان کو ایسے الفاظ کی بنا پر خدا مان کر اس کی پرستش شروع کر دی ہو۔ جیسا کہ ہم حضرت عیسے علیہ السلام کے متبعین کے بارہ میں دیکھتے ہیں۔ قصہ کوتہ اگر اس قسم کے متصوفانہ کلمات کو جن کی وجہ سے انسان ہاں کامل انسان مصائب و آلام کا آماجگاہ بنتا ہے دعوے الوہیت قرار دیا جائے اور ایسے بزرگ نفوس کو خدا مان کر اس کی پرستش شروع کر دی جائے۔ تو میں بلا خوف تردید یہ کہنا چاہتا ہوں کہ منصور حلاج علیہ الرحمتہ جناب مسیح علیہ السلام سے بدرجہ اولٰے معبود یا خدا قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) (لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ جناب مسیح بعض الفاظ کی بنا پر مدعی الوہیت قرار دیئے جا سکتے اور نہ اسلام کے صوفی جناب منصور کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انا الحق کہنے سے وہ نعوذ باللہ خدا بن گئے تھے۔)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کا ایک ورق

(یہ وہ لیکچر ہے جو ہماری مکرمہ معظمہ بہن الحاجہ عائشہ ونٹ ورتھ فٹز ولیم نے یوم ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر لندن میں دیا۔ اور حضار سے خراج تحسین وصول کیا)

شہزادۂ معظم!

میں آج خصوصیت سے ان غیر مسلم اصحاب کو مخاطب کرنا چاہتی ہوں جو ہمارے پیغمبر اعظم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اخلاق فاضلہ اور آپؐ کی سیرت مبارکہ سے واقف نہیں ہیں۔

آنحضرت صلعم کے اخلاق حمیدہ اور آپ کے اوصاف پسندیدہ ایسے تھے جو ہمارے ملک کے باشندوں کو خواہ وہ طبقہ ذکور سے تعلق رکھتے ہوں یا انوث سے اپیل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ اخلاق کیا ہیں؟ شجاعت جرأت۔ سخاوت۔ ہمدردی اور وفاداری اور شکست خوردہ دشمن پر رحم و کرم۔

آپؐ کی شجاعت ایک امر خصوصی ہے۔ جو آپ ہی کی ذات سے مختص ہے۔ جب آپ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبوت کے منصب پر کھڑا کیا گیا آپؐ اکیلے تھے۔ بے یار و مددگار تھے۔ آپ کی قوم بلکہ آپؐ کے خاندان اور قبیلہ کے لوگ آپ کے مخالف تھے۔ لیکن قربان جائیں آپؐ کی ہمت پر۔ آپ تن تنہا سینکڑوں ہزاروں مخالفین کے بالمقابل نہایت بہادری اور رجولیت کے ساتھ فرائض مفوضہ کو باحسن وجوہ سرانجام دیتے رہے۔ فی الحقیقت یہ آپ کی غیر معمولی بہادری اور آپ کا اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان تھا جس کی وجہ سے آپ بالآخر مظفر و منصور ثابت ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب قعر مذلت میں گرے پڑے تھے۔ شراب نوشی، بت پرستی اور دیگر جملہ اقسام کی بداخلاقیاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ وہ کعبہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے بیت اللہ چلا آتا تھا بتوں سے بھرا پڑا تھا جنکو عرب پوجتے تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و ہدایت اور آپؐ کی بے نظیر قوت قدسی کا اثر تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس عرب کو جو اس قدر قعر مذلت میں گرا ہوا تھا۔ اخلاق کی بلند چوٹیوں پر پہنچا دیا۔ یہ ایک انقلاب عظیم تھا جو ہمارے نبی کریم صلعم کے ہاتھوں سے دنیا میں ظاہر ہوا

یہ ایک ایسا انقلاب تھا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

ان کارہائے نمایاں میں سے جو آپ نے کئے مکہ کو فتح کر کے خانہ کعبہ کو تمام اصنام سے پاک و صاف کر دینا بالخصوص ایسی حالت میں کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے کیا کچھ کم بہادری کا کام ہے۔ میں خیال کرتی ہوں کہ جو شخص مکہ گیا ہے وہ خود اس منظر کا نقشہ کھینچ سکتا ہے۔ کہ ان حالات کے اندر اس قدر کام کرنا کس قدر پُر خطرات تھا۔ ان خطرات کے اندر یہ محیر العقول کامیابی لاریب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ کی کمال بہادری پر دال ہے

مکہ کے ذکر کے ضمن میں میں اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ فی زمانتا یورپ اور ایشیا کے لوگ مکہ اور مدینہ کو دیکھنے کے لئے دُور دُور سے جاتے ہیں۔ یہ کشش اور یہ مقبولیت جوان مقامات کو حاصل ہے کوئی معمولی بات نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں مکہ مرجع عالم بن چکا تھا۔ اب یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر شخص جو عقل و فہم سے بہرہ ور ہے وہ چاہتا ہے کہ دُنیا میں امن قایم ہو۔ اگر یہ مقصد فی الواقعہ حاصل کرنے کے قابل ہے تو میں یہ کہونگی کہ یہ مقصد حج کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں باحسن وجوہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جہاں تمام دُنیا کی متفرق اقوام خواہ وہ سیاہ ہوں یا سفید تمام ایک ہی لباس میں ملبوس۔ اور بادشاہ و فقیر، غریب اور امیر ایک ہی رنگ میں رنگین ہو کر پہلو بہ پہلو خدائے بزرگ و برتر کے حضور حمد و ثنا کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس قسم کی مساوات ہی دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی ضامن ہو سکتی ہے۔ اب پھر میں اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتی ہوں:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کارنامہ کہ آپؐ نے شراب نوشی کا انسداد کر دیا۔ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور بہت بڑی اصلاح ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا کہ دنیا میں آپ ہی سب سے پہلے نبی ہیں کہ جنھوں نے عورت کی حیثیت اور اس کے رتبہ کو بلند کیا۔ آپؐ کے زمانہ تک عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی حقیقت یہ ہے کہ اہل عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے۔ اس ظلم کو جو صنف نازک پر کیا جاتا تھا آنحضرتؐ نے روک دیا۔ اور آج سے ۱۳۵۰ سال پیشتر ایسے توانین بنائے جن سے عورت کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا۔ اور میں بلاخوف تردید کہتی ہوں کہ آپ نے عورت کے لئے وہ مرتبہ تجویز کیا جو بعض یورپین ممالک میں بھی نظر نہیں آتا۔ اسلامی قوانین کی رو سے عورت کی املاک خواہ وہ نقدی ہو یا دیگر اشیا، زمین ہو یا کچھ اور اس کی ملکیت قرار دی گئی حتیٰ کہ اس کا خاوند بھی ان پر قابض نہیں ہو سکتا۔ عیسائی لوگوں میں اسلام میں عورت کی حیثیت کے متعلق بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ مثلاً کئی ایک یورپین اصحاب نے مجھ سے کہا ہے کہ " افسوس کہ تمہارے نبی صلعم

کی تعلیم کی رو سے عورت کی روح نہیں ہوتی"۔ میں نہیں جانتی کہ یہ غلط فہمی کس طرح سے یورپ میں پھیل گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک نہایت غلط الزام ہے جو یورپ کے لوگوں نے بوجہ جہالت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف گھڑا ہوا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم مرد اور عورت دونوں کو مساوی حیثیت دیتے تھے اور اسلام کی رو سے دونوں کو خدا نے روح مرحمت فرمائی ہے۔

آخر میں میں ایک انگریز مورخ مسٹر سٹینلے لین پول کی ایک تحریر جو آپ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھی ہے بیان کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اس انسان کے اندر ہمیں جہاں اس قدر شفقت اور رافت کے جذبات نظر آتے ہیں وہاں دوسری طرف اس میں اس قدر شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائی دیتے ہیں۔ . . . . .
اس شخص نے تن تنہا سالہا سال تک اپنی قوم کی مخالفت کا بڑی جوانمردی اور شجاعت سے مقابلہ کیا . . . . وہ نہایت غمگسار اور مخلص دوست تھا۔ وہ نہایت فیاض اور وسیع الظرف تھا۔ وہ نہایت شجاع اور لوگوں کے لئے ملجا و ماویٰ تھا۔ . . . .
وہ نہایت گرم جوشی سے کام کرنے والا اور بنی نوع انسان کا بیحد ہمدرد تھا اور صحیح معنوں میں مخلص انسان تھا۔ اور اپنے پاک مقصد کے لئے نہایت مخلصانہ رنگ میں سرگرم سعی رہتا تھا۔ . . . .

وہ بڑے وقار اور ثبات کے ساتھ اپنا پیغام اپنی قوم میں لے کر آیا جو اس کے منصب کے شایان شان تھا اور اپنے عہدہ جلیلہ کی ذمہ داریوں کو خوب سمجھتا تھا۔ لیکن اس عظمت وجلال کے ساتھ ساتھ انکسار اور فروتنی اس کی جبلت کا جزو لاینفک تھا۔"

یہ اس شخص کے الفاظ ہیں جو مسلم نہیں تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

قرآن کریم کا تخیل اللہ تعالیٰ کے بارے میں

(از آنریبل شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء)

کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کوئی قصبہ اور کوئی شہر ایسا نہیں جس میں اہل اسلام کی آبادی ہو اور اس میں خدا نے اولیاء اللہ پیدا نہ کئے ہوں۔ ہندوستان کے محض ایک ضلع بارہ بنکی میں ہی ہزاروں اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں۔ صرف قدوائی خاندان میں ہی تقریباً سات سو ایسے بزرگ ظاہر ہوچکے ہیں۔ بارہ بنکی کے بارہ اولیا میں سے دو اس قدر عظمت وشان کے بزرگ گزرے ہیں کہ جن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ معجزات جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً احیاے موتٰے وغیرہ وہ ان پاک نفوس کے ہاتھوں سے معرض ظہور میں آتے تھے۔ حاجی وارث علی شاہ انہی میں سے ایک بلند پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ دیوا ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے۔ آپ کا وصال اس صدی کے ابتدائی سالوں میں ہوا ہے۔ آپ کی سوانح حیات کئی زبانوں میں لکھی گئی ہیں اور ایک انگریزی میں بھی ہے جس کا نام God in Man. ہے۔ آپ عجیب وغریب روحانی تصرفات کے مالک تھے۔ اور مختلف اقوام کے افراد آج تک آپ کی بے انتہا تکریم وتعظیم کرتے ہیں۔ جن میں بعض یورپین بھی ہیں منجملہ ان کے ایک صاحب Count Glarzu. ہیں۔ جنھیں آپ پر بڑا زبردست اعتقاد ہے۔ اسی طرح کئی ایک دوسرے یورپین اصحاب آپ کے ارادتمندوں کے حلقہ میں ہیں۔ بلحاظ روحانیت اور اخلاق وعادات میں آپ مسیح علیہ السلام کے نقش قدم پر نظر آتے ہیں۔

ہزاروں مسلمان اولیا (جن میں مسلم خواتین بھی شامل ہیں) کے حالات تاریخوں میں مندرج ہیں۔ ان میں سے کئی نے روحانیت اور تصوف پر کتابیں لکھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں روحانیت یا تصوف پر جو اعلےٰ لٹریچر پایا جاتا ہے وہ بے نظیر ہے۔ اور کوئی مذہب بلحاظ کیفیت اور کمیت کے اس کو نہیں پہنچتا۔

تصوف یا روحانیت کو ایک سائنس بنا دیا گیا جسکے قواعد وضوابط اور اس پر عامل ہونے کے اصول وضع کئے گئے اور مقصد یہ تھا کہ روحانی قوتوں میں ارتقا واقع ہو اور انسان کے اندر اتقا اور خشیت اللہ کی روح پھونکی جائے۔ اس کام کے کرنے والے بھی وہ ہزارہا بزرگ نفوس تھے جنھیں اللہ تعالےٰ نے مقام ولایت پر فائز فرمایا تھا اور زبردست روحانی طاقتیں عطا فرمائی تھیں۔

ظہور اسلام کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اور بعض کا خیال ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اور خود حضور صلعم کی یا آپ کے صحابی حضرت علیؓ کی ہدایات کے ماتحت اسلام میں ایک ایسا طبقہ قائم کیا گیا جنھوں نے تصوف یا طریقت کا نام اختیار کیا تھا۔ اس طبقہ کے افراد نے ہمہ تن اپنے آپ کو روحانی طاقتوں کے ارتقا کے کام میں لگا دیا۔

اسلام انسان کے اندر خدا کے حلول کے عقیدہ کو صحیح نہیں مانتا۔ کیونکہ اس کا مطلب تو دوسرے لفظوں میں خدا کو اس کے مقدس مقام سے گرانا ہے۔ لیکن اسلام اس بات کو مانتا ہے کہ جہاں تک انسان کا قرب خدا سے ممکن ہو سکتا ہے اس مقام کو پا سکتا ہے۔ خدا فرماتا ہے "جس شخص سے میں محبت کرتا ہوں میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا ہے۔ اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔"[1]

اسلام میں پیدا ہونے والے صوفیائے کرام نے اپنے حلقۂ عمل میں جو کامیابی اور فتوحات حاصل کیں، وہ ان کامیابیوں سے جو دوسرے مسلمانوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں اور دیگر علوم میں حاصل کیں کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں۔ چنانچہ جہاں اسلام نے بڑے بڑے جرنیل، بڑے بڑے مدبر، بڑے بڑے مقنن اور سائنسداں بڑے بڑے انجینیر، بڑے بڑے ہیئت داں، بڑے بڑے ریاضی داں، بڑے بڑے حکیم وغیرہ وغیرہ پیدا کئے تو اس کے ساتھ ہی اسلام نے بڑے بڑے روحانی انسان پیدا کئے۔ بڑے بڑے صوفی اور بزرگ نفوس پیدا کئے قرآن مجید خود مسلمانوں کو "امتہ وسطیٰ" کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ اور جب تک یہ مقصد کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی قوم ہے حاصل نہ ہو قرآن مجید کا یہ منشا ہے کہ مسلمان دوسری اقوام کے مابین بطور ایک جوڑنے والی کڑی کے کام دیں۔ اس طرح سے اسلامی تہذیب نے دونوں پہلوؤں یعنی مادی اور روحانی پہلو کو مدنظر رکھ کر ان دونوں کے ارتقا کا سامان بہم پہنچایا ہے۔

اگر ایک طرف مسلمان یورپ کی مادی تہذیب کے موجد بنے انہوں نے یونانی اور رومن سائنس کو دوبارہ زندہ کیا تو دوسری طرف بدھ مت اور ویدانت کے فلسفہ کو مات کر دیا۔ اگر سپین اور سسلی میں مسلمانوں کے قائم کردہ سکول اور کالج علوم و فنون کی تحصیل کے مرکز بن گئے تو ایران اور ہندوستان میں ان کی خانقاہوں اور حجروں نے تمام ایشیا کے درویشوں اور رشیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ ہندوستان کے ہر کونہ میں پہنچے اور ایک ایسی اعلیٰ

---

[1] یہ حدیث قدسی کا مضمون ہے جس کا ذکر بخاری میں ہے (مترجم)

روحانی شہرت حاصل کی کہ ان کی وفات کے بعد ان کے مزار ہزار ہا نفوس کے زیارت گاہ بن گئے۔ ان زائرین میں کثرت ہندوؤں کی تھی۔ باوجود اس کی بلند دیواروں کے جو اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں وہ اندرون چین تک چلے گئے جہاں کہ اس کے فاتح کبھی نہیں پہنچے تھے۔

روحانی ارتقا کے لئے انسان کو قرآن مجید کی ذیل کی سی آیات کا مطالعہ کرنا چاہئے اور ان کے متصوفانہ معانی پر غور کرنا چاہئے۔ مثلاً ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہٖ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (سورۂ ق)

(ترجمہ) اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو اس کا نفس وسوسے ڈالتا ہے اور ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

لاتخافا اننی معکما اسمع واریٰ۔ مت ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

الذین یبلغون رسٰلت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ وکفیٰ باللہ حسیبا

(ترجمہ) وہ لوگ جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور اللہ حساب لینے والا بس ہے۔

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ (والنّٰزعٰت)

(ترجمہ) اور جو اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور نفس کو خواہش سے روکتا ہے تو بہشت میں ٹھکانا ہے

مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولٰکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (المائدہ)

(ترجمہ) اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین ہ

(ترجمہ) پس وہ سست نہ ہوئے جو ان کو اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آئی۔ اور نہ کمزور ہوئے اور نہ عاجزی اختیار کی اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (آل عمران)

فاستقم کما امرت (ہود) پس سیدھی راہ پر استقلال سے قائم رہو جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے۔

ادعونی استجب لکم۔ مجھے پکارو، مجھ سے دعا مانگو اور میں اس کا جواب دوں گا میں اسکو قبول کروں گا

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض (النمل) بھلا کون بیقرار کی فریاد کو پہنچتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔ اور تمہیں زمین میں حاکم بناتا ہے۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبولی ولیومنوابی لعلھم یرشدون ہ (سورہ بقرہ) اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔ وان الیٰ ربک المنتھیٰ (النجم) اور کہ انجام تیرے رب کی طرف ہی ہے۔ واتقوا اللہ واعلموا انکم ملقوہ وبشر المومنین ہ (بقرہ) اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ تم اس کو ملنے والے ہو اور مومنوں کو خوشخبری دو۔ یوم تری المومنین والمومنات یسعیٰ نورھم بین ایدیھم وبایمانھم بشرٰکم الیوم (الحدید) جس دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا ان کا نور ان کے آگے دوڑ رہا ہوگا۔ اور ان کے دائیں۔ آج تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ ادخلوھا بسلام ذالک یوم الخلود لھم ما یشاؤن فیھا ولدینا مزید (ق) سلامتی سے اس میں (بہشت میں) داخل ہو جاؤ۔ یہ خلود کا دن ہے۔ ان کے لئے اس میں ہوگا جو وہ چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بڑھ کر ہے۔ ونفخ فیہ من روحہ (السجدہ) اور اپنی روح (خدا نے) اس میں (انسان میں) پھونکی۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اور جس طرف تم منہ پھیرو گے اس طرف خدا کو پاؤ گے۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض، خدا آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم خدا کے ہی ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یا ایھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحاً فملقیہ ہ (الانشقاق) اے انسان تو سخت کوشش کر کے اپنے رب کی طرف پہنچنے والا اور پھر اسے ملنے والا ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیئٍ قدراً ہ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے (اس پر بھروسہ کرے) وہ اس کے لئے کافی ہے۔ بے شک خدا اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب (سورہ ہود) اور مجھے توفیق ملنا اللہ کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں۔ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور (سورہ بقرہ) اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو سخت اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ وکفیٰ باللہ ولیاً وکفیٰ باللہ نصیرا۔ (سورہ النساء) اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔ ورحمتی وسعت کل شیئٍ (سورہ اعراف) اور میری رحمت سب چیزوں پر حاوی ہے۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (سورۂ زمر) کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ سبھی گناہ بخش دیتا ہے۔ قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا (سورۂ یونس) کہہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہاں اس پر چاہئے کہ خوش ہوں۔ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین (البقرہ) اللہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور وہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ واللہ یحب المحسنین (آل عمران) اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو دوسروں سے نیکی کرتے ہیں۔ یٰقوم لا اسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا علی الذی فطرنی (سورۂ ہود) اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر صرف اس پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کہو کہ میری نماز، میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

روحانی ارتقا کے آخری اور انتہائی مقام پر انسان کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پڑھنی چاہئے۔ جو حدیث قدسی ہے اور خدا کی زبان سے رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے کہ:-

"اے انسان! تو محض میری احکام اور میرے قوانین کی اتباع کر۔ تو میری ہی طرح ہو جائے گا۔ اور پھر تو کہو کہ "کن" تو یہ ہو جائے گا۔ (یعنی کن فیکون کی طاقت تم کو حاصل ہوگی)[1]"

یہ محض ایک متصوفانہ یا روحانی خدائی پیغام نہیں ہے جو خود خدا کے پیغمبرؐ نے دیا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد بڑی بڑی کارآمد اور منفعت بخش ایجادات کے لئے ایک قسم کی تحریص و ترغیب دلانا اور مادی ترقی کرنے کی طرف مائل کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ کے قوانین پر چلنے سے انسان روحانیت کے بلند مقام پر ہی فائز نہیں ہوتا بلکہ ذہنی اور جسمانی ترقیاں بھی حاصل کرتا ہے اور بڑی بڑی طاقتیں اس کو مل جاتی ہیں۔

یہ ایک نہایت معتبر اور ثقہ روایت ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض روحانی طاقت سے برق کے اندر جو آواز کو پہنچانے کی طاقت اور خاصیت موجود ہے اس کو سمجھ لیا۔ اور جب آپ کی فوج دور دراز مقام پر تھی آپ نے دشمن سے جو پوشیدہ حملہ آور ہونے والا تھا محفوظ رہنے کے لئے مدینہ سے بھیجا باوجود اس قدر بعد مسافت کے آپ کے کمانڈر نے آپ کی آواز سن لی۔ اور اپنی فوج کو حسب ہدایت خلیفہ دشمن سے بچا لیا

[1] اسی مقام پر پہنچ کر حضرات اولیائے کرام کی زبان سے انی انا اللہ کے کلمات نکل جاتے ہیں حقیقتاً خدائی کا دعوےٰ یہ نہیں ہوتا بلکہ مقصد محض مقام فنا فی اللہ کا اظہار ہے اور بس۔ (مترجم)

یہ پیغام اور یہ ہدایت اس قدر دور دراز مقام سے کیونکر سنی گئی؟ یہ محض روحانی طاقت کا کرشمہ تھا۔ اب اس زمانہ حال میں مارکونی نے اسی قانون قدرت کو اپنی ذہانت سے معلوم کیا اور اب یہ سلسلہ پیغام رسانی ہزاروں میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن ایک لحاظ سے اب تک حضرت عمرؓ کی روحانی طاقت کی فوقیت ہی مسلم ہے کیونکہ آپ نے ایک دور دراز فاصلہ پر بغیر تار آواز کے چلے جانے کے قانون کو ہی صرف معلوم نہیں کیا تھا بلکہ آپ نے "انکشاف" کے قانون کو بھی معلوم کر لیا تھا اور پہاڑ کے پیچھے سے میلوں دور دراز فاصلہ پر آپ نے اپنی فوج کی بے بسی کی حالت کو گویا بچشم خود دیکھ لیا۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ مستقبل میں کوئی اور شخص اسی انکشاف کے قانون کو اپنی ذہانت سے معلوم کر لے۔ اور خدا کی صفت "بصیر" ہونے کے قریب قریب آجائے۔

اس میں شک نہیں کہ کاملیت خدا کے لئے ہی مخصوص ہے۔ اور اس کی بعض خوبیاں اور صفات ایسی ہیں جن میں کوئی شخص نزدیک نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ خدا نے اپنی روح انسان میں پھونکی ہے وہ بعض صفات خدا کی ظلی طور پر اپنے اندر لے سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاؑ نے یہ صفات اپنے اندر لے لی تھیں۔ یا اس سے ادنیٰ درجہ پر قوانین قدرت معلوم کر کے بعض ذہین اشخاص دماغی اور جسمانی طور پر یہ اوصاف اپنے اندر لے چکے ہیں۔

وہ لوگ جو اسلام کے صوفیانہ پہلو کے متعلق کچھ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ مسلمان اولیاء اللہ اور درویشوں کی تحریرات کو پڑھیں مثلاً حضرت مولانا جلال الدین رومی کی تصنیف۔ علیٰ ہذا حضرت امام غزالی اور ابن عربی کی کتابیں۔

ان بزرگوں نے دوسرے مذاہب کے متصوفانہ توہمات کو خس و خاشاک سے پاک کر کے ایک بڑے اعلیٰ اور پاک فلسفہ کا جامہ پہنا دیا ہے اور مشرکانہ خیالات کا قلع قمع کر کے موحدانہ خیالات کی تلقین کی ہے۔ انہوں نے حب اللہ کو سب سے بڑا مقام دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا رومی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً مشتے نمونہ از خروارے مولانا موصوف فرماتے ہیں ؎

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما ❊ اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما

یعنی اے خوشی کے دینے والے عشق تجھ پر رحمت ہو۔ تو ہماری تمام بیماریوں کا طبیب ہے۔

مولانا حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ❊ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یعنی وہ شخص جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا۔ ہمارا دائمی زندہ رہنا صفحات عالم پر لکھا ہوا ہے
لیکن اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اس قسم کی زندگی جس میں انسان دُنیا و ما فیہا سے منہ موڑ کر خدائے بزرگ و برتر سے تعلق جوڑتا ہے اس مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی کا ایک پہلو تھا جبکہ غار حرا میں آپ شب و روز دنیا سے الگ ہو کر خدائے واحد کی پرستش اور عبادت میں بسر کرتے تھے۔

اس زندگی کو آپ کو اس وقت چھوڑنا پڑا جبکہ خدا کی طرف سے آپ پر نزول وحی شروع ہوا اور آپ نے حکم خداوندی کے ماتحت اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ایک "نئی دنیا" بنانے کی طرح ڈالی۔ یہ نئی دنیا اس موجودہ دنیا سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ اس نئی دنیا میں ایک "بہتر قوم" بنائی گئی۔ یہ قوم اس لحاظ سے ہی بہتر نہ تھی کہ وہ روحانی طور پر اعلیٰ و ارفع تھی۔ بلکہ تمام پہلوؤں اور تمام لحاظ سے بہتر تھی۔

اسلام تصوف کا مخالف نہیں لیکن اسلام اس امر کو نظر انداز نہیں کرتا کہ یہ دُنیا ایک مادی دنیا ہے۔ اور تمام لوگوں کو اس دنیا میں رہنا ہے۔ اگرچہ یہ زندگی دائمی نہ ہو۔ اور جس صورت میں انسان نے اس دُنیا میں رہنا ہے اسے مادی ضروریات کو بھی بہترین طریقہ میں پورا کرنا ہے۔ جس سے اس کو صحت، خوشی اور ترقی حاصل ہو۔ اس وجہ سے اسلام نے اخلاقی اور روحانی پہلو کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی کے ذہنی سیاسی اور مجلسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ اسلام نے بنی نوع انسان کے لئے ایسے قوانین اور قاعدے منضبط کئے ہیں جن سے سوسائٹی باحسن وجوہ ترقی کے شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ وہ پاک نفوس جو اس دنیا سے منقطع ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں اور جسمانی طاقتوں کو نشو و نما دینے کی نسبت زیادہ تر روحانی قوٰے کو ترقی دینے کے لئے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں وہ کسی عزت کے مستحق نہیں۔ ایسے پاک نفوس ہمارے زمانہ میں بھی ایک بہت بڑے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ ان کا وجود اس مادیت اور دہریت کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے جس نے انسان کو خود غرض بنا دیا ہے۔ اور جس سے وہ ایک غیر ذمہ دارانہ طریق پر زندگی بسر کر رہا ہے۔ انسان محض روٹی ہی پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ عام حیوانوں یا جانداروں سے بڑھ کر کوئی جوہر اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایسا جوہر جو سب مخلوق کو حاصل نہیں۔ اس کو جو خدا نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اس حیثیت اور درجہ کا اس کو پاس رکھنا چاہیئے۔ اس روئے زمین پر اس کو خدا کا نائب بن کر رہنا چاہیئے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ اپنی ممتاز روحانی طاقتوں کو ترقی دے۔ اس کو ہرگز زیبا نہیں کہ مادیت اس پر غلبہ پالے اور وہ اس کا مفتوح ہو جائے۔ مادیت کی مثال ایک آگ سے دی گئی ہے

مسلمانانِ رُومانیہ

از جناب پروفیسر ایم۔ ولی خان۔ مدیر "دی کریسنٹ" (Crescent)

ابتدا میں میں تاریخ رومانیہ کا ایک مختصر خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے قارئین کرام معترضہ رویہ سے ناخوش نہ ہوں گے۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا، رومانیہ محض دو صوبجات بلکہ حقیقۃً دو خاص مقامات ولکڈیہ اور مالدیویہ پر مشتمل تھا۔ مقامی شہزادگان جن کو عرف عام میں "Voivodes" کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا حکومت کے برائے نام اطاعت گزار تھے۔ بلکہ زار روس کی نازیبا ریشہ دوانیوں کی وجہ سے سلطان، خلیفہ یعنے ولی عہد سے مغائرت برتتے تھے۔

سوزیرین قوت کی تضعیف کے لئے یونانی راسخ العقیدہ گرجانے یورپ کی مشئومانہ حرکت یعنی پُرامن دراندازی کا طریق اختیار کرتے ہوئے "روسی ریچھ کا آگا روکا"۔

ناواجب ترکی استقلال سے ان گرگ طبع کلیسائیوں نے گوسفندی لباس میں ان پڑھ اور سادہ لوح دہقانیوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اور ببانگ دہل اعلان کیا کہ سفاک ترکوں کا نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔

راسخ العقیدہ عیسائیت کے بل بوتے پر مسلم مرد وزن اور ان کے بچوں کا قتل عام ہوا میکشانہ جشن آبائی دلی جن کی آج ہسپانیہ میں لیلا رچائی جا رہی ہے۔ عام ہو گئیں۔ انجام کار اس زمانہ کے بردبار اور تن آسان ترکوں کے جمود دخمود کا نشہ ہرن ہو گیا۔ اور ان کی رگوں میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔

مسیحی رعایا کی دغابازانہ اور پرفریب روش سے مغلوب الغضب ہو کر ترکی حکومت نے ان عشوہ کار بدعملیوں کا سدباب کر دیا۔ ترکی افواج نے شر کے بڑھتے ہوئے پودے کو پنپنے سے روک دیا۔ اور دو باقی Voivodes ، شہزادگان کو پابہ زنجیر قسطنطنیہ لیجایا گیا۔ یہاں حاکم وقت سلطان نے رحمدلی کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔ دریا دل حکمران نبی کریم صلعم کے زمانہ سے الی الآن ازیں قبیل عفو گستری کا ثبوت پیش کرتے رہے ہیں۔

کیا مادر یورپ جو تہذیب و تمدن کا راگ الاپتی رہتی ہے۔ کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے۔ اس قسم کی شورش پسندیوں کی روک تھام کے لئے ترکی حکومت نے نہایت دانشمندانہ طریق اختیار کرتے ہوئے مشوش مقامات میں اناطولیہ کی سخت جان آبادی کا ایک حصہ داخل کر دیا ہے۔ یہ اناطولیہ کے مہاجرین اس ملک کے مسلمانوں کے اسلاف ہیں۔

میں قارئین کرام کی زیادہ دیدہ سوزی پسند نہیں کرتا ورنہ ان کی محنت و مشقت کی تاریخ جس نے ایک بدنما پست منظر کو ایک خوشنما وادی کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے حقیقت نہیں بلکہ ایک افسانہ معلوم ہوگی آج ان کے کارنامے یورپ کی عام سوقیانہ ضرب المثل " ترکوں کے پاؤں کے نیچے گھاس نہیں اُگتی۔ " کی تغلیط کرتے ہیں۔ آج مسیحی مبلغین دو مسلم اضلاع دوبراجہ اور سلسٹریہ کی زندگی میں ایک بار بھی اگر سیر کریں تو انہیں متغیر صورت حالات کا اندازہ ہو جائے گا۔

معاہدۂ ہجرت جو عنقریب ترکی اور رومانیہ میں ہوا ہے۔ اس نے ان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ انگورہ کی نوازشات کا شکریہ۔ ترکی دخانی جہاز رومانیہ کی بندرگاہ کانسٹینزہ میں آنے شروع ہو گئے ہیں اور ان خاندانوں کو واپس لے جا رہے ہیں جو از خود ہجرت کر گئے تھے۔ ان کی مسرت اور بشاشت کا تصور ہی ہو سکتا ہے بیان عاجز ہے۔

اگر یہ ہجرت جاری رہی تو یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ملک سخت جان اور بہادر مسلم آبادی سے خالی ہو جائیگا۔ ایک ذی حیثیت رومانی نے اس ناقابل تلافی نقصان پر نہایت تاسف کا اظہار کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسلمان، بہترین نبرد آزما تھے۔ اور یہ کہ ان پر ہر طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ البتہ رومانیہ کے نقصان سے ترکی کا فائدہ ہے۔

یہاں دارالخلافہ میں قریب قریب ایک ہزار مسلمان ہیں۔ جنہیں ترکی، ایرانی، کردی اور البانی افراد شامل ہیں۔ کنگ کیرول پاک کے وسط میں جھیل پر ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد واقع ہے۔ ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ یہاں ادا کی جاتی ہے۔ امام ایک نوجوان تاتاری مسلمان ہے۔ اس کا قرآنی علم اس قدر ناقص اور سطحی ہے جیسا کہ ایک مغربی نام نہاد مستشرق کا۔ بظاہر یہ اس کے فرائض میں داخل نہیں کہ وہ جماعت حاضرین کو وعظ و پند کرے جماعت بھی بدقسمتی سے ان پڑھ ہے۔ سابق امام اچھا خاصا تعلیم یافتہ تھا۔ لیکن اس کو بھی عالم نہیں کہا جا سکتا اس نے اس وظیفی امامت سے محض ایک ذلیل ذریعہ آمد کی خاطر دستبرداری اختیار کی۔ چنانچہ تاتاری لو

برائے نام اسلام اور مسلمانوں کے شرمندۂ احسان ہیں۔

تین مسلم ریاستیں ترکی، ایران اور مصر، رومانی دربار میں نمائندگی کا شرف رکھتی ہیں۔ ان میں سے ترکی افراد تہواروں کے موقعہ پر مسلم مردوزن کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتے ہیں۔ ہز ولغیر یز وزیر اور مادام لیلی بی بے ہرخاص وعام کی مہمان نوازی میں کسر نہیں اٹھا رکھتے۔

ایک نہایت مستحسن کام جو ایچ ای لیلی بی بے کی بدولت سرانجام پذیر ہوا وہ یہ ہے کہ موصوف نے یہاں کے اسلامی قبرستان کو تباہی سے بچایا۔ صاحب موصوف نے قبرستان کو اس قدر زبوں حالت میں پایا کہ ہر طرف جھاڑیاں اور خودرو گھاس اگی ہوئی تھی۔ قبریں شکستہ تھیں۔ رومانی ارباب حل وعقد سے اس معاملہ میں بحث وتمحیص کے بعد موصوف نے مزرجلک کو (قبرستان کا ترکی نام ہے) ایک خوبصورت باغ کی شکل میں تبدیل کیا۔ ایک ہزار سے زائد ان ترکی شہداکی قبور جو جنگ عظیم میں (۱۸-۱۹۱۴ء) مقتول ہوئے تھے اصل حالت پر لائی گئیں۔ اور ان کے قریب قریب مٹے ہوئے ناموں کو دوبارہ کتبوں پر روشن کیا گیا۔ مسلم قبرستان اب ایک دلکش منظر پیش کرتا ہے۔ گو زائرین غم کے جذبات لئے ہوئے واپس جاتے ہیں۔

اسلام یا پیغام امن

(از جناب سی۔ اے۔ سورما صاحب)

یہ مضمون مسٹر سی اے سورما کے سلسلہ مضامین کی پہلی کڑی ہے جو ہم بڑی خوشی سے ہدیۂ قارئین اشاعت اسلام کرتے ہیں۔ یہی مضمون ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعد میں ایک کتابی شکل میں اسی نام کے ساتھ جو زیب دہ عنوان ہے شائع کیا جائے گا۔ امید ہے کہ یہ کتاب علمی حلقوں میں بڑی دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ (مدیر)

فصل اول

ابتدائی تاریخ کا ایک مختصر خاکہ

سب سے پہلے اس فصل میں، میں عرب کی جغرافی حیثیت پر بحث کروں گا۔

عرب ایشیا کے جنوب مغرب میں ایک وسیع جزیرہ نما ہے۔ اس کے شمال میں شام کا میدان، شمال مشرق میں خلیج فارس اور بحرۂ عمان ہے، جنوب میں بحرہ ہند موجیں مارتا ہے، مغرب میں بحرہ قلزم اور خلیج سویز واقع ہیں۔ اس کا طول شمال مغرب سے جنوب مشرق تک تقریباً ۱۸۰۰ میل ہے۔ اس کا عرض کم و بیش ۶۰۰ میل کل رقبہ تقریباً ۱۲۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ اور اس کی آبادی تقریباً ۵۰۰۰۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہ ایک وسطی سطح مرتفع ہے جس میں صحرا کا ایک سلسلہ اور بے شمار نخلستان طول و عرض ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ساحل کے ساتھ ساتھ اور اس کے متوازی سلسلہ کوہستان ہے۔ سمندر اور اس کوہستان کے درمیان نشیب کی جگہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ملک عرب درحقیقت صحرائے اعظم کا ہی تسلسل ہے۔ اور صحرائے اعظم سے یہ مشابہ بھی بہت ہے۔ اس میں ریت کے بڑے بڑے خطے ہیں۔ چٹانیں اور پتھریلی زمین دور دور تک چلی گئی ہے۔ پہاڑیوں پر اکثر جگہ سبزہ کا نام و نشان نہیں۔ ہاں اس کے نخلستان جن میں پانی کی چھوٹی چھوٹی ندیاں اور ان میں بعض جگہ سبز کھیت ہیں۔ اس طرح نظر آتے ہیں جس طرح ویران زمین میں کوئی سبز جزیرہ ہو۔

عرب کی آب و ہوا سخت گرم اور خشک ہونے میں اپنی نظیر آپ ہے۔ زمین کے بڑے بڑے قطعے ریتیلے

صحراؤں پر مشتمل ہیں جن میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی یعنی بالکل بنجر ہیں۔ ہاں بعض بعض مقامات پر چراگاہیں ضرور ہیں جہاں مویشی اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں کھجور عام خوراک کی چیز ہے اور عرب اس سے بہت محبت رکھتے ہیں اناجوں میں سے گیہوں، جو، مکی اور دوسرے موٹے چھوٹے اناج قابل ذکر ہیں۔ انگور، سیب وغیرہ فواکہات ساحلی علاقہ کے پیچھے جو زمین واقع ہے اس میں پیدا ہوتے ہیں۔ تمباکو، کافی اور زیتون وغیرہ ملک کے کئی ایک حصوں میں کاشت کئے جاتے ہیں۔ بالخصوص جنوب مغرب میں۔

میں سمجھتا ہوں یہ بہتر ہوگا کہ اس موقعہ پر عرب کی اس حالت کا بھی کسی قدر نقشہ کھینچ دیا جائے جو ظہور اسلام سے پہلے اس کی تھی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ عرب "سیمٹیک ریس" سے تعلق رکھتے ہیں۔ یروشلم کی تباہی کے بعد بہت سے یہودی اس ملک میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اسلام سے قبل جو مختلف اقوام اور خاندان اس ملک میں آباد تھے ان سب کے تفصیلی حالات بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ سید امیر علی صاحب مصنف "سپرٹ آف اسلام" نے اس موضوع پر اپنی کتاب کے دیباچہ میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اس سے بڑھ کر کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ مختصراً یہ کہ یہودی لوگ عرب میں یہودیت لائے اور بعض قومیں عیسائیت کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ مجوسیت اور سبائی مذہب کے پیرو بھی یہاں آباد تھے لیکن اس کے علاوہ ستارہ پرست اقوام بھی ملک کے بعض حصوں میں بکثرت رہتی تھیں۔ قریش کے تین زبردست خاندانوں کے اندر اللّات۔ اَلمنات اور العُزّیٰ کی پرستش بھی کی جاتی تھی۔ یہ تینوں نام "چاند دیوی" کے تھے۔ اللّات کے معنی ہیں روشن چاند، اَلمنات کے معنے ہیں سیاہ چاند اور العُزّیٰ کے معنے ہیں دونوں کا (سیاہ اور سفید چاند کا) آپس میں اتحاد ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مکہ کی بنیاد تقریباً اسی زمانہ میں وقوع میں آئی جبکہ ابراہیمی عرب اس جزیرہ نما میں ہجرت کر کے آباد ہوئے "خانہ کعبہ" جس نے مکہ کو ایسی بے نظیر اہمیت دیدی ہے جو باوجود امتداد زمانہ کے روز افزوں ترقی پر ہے۔ اس مقام پاک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ جن کو ابوالانبیاء کہنا درست ہوگا۔

نہایت قدیم زمانہ سے تمام اقوام کے متبرک مقاموں میں سے جو خصوصیت اس عظیم الشان مقام کو حاصل ہے کسی کو حاصل نہیں۔ اسی مقام میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ ہر ایک دن کی پرستش کے لئے ایک ایک بت مخصوص تھا۔ ہبل کے بڑے بت کے اردگرد جو سنگ سرخ کا بنا ہوا تھا دو غزالے تھے جو سونے

اور چاندی سے بنائے گئے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹے کی تماثیل بھی یہاں ہی تھیں اسی مقام پر اقوام ہر سال آتی تھیں اور اس پتھر کو بوسہ دیتی تھیں (جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بہشت بریں سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اترا تھا۔) اور اس کعبہ کا سات دفعہ طواف کرتی تھیں۔ (دیکھو سپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی مرحوم)

اس میں شک نہیں کہ نہایت قدیم زمانہ سے ہی مکہ نہ صرف مذہبی رسومات بلکہ تجارتی سرگرمیوں کا بھی بہت بڑا مرکز بن گیا۔ گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے ممالک کی تمام تہذیب اور دولت اس کے اندر جمع ہو گئی تھی اور ابتدائے ایام سے ہی اہل عرب دیگر اقوام عالم کے قائد سمجھے جاتے تھے۔ چونکہ مکہ عربوں کی مدنی اور سیاسی سرگرمیاں اور ان کی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ اس لئے تمام عیاشانہ عادات، مذموم اور قبیح رسومات، اخلاقی برائیاں ارد گرد کے ممالک میں سے اس کے اندر راہ پا گئی تھیں۔ عرب اور بالخصوص اہل مکہ شراب ام الخبائث کے غایت درجہ عادی تھے۔ ان کے ہاں باقاعدہ شراب کا دور چلتا رہتا تھا اور اکثر مخمور رہتے تھے۔ اس کے ساتھ قمار بازی ان کی دن رات کی دل لگی کی چیز تھی۔ اسی کے متعلق ملک الشعراء مولانا حالی اپنی مشہور و معروف مسدس میں فرماتے ہیں ؎

شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی

عرب موسیقی کے بہت شائق تھے۔ گانا بجانا اور ناچنا ان کا محبوب ترین شغل تھا۔ اور شعرائے عرب ایک دوسرے کے بالمقابل شعر کہنے میں مبارزت کرتے تھے۔ ان اشعار میں اس دنیوی زندگی کے عیش و راحت پر ہی وہ طبع آزمائی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے ذریعہ عوام کو بداخلاقی پر آمادہ کرتے تھے۔ اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سید امیر علی صاحب نے جو نقشہ اس زمانہ کا کھینچا ہے اس کو ان کے الفاظ میں بیان کر دیا جائے آپ فرماتے ہیں :-

"عرب بالخصوص مکہ والے شرابخوری، جوا اور موسیقی کے بے انتہا شائق تھے۔ رقص اور سرود جیسا کہ دوسرے مشرقی ممالک میں رواج تھا۔ عورتوں کی ایک جماعت کا کام تھا جن کی حیثیت غلامانہ سمجھی جاتی تھی اور جن کو کینان یا مفرد لفظ استعمال کرتے ہوئے کینہ کہا جاتا تھا۔ اور جن کی بدچلنی ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی۔ با ایں ہمہ ان کو بہت عزت و توقیر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے رئیس کھلم کھلا ان سے تعلقات رکھتے تھے کثیر الازدواجی غیر محدود طریق پر برائج تھی۔ ایک بیوہ (باستثنائے والدہ کے)

اپنے متوفی خاوند کی جائداد کا ایک ضروری جزو سمجھی جاتی تھی۔ اور باپ کے بعد بیٹے کے استعمال میں لائی جاتی تھی علاوہ ازیں دختر کشی کی ظالمانہ اور انسانیت سوز رسم زور شور سے دائر وسائر تھی (سپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی صاحب) انسانی قربانیاں بالخصوص کعبہ کی نذر کے لئے عموماً عمل میں لائی جاتی تھیں علاوہ خاص بتوں کے جو معبدوں میں رکھے ہوئے تھے ہر ایک قبیلہ کا ایک الگ الگ بت تھا۔ جن کی پرستش کی جاتی تھی۔

کوئی تاریخ داں عرب کی اس بدترین حالت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تھی۔ علاوہ دیگر سخت بدچلنی اور بد اخلاقی کے عرب توہم پرستی میں غرق اور دختر کشی کی قبیح اور ظالمانہ رسم میں مبتلا تھے۔

یہودیت اور عیسائیت کے روحانی تاثرات اور پہلے انبیا کی تعلیمات لوگوں نے فراموش کر دی تھیں یا دیدہ و دانستہ ان سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ملک میں امن و امان کا کہیں نام و نشان نہ تھا اور خفیف سے خفیف باتوں پر ایک دوسرے سے جنگ کرنا اور خون بہا دینا ان کا شب و روز کا کام تھا۔ قبیلوں اور خاندانوں کے آپس کے جھگڑوں اور باہمی عداوت اور دشمنی نے بے شمار خلق خدا کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور بے شمار خدا کے بندے ان مصائب اور تکالیف میں مبتلا ہو کر راہ عدم اختیار کرتے تھے انسانی زندگی ہر دم معرض خطر میں رہتی تھی۔ اور جس کا نام آزادی ہے وہ عنقا کا حکم رکھتی تھی۔ غریب بےکس اور بے گناہ ہمسایوں پر دستبرد کرنا ان کا کام تھا اسی طریق سے وہ اپنی خوراک اور سامان عیش و راحت اور غلام اور لونڈیاں حاصل کرتے تھے۔ بدچلنی اور قبیح عادات نے تمام قوم کی قوم کو تباہ و برباد کر دیا تھا اس لئے عربوں کی مدنی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ غلاموں کی بدترین حالت کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خفیف سے خفیف وہم گزرنے پر یا یوں سمجھئے کہ محض تفریح طبع کے لئے ان بیچاروں کی گردنیں ماری جاتی تھیں۔ اور ملک کا کوئی قانون اس سفاکانہ اور انسانیت سوز رسم کو قابل نفرین ٹھیرا نہیں سکتا تھا۔ اور نہ کوئی اس کا سد باب کر سکتا تھا۔

اس زمانہ کے عرب اپنے ظلم و جفا پر فخر و مباہات کا اظہار کرتے تھے۔ اور اپنی برائیوں اور جہالت پر بہت اتراتے تھے۔ اور اپنی نفس پرستی کے راستہ میں نہ کسی انسان کی حالت کی ان کو پرواہ ہوتی اور نہ خوف خدا ان کے پاس پھٹکتا تھا۔

الغرض جس بربریت، جہالت اور عیاشی میں عرب اس زمانہ میں مبتلا تھا اس کی نظیر

تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی - اور اشد سے اشد مخالف اسلام بھی اس معجز نما اصلاح کے کام کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا - جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے معرض وقوع میں آئی - یہ امر کہ ہمارے نبی مکرم صلعم عربوں کو ان کی اس نہایت پست اور ذلیل حالت سے جس میں وہ غرق تھے نکالنے میں شاندار طور پر عہدہ برآ ہوئے ہم انشاء اللہ آئندہ فصلوں میں کسی قدر وضاحت کے ساتھ بیان کرینگے -

---

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ عیسوی

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۷/۳۷	۴۰۹	ma Ba m oooE… معرفت جناب احمد بن عبداللہ صاحب			۱
۵ ۷/۳۷	۴۲۱	جناب احمد ولد عبداللہ صاحب (پنس شلنگ پونڈ) ۔۔۔			
″		کمال الدین قاسم صاحب ۶-۱۰-۰			
		عبدالغفور عبداللہ صاحب ۶-۱۰-۰			
		محمد شریف محمود صاحب ۶-۱۰-۱			
		نصیر الدین دوالوائی صاحب ۰-۱-۱			
		شیخ احمد حسن صاحب ۰-۱-۱			
		بھائی میاں عبدالغنی صاحب ۰-۱-۱			
		محمد قاسم باپو صاحب ۶-۵-۰			
		محمد جمال خان صاحب ۶-۲-۰			
		محمد خاں بکا مدخاں صاحب ۰-۵-۰			
		علی صاحب عبدالرحمن صاحب ۰-۱-۱			
		کمال الدین حسین صاحب ۰-۱۰-۰			
		حسن عباس صاحب ۶-۵-۰			
		ابراہیم احمد صاحب ۶-۱۰-۰			
		امیر الدین پرکار صاحب ۶-۲-۰			
		سید محمد سید محمود صاحب ۶-۵-۰			
		حسین عثمان صاحب ۰-۵-۰			

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ ۷/۳۷	۴۲۱	شیخ داؤد صاحب (پنس شلنگ پونڈ) ۶-۷-۰			
		روشن خاں سرگرد صاحب ۰-۵-۰			
		کمال الدین قاسم صاحب ۰-۱۰-۰			
		۱۱-۱-۱۰ یعنی ۱۴۰ روپے ۷ آنے — پائی برائے مشن ۱۴ آنے ۱۳۴ روپے برائے اسلامک ریویو ۹ آنے ۶ روپے		۷	۱۴۰
″	۴۴۳	جناب عمر محمد صاحب			۱۰
۶ ۷/۳۷	۴۴۴	ہز ہائنس نواب صاحب مانگرول مشن		۸	۴۹
″	۴۴۶	جناب نواب شیخ منہاج الدین صاحب ″			۱۰
۹ ۷/۳۷	۴۸۴	جناب محمد بخش صاحب	۰	۰	۲۴
۱۰ ۷/۳۷	۴۹۱	آغا محمد ابراہیم صاحب ″	۰	۰	۲
۱۳ ۷/۳۷	۵۰۶	ایم حامد نعمانی صاحب ″	۰	۰	۲۵
″	۵۰۷	کرم الہی صاحب قریشی			۵
″	۵۰۸	محمد ظہور الحق صاحب			۴
″	۵۰۹	ڈاکٹر ابن اکبر خاں صاحب ۳ روپے امانت ایک روپیہ مشن			۴
۱۴ ۷/۳۷	۵۳۱	کے ایچ منیار	۰	۰	۲
۱۶ ۷/۳۷	۵۵۷	عبدالکریم صاحب			۵

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰-۷-۳۷	۵۰۰	منافع سرمایہ محفوظ		۴	۲۲۹
۱۲-۷-۳۷	۶۰۳	جناب محمد شعیب صاحب			۵
۲۷ //	۶۰۸	جناب محمد ایوب صاحب ۔۔۔ ۲-۰-۰ لے		۲	۳۳
۲۸ //	۶۱۴	ر اخلاق حسین صاحب		۱۲	۲
//	۶۱۵	ر سعیدہ خیر النساء صاحبہ			۲۰
۳۰ //	۶۱۸	ایس نظیر الدین صاحب			۲۵
//	۶۱۹	رحمت اللہ صاحب			
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو جولائی ۳۷ء		۱	۷۰۵
		ر ر اشاعت اسلام		۸	۵۷
		فروخت گزٹ بابت جولائی ۳۷ء		۸	۴
		کتب کی فروخت ر ر	۹	۱۳	۳۶۷
			۹	۰	۱۷۶۴

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطیان	پائی	آنہ	روپیہ
۵-۷-۳۷	۴۴	جناب محمد حیات صاحب			۵
۱۳-۷-۳۷	۶۰۰	جناب سراج الاسلام صاحب			۸
			۰	۰	۱۳

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپے
	۳۳	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۳۷ء	۰	۶	۲۵۷
۱۴-۷-۳۷	۳۴	امپیرسٹ بل بہ تفصیل ذیل			
		محصول ڈاک نمبر ۷۰۴ تا ۹۴۰ ۔۔ ۰-۰-۲۲۱			
		پروف ریڈنگ گزٹ نمبر ۵ مارچ ۔۔ ۰-۰-۶			
		طباعت رسالہ اشاعت اسلام بقایا از بل ماہ جون علی الحساب طباعت فہرست کتب اردو ۰-۸-۴۲			
		ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۔۔ ۰-۰-۱۰			
		سٹیشنری۔ ایک ٹیوب سیاہی پریس لفافے۔ کارڈ ۰-۲-۲			
		بجلی کا بل ۰-۹-۱			
		کتب خرید کردہ برائے فروخت ۹-۶-۶			
		کتب برائے دفتر لاہور ۰-۱۲-۷			
		متفرق ۹-۱۳-۷	۷	۲	۲۸۴
	۳۵	کرایہ کاغذ جہاز اسلامک ریویو از لندن تا کراچی	۶	۹	۲۴۴
	۳۶	کرایہ کاغذ ریل اسلامک ریویو از کراچی تا لاہور معہ محصول چنگی وغیرہ			۱۴۴
	۳۷	کرایہ دفتر و بکڈپو بابت ماہ مئی ۳۷ء			۴۵
	۳۸	امپیرسٹ بل بہ تفصیل ذیل :-			
		محصول ڈاک از نمبر ۹۴۱ تا ۱۱۷۱ — ۶-۱۱۵			
		کتب خرید کردہ برائے فروخت ۳-۱۲-۹۷			
		۴ رم کاغذ برائے گزٹ ۳-۳-۲۰			
		بجلی کا بل و مرمت پنکھا ۰-۱-۸			
		ترجمہ اشاعت اسلام ۰-۸-۱۱			
		سٹیشنری۔ کاربن۔ لفافے سیاہی ۶-۱۱-۴			
		بنوائی ریپر اسلامک ریویو ۰-۴-۸			
		طباعت سرورق و فہرست کتب اردو (۹۰۰۰) ۰-۸-۴			
		تالیف قلوب ۰-۰-۱			
		متفرق ۳-۸-۵			
		۳-۱۴-۲۴۶			
۳۱-۷-۳۷	۳۹	کرایہ دفتر و بکڈپو بابت ماہ جون ۳۷ء			۴۵
	۴۰	تنخواہ سکرٹری صاحب بابت جون ۳۷ء		۱۳	۱۰۸۲
	۴۱	کرایہ گودام از دسمبر ۳۶ء تا جون ۱۹۳۷ء			۷۰
			۹	۳	۱۷۲۰

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات۔ تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آزار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہئیے۔

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲/ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۴/ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۶/ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک واحتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت وحمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین صرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ وقائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم ونسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت واشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

Nov & Dec 1937

Regd L. NO 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　**اللہ اکبر**　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سر انجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

A FRATERNAL MUSLIM GROUP TO WELCOME HIS EXCELLENCY MIRZA ALI SOHEILY, THE IRANIAN MINISTER TO THE COURT OF St: JAMES AT THE SHAH JEHAN MOSQUE, WOKING, ON MAY 8th, 1937.

Standing: **(From left to right) Dr. Waheed, Mr. Nazir Hussain, Master Qassimali Jairazbhoy, Misses Fatima & Maryam Ghani, Mr Fazlullah Nabil, Miss Olive, Mr. Aram, Dr. Khan, Mr. Haroonur Rashid, Mr. Rahman.**

Sitting: **Mr. S. Piracha, Al-Hajj Qassimali Jairazbhoy, Mr Ismail De-Yorke, Begum Qassimali Jairazbhoy, His Excellency Mirza Ali Soheily, Imam Aftab-ud-Din Ahmad, His Excellency Abdulla Bahramy, Begum Ghani, Mrs. Rashid and Mrs. De-Yorke.**

Front Row: **Mr. Mahmud, Tayabha, Mr. Ahmad, Adibah, Al-Hajja A'isha Fitzwilliam.**

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں - کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے - رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے ؛

فہرست مضامین
رسالہ
اشاعت اسلام

جلد ۲۳ بابت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۳۷ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ نمبر ۱۱-۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؁

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۷ء

شذرات

اس رسالہ کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ جس نے عالی جناب ہز ایکسیلنسی مرزا علی سوہیلی ایرانی منسٹر مقیم لندن کا مورخہ ۸ مئی ۱۹۳۷ء کو شاہجہان مسجد ووکنگ میں خیر مقدم کیا ؛

گزشتہ ایام میں شدید جد و جہد اور کاروباری لائحہ عمل کے ہوتے ہوئے فطرۃً اور معاً یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اراکین ووکنگ مسلم مشن تن آسان ہیں بسر زمین مغرب میں اسلام کی روز افزوں ترقی اس کا بطلان کرتی ہے۔ تبلیغی گرمجوشیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ اراکین مسجد ووکنگ کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

جب امام صاحب اکسفورڈ سے مراجعت فرما ہوئے جہاں آپ World Congress of Faith کے اجلاس میں شریک ہوئے تھے تو آپ کی خدمت میں مختلف مسیحی منابر اور اجلاسات کا پروگرام پیش کیا گیا اس پروگرام میں لندن اور ووکنگ کی حسب معمول تقاریر شامل تھیں۔

حقیقۃً یہ ایک نہایت حوصلہ بخش امر ہے کہ آج دارالخلافہ انگلستان ہی نہیں بلکہ من حیث المجموع سرزمین مغرب کے باشندوں کے دل قدیم تعصبات سے پاک ہوتے جاتے ہیں۔ چند دن ہوئے جبکہ میں سکرٹری سے اس معاملہ میں گفتگو کر رہا تھا مجھے آٹھ مختلف رسائل کے اقتباسات دکھائے گئے۔ ہر اقتباس میں اسلام کے متعلق کچھ نہ کچھ سپرد قلم کیا گیا تھا۔ بعد ازاں سکرٹری موصوف نے لیگ آف نیشن یونین کے جنرل سکرٹری کا

ایک مکتوب مجھے پڑھ کر سنایا جس میں امام صاحب کو ایک اجلاس میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی بلکہ شرکت کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔

یہ حالات اس قصبۂ ووکنگ میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں جہاں ہمارے پیش رفتگان کے خورد و نوش کے ذرائع بھی مسدود کر دیئے گئے تھے۔ اور جن کو اخبارات و رسائل میں "ووکنگ میں ہیجان" کے عنوان سے یاد کیا گیا تھا۔

روزانہ خط و کتابت میں لٹریچر کی مفت تقسیم کے متعلق کافی خطوط موصول ہوتے ہیں۔ مراسلات اس درجہ ترقی کر گئے ہیں کہ قریب قریب ان کی تعمیل دشوار ہو گئی ہے۔ کاش مسلمانان عالم اس اہم ضرورت کا احساس کریں اور ہمیں ان مندرجۂ ذیل معروضات کی تعمیل میں امداد فرمائیں۔

"مجھے اسلام سے دلچسپی ہے مفصل اطلاع کا شکر گزار ہونگا۔ کچھ لٹریچر بھی ارسال فرما دیجئے۔"

(دستخط) جے۔ای۔ ہالیڈے۔

"مجھے قرآن کریم کے مطالعہ سے کافی دلچسپی ہے۔ چونکہ میں عربی زبان سے نابلد ہوں۔ میری خواہش ہے کہ مجھے اس کا انگریزی ترجمہ مل جائے۔" (دستخط) ایچ۔ ایل۔ اوگلیوؔ

کیا آپ از راہ کرم مذہب اسلام کے متعلق مجھے کچھ پمفلٹ ارسال فرمائیں گے۔ بہت مشکور ہونگا۔

(دستخط) مسٹر جے پی۔ کاچین

جبکہ میں حبش میں تھا اور ایک جنگی مراسلہ نگار کے فرائض سرانجام دیتا تھا مجھے آپ کی اسلامی مطبوعات سے کافی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے لہذا آپ از راہ کرم بندہ کو کچھ لٹریچر ارسال فرمائیں تو نہایت ممنون ہونگا۔

(دستخط) کینتھ براون کولنگس)

جس لٹریچر کے متعلق آپ نے اشتہار کیا ہے کیا آپ مجھے از راہ کرم ارسال فرما سکیں گے۔

(دستخط) جی ڈیوس

قریب ہی رمضان کا مبارک ماہ آ رہا ہے مسلمان اس ماہ میں صدقات اور خیرات دیا کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں صدقات اور خیرات کا مصرف تبلیغ اسلام سے بہتر اور کوئی نہیں۔ اسلامی مطبوعات جو ہمارے دفاتر لاہور و ووکنگ سے کسی معطی یا امداد دہندہ کی معرفت مفت تقسیم کی جاتی ہیں ان کو ڈاکخانہ کی تصدیقی رسید کے ہمراہ روانہ کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں یہ ڈاکخانہ کی تصدیقی رسید جسکو زبان انگریزی Certificate of Posting.

کیا جاتا ہے۔ مخصوص معطی کو بھیجدی جاتی ہے۔ تاکہ یہ یقین کامل ہو جائے کہ عطیہ کا جائز مصرف عمل میں آچکا ہے۔ مابعد لائبریری یا کسی غیر مسلم جس کو رسالہ یا مفت تقسیم لٹریچر بھیجا جاتا ہے۔ کی اصل رسیدات بھی معطیان کو ارسال کردی جاتی ہیں۔ تاکہ یقین پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ اور شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ سات شلنگ چھ پنس یا مبلغ پانچروپے کی امداد سے ایک سال برابر کسی لائبریری یا غیر مسلم انگریز کو ماہانہ رسالہ اسلامک ریویو بھیجا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں ایسی کتب بھی ہیں جن کی مفت اشاعت ازبس ضروری ہے۔ پمفلٹس کی بھی ایک کافی تعداد معرض التوا میں ہے۔ محض سرمایہ کی قلت سدراہ ہو رہی ہے۔ ورنہ کبھی کی اشاعت ہوگئی ہوتی۔

گزشتہ پانچ ہفتوں کے دوران میں امام صاحب نے حسب ذیل مقامات میں تقاریر کیں۔ ووکنگ اور لندن کی تقاریر ان کے علاوہ ہیں۔

	پلیٹ فارم	مقام	موضوع
(۱)	Christian Spiritualist Church	والٹن اون تھمس	روحانی ارتقا
(۲)	Alora Society	کارڈف (ویلس)	اخوت اسلامی
(۳)	International Fellowship	ہالبورن (لندن)	جنگ کے متعلق اسلامی نقطۂ نگاہ
(۴)	The Third Avenue Church	مینارپارک ایسٹ ہیم	سورہ فاتحہ

لندن سرکل سوسائٹی مسجد ووکنگ میں

مورخہ ۱۵ر اگست ۱۹۳۷ء کو مندرجہ بالا سوسائٹی کی ایک جماعت مسجد ووکنگ میں وارد ہوئی یہ سوسائٹی تعلیمی اغراض لئے ہوئے ہے۔ چونکہ اتوار کا دن تھا۔ اور اس کے علاوہ حسن اتفاق سے حسب معمول تقریر کا دن بھی تھا۔ جماعت ہذا نے امام صاحب کی تقریر بھی سنی مسجد کے ممبر سے جو وعظ ہدیۂ سامعین کیا گیا اس سے کافی دلچسپی لی گئی۔ بعد ازاں اس جماعت کو دعوت چائے دی گئی اور میموریل ہاؤس لندن میں اس کا اہتمام کیا گیا

برطانیہ عظمےٰ میں مسلم سوسائٹی

سوسائٹی مذکورہ نے ڈاکٹر فلیکس ولی اور مسٹر سعید حسین یو۔ ایس۔ اے۔ کی رسم خیر مقدم کے بعد جو "World Fellowship of Faith London" کے اجلاس میں شمولیت کے لئے رونق افروز ہوئے تھے دو ہفتے کے لئے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا۔

بیگم عبدالغنی صاحبہ کی جانب سے دعوتِ چائے

موسم گرما کی تعطیلات کے بعد سوسائٹی نے بروز اتوار ۱۲ اگست ۱۹۳۷ء کو اپنا جدید پروگرام شروع کیا بیگم عبدالغنی صاحبہ نے جو انگلستان میں مختصر قیام کے بعد عازم ہندوستان ہونے والی تھیں دعوت چاء کا اہتمام کیا۔ گرمی اور بحری تفریحات کے باوجود تقریب ہذا کامیاب ثابت ہوئی۔ اس افتتاحی رسم کے بعد مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے "اسلام اور صلح پسندی" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ مسٹر ایس ڈی پراچہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔ تقریر کے خاتمہ پر جو قریب قریب ایک گھنٹہ رہی۔ سامعین کو سوالات کا موقعہ دیا گیا۔ خوب گرمجوشی سے بحث و تمحیص قائم رہی۔ آخر میں مسٹر ہارون رشید جنرل سکرٹری نے سوسائٹی کی طرف سے مقرر اور میزبان کا شکریہ ادا کیا۔

اس ضمن میں ہم بیگم صاحبہ اور آپ کی ہر دو دختران مریم اور فاطمہ کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سفر مبارک کرے۔ انہوں نے ہمیشہ انگلستان میں ہماری تمام جد و جہد اسلامی میں حصہ لیا۔ اور خصوصاً عید اور میلاد النبیؐ ایسی شاندار تقریبوں پر اپنی خدمات سے دریغ نہیں کیا۔ ہمیں امید ہے کہ وہ وطن پہنچکر بھی ایسی ہی گرمجوشی کا اظہار کرتی رہیں گی۔ اور اسلام کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں گی۔

"کلیسا اور شادی"

بروز سنیچر مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء سوسائٹی نے خواجہ نذیر احمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کا خیر مقدم کیا چونکہ سوسائٹی کے صدر مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک ہنوز رخصت پر تھے لہذا استقبال اور تعارف کے فرائض مسٹر ایس ڈی پراچہ نے سرانجام دیئے۔ دعوت چائے کے بعد خواجہ نذیر احمد صاحب نے "کلیسا اور شادی" کے موضوع پر تقریر کی۔ آنریبل ملک سر فیروز خاں نون ہائی کمشنر فار انڈیا نے فرائض صدارت انجام دیئے۔

اپنی افتتاحی تقریر میں مقرر کا تعارف کراتے ہوئے فاضل صدر نے بیان کیا کہ صرف یہی نہیں کہ مقرر پنجاب کی عدالت عالیہ کا ایک درخشاں نور ہے بلکہ اس کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ وہ مرحوم و مغفور خواجہ کمال الدین صاحب کا فرزند ارجمند ہے جن کی ان تھک کوششوں سے آج ہم اسلام کو اس ملک میں ترقی کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔

خواجہ نذیر احمد صاحب نے نہایت فصیح لہجہ میں عورت کے مرتبہ پر روشنی ڈالی۔ یہودیت سے لے کر اسلام تک عورت کے مختلف مدارج پر بحث کی۔ اور آپ نے یہ ثابت کیا کہ عیسائیت میں عورت کی حیثیت

نہایت پست ہوگئی ہے۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں آپ نے کئی قدیم مسیحیوں کی مثالیں پیش کیں۔ صاحب صدر کی درخواست پر فاضل مقرر نے اپنی تقریر کو مختصر کر دیا۔ لیکن مختصراً آپ نے اسلام میں عورت کے مرتبہ کے متعلق روشنی ڈال ہی دی۔

حاضرین میں مندرجۂ ذیل اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:۔

آنربیل شیخ سر عبدالقادر۔ ہز ایکسیلنسی وداد ذکی عرس۔ ہز ایکسیلنسی عراقی وزیر۔ سر فیروز خاں نون۔ لیڈی عباس علی بیگ۔ مسٹر اور مسز ترمذی۔ ڈاکٹر خان۔ مسٹر اور مسز شاہ۔ مسٹر اور مسز رضوی۔ اور امام آفتاب الدین احمد۔

اگر انگلستان مسلمان ہو جاتا!

اس عنوان کے ماتحت سوڈتھ ویلز ایوننگ پوسٹ نے اپنی اشاعت مورخہ ۵ ا ستمبر ۱۹۳۲ء میں مسٹر رچرڈ ہیوز کی (جو کہ ویلز کے مشہور و معروف وقائع نگار اور سیاح ہیں) تقریر کی رپورٹ درج کی ہے۔ ایک جلسہ میں جو سوین سی اینڈ لینڈلے ہسٹوریکل سوسائٹی کے اہتمام میں اکسفورڈ سٹریٹ سکول سوین سی منعقد کیا گیا۔ مسٹر رچرڈ ہیوز نے حاضرین جلسہ کے ایک بہت بڑے مجمع سے یہ سوال کیا کہ:۔

"اگر انگلستان بادشاہ جان کے ماتحت محمدی ہو گیا ہوتا؟" اپنے معقول اور مدلل لیکچر کے خاتمہ پر فاضل مقرر ان نتائج پر پہنچے ہیں کہ اسلام کے قبول کر لینے سے ملک کی مذہبی زندگی میں کوئی زیادہ فرق نہ پڑتا۔ بلکہ انگلستان اس نئے مذہب کو ایسے رنگ میں اختیار کر لیتا جو اس کے قومی کیرکٹر کے بالکل حسب حال ہوتا۔ دیہات کے ائمہ اسی طرح سنیچر کے دن اپنا کرکٹ کھیلتے نظر آتے۔ اور غالباً کلیسہ کے جرس بجتے ہوئے نہ سنائی دیتے۔"

ہم فاضل مقرر سے متفق ہیں کہ اسلام انگریزوں کی قومی زندگی کے غیر ضروری خط و خال پر کچھ بھی اثر نہ ڈالتا لیکن اس میں شک نہیں کہ لوگوں کے عام معاشرتی تعلقات میں خوشگوار تبدیلیاں پیدا کر دیتا۔ اول ان کو شراب خوری اور قمار بازی اور کئی ایک دوسری برائیوں سے بچا لیتا۔ اور ازدواجی تعلقات میں جو خرابیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں ان کا قلع قمع کر دیتا۔

انگلستان آج سے تین سو سال قبل شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتا

اس کے بعد فاضل مقرر نے بیان کیا کہ:۔" اس کے برعکس یہ ملک تین سو سال قبل علوم و فنون میں

ترقی کر جاتا - اور ہماری موجودہ سائنس کے کمالات ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں ہی حاصل ہو جاتے"۔ رپورٹ میں درج ہے کہ اپنے اس بیان کی تائید میں فاضل لیکچرار نے عربوں کے اہم علم ہندسہ کی طرف اشارہ کیا جس کے بغیر حساب و کتاب کا سسٹم ہی ناممکن تھا۔ علاوہ ازیں موجودہ انجنیئری اور سائنس کا بڑا حصہ علم ریاضی پر مبنی ہے اس پر ہم یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی حالت میں (جیسی کہ صاحب موصوف نے بیان کی ہے) انگلستان تمام یورپین ممالک کے لئے سیادت اور قیادت کا حکم رکھتا اور مذہبی روح کے ساتھ ساتھ وہ علوم شریفہ اور فنون لطیفہ میں ترقی کرتا جاتا۔ اور اسی مذہبی روح کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ موجودہ تہذیب یوماً فیوماً تنزل اور انحطاط کی طرف مائل ہے۔ یہ ایک عام بات ہے جسے ہر ایک صاحب علم سمجھ سکتا ہے کہ چونکہ اسلام سائنس کے علوم کا حامی اور ان کا منبع ہے اس لئے وہ علوم سائنس کی ترقی سے خائف نہیں۔ اور نہ ہوگا۔ لیکن عیسائیت چونکہ عقل انسانی کو اپیل نہیں کر سکتی وہ ہمیشہ ان علوم سے خائف رہی ہے۔ اور ان علوم کے اشاعت پذیر ہوتے ہی اس کا (عیسائیت کا) اثر روبہ تنزل ہے۔

بادشاہ جان کی تجویز

بادشاہ جان نے فی الحقیقت سلطان مراکو کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر سلطان موصوف اس کی جاگیروں کے قبضے ختم کرا دے تو خود بادشاہ اور اس کا سارا ملک "محمدی مذہب" (اسلام) قبول کرے گا۔ ہم خوش ہیں کہ سلطان مراکو نے اس بھونڈے طریق تبادلہ کے ذریعہ اپنے مذہب کو انگلستان میں رواج دینے سے انکار کر دیا۔ ایک مسلمان نے گوارا نہ کیا کہ وہ انگلستان کے اندر اسلام کے لئے ایک قسطنطین یا شارلیمین پیدا کرتا۔

بہر حال اس تاریخی واقعہ سے عیاں ہے کہ ان دنوں میں بالخصوص انگلستان میں اپنی رعیت کا مذہب بآسانی بدل سکتا تھا لیکن یہ اسلام کے لئے ایک دائمی امتیاز ہے کہ اس نے اس طنز کو گوارا نہ کیا جو مغرب میں عیسائیت کے لئے لازم حال ہے۔ آج اس گئے گزرے زمانہ میں بھی جبکہ اسلام کا سیاسی وقار مفقود ہو چکا ہے یہ مذہب ایک بہت بڑی روحانی تعمیری طاقت کے طور پر اپنے آپ کو یورپین ممالک کے سامنے بالعموم اور انگریزی اقوام کے سامنے بالخصوص پیش کر رہا ہے۔ کیا یورپ کی اقوام اسلام کی گزشتہ فیاضی اور اس کی شرافت کو یاد کر کے محض اپنے فائدہ کے لئے اسکو گلے لگانے اور خوش آمدید کہنے کیلئے تیار ہونگی۔ یہ وہ سوال ہے جو یورپین اقوام سے آج ہم کرتے ہیں اور یہی وہ سوال ہے جو در حقیقت مسٹر ہیونیز نے اپنے لیکچر میں نہایت جسارت سے کیا ہے۔

مسلم خواتین تاریخ عالم میں

(جناب ڈاکٹر ایم زبیدہ صدیقی ایم۔اے۔ بی ایل۔ پی ایچ ڈی۔ کلکتہ)

ہمارے تمدن میں خواتین کی حیثیت کی تاریخ ایسی ہی دلچسپ ہے جیسی کہ خود یہ جنس لطیف۔ اس موضوع پر لکھنے والے مستند اصحاب کا یہ امر مسلم ہے کہ زمانہ قبل از تاریخ، نیز نسل انسانی کے دورہ تہذیب سے پیشتر عورت کو بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس کو مرد کے ہم پلہ بلکہ بعض صورتوں میں مرد سے فائق خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن جب تہذیب کا دور دورہ شروع ہوا۔ تو "مادر مہربان" کے ناخلف فرزندوں نے اس کو حقارت آمیز نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ گویا نسل انسانی کی زندگی کے اعلیٰ طبقوں میں اس کو ثانوی حیثیت حاصل ہے یا اس کا شمار دوسرے نمبر پر ہونے لگا۔ ایک انگریز مورخ یوں رقمطراز ہے :-

"تمام مشرقی لٹریچر، تمام قدیم متبرک کتب، تمام قانونی کتابیں، تمام یونانی اور رومن آثار قدیمہ، تمام تاریخی نظمیں اور تمام تصانیف جو ازمنہ وسطیٰ میں معرض تحریر میں آئیں اور پندرھویں، سولھویں اور سترھویں صدی کے لٹریچر کا بیشتر حصہ مستورات پر تبرّوں اور ناروا اتہامات سے لبریز ہے اور کھلے الفاظ میں ان کو ہدف ملامت اور مورد اتہام بنایا ہے۔ گویا یہ ایک نہایت حقیر اور قابل نفرت طبقہ ہے۔ اس کو بہت گھنونا اور کج خلق ظاہر کیا گیا ہے۔ اور خیال کیا گیا ہے کہ بدی کی طاقتیں اس میں جمع کی گئی ہیں۔

اس طبقہ کو مغرب میں کوئی حیثیت نہیں دی گئی

سوائے ایک استثنائی صورت کے جس کا میں ابھی ذکر کرونگا بنی نوع انسان کی گزشتہ تاریخ میں جو ترقی یافتہ زمانہ کہلاتا ہے اور جو "برعکس نہند نام زنگی کافور" کا مصداق ہے اس میں عورت کو جو حیثیت دی گئی وہ میرے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے اور اس میں جو کچھ ظاہر کیا گیا ہے وہ من و عن درست و راست ہے۔ یونان۔ روم۔ جرمنی۔ فرانس اور انگلستان اور کئی دوسرے ممالک کے لٹریچر کا بغور مطالعہ میرے اس بیان کا موید ہے۔ روشیو جو انسانی آزادی کا بہت بڑا حامی تھا اس کا طرز عمل سکاٹ لینڈ کے جان ناکس کا طریق کار۔ باوجود اس قدر بڑے مصلح ہونے کے صاحبان علم پر کچھ پوشیدہ نہیں ہو سکتا ہے علاوہ ازیں شکسپیئر، ملٹن اور ڈرائی ڈن اور دوسرے بہت سے شعرا کی تحریروں سے ہم میں سے اکثر لوگ واقف ہیں

ان میں جن خیالات کا اس بے کس طبقہ کے متعلق اظہار کیا گیا ہے وہ الم نشرح ہے اور کون شخص اس سے ناواقف ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ یورپ کے بہت سے ممالک میں عورت کو کوئی قانونی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ اور کئی ایک مقامات میں اس کو آزادانہ تعلیم کی اجازت نہ تھی۔ اور یونیورسٹیوں کے دروازے کلیۃً اس پر بند تھے۔

مشرق میں کم از کم جس کو اب وسطےٰ یا "مشرق قریب" کہا جاتا ہے۔ وہاں البتہ حالت بالکل مختلف تھی جیسا کہ "ہمانی" کا قول ہے۔ مصر میں عورت کو پوری پوری قانونی آزادی حاصل تھی۔ جو اہل یونان کو جبکہ انہوں نے اس ملک کو فتح کیا بالکل بیہودہ اور خلاف آئین نظر آئی اور انہوں نے خاص قواعد اور ضوابط مرتب کئے جن کی رو سے عورت کو اپنے تمام قانونی معاملات کے لئے خاوند کی اجازت لینی لازمی تھی۔ ہندوستان میں زمانہ ویدک سے قبل جیسا کہ پروفیسر ریپلین کا بیان ہے عورت کی حیثیت بلند تھی اور بدھ مت کے زمانہ میں عورت کی ذہنی اور معاشرتی سرگرمیاں بہت بلند معیار پر پہنچ گئی تھیں چنانچہ مس ہارنر بی سی لا اور دوسرے مورخین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی تاریخ میں ابتدائے ایام سے لے کر سترھویں صدی تک عورت نسبتاً بہت بڑی حیثیت کی مالک تھی۔ اسلامی تاریخ میں ہمیں کئی ایک مثالیں ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں دو دو تین تین ہزار آدمیوں کی فوجوں پر کمان کرتی ہیں۔ میدان جنگ میں شمشیر بکف ہو کر صف آرا ہوتی ہیں۔ شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھاتی ہیں۔ تیر اندازی میں ایسی تیزی اور تلوار کے ایسے وار کرتی نظر آتی ہیں کہ بڑے بڑے بہادر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ وہ عدالتوں میں جج بیٹھی نظر آتی ہیں اور قضاۃ کے اہم فرض کو سرانجام دے رہی ہیں اور دیوانی فوجداری مقدمات کو فیصل کرتی ہیں۔ غرض کسی شعبہ کو لے لو اس میں وہ پیش پیش نظر آئیں گی۔ وہ محکمۂ مالیات کا انتظام کرتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے والی سلطنتوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے بطور سفیر کام کرتی ہیں۔ وہ کہیں مفتی بن کر فتاوی صادر کرتی ہیں اور قانونی پیچیدگیوں پر ان کی رائے صائب سمجھی جاتی ہے۔ وہ علوم و حکم کے مختلف شعبوں پر عبور حاصل کرتی ہیں۔ وہ دور دور تک مباحثے کرتی ہیں اور بڑے بڑے علمی مرکزوں میں بڑے بڑے علماء و فضلاء کے درس و تدریس میں شامل ہوتی ہیں خواہ ان کو اس کے لئے دور دراز مقامات پر جانا پڑے۔ وہ مختلف مدارس اور دار العلوم کی سندات حاصل کر کے بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہوتی ہیں

اور ایک ایسی خاتون بھی گزری ہے جس کے پاس اس قدر سندات تھیں جو ایک اونٹ پر لادی جا سکتی تھیں ان میں سے بعض ایسی بھی تھیں جنھوں نے بطور خطاط کے بڑی شہرت حاصل کی۔ اور بعض ایسی تھیں جو بہت بڑی شاعرہ تھیں اور ان کے اپنے زمانہ میں ان علوم کے اندر کوئی ان کا لگا نہ کہا سکتا تھا۔

افسوس ہے کہ میرے پاس اس قدر وقت نہیں کہ میں ان تمام مسلم خواتین کے نام بتاؤں اور ان کی تاریخ بیان کروں جنھوں نے تاریخ عالم کے مختلف زمانوں میں مختلف قابلیتوں میں اپنا لوہا منوایا۔ لہذا میں اس وقت ان کی محیر العقول علمی اور ذہنی استعدادوں کا ایک خاص پہلو لونگا۔ اور اس کی مختصر تاریخ پر نظر ڈالونگا جس سے ناظرین کرام کو زندگی کے دوسرے شعبوں میں ان کے کارناموں کی کیفیت معلوم ہو سکے۔

مسلم خواتین بطور محدث

عام علمی حلقوں میں بالخصوص اور احادیث کی تدوین میں بالعموم مسلم خواتین نے اسلامی تاریخ کے پہلے ہزار میں ایک بہت عظیم الشان حصہ لیا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ علم حدیث کوئی معمولی علم نہیں ہے بلکہ عربی علم ادب کے نہایت ادق اور اہم شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی وفات کے معاً بعد ایسی صحابی عورتیں جنھیں حضور صلعم کی معیت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا تھا حضور صلعم کے افعال و اقوال پر مبسوط تقاریر کرتی تھیں جن کو مرد اور عورتیں سب بغور سنتے تھے یہ خواتین اپنے وقت میں اس موضوع (یعنی علم حدیث پر) سند مانی گئیں۔ اور انہوں نے اپنے علوم کو دوسرے طلباء تک پہنچایا۔ اور جب یہ احادیث کتابی صورت میں جمع کی گئیں تو یہ خواتین اس فن کی استاد مانی گئیں اور ان کو سند تسلیم کیا گیا۔ اور آج حدیث کی ہر ایک کتاب میں ایسی بے شمار مستورات کے نام پائے جاتے ہیں۔ جو ان کی اولین راوی تھیں۔

نویں صدی سے جبکہ علم حدیث پر اکثر کتب تدوین پا چکی تھیں۔ اسلامی خواتین نے ان کتب کا مطالعہ کیا اور اس علم میں ان کو استاد مانا گیا۔ حتیٰ کہ مرد ان کے آگے زانوئے تلمذ طے کرتے تھے۔ اور ان سے علم حدیث سیکھتے تھے۔

اس قسم کی مستورات کی تعداد بتدریج بڑھتی گئی۔ خانہ جنگیاں، فسادات وغیرہ طوفان کی طرح آتے اور گزر جاتے حکمرانوں کے خاندان آباد ہو کر تباہ و برباد ہوتے رہتے۔ بار بار ملک کا امن معرض خطر میں پڑتا رہا لیکن اس طبقہ نسواں کا علمی شوق اور علمی جدوجہد برابر جاری رہی۔ علیٰ ہذا گیارھویں صدی میں جبکہ

خلافت اسلامیہ کی طاقت اور اس کی شان و شوکت بالکل ملیا میٹ ہو گئی تھی تعلیم یافتہ مستورات کی عزت و منزلت اور ان کی علمی فضیلت کا سکہ اطراف و اکناف ممالک میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس زمانہ کے بہت سے بڑے بڑے علما و فضلا ایک خاتون مسماۃ شہدہ کے علم و فضل کے منت کش تھے۔ جس کی علمی فضیلت کا شہرہ مصر سے سپین تک پھیلا ہوا تھا۔ انہی علما میں سے بغداد کا عالم آنجا طب تھا۔ جو بہت بڑا علم رجال کا ماہر تھا۔ ان ہی میں سے مصر کا فاضل المحاسن جو بہت بڑا مورخ تھا۔ اور انہی میں سے الحمیدیہ تھا جو کہ سپین کا بہت بڑا محدث ہو گزرا ہے۔ اور کئی ایک اور بھی علما تھے جو اسی خاتون مزبورا بالا کی شاگردی کا فخر حاصل کئے ہوئے تھے۔ بارھویں صدی میں ابن عساکر جو بہت بڑا عالم علم رجال کا تھا۔ اور جس نے آٹھ جلدوں میں بکری لغت طیار کی تھی ان کی استاد بھی خواتین ہی تھیں۔ جن کی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے۔ تیرھویں صدی میں جبکہ بغداد کا سر بفلک قصر خلافت زمیں بوس ہو چکا تھا۔ اور تاتاریوں نے آخری خلیفہ کو تہ تیغ کر ڈالا تھا بہت سی مسلمان خواتین نے مختلف علوم و فنون میں ید طولےٰ حاصل کیا۔ چودھویں صدی میں صرف ایک مصنف نے ۱۷۰ سے زیادہ علامہ مستورات کے نام بیان کئے ہیں جن میں سے اکثر سے اس نے خود تعلیم حاصل کی تھی۔ اس سے پچھلی دو صدیوں میں بھی بہت سی مستورات نے قانون لٹریچر اور علم حدیث میں بڑی شہرت حاصل کی۔ انہی دو صدیوں کے دو مشہور مصنفین السخوی اور ابن فہد کی کتابوں میں ایسی مستورات کے حالات زندگی مندرج پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں مصنفوں کو بھی صنف نازک کے قدموں میں بیٹھ کر علم حاصل کرنے کا فخر حاصل ہے۔

سترھویں صدی سے علمی ذوق و شوق مسلمان خواتین میں تنزل کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ اس زمانہ کی جو تواریخ لکھی گئی ہیں ان میں کسی علامہ عورت کے حالات نہیں ملتے۔ لیکن دفعتہً اٹھارھویں صدی میں پھر ایک نہایت ممتاز علامہ عورت کا نام دیکھنے میں آتا ہے۔ جس کا نام فاطمۃ الفو ولیہ ہے جو علم حدیث میں اپنے زمانہ کی یگانہ اور قانون اور خطاطی میں مشہور و معروف تھی۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ مکہ میں چلی گئی تھی۔ جہاں اس کا مستقر طلبا اور علما کا مرکز بن گیا۔ اور حنفی اور شافعی مذہب کے ائمہ کبار مسائل فقہ کے متعلق گفت و شنید کرنے کے لئے اس کے پاس آتے تھے۔ اس نے بہت سی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں اور ایک عمدہ لائبریری بنائی تھی جو اس نے بالآخر پبلک کے استعمال کے لئے وقف کر دی تھی۔

زمانہ وسطےٰ کی مسلمان خواتین کے علمی کمالات کا اس زمانہ کی تاریخی کتب سے ہی پتہ نہیں چلتا بلکہ ان خطوط

سے بھی ان پر روشنی پڑتی ہے جو اس زمانہ میں مستورات معرض تحریر میں لائیں۔ قصہ کہانیوں کی کتابیں جو کہ اس زمانہ کی ہیں اور جو کہ زندگی کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالتی ہیں ان سے صاف و صریح طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمان خواتین کس علمی معراج پر فائز تھیں۔ یہاں محض ایک ہی قصہ پر میں اکتفا کرتا ہوں۔ وہ لوگ جنہوں نے الف لیلہ پڑھی ہے وہ تودّد لونڈی کی کہانی سے واقف ہوں گے۔ جس کی نسبت مشہور ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے مفلس آقا کو منہ مانگی قیمت دے گا بشرطیکہ (لونڈی) مختلف مضامین کے ماہر لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے میں عہدہ برآ ہو سکے۔ اس شرط کو لونڈی نے منظور کر لیا۔ اس پر دینیات قانون۔ علم طب۔ علم ہیئت۔ علم اللسان۔ علم فصاحت وغیرہ کے ماہروں نے اپنے اپنے مخصوص مضامین پر یکے بعد دیگرے سوالات کئے۔ جس پر اس لونڈی نے ایسے برجستہ اور معقول جوابات دیئے کہ عقل حیران ہوتی تھی نہ صرف یہی بلکہ آخیر پر اس لونڈی نے ایک ایسا سوال کیا جسکو جواب دیتے ہوئے خود ممتحن صاحب بغلیں جھانکتے تھے اور بات بن نہ آتی تھی۔ یہ کہانی جیسا کہ لین نے بیان کیا ہے بہت طول طویل ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں کچھ حقیقت سے دور امور کا بھی ذکر ہو لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس زمانہ میں عورت کس قدر علمی اور ذہنی کمالات کی مالک ہوتی تھی۔

مسلم خواتین خطیب (لیکچرار) کی حیثیت میں

بہرحال اس میں کچھ کلام نہیں کہ زمانہ وسطیٰ کی مسلمان خواتین محض ذاتی طور پر علمی کمالات حاصل کرنے پر قانع نہ تھیں۔ بلکہ زمانہ کی علمی تحریکوں میں پیش پیش نظر آتی تھیں۔ وہ بڑے بڑے علمی اداروں میں لیکچر دیتی تھیں اور ان کے لیکچروں میں مختلف حصص ملک سے ذکور واناث طلباء اور طالبات حاضر ہوتی تھیں۔ ان خواتین کے سوانح حیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علم حدیث۔ قانون اور علم ادب کی مشہور کتابوں پر لیکچر دیتی تھیں۔ ان کی سوانح عمریوں میں ان کتابوں کے نام بھی دیئے ہیں جن کا وہ اپنے طلباء و طالبات کو درس دیتی تھیں۔ ان سندات میں جو یہ خواتین اپنے مرد طلبا کو دیتی تھیں ان میں ان خواتین کے نام بھی درج ہیں۔ ابن بطوطہ جو ایک مشہور سیاح ہو گزرا ہے۔ اس نے ان معلمہ خواتین کے نام بھی بیان کئے ہیں۔ اور وہ لکھتا ہے کہ خود اس نے دمشق میں ان خواتین کے لیکچروں میں شرکت کی ہے۔ ابھی تک ایسے قلمی نسخے موجود ہیں جن میں ان معلمات کے اور ان کے شاگردوں کے نام اور تاریخ اور جگہ جہاں کہ ان کتب پر لیکچر دیئے گئے درج ہیں۔ ان میں سے تین نسخے ابھی تک ٹپنہ اورینٹل پبلک لائبریری

میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ میں پچاس سے زائد ایسی عورتوں کے نام بیان کئے گئے ہیں جنہوں نے باقاعدہ طور پر ایسے لیکچروں میں حاضری دی تھی جن کے پہلو بہ پہلو ۸۰ مرد طالب علم جن کے نام وہاں دئے گئے ہیں بیٹھتے تھے۔ یہ مظفریہ مدرسہ کا ذکر اور ۵۸۴ھ اور ۱۱۸۸ء کا واقعہ ہے۔ اسی نسخہ میں ایک جگہ ایک درجن سے زیادہ عورتوں کے نام درج ہیں جو تقریباً ۸۰ مرد طلباء کے ہمراہ اس کتاب پر لیکچروں میں حاضر ہوتی تھیں یہ مدرسہ السی پو کا ذکر اور ۱۳۲۵ء کا واقعہ ہے۔ اسی کتاب میں ایک اور جگہ درج ہے کہ ایک خاتون جس کا نام ام عبداللہ تھا پچاس طلبا کی ایک جماعت کو ایک سلسلۂ لیکچر دیا کرتی تھی جس میں مرد اور عورتیں سب شامل ہوتی تھیں۔ یہ مقام اور ۸۳۷ھ اور ۱۴۳۳ء کا ذکر ہے۔ دوسرے نسخوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خواتین مدرسہ عزیزیہ دمشق میں کبھی خود لیکچر دیتی ہیں اور کبھی مردوں کے پہلو بہ پہلو تحصیل علوم میں مشغول نظر آتی ہیں۔

مسلم خواتین سپاہیانہ حیثیت میں

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں مسلمان خواتین زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں حصہ لیتی تھیں تاریخ گجرات کے جو سرای ڈینی سن بوس جیسے مشہور مستشرق کی تصنیف ہے۔ ایک پیرہ میں لکھتا ہے کہ سلطان محمود نے مستورات کو مختلف کاموں کے لئے تربیت دی ہوئی تھی اور اپنے تمام دفاتر اور صیغوں میں ان کو ملازم رکھا ہوا تھا۔ وہ اس کی باڈی گارڈ بھی تھیں اور سپاہیوں کی طرح لباس پہنتی اور ہتھیار لگاتی تھیں اور شکار کی مہموں میں اس کا ساتھ دیتی تھیں۔ قصہ مختصر یہ کہ کم از کم مشرق میں زمانہ ماضی میں عورت کی حیثیت ایسی نہیں تھی کہ آج اس کو کوئی شرمندگی ہو۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مشرق کے بہت سے حصص میں علمی تفوق اور سوسائٹی کی خدمت میں خواتین کا ریکارڈ نہایت شاندار ہے۔

قرآن کریم کا نظریہ مذہب کے متعلق

ایک بدھ مت کے پیرو کی شہادت

(جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب)

قرآن کریم نے مذہب کے متعلق کیا نظریہ پیش کیا ہے اس کا ملخص ذیل میں دیا جاتا ہے۔

(۱) اول یہ کہ تمام مذاہب جو متفرق ازمنہ میں الہام الٰہی کے ماتحت ظاہر ہوتے رہے وہ اصل میں ایک ہی تھے۔

(۲) دوم یہ کہ تمام مذاہب خداوند تعالےٰ کی توحید اور اس کے واحد مطلق ہونے کی تعلیم دیتے تھے۔ اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ وہی ایک ذاتِ پاک عبادت کے لائق ہے اور اس کی عبادت کے لئے کسی مظہر کی ضرورت نہیں۔

(۳) سوم یہ کہ مختلف زمانوں میں جو الہام انبیاء و رسل پر نازل ہوتا رہا اور وہ خدا کی طرف سے صحف اور کتب لاتے رہے اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ انسانی سرشت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ امتداد زمانہ کے تقاضا سے لوگ پھر مادیت پرستی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ قلوب سے وہ پاک نقوش جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں دھل جاتے ہیں۔ اور نازل شدہ تعلیم اور آسمانی کتابوں میں انسان اپنی ہوا و حرص کے ماتحت بہت کچھ تصرفات کر لیتا ہے۔ اور وہ اصل تعلیم جو خدا نے کسی نبی کی معرفت بھیجی تھی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور اس میں لوگ من مانی تاویلات کا دروازہ کھولکر اپنی خواہشات کا تتبع شروع کر دیتے ہیں۔

اس نظریہ کے مطابق تمام مذاہب کے بانی جن میں جناب بدھ اور جناب مسیح علیہ السلام بھی شامل ہیں خدائے واحد کی پرستش اور اس کی عبادت کے ایسے ہی سختی سے عامل تھے جیسے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ تمام انبیاء اور رسل جو آنحضرتؐ سے قبل ظاہر ہوتے رہے۔ اس بات کو سخت حقارت اور نفرت سے دیکھتے تھے اور اس کو گناہ عظیم سمجھتے تھے کہ لوگ ان کو خدائے واحد۔ اس ذات حی و قیوم کا

مرتبہ دیں جو سب کا خالق اور سب کا مالک اور قائم بذاتہ ہے - یا اس کی عبادت میں ان کو شریک گردانیں -
تمام انبیاء و رسل کی آمد کی غرض یہ تھی کہ وہ دنیا پر اس کی توحید اور اس کا جلال قائم کریں اور خود اس کے آستانہ
پر اونٰے غلاموں کی طرح سر انقیاد و اطاعت جھکائے رکھیں - اور دنیا کے لئے بطور ایک فرمانبردار بندہ
خدا کے اپنا اسوہ حسنہ پیش کریں - یہ امر ان پاک نفوس کے لئے کچھ کم آزار اور تکلیف کا نہ تھا - کہ لوگ ان کے
بت بنائیں - اور بجائے خدائے واحد کی پرستش کے ان بتوں اور مجسموں کی عبادت شروع کر دیں - افسوس
کی بات تو یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کی تاریخ پر اس قدر تاریکی اور لاعلمی
کا گرد و غبار پڑا ہوا ہے یا بالفاظ دیگر اس میں اس قدر افسانہ طرازی سے کام لیا گیا ہے کہ صحیح صحیح حالات و
واقعات کا پتہ لگانا ایک عقدہ لا ینحل بن گیا ہے - بنابریں تاریخ کی بنا پر مذہب کے متعلق کسی نظریہ کا قائم
کرنا قریب قریب ناممکن ہے - با ایں ہمہ موجودہ زمانہ میں جو ریسیرچ ورک کیا گیا ہے اور اس سے جو انکشافات
ہوئے ہیں ان سے اس مسئلہ پر کچھ دھندلی سی روشنی پڑتی ہے - اور انہی انکشافات کی بنا پر ہم نہایت جسارت
سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم کا نظریہ مذہب کے متعلق اعلیٰ درجہ کی صداقت پر مبنی ہے - اور یہی نظریہ قبولیت
عام حاصل کر سکتا ہے - ایسا ہی ایک انکشاف ٹائمز آف سیلون کے نامہ نگار نے جن کا نام پرنا ڈونا ہے کیا ہے -
یہ ایک نہایت دلچسپ انکشاف ہے - اور جس مضمون میں یہ شائع ہوا ہے میں اس کو ذیل میں درج کرتا ہوں -
(یہ مضمون اخبار مذکور کی ۴ مئی کی اشاعت میں بطور ضمیمہ کے شائع ہوا ہے) اس میں لکھا ہے :-

" سیلون میں بدھ مت کی تمام عبادت گاہوں میں (جیسا کہ دوسرے بدھ ممالک میں پایا جاتا ہے) بدھ کا
ایک مجسمہ رکھا ہوتا ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے - یہ مجسمے بعض صورتوں میں پتھر یا کسی دھات کے ہوتے ہیں -
اور بعض صورتوں میں کسی اور چیز کے ہوتے ہیں - بعض بدھ لوگ جو زیادہ عابد اور زاہد واقع ہوئے ہیں انہوں نے
پرستش کے لئے اپنے گھروں میں بھی بدھ کے مجسمے رکھے ہوتے ہیں - جس طرح کہ زندہ بدھ کی پرستش کی توقع
کی جا سکتی ہے اسی طرح اور اسی رنگ میں اور انہی مراسم کے ساتھ اس مجسمے کی پرستش کی جاتی ہے - بدھ کی
تصاویر یا مجسموں کی پرستش کرنے کا رواج بہت قدیم ہے اور ہر ایک بدھ کا یہی اعتقاد ہے کہ یہ طریق عبادت
یا مجسمہ کی پرستش بدھ مت کے آغاز سے ہے اور اس کے جنم سے ہی چلی آتی ہے - گویا یہ مذہب کا اصل اصول ہے
اس میں شک نہیں کہ بعد میں جو داستانیں اور کہانیاں بنائی گئیں اُن میں اس امر کا ذکر بکثرت آتا ہے -
کہ بدھ کی زندگی ہی میں بدھ کے مجسمے اور تصاویر بنائی گئی تھیں - اور ان کی پرستش بھی کی جاتی تھی لیکن یہ

بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بدھ لوگوں کی ابتدائی کتابوں اور تحریرات میں کہیں اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔کہ یہ تصاویر یا مجسمے بدھ کی زندگی میں کبھی بنائے گئے تھے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ بدھ مت کے تمام قدیمی آثار یا قدیم تاریخی نوشتوں سے جو ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اس امر کی شہادت ملتی ہے جس سے نہایت وضاحت سے اور پختہ طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قدیم بدھ مت والوں میں بدھ کی تصاویر کا خیال بھی نہیں تھا بلکہ اس امر کی سخت ممانعت تھی کہ کوئی شخص بدھ کی کوئی تصویر یا بت بنا کر اس کی عبادت کرے۔

ریاست بھوپال کے بعض مقامات پر مثلاً بھرہٹ میں جو نوشتے کندہ کئے ہوئے ملتے ہیں ان میں ایک کتبہ مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال قبل کا ہے۔اس کتبہ میں بدھ کی زندگی کے واقعات کو تصویری رنگ میں دیا ہے آپ یہ دیکھکر متعجب ہوں گے کہ ان تصاویر میں واقعات کو ظاہر کرنے کے لئے محض نشانات سے ہی کام لیا گیا ہے۔مثلاً پاؤں کے نشان سے جناب بدھ کی موجودگی مراد لی گئی ہے۔کہیں پورے جسم کی تصویر نہیں دی گئی حالانکہ بدھ کی موجودگی کو پوری تصویر سے بھی ظاہر کیا جا سکتا تھا۔ایک تصویر میں (جس کی تشریح بھی اس زمانہ کی زبان میں موجود ہے) یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بادشاہ اجت شترا بدھ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوتا ہے۔اس واقعہ کو جو کندہ کیا گیا ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ ایک بادشاہ ایک تخت کے سامنے سر اطاعت خم کئے ہوئے ہے۔لیکن یہ تخت خالی ہے اور اس پر دو پاؤں کے نشان کے علاوہ اور کچھ نہیں۔یہی حال ان دوسرے کتبوں کا ہے۔جو سانچی میں پائے جاتے ہیں اور بھرہٹ سے زیادہ دور نہیں۔اب ظاہر ہے کہ ابتدائی بدھ لوگ اپنے پیرو مرشد کی تصاویر نہیں بناتے تھے۔اور اس قسم کا تقید محض اس زمانہ سے ہی مخصوص نہیں جو بدھ کو روشنی دیئے جانے کے بعد کا زمانہ کہلاتا ہے۔بلکہ یہی تقید ان واقعات اور مناظر میں بھی نظر آتا ہے جو اس زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ بدھ محض ایک معمولی انسان کی حالت میں تھا۔اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ سانچی کے ایک کتبہ میں شہزادہ سدھارتھا (بدھ) کی گھر سے روانگی کی تصویر کھینچی گئی ہے۔جبکہ وہ درویشانہ زندگی اختیار کرتا ہے۔اور راج پاٹ کو خیرباد کہہ جاتا ہے۔(جیساکہ بیان کیا جاتا ہے) شہزادہ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے نکل جاتا ہے۔اور علاوہ بہت سی آسمانی ہستیوں کے اس کا ملازم اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔

اب سانچی کے کتبہ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک گھوڑا جا رہا ہے۔اور اس کے پیچھے بہت سی

آسمانی ہستیاں ہیں جو شہر کے دروازہ سے باہر نکل رہی ہیں لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ گھوڑے پر کوئی سوار نظر نہیں آتا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ گھوڑے پر خود بدھ ہوتے لیکن ایسا نہیں ہے۔

ابتدائی بدھ مت کے لوگ محض اپنے پیرو مرشد کی تصاویر بنانے سے ہی پرہیز نہیں کرتے تھے بلکہ وہ کسی بھی انسانی شکل کا مجسمہ نہیں بناتے تھے۔ اور یہ شواہد و واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بت پرستی سے ابتداً میں بدھ مت ایسا ہی پاک صاف تھا جیسا کہ اسلام۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ کتاب ونایا یں جو بدھ مت کے ضوابط و قوانین کی کتاب ہے۔ اس میں درج ہے کہ ایک دفعہ جناب بدھ کی زندگی میں ہی بعض لوگوں نے بعض خانقاہوں کی دیواروں پر بعض آدمیوں کی تصاویر بنائی تھیں جب جناب بدھ کو اس کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے سخت ممانعت کی اور دیواروں کو محض بیل بوٹوں کی تصاویر سے سجانے کی اجازت دی۔

بدھ کے نہایت قدیم اور ابتدائی مجسمے شمال مغربی سرحدی صوبہ اور افغانستان میں پائے جاتے ہیں جس کو قدیم زمانہ میں گندھارا کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ یہ سن عیسوی کے شروع کے زمانہ کے بیان کئے جاتے ہیں۔ اور شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ یونانی فن بت تراشی کے تاثرات کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ جات نہایت قدیم زمانہ سے بیرونی حملہ آوروں کے آماجگاہ بنے رہے ہیں اور ہندوستانی تہذیب و تمدن پر ان بیرونی حملہ آوروں کی تہذیب و تمدن کا گہرا اثر پڑا تھا۔ یہ علاقہ جات فارس کی عظیم الشان سلطنت کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ اور جب یہ طاقت زوال پذیر ہوئی تو سکندر اعظم نے ان پر اپنی تاخت و تاراج شروع کر دی۔ جب سکندر اعظم کی وفات پر سکندری افواج ہندوستان سے چلی گئیں تو یہ علاقہ جات ہندوستان کے موریا خاندان کے زیر نگیں ہو گئے اور جب اس خاندان کا چراغ بھی گل ہو گیا تو پارتھین اور یونانی نسل کے حکمران ان علاقہ جات پر قابض ہو گئے۔ باختر کی سلطنت پر جو قریب ہی میں واقع تھی یونانی بادشاہ حکمران تھے۔

سن عیسوی کے شروع کے قریب ان علاقہ جات کو ترکی نسل کی ایک قوم کشان نے مسخر کر لیا جنہوں نے بدھ مت قبول کر لیا تھا۔ اس خاندان کا ایک بادشاہ کنشکا بدھ مت کا بڑا حامی تھا۔ چنانچہ شمالی بدھ مت کے لوگوں میں اس کو اشوک ثانی کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ کشان خاندان کے بادشاہوں کے زمانہ میں بدھ مت نے خوب ترقی حاصل کی اور ان کے دوران حکومت میں بدھ مت کی بہت سی

خانقاہیں اور عبادت گاہیں تیار ہوئیں۔ ان مذہبی عمارتوں کی زیب و زینت کے لئے ان یونانی مصورین اور
سنگ تراشوں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں جو ہندوستان میں ابتدائی فتوحات کے سلسلہ میں یہاں ہی
متوطن ہو گئے تھے۔ ان سنگ تراشوں نے اپنی کاریگری کے بہت سے نمونے چھوڑے ہیں جن میں بعض
کتبے ہیں جو یونانی فن سنگ تراشی کے کندہ طرز کے ہیں۔ ان کی طرز اگرچہ قدیم یونانی فن کی ہے لیکن نفس
مضمون کے لحاظ سے یہ بالکل ہندوستانی اور بدھ مت والوں کی طرز پر ہیں۔ اسی وجہ سے ایسے سنگ
سازوں کا جو طبقہ تھا اس کو Graeco-Buddhist یا Indo Greek
کہتے ہیں۔ بدھ کے مجسمے بہ تعداد کثیر Graeco Buddhist فن کے مطابق پائے جاتے ہیں
ان میں سے بعض کتبے تو صاف سیدھے ہیں اور بعض ابھرے ہوئے حروف میں ہیں۔ ان کتبوں میں بدھ کے
واقعات کو تصویری رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائی مجسمے بہ مقابلہ بعد کے مجسموں کے زیادہ تر یونانی
تاثرات کا نمونہ ہیں۔ اور بعض ماہرین فن کا خیال ہے کہ بدھ کے ابتدائی مجسمے بنانے کے لئے بعض یونانی
کاریگروں نے اپالو کے مجسمے کو بطور نمونہ استعمال کیا تھا۔" (انتہیٰ)

اس سے زائد مضمون نقل کرنے کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ یہ مضمون قیمتی اور دلچسپ تاریخی
معلومات سے لبریز ہے۔ اس قدر مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدھ نے انسانی اشکال کے مجسمے بنانے کی سخت
مخالفت کی ہے۔ چہ جائیکہ یہ تعلیم دی ہو کہ خود بدھ کا مجسمہ بنا کر اس کی پرستش کی جائے۔ اور اس بات
کی کون ضمانت لے سکتا ہے کہ آئندہ کسی وقت تحقیقات سے یہ ثابت ہو جائے کہ جناب بدھ توحید الٰہی
کے اصول کے ایسے ہی حامی تھے جیسے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بھی کوئی تعجب کی بات
نہیں کہ اگر غیر متعصبانہ رنگ میں تحقیقات کی جائے تو یہ ثابت ہو جائے کہ جو کچھ بدھ کے متعلق درست ہے
بعینہٖ وہی حضرت عیسے علیہ السلام کے متعلق بھی صحیح ثابت ہو۔ یعنی یہ امر ثابت ہو جائے کہ جناب مسیح علیہ السلام
بھی انسانی اشکال کی تصاویر بنانے کی ممانعت کرتے تھے۔ جہاں تک خدا تعالیٰ کی توحید کا سوال ہے چاروں
اناجیل سے باوجود ان کی تحریف و تبدیلی کے بدلائل ثابت ہو سکتا ہے کہ جناب مسیح اس اصول یعنی توحید باری تعالیٰ
کے بہت بڑے حامی اور اس کے بہت بڑے معلم تھے۔

جس امر کے متعلق ہم سطور بالا میں بحث کر رہے ہیں اس میں ایک بات مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں کے
لئے بہت بڑی قابل قدر ہے اور وہ یہ ہے کہ جسطرح بدھ مذہب میں جو خرابی اور تحریف واقع ہوئی وہ یونانی

بت پرستی کا نتیجہ ہے عین اسی طرح جناب مسیح علیہ السلام کے اصول تعلیم میں جو خرابی واقع ہوئی وہ بھی یونانی بت پرستی کے تاثرات کی وجہ سے ہی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات اور حالات جو اب روشنی میں آرہے ہیں ان میں ان لوگوں کے لئے جو انسان میں مذہبی خیال کے پیدا ہونے اور ترقی پانے کے بارہ میں حد سے زیادہ تاریخ پر تکیہ کرتے ہیں بہت کچھ غور کرنے کا مواد موجود ہے۔

اگر کوئی شخص توہمات کی پیروی نہیں کرنا چاہتا بلکہ واقعات کو واقعات کے رنگ میں دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ اصول حقہ جو قرآن مجید کی وحی پر مبنی ہیں اس معاملہ میں وہ ان تحریروں سے کہیں زیادہ قابل اعتبار اور لائق اعتماد ہیں جنھیں فی زمانہ تاریخ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

شاہجہان مسجد ووکنگ میں آنیوالی عید الفطر کی تقریب سعید

ناظرین رسالہ گزشتہ ۲۵ سال سے عید الفطر کی روداد کو رسالہ ہذا میں مطالعہ فرماتے رہے ہیں اس تمام کامیابی کا سہرا بفضل خدا مسلمانان ہند کے سر ہے۔ جنکی مالی اعانت سے انگلستان جیسی گراں سرزمین میں یہ تقریب سعید نہایت شان سے منائی جاتی ہے جسقدر نومسلمین اور غیر مسلمین اس تقریب میں شامل ہوتے ہیں اچھے تاثرات لے کر واپس جاتے ہیں ماہ رمضان کے اختتام پر عید الفطر پھر آنیوالی ہے۔ اگر مسلم بھائی دین اسلام کی اشاعت کی خاطر اس سال زیادہ دلچسپی اور جوش دکھائیں تو آنے والی عید الفطر سابقہ عیدوں سے بھی کہیں زیادہ کامیاب ہو سکتی ہے۔ اس سعید تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے ہمیں کم از کم ایک ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ اس مسرت زا تقریب سے انگلستان میں مسلم قوم کے ہر ایک ممبر کو عید سے کئی روز پیشتر مطلع کیا جاتا ہے۔ اس طرح سے جزائر برطانیہ کے دور دراز گوشوں سے مختلف اقوام اور ممالک کے لوگ عید کے موقع پر مسجد ووکنگ میں جمع ہو جاتے ہیں اس عید نسل انسانی کی اخوت عامہ کا ایک بے عدیل منظر کا مسجد ووکنگ کے احاطہ کے اندر مظاہرہ ہوتا ہے۔ نماز عید و خطبہ کے بعد امیر و غریب سبھی کو ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ جس میں کم و بیش پانچ چھ صد کے قریب نفوس شامل ہوتے ہیں بعض دوپہر کے کھانے کے بعد تشریف لیجاتے ہیں اور بعض سہ پہر کی چائے تک ٹھہرتے ہیں اور چند ایک رات کے کھانے تک ٹھہر جاتے ہیں۔ غیر مسلمین تک اسطرح اسلام پہنچانا بہترین کار ثواب ہے اور زکوٰۃ و صدقات رمضان کا بہترین مصرف

(بیکسی ۔۔۔ ان)

اسلام انگلستان میں

(از جناب مسٹر لوی ڈبلیو - بی - بشیر - پکرڈ)

("یہ وہ لیکچر ہے جو مسلم سوسائٹی (گریٹ برٹین) کے ایک ضروری جلسہ میں دیا گیا - ایڈیٹر)

میرے پیارے بھائیو ! اور بہنو !

آج کی شب جو مضمون ہمارے سامنے ہے وہ نہ صرف ان کے لئے جو یہاں موجود ہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے نہایت ضروری اور اہم ہے۔ مسلمانوں کی تعداد جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے تینتیس چونتیس کروڑ ہے یہ تعداد زیادہ تر ایشیا کے اکثر حصوں میں پائی جاتی ہے لیکن زمانہ مستقبل کا خیال کرتے ہوئے میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام محض مشرق کا مذہب ہی نہیں ہے یعنی یہ مذہب محض ایشیا کے لئے ہی موزون و مناسب نہیں ہے بلکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اور اسلام کی سادگی ہی اس بات کی دلیل ہے۔ لا الہ الا اللہ خدا ایک ہے وہی قابلِ پرستش ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ذات پاک جو مشرق کا خدا ہے وہی مغرب کا خدا ہے۔ اسلام کے معنے ہیں کہ محض ایک خدا کے سامنے سر جھکایا جائے اس لئے مشرق و مغرب میں یکساں طور پر جہانتک اصولی صداقت کا سوال ہے ایک ہی مذہب ہو سکتا ہے۔ اور جسطرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مذہب کے آخری معلم تھے اور خدا کا آخری پیغام آپؐ کی معرفت بنی نوع انسان کو دیا گیا لہذا یہی آخری پیغام جو قرآن مجید کی شکل میں بغیر کسی تغیر و تبدل کے دُنیا میں موجود ہے لازماً مشرق و مغرب کے لئے یکساں طور پر زندہ ہدایت کا حکم رکھتا ہے۔

اب اگرچہ اسلام تمام ممالک کے لئے جن میں برطانوی سلطنت اور انگلستان بھی شامل ہیں ایک رحمت و برکت ہے۔ پھر بھی صداقت کے رستہ میں چند مشکلات حائل ہیں جو اس صداقت کو پھولنے پھلنے سے روکتی ہیں میری غرض ان مشکلات سے وہ تعصبات اور غلط فہمیاں ہیں جو عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسلام کو بہت بُرے رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے تعصبات کا ہونا بھی بالکل قدرتی امر ہے۔ کیونکہ خواہ روشنی کیسی ہی صاف اور سفید ہو لیکن جب اس کو کسی رنگین شیشہ سے دیکھا جائے گا وہ ایسی ہی نظر آئے گی

اگر شیشہ کا رنگ سُرخ ہے تو روشنی سُرخ نظر آئے گی - اور اگر سبز ہے تو سبز دکھائی دیگی - اور پھر یہ کہا جائے گا کہ خود روشنی سُرخ یا سبز ہے حالانکہ روشنی تو سفید ہے مگر شیشہ کی جیسی رنگت ہوگی ویسی ہی روشنی نظر آئے گی - اب صلیبی جنگیں کرنے والوں کی آنکھ میں جو خونچکاں جنگوں میں مصروف رہے اور سُرخ خونی مناظر دیکھتے رہے اسلام کی روشنی فی الواقعہ سُرخ ہی نظر آئی ہوگی - اور ان صلیبی جنگوں کا بعد کا نتیجہ وہ تعصب ہوگا جس کا اظہار اس طرح کیا جاتا ہے کہ اسلام ایک خونی اور وحشی مذہب ہے - علی ہذا القیاس مختلف تاثرات کے تقاضا سے بعض حلقوں میں عیسائی عینک سے دیکھنے پر اسلام کی روشنی سبز دکھائی دیتی ہوگی - الوہیت ذات باری تعالیٰ سے ہی مخصوص ہے یہ حقیقت ہے کہ کوئی شخص بیک وقت انسان اور خدا یا نبی اور خدا نہیں ہو سکتا - یہ باتیں خدا کی عظمت و جلال کے سخت خلاف اور منافی ہیں - لا الٰہ الا اللہ - محض ایک ہی خدا ہے جو قابل پرستش ہے کوئی اس کا شریک اور اس کا عدیل و نظیر نہیں ہے -

حاصل کلام اگر عوام الناس کو اسلام کی تعلیم عیسائیت کی عینک کے ذریعہ پہنچی ہے تو یہ بدیہی بات ہے کہ ہم صداقت کی توقع نہیں رکھ سکتے - کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص سبز عینک آنکھوں پر لگا کر بھی روشنی کو سفید و صاف دیکھ سکے - اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے -

پس یہ ظاہر ہے کہ انگلستان میں اسلام کی اشاعت کے راستہ میں بڑی رکاوٹیں اور مشکلات حائل ہیں اور اس کی مقبولیت بظاہر بوجہ تعصبات ایک مشکوک امر نظر آتی ہے - لیکن کیا یہ تعصبات کچھ حقیقت رکھتے ہیں ؟ میں کہتا ہوں بالآخر سچائی غالب آئے گی یہی بات حق ہے اس کے علاوہ میں نہیں جانتا کہ کچھ ظہور میں آئے - ہاں ممکن ہے کہ اس صداقت کے غالب آنے میں کچھ عرصہ لگ جائے لیکن اس کا کچھ مضائقہ نہیں - اگر کچھ دیر لگ جائے گی تو یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جس کی وجہ سے ہم لوگ پریشان ہوں - ایک بہت لمبا زمانہ ابدیت کا ہمارے سامنے ہے اس میں سے کچھ مدت اگر صداقت کے غالب آنے میں صرف ہو جائے تو مقام افسوس نہیں بالخصوص جبکہ ہم جانتے ہیں کہ صداقت ابدالآباد تک قائم رہے گی اور باطل مٹ جائے گا - کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الباطل کان ذھوقا یعنے باطل مٹ جانے والی چیز ہے -

قصہ کوتاہ اسلام (یعنی خدا کی کامل فرمانبرداری کا مذہب) بالآخر مظفر و منصور ہوگا - اور ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اسلام کی فتح کے لئے اس جدوجہد میں حصہ لیں - کیونکہ ہم بھی اسلام کی فتح میں اپنا حصہ چاہتے ہیں - لہذا یہ ضروری ہے کہ آج ہم ان امور پر غور کریں جو انگلستان میں اسلام کے لئے عملی طور پر ضروری اور لابدی ہیں اور میرے اس لیکچر کا

مقصد کسی طول طویل تاریخی بحث کا شروع کر دینا نہیں ہے بلکہ میدان عمل میں گامزن ہو کر کچھ کام کرنے کا ہے۔ اب یاد رکھنا چاہئے کہ انگلستان میں اسلام کی اولین ضرورت پروپگنڈا کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انگریزوں کو اسلام کی صحیح صحیح تصویر دکھائی جائے۔ ان کے اندر جو مدت مدید کے تعصبات جاگزیں ہو چکے ہیں ان کا قلع قمع کیا جائے اور جو غلط فہمیاں ان لوگوں میں رائج ہو چکی ہیں ان کو رفع کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ سب سے بڑی اور سب سے مقدم ضرورت شاہجہان مسجد ووکنگ میں کام کرنے والوں کی مساعی جمیلہ سے پوری ہو رہی ہے جس کے لئے ہم سب کو ان کا مشکور و ممنون ہونا چاہئے۔ اور تا حد مقدور ان کی امداد و تائید اپنا فرض سمجھنا چاہئے۔

اب میں اسلام کی دوسری ضرورت کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اور میرے نزدیک دوسری ضرورت یہی کہ ووکنگ مشن کے پروپگنڈا، یا جماعتی یا انفرادی رنگ میں جو پروپگنڈا کیا جاتا ہے اس کے کامیاب نتائج اور اثرات کو ہم مستحکم اور غیر متزلزل بنا دیں کہ حوادث کے طوفان ان کو مٹا نہ سکیں۔

اب اس ضرورت کے ماتحت ہم ایک نئے میدان عمل میں قدم رکھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ کام شاہجہان مسجد کے لائحہ عمل سے باہر ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم انگلستان میں اسلام کو کس طرح ثبات و پائیداری دے سکتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم حاصل کر چکے ہیں اور جس مقام پر اب ہم کھڑے ہیں اس کو کیونکر مضبوط اور مستحکم رکھ سکتے ہیں؟ کسی حد تک (گو زیادہ نفاست اور خوبی سے نہیں) اس ضرورت کو مسلم سوسائٹی گریٹ برٹین پوری کر رہی ہے۔ پروپگنڈا کے نتائج کو غیر متزلزل طریق پر مستحکم اور مضبوط بنانے کے لئے ضرورت اس چیز کی ہے جو خود مستحکم اور قابل وثوق ہو۔ اور مسلم سوسائٹی گریٹ برٹین کے کام کو عزت و قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس کے علاوہ کسی اور امداد کی ضرورت ہے جس سے اسلام انگلستان میں مضبوط اور مستحکم ہو جائے۔ اور بہترین طریق پر اس کو ترقی حاصل ہو۔

آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے سامنے آپ کے غور کرنے کے لئے اپنی تجاویز پیش کروں کہ کس طریق سے یہ حقیقی ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انگلستان میں اسلام کی حفاظت اور اس کی رہنمائی اور اس کی ترقی کے لئے ایک مجلس مقرر کی جائے اور اس کا نام Council of Islam in England. رکھا جائے۔ ہمیں اس مجلس کو اختیارات تفویض کرنے ہوں گے اور انگلستان میں جو مسائل در بارۂ اسلام پیدا ہوں وہ سب اس مجلس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ یہ مجلس ایک حد تک پارلیمنٹ اور ایک حد تک لیگ آف نیشنز کے فرائض بجا لائے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ سامعین کرام اس کونسل کے فرائض اور ذمہ داریوں کو خود سمجھ سکتے ہیں۔ لہذا میں اس کی زیادہ وضاحت اور تشریح کرنا پسند نہیں کرتا۔

جہانتک اس کونسل کے اجزائے ترکیبی کا سوال ہے میری تجویز یہ ہے کہ اسلامی ممالک کی لنڈن لیگیشن میں سے ہر ایک اپنے عملہ میں سے ایک ایک ممبر نامزد کرے۔ جو اس کونسل کے اجلاس میں شریک ہو اور اپنے اپنے ملک کی نمائندگی کا حق ادا کرے۔ اس طریق سے عرب، عراق، مصر، ترکی، سب کے سب ممالک اس کونسل میں نمائندگی کرینگے علیٰ ہذا ایک ممبر ہندوستان کی طرف سے نامزد کیا جائے گا۔

لیگیشن اور ہندوستان سے نمائندوں کے علاوہ ووکنگ مشن کا نمائندہ بھی اس مجلس میں ہونا چاہیے۔ علیٰ ہذا مسجد لنڈن (سروس روڈ) کا مسلم سوسائٹی گریٹ برٹین کو بھی اپنا ایک نمائندہ اس میں بھیجنا چاہیے علاوہ ازیں اور بھی ایسے ممبر ہونے چاہئیں جو کہ اس مجلس کے لئے مفید ہوں اور جنھیں کوئی کام سپرد ہو اس کے علاوہ دیگر اداروجات کے نمائندے بھی اس مجلس میں ہونے چاہئیں جن کی اس وقت تخصیص نہیں کی جاسکتی یہ خاکہ اس مجلس کا جو میں نے پیش کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں اس سکیم کا ایک تصور آجائے۔ اس کی تفصیلات اور جزوی کیفیات کا وقت یہ نہیں ہے۔ اسطرح سے Council of Islam in England. بلحاظ اجزائے ترکیبی کے ایک مستقل چیز ہوگی۔ کیونکہ اس کے ممبر اگرچہ وقتاً فوقتاً بدلتے رہیں گے لیکن جن اداروں کے نمائندے اس میں ہونگے وہ وہی ہوں گے جو ابتدا میں تھے۔ ان میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔ الغرض اس قسم کی مجلس انگلستان میں اسلام کی ترقی اور اس کی بہبود کی ضامن ہوگی۔ اور یہ ایک مستقل چیز ہوگی اور اس میں بار بار تبدیلیاں واقع نہیں ہوں گی۔ اور نہ اس کے لائحہ عمل میں آئے دن تغیر و تبدل کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر وقت تبدیلیاں عمل میں آنے سے عموماً بڑی خرابیاں واقع ہوتی ہیں اور ترقی کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

یہ مجلس اپنے اندرونی معاملات کا خود ہی انتظام کرے گی۔ اپنا صدر خود ہی منتخب کرے گی۔ خود ہی اپنے اجلاس منعقد کرے گی۔ اپنا ایجنڈا تیار کرے گی اور ان ذرائع پر غور کرے گی جن سے وہ اپنے فیصلجات کو عمل میں لاسکے۔ اور اپنی پالیسی یا طریق کار کو برقرار رکھ سکے۔

جہانتک اس کے اخراجات کا سوال ہے مجلس کے ذاتی اخراجات زیادہ نہیں ہونے چاہئیں ہاں کسی خاص تحریک کو بروئے کار لانے کے لئے کونسل کو اختیار ہوگا کہ وہ مناسب طریق پر زبردست اپیل کرے۔ کیونکہ اسلام خیر کثیر کا نام ہے۔

اس غرض سے کہ جملہ امور ذہن نشین ہو جائیں اب میں اپنی تقریر کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں انگلستان میں اسلام کی ضروریات پر ایک مبصرانہ نظر ڈالتے ہی سب سے پہلی چیز جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ پروپیگنڈا کی ضرورت ہے اور اس ضمن میں میں نے ووکنگ مشن کی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے یعنی یہ مشن اسلام کے متعلق بہترین اور قابل قدر پروپیگنڈا کر رہا ہے۔

دوسری ضرورت جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ استحکام کے متعلق ہے یعنی جو نتائج ہمیں اس پروپیگنڈا سے حاصل ہوں ان کو اس قدر مستحکم کرنا چاہیئے کہ ان میں تنزلزل واقع نہ ہو۔ اس ضمن میں میں نے بیان کیا تھا کہ استحکام کی بہترین صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اسلام کی ایک مجلس انگلستان میں قائم کریں جسکا نام Council of Islam in England ہو۔ یہ مجلس جملہ امور پر جو اسلام اور بقائے اسلام سے تعلق رکھتے ہوں غور و فکر کرے۔ اسلام کی نمائندگی کرے اور جملہ اسلامی ممالک کے وکلا اس کے ممبر ہوں۔ یہ مجلس ایک با اختیار مجلس ہو جو بعض امور میں پارلیمنٹ یا لیگ آف نیشنز کے لگ بھگ ہو۔ اب اس سے آگے جو بات میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام کی تیسری ضرورت یہ ہے کہ اسلامی زندگی کی ایک جمعیت یا برادری قائم کی جائے یعنی ایک مسلم کمیونٹی بنائی جائے جسکے افراد یعنی تمام مسلمان بھائی آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہیں۔ اکٹھے مل کر کام کریں۔ آج کل کیا حالت ہے؟ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے چند مسلمان ایک دوسرے سے الگ تھلگ ادھر ادھر رہتے ہیں اور ان کی زیادہ بود و باش ایسے غیر مسلم افراد میں ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے دلی دشمن ہیں اور جنھیں ہم سے کوئی تعلق محبت نہیں بلکہ ان میں تعصب اور عداوت پایا جاتا ہے اور انہیں مسلمانوں کے فائدہ اور بہبود کا کچھ خیال نہیں بلکہ درپے آزار رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی کے ایام کاٹنے مشکل ہو جاتے ہیں اور وہ باوجود ہزاروں انسانوں کے درمیان ہونے کے اپنے آپ کو تنہا ہی پاتے ہیں۔ خدا کے رستہ پر چلنے والے وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو کہ دوسرے بھائیوں کی خوشی و غم میں شریک نہ ہوں یا ان کو اپنے بھائیوں کے حالات کا علم نہ ہو۔

میں خوب جانتا ہوں کہ یہ امر بہت مشکل ہے لیکن اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ایک مسلمان بھائی کے دوسرے مسلمان سے تعلقات محبت اور آپس میں اتحاد و اتفاق قائم کرنے سے انگلستان میں اسلام کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔ اور ان کے اندر ایک ایسی طاقت اور ایک ایسی قوت پیدا ہو جائے گی جس کو حوادث زمانہ مٹا نہیں سکینگے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ جمعیت اسلامیہ کیونکر بنائی جا سکتی ہے! میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلی بات جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی جمعیت کی اہمیت کو اچھی طرح معلوم کر لیا جائے اور ہر ایک شخص کے دل میں اس کی تڑپ پائی جائے۔

قصہ کوتہ ہمیں انگلستان میں ایک مسلم کمیونٹی قائم کرنی چاہیئے۔ اس کے لئے ایک جگہ منتخب کرنی چاہیئے۔ یہ مسلم کمیونٹی آپ کہاں سے شروع کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلا خیال جو دوں میں پیدا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ ووکنگ اس کے لئے موزوں جگہ ہے۔ جس قدر مسلمان اس میں یا اس کے قرب میں رہ سکتے ہیں وہ رہیں دوسرا خیال لندن کے متعلق ہو سکتا ہے۔ لندن میں مسلم کمیونٹی کا ہونا ضروری ہے لیکن لندن کے کس حصہ میں ہو؟ بظاہر یہ موزوں معلوم ہوتا ہے کہ جدید لنڈن کی مسجد (یعنی نظامیہ مسجد) کے قرب میں ہو۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابھی مسجد نہیں بنی۔ ہاں بے شک مسجد نہیں بنی۔ لیکن اس کے بنانے میں دیر نہیں ہو سکتی اس کی تعمیر کا کام شروع کر دیجئے اور جلدی سے بنا دیجئے۔ تاکہ مسلمانوں کی جماعت جو صحیح معنوں میں مسلمانوں کی جماعت کہلا سکتی ہے اس میں رہنا سہنا شروع کر دے۔ اس جماعت کے افراد ایک دوسرے کی روزانہ زندگی میں مدد و معاون ہوں۔ اور وہ پھولیں اور پھلیں۔ اور یوماً فیوماً ترقی کریں۔ ان کے تعلقات آپس میں مربوط ہوں اور محض چند وقتی جلسوں اور لیکچروں یا بعض تہواروں تک ہی محدود نہ ہوں۔

اس سلسلہ میں ایک چوتھی ضرورت ہمارے سامنے آجاتی ہے اور وہ انگلستان میں ایک مسجد کی تعمیر ہے جو لندن میں یا لندن کے بہت قریب ہو۔ میں اس امر پر زور دینا چاہتا ہوں اور نہایت کھلے لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس مسجد کی تعمیر میں دیر کرنا اسلام کے لئے بہت مضر اور نقصان رساں ہے۔

اسلام کی ان چار ضرورتوں کے بیان کر دینے کے بعد میں چند ایک اور باتیں کہنا چاہتا ہوں جو اسی مضمون سے تعلق رکھتی ہیں اور ہمارے راستہ میں جو مشکلات ہیں ان پر روشنی ڈالتی ہیں۔

سب سے پہلے زبان کی مشکلات ہیں۔ قرآن مجید عربی میں ہے۔ یہ عربی میں کیوں نازل ہوا؟ ظاہر ہے کہ اس کا عربی میں نازل ہونا ہی ضروری تھا کیونکہ ہمارے پیغمبر عربی تھے اور جس قوم میں آپ مبعوث ہوئے وہ عربی قوم تھی ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اس کا عربی میں ہی نازل ہونا ضروری تھا۔ قرآن مجید میں خود وارد ہے کہ اللہ تعالے نے اس کو فصیح عربی زبان میں نازل فرمایا ہے یعنی عرب قوم کے لئے یہ زبان کوئی اجنبی زبان نہیں جسے وہ سمجھ نہ سکے۔ لیکن انگریز بدل گیا انگریزی دان پبلک کو قرآن مجید کا پیغام سمجھنے کیلئے

ضروری ہے کہ اعلیٰ انگریزی زبان میں اس کے مطالب کو واضح کیا جائے۔ سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ اسلام کا ضروری پیغام انگریزوں کو عمدہ اور انگریزی زبان میں دیا جائے۔ لیکن جو انگریز اسلام قبول کر لیں وہ عربی زبان سیکھنا شروع کر دیں۔ تاکہ وہ اسلام کے متعلق کماحقہ واقفیت حاصل کر سکیں۔ لیکن یہ تو ایک بعد کا کام ہے۔ عام انگریز پبلک کو اسلام کا پیغام انگریزی زبان میں دیا جا سکتا ہے۔ یہی طریق دوسرے ممالک اور دوسری زبان کے لوگوں میں تعلیم اسلام پہنچانے کا ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ اقوام فرانسیسی ہوں یا چینی یا مغربی افریقہ کے لوگ۔ بہرحال یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ ہمارے مذہب کی زبان عربی ہی ہے اور یہی رہے گی۔ لیکن میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر عیسائیت کا پیغام عبرانی یا یونانی زبان تک ہی محدود رہتا تو یہ کسطرح دنیا میں پھیل جاتی؟

جہانتک قرآن مجید کے تراجم کا سوال ہے کئی ایک ترجمے آج کل پائے جاتے ہیں اور بعض تراجم تو بہت اچھے ہیں چند ایک کا نام لیتا ہوں مثلاً سیل۔ راڈول۔ پکتھال۔ اور مولانا محمد علی کے تراجم۔ لیکن آج کل کی مصروف دنیا میں کسی ایک شخص کو اس قدر ضخیم ترجمہ دنیا میں نہیں سمجھ سکتا کہ کہانتک اطمینان بخش نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے سرسری اور پہلی دفعہ پڑھنے پر بعض آیات ایسی نظر پڑیں گی جو ایک معمولی شخص کو اپیل نہ کر سکینگی۔ ممکن ہے کہ بعض صداقتیں پڑھنے والے کو فی الفور نظر آ جائیں اور وہ ان سے محظوظ ہو لیکن بعض آیات اور مطالب ایسے ہوں گے جسکے لئے رہنمائی کی ضرورت ہوگی اور وہ جلدی سے اسے اپیل نہ کر سکینگے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اس کی روزانہ کی زندگی سے تعلق نہ رکھتے ہوں اور اس کے علم و تجربہ سے باہر ہوں۔ بنا بریں میری رائے یہ ہے کہ ایسی کتاب تو نہیں ہونی چاہئیے جسکو ہم دوسرے لفظوں میں منتخبات قرآن کہہ سکیں لیکن ایک ایسی کتاب ضرور ہونی چاہئیے جس کو (

کہہ سکیں یعنی انگریزی داں پبلک کے لئے دستی قرآن مجید - یا اس کا نام

رکھ لیجئے۔ اس کتاب میں قرآن مجید کی ایسی عبارات کا صحیح صحیح اور فصیح انگریزی زبان میں ترجمہ ہونا چاہئیے جن میں اسلام کا پیغام صاف صاف الفاظ میں ادا ہو جائے۔ اور ترجمہ کے ساتھ مختصر تشریح بھی حسب ضرورت ضرور ہونی چاہئیے۔ میرے خیال میں اس قسم کی کتاب کی اشد ضرورت ہے۔ یہ کتاب مختصر بھی ہوگی اور اس میں دین اسلام کے ضروری ارکان و ہدایات کا بھی ذکر ہوگا جن کا مطالعہ اور سمجھنا چنداں وقت طلب نہ ہوگا۔ بلا اقتضاء ... سے پہلے ایک شخص کو پورے قرآن مجید کا ترجمہ جو تفاسیر کے ساتھ ہو یا

بغیر تفسیر کے ہو دیا جائے تو وہ کچھ اطمینان بخش نتائج پیدا کر سکتا ہے - ہر شخص کے پاس کافی وقت نہیں ہوتا کہ وہ پورے قرآن مجید کو جلدی سے پڑھ کر اس کے مطالب پر قادر ہو سکے - ضیق وقت کا خیال رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ ایسی ہی کتاب تیار کی جائے جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے - آپ خود خیال فرمائیں کہ اگر تھوڑا سا وقت جو ایک انسان کو میسر ہو سکتا ہے - ایسی عبارات پر صرف کر دیا جائے جو فوری ضروریات سے تعلق نہیں رکھتیں تو یہ کہاں تک اطمینان بخش نتائج کا موجب ہو سکتا ہے - یہ ایک مشکل ہے - یہ ایک روک ہے جسکو اشاعت اسلام کے رستہ میں سے دور کرنا ہمارا فرض ہے - الغرض میری رائے یہی ہے کہ اسلام کی طرف رہنمائی کرنے اور اس کا پیغام پہنچانے کے لیے مفصل یا مختصر کتاب کا ہونا ضروری ہے - میں اپنی اس رائے کی تائید میں یہ امر پیش کرنا چاہتا ہوں کہ خود قرآن مجید حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ہی دفعہ سب کا سب نازل نہیں ہوا تھا بلکہ حسب ضرورت مختلف مواقع پر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوا تھا اس لئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ انگریزی دان پبلک کے لئے اسی طریق نزول قرآن کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے یعنی پہلی دفعہ سارے کا سارا قرآن اُن کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیے - بلکہ تھوڑا تھوڑا اور ابتدا میں ضروری ضروری احکام و ہدایات ان تک پہنچانے چاہئیں - یہ طریق عمل نہایت مناسب اور مفید ہو گا - میں پھر کہتا ہوں کہ Easy Manual of the Quran for English Readers ضرور تصنیف کرنی چاہئے - اور ان ہزارہا نفوس میں اس کی اشاعت کرنی چاہئے جن تک ابھی اس عظیم الشان کتاب کا ایک لفظ بھی نہیں پہنچا -

میری ایک اور رائے یہ ہے کہ اسلامی سال کے ایک ہی مقررہ مہینہ میں ہر سال ایک مسلم کانفرنس کا انعقاد ضرور کیا جائے - اس کانفرنس کا اجلاس خواہ لندن میں ہو یا کسی اور جگہ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ لندن اس کے لئے موزون ہے - کیونکہ اسلامی مسائل پر بحث و تمحیص کے لئے یہ جگہ سب سے زیادہ مناسب ہے اس کانفرنس کی کارروائی کا ایک حصہ تو ایسا ہونا چاہئے جو محض مذہبی مسائل سے تعلق رکھتا ہو - اور دوسرا حصہ جس کو عملی حصہ کہنا چاہئے اس کا تعلق روزمرہ کی زندگی اور ان مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے ہونا چاہئے جو لندن میں آتے جاتے یا مستقل طور پر اس میں رہائش رکھتے ہیں - اس کانفرنس میں ایک یا دو مقررشدہ لیکچر ہوں لیکن مسائل پر بحث و تمحیص کو زیادہ وقت دیا جائے - خواہ یہ بحث انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر - خواہ اس کے قواعد و ضوابط پہلے سے منضبط کر لئے جائیں اور ان کی پابندی کی جائے اور خواہ وقتی ضرورت کے ماتحت بغیر کسی قواعد و ضوابط کے ہو - اگر بالفرض ایک سال میں ایک دفعہ ایسی کانفرنس کے انعقاد کی صورت پیدا

نہ ہو سکے۔ تو مسردست وہ اسلامی ممالک میں ایک دفعہ ہی اس کانفرنس کا انعقاد اسلامی مسائل کی تشریح تبلیغ اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کافی ہوگا۔ یہ میری رائے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس تجویز کے ممکن العمل ہونے میں کوئی امر مانع نہیں۔

اب آخیر میں میں اس ملک میں اسلام کی ترقی کے ذرائع اور طریقوں کے متعلق ایک ضروری بات بطور تنبیہ کہنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ اسلامی پروپیگنڈا کے ضمن میں جو رد عمل کی مثالیں ظہور میں آچکی ہیں یہی ایک بات ہے جس پر میں خصوصیت کے ساتھ زور دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انسانی ذہنیت کا خاصہ ہے کہ لوگ اسلام کی ذاتی خوبیوں کو غیر متعصبانہ اور منصفانہ نظر سے دیکھ کر اس کی صداقت کے قائل نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی نگاہیں ان افراد کے اخلاق اور چال چلن پر پڑتی ہیں جو اسلام کے ماننے والے کہلاتے ہیں یعنی لوگ اسلام کی تعلیم کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ مسلمانوں کی عملی حالت یا ان کے کیرکٹر کو دیکھتے ہیں اور اسی سے وہ اسلام کی صداقت کا ثبوت لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ معیار بذاتہ درست نہیں کیونکہ اصل چیز جو دیکھنی چاہیئے وہ اسلام کی تعلیم ہے لیکن یہ ایک فطری بات ہے اور انسانی ذہنیت ایسی ہی واقع ہوئی ہے کہ وہ نمونہ سے بہت متاثر ہوتی ہے اس لئے میں بزور کہونگا کہ ہم مسلمانوں کے اندر جو نقائص اور عیوب ہوں گے وہ اسلام کے حق میں، تبلیغ اسلام کے حق میں سخت مضر ہوں گے اور اس کی ضرب خود اسلام پر پڑے گی۔ مختصر الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ عام ذہنیت یہ ہے کہ "اگر ہم مسلمانوں کو ناقابل اعتماد پائیں گے ہم اسلام پر کوئی اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہم اسلام کو مسلمانوں کے چال چلن سے جانچیں گے۔" پس میں ہر ایک مسلم سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی پوزیشن کو سمجھے اور اپنی پوری کوشش سے اپنے آپ کو ایک قابل اعتماد اور با اخلاق انسان ثابت کرے۔ جو صحیح معنوں میں حضرت امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا متبع ہو۔ خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہمیشہ آپ کے شامل حال رہیں۔ آمین۔

قرآنی قوانین تہذیب و تمدن

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور)

الہام کی غرض ہی تہذیب و تمدن کے قوانین کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کی علت غائی یہ ہے کہ فطرت میں جس قسم کی استعدادیں رکھی گئی ہیں وہ سب کی سب روبراہ ہو جائیں۔ قرآن کریم نے تہذیب و تمدن کا قائم مقام لفظ فلاح[1] تجویز کیا ہے۔ اس کے ایک معنی تو کامیابی اور ترقی کے ہیں۔ لیکن اس کے لغوی معنی چھپی ہوئی چیزوں کو روشنی میں لانا۔ یعنی فطرت میں جو جو باتیں ہیں وہ کامل طور پر ظہور میں آجائیں۔ تہذیب سے مراد صرف دولت اور روپے کا حاصل کرنا نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ بھی تہذیب میں آجاتی ہیں لیکن تہذیب انسانی یہ ہے کہ انسان کی وہ طاقتیں کام کرنے لگ جائیں جو انسان میں رکھی گئی ہیں۔ اسی طرح فطرت کی اندرونہ استعدادیں بھی کارفرمائی کرنے لگ جائیں۔ قرآن کے نزول کی غرض بھی یہی ہے۔ مصحف مقدس نے اس غرض کے حصول کے لئے جو بنیادی شرائط تجویز کی ہیں ان سے بہتر تجویز کرنا ایک مشکل امر ہے۔ قرآن کریم نے فلاح یافتہ انسان کا نام متقی[2] رکھا ہے۔ لغوی معنوں کے لحاظ سے متقی وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو شر یا نقصان سے بچائے۔ ہمارے ماحول کی ہر ایک چیز میں نفع و نقصان دونوں موجود ہوتے ہیں چونکہ انسان کے سوا باقی کسی چیز کو قوت اختیار نہیں دی گئی اس لئے ان میں ایک استعداد رکھی گئی ہے جو ان سے جلب منفعت اور دفع مضرت کراتی ہے اسی کا نام قوت مدبرہ ہے۔ باغ میں پھول اور کانٹے یا مختلف ذائقے اور شکل کے پھل ایک ہی جگہ ہوتے ہیں وہ ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ اور ان کے ماحول میں ایک ہی قسم کی خوراک موجود ہوتی ہے۔ لیکن جس مقدار سے وہ اپنی خوراک لیتے ہیں اس میں بہت فرق ہوتا ہے۔ یہی اختلاف مقدار مختلف شکل و ذائقہ کی چیزیں پیدا کر دیتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو مقدار ایک چیز کے لئے خوراک کا کام دیتی ہے وہ دوسری کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ لیکن ہر ایک چیز کی قوت مدبرہ اس اختلاف کا لحاظ کر لیتی ہے۔ یہ قوت مدبرہ ایک دربان کی طرح ہر ایک چیز میں کھڑی رہتی ہے جو مفید چیز کو اندر جانے دیتی ہے اور بری چیز کو روک دیتی ہے چونکہ مصلحت ربی نے انسان کو قوت اختیاری سے آراستہ کیا ہے اس لئے جمادات کے علاوہ اسے اس قوت کو علم کے ذریعہ خود حاصل کرنا ہوتا ہے قرآنی اصطلاح میں اس قوت کا نام نفس لوامہ رکھا گیا ہے جس کی تربیت الہام کرتا ہے یا الفاظ دیگر

[1] سورہ بقرہ آیت ۵ - [2] سورہ بقرہ آیت ۲

نفس ملہمہ کے بعد نفس لوّامہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی تکمیل پر انسان متقی ہو جاتا ہے یعنی وہ انسان جو ہر قسم کے نقصان و شر سے بچے۔ قرآن کریم نے اسی لئے سب سے پہلے متقین کا ذکر کیا۔ کیونکہ متقین ہی ہدایت پا کر کامل تمدن کو پیدا کر لیتے ہیں۔ تمدن پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک قوم میں تقوے نہ ہو۔

تقوے کے حصول کی پانچ راہیں ہیں جو پانچوں کی پانچوں راہیں ابتداءً اصول متعارفہ کے طور پر تسلیم کرنی ہوتی ہیں دنیا میں کوئی چھوٹی یا بڑی صداقت بھی انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے متعلق ابتدا میں وہ چند باتیں تسلیم نہ کرے۔ بعد میں ان باتوں کی صداقت اس پر متحقق ہو جاتی ہے لیکن شروع میں انہیں بطور امور مشتبہ ہمیں تسلیم کرنا ہوتا ہے۔ آج دنیا کی ترقی کا بڑا حصہ علوم ریاضی سے وابستہ ہے لیکن ریاضیات میں جن باتوں کو شروع میں ہمیں ماننا پڑتا ہے وہ بظاہر غلط ہوتی ہیں۔ مثلاً نقطہ کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ اس کا طول و عرض نہیں ہوتا اسیطرح خط کی تعریف میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کا کوئی عرض نہیں ہوتا۔ یہ دونوں بظاہر غلط نظر آتی ہیں لیکن علم ریاضی کا اعلیٰ کورس حاصل کرنے کے بعد یہ دونوں تعریفیں صحیح نظر آتی ہیں۔ اسی طرح تمدن و تہذیب کی کوئی شاخ ہو اس میں بھی چند باتوں کو تسلیم کر لینا پڑتا ہے۔ اولاً ہمارے نصب العین کا وجود۔ دوم اس کے مناسب حال جو قوانین ہوں ان کی پیروی کرنا۔ سوم اس امر کے حصول کے لئے جو وسائل ہمارے قبضہ میں آ چکے ہیں اس میں دوسروں کا شریک کر لینا۔ چہارم اس فن کے ماہرین کی ہدایات پر چلنا۔ پنجم۔ اپنے ہر ایک فعل کے نتائج پر ایمان رکھنا۔ ان پانچ امور کو جب تک ہم بطور اصول متعارفہ نہ مانیں تب تک ہمیں اس میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر امر میں جو بھی متقی ہو یعنی جس کو نقصانات سے بچنا ہے اسے ان پانچ باتوں کو اختیار کر لینا ہے قرآن کریم نے چونکہ ہر قسم کی تہذیب و تمدن کی بنیاد آلہیات پہ رکھی ہے۔ اس لئے متقی کی بھی پانچ نشانیں بتلائی ہیں جو وہی ہیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اولاً۔ ہستی باری تعالیٰ پر ایمان۔ ثانیاً۔ اس کے احکام کی بجا آوری جسے قرآنی اصطلاح میں نماز کو قائم کرنا کہا گیا ہے۔ ثالثاً عطیات الٰہیہ کو جو ہمیں حاصل ہیں دوسروں کو دینا۔ رابعاً۔ ان طریقوں کو قبول کر لینا جو بذریعہ الہام تعلیم ہو چکے ہیں۔ خامساً۔ آنے والے وقت یا نتائج عمل پر یقین رکھنا۔

خواہ کوئی شخص مسلمان ہو یا نہ ہو اسے بقول قرآن کریم صحیح راستہ پر چلنے کے لئے اور کامیاب ہونے کیلئے یہ پانچوں امور اختیار کرنے ہوں گے۔ ان امور کے بعد قرآن کریم نے شروع ہی میں ان باتوں کا بھی ذکر کر دیا ہے جو حصول ترقی کے مانع ہو جاتی ہیں۔ انسان یا تو اپنے متعلق اتنی بلند لئے رکھتا ہے کہ دوسروں کی سنتا ہی نہیں۔ وہ

نخوت و تکبر میں آ کر کسی کی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ یا دوسروں کے مقابل وہ اپنے آپ کو اتنا چھوٹا سمجھتا ہے کہ وہ ان کے کہنے کے مطابق ہر ایک چیز کرتا ہے۔ اس سے ایک طرف تو غرور پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف منافقت وجود میں آجاتی ہے۔ ان دو کے درمیان ایک تیسری ذہنیت بھی ہوتی ہے جو اپنی رائے کو تو بُرا جانتے ہیں لیکن اس کے اظہار کی جرأت بھی نہیں رکھتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنا نام مصلحت بین رکھتے ہیں۔ یہ تینوں حالتیں صحیح مذہب کے لئے یا حقیقی تمدن کے حصول میں سدِ راہ ہو جاتی ہیں۔

ان اصولوں کو قائم کرنے کے بعد قرآن کریم نے ہمیں صحیفہ قدرت کی طرف متوجہ کیا اور یہ بتایا ہے کہ اس کی ہر ایک چیز انسان کے فائدے کے لئے ہے۔ تمدن کی تکمیل اس علم کے بغیر نہ ہو سکتی تھی۔ قرآن نے یہ راز کھولکر کس قسم کا احسان دُنیا پر کیا ہے کہ دنیا کی ہر ایک چیز[1] انسان ہی کے فائدہ کے لئے ہے اور اس کی کوئی چیز بھی بیکار[2] نہیں اس کے لئے ہر ایک چیز پہلے ہی سے مہیا کر دی گئی ہے[3]۔ ہاں اسے صرف ہاتھ ہلانے[4] کی ضرورت ہے جس پر اسے وراء الورا نتائج حاصل ہوں گے۔ اور اس کا کوئی فعل بھی ضائع[5] نہ جائے گا۔ زمین و آسمان و ما فیہما ہمارے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں[6]۔ اس قسم کی بشارتوں سے تمام کی تمام کتاب بھری پڑی ہے لیکن یہ مذکورہ بالا چھ باتیں تمدن کے سوال میں کس قدر اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ ان چھ امور کا ذکر پہلے کسی فلسفہ و مذہب میں یا کسی تہذیب میں نہ ہونا۔ سب سے پہلے قرآن کریم میں ان کا ذکر ہونا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہی کتاب تہذیب و تمدن کی کفیل ہو سکتی ہے۔

ان امور کے ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم انسانی استعدادوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ صحیح بات بھی ہے کہ جب تک ہمیں فطری اور انسانی استعدادوں کا کماحقہ علم نہ ہو اور اس رشتہ سے ہم واقف نہ ہوں جو انسان میں اور صحیفہ قدرت میں ہے ہم میں کوئی تہذیب پیدا نہیں ہو سکتی۔ قرآن نے اس موضوع پر وہ لکھا ہے جس کا کچھ دھندلا سا علم صحائف ماسبق میں تھا۔ یہ تو قریب قریب ہر مذہب والے نے مان رکھا تھا کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو اپنی تصویر پر بنایا ہے۔ لیکن یہ مبہم سا فقرہ تشریح و توضیح کا محتاج تھا چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا کہ انسان اس زمین پر خدا کا خلیفہ بن کر آیا۔ اور اس میں استعدادیں رکھی گئی ہیں کہ خدا کی بعض صفات

---

[1] سورہ ۲ آیت ۲۲۔ [2] ماخلقت ھذا باطلا۔ [3]

[4] لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ [5] لا نضیع اجر العاملین [6] والسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا

ایک حد تک پیدا ہو سکیں۔ ان صفات کے پیدا ہونے پر ہی وہ خلافت کا مستحق ہوگا۔ اس انکشاف کے بعد تسخیر عالم کا یہ راز کھولا کہ فطرت کے کل قوی ملائکہ کے ذریعے کام کرتے ہیں وہ سب کے سب ملائکہ انسان کی خدمت کے لئے تیار ہو سکتے اگر انسان کو اشیاء فطریہ کا علم ہو۔ گویا اس طرح علم کو ہر ایک قسم کی تہذیب و تمدن کی بنیاد ٹھہرایا۔ اس موقعہ پر یہ راز بھی کھول دیا کہ اس کی ترقی اس کی قوت اختیاری پر منحصر ہے لیکن اس کے استعمال سے وہ تباہ بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس کو صحیح راستہ پر رکھنے کے لئے بعض ہدایات کے آنے کا بھی وعدہ کر دیا اور کہا کہ جو ان ہدایات پر چلے گا وہ فلاح پائے گا۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس علم کے بعد تمدن کی تکمیل کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت ہے اور اگر ان امور کی تلقین مذہب نے آ کر بشکل اسلام کی تو کس کو اس سے انکار ہوگا۔ کہ مذہب تکمیل تمدن کے لئے ضروری نہیں۔ ان امور کے بعد قرآن کریم نے قیام سوسائٹی کے لئے قوانین مرتب کئے ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمدن کا قیام کہاں تک ان سے وابستہ ہے۔ اور کس طرح سے قرآنی تعلیم کا اخلاقی حصہ چھوڑنے پر موجودہ تہذیب و تمدن نے نہ صرف انسان کو ہی تباہ کیا ہے بلکہ آج اس کا بھی خاتمہ ہونے کو ہے۔

بائبل کی اشاعت

بائبل ہوس کوئن۔ وکٹوریہ سٹریٹ لندن نے بائبل کی اشاعت کے اعداد و شمار شائع کئے ہیں جس میں انہوں نے دکھایا ہے کہ برٹش اور فارن بائبل سوسائٹی نے ایک سال کے اندر ایک کروڑ ۱۲ لاکھ ۴۲ ہزار کی تعداد میں بائبل یا بائبل سے اقتباسات مندرجہ ذیل تناسب کے ساتھ دنیا بھر میں شائع کئے ہیں۔ چین: ۴۵ لاکھ۔ یورپ: ۱۸ لاکھ۔ جزائر برطانیہ: ۱۵ لاکھ۔ ہندوستان: ۱۰ لاکھ۔ بقیہ ایشیا ۷ لاکھ ۲۰ ہزار۔ کوریا: ۶ لاکھ ۸۰ ہزار۔ جنوبی امریکہ ۴ لاکھ ۱۹ ہزار۔ افریقہ ۳ لاکھ ۷۰ ہزار۔ کنیڈا: ۳ لاکھ ۴۵ ہزار۔ آسٹریلیا اینڈ نیوزیلینڈ: ۲ لاکھ۔

برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی ۱۸۰۴ء میں قائم ہوئی۔ سوسائٹی مذکورہ نے ۵۶۵ زبانوں میں بائبل کے تراجم کر کے ۴۳ کروڑ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں شائع کئے ہیں۔

بائبل کی اس وسیع اشاعت کے ان اعداد و شمار میں مسلم بھائیوں کے لئے ایک سبق ہے کہ کہاں تک انہوں نے قرآن کریم کی دنیا بھر میں اشاعت کی فکر کی ہے۔

قرآن کریم کا تخیل اللہ تعالیٰ کے بارہ میں

(آنریبل شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء)

اسلامی نقطہ نظر میں تخیل الوہیت، تہذیب و تمدن، معاشرتی نظام اور علمی ترقی کی بنیاد ہے

مضمون کا یہ حصہ پہلے حصہ کا ہی لازمی نتیجہ ہے جس صورت میں قرآن مجید کا تخیل ہر ایک انسان کے لئے انفرادی طور پر مدد و معاون ہے لازماً یہ بحیثیت مجموعی بھی مدد و معاون ہونا چاہئے۔

یہ بات کہ ہر ایک وہ کتاب جو کسی مسلمان نے تصنیف کی خواہ وہ کتاب مذہبی ہو یا علمی، خواہ جغرافیہ پر ہو یا ریاضی پر خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کی گئی ہے اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تمام اسلامی تہذیب قرآن کے پیش کردہ تخیل پر ہی مبنی ہے۔ خدا کی سب سے پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس کے الفاظ یہ ہیں:- اقرا باسم ربک الذی خلق ؕ خلق الانسان من علق ؕ اقرا وربک الاکرم ؕ الذی علم بالقلم ؕ علم الانسان مالم یعلم ؕ (سورۃ العلق)

یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اس طرح سے عرب کے امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ خدا کے نام سے پڑھے اور آپ کی توجہ بین پہلی وحی میں ہی قلم کے استعمال کی طرف دلائی گئی تھی۔ جس زمانہ میں یہ پیغام خداوندی نازل ہوا اس وقت دنیا میں قلم کا استعمال بہت کم تھا اور عرب میں تو بہت ہی کم تھا۔ یہ پیغام رب کے نام کے ساتھ نازل ہوا پس یہ ایک قدرتی امر تھا کہ مسلمانوں کے تمام علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کی بنیاد قرآنی تخیل خداوندی پر رکھی گئی تھی اور خواہ کسی مضمون کے متعلق ہو ہر ایک تصنیف اللہ کے نام کے ساتھ اور اس کی تعریف کے ساتھ شروع کی گئی۔ گویا وہ اس کے نام پر معنون کی گئی ہے۔

پروفیسر لیک لکھتے ہیں:- "محمد (صلعم) کے لائے ہوئے اسلام کے اندر کچھ ایسی مخفی طاقت تھی کہ جب اس

میں پورا پورا نشو ونما واقع ہوا اس کا اثر تمام یورپ پر پھیل گیا۔ اور اگرچہ مشرق میں اس کا ظہور ہوا لیکن مشرق کے بالمقابل مغرب کے عقائد مشرکانہ پر اس نے بہت بڑی زندگانی محمد (صلعم) نے ابتدا ہی میں ایسے مدارس کی داغ بیل ڈالی جن میں اپنے لوگوں کو تعلیم دینے کا اہتمام کیا اور اس تعلیم کے متعلق جو تدابیر اختیار کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ایام جنگ میں جو لوگ قید ہو کر آئے ان کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں ؛

ابتدائے ایام سے ہی تعلیم کو رواج دینے کا نتیجہ تھا کہ مسلمان تمام علوم وفنون کے ماہر ہو گئے۔ اور انہوں نے متعدد مضامین پر چیدہ چیدہ کتابیں تصنیف کیں۔ ان سب کا شمار باعث طوالت ہوگا بعض علوم جن پر انہوں نے بے نظیر کتابیں لکھیں حسب ذیل ہیں :۔

تاریخ۔ جغرافیہ۔ ہندسہ۔ فلاحت وزراعت وآبپاشی۔ علم ہیئت۔ علم طب۔ علم طبقات الارض علم کیمیا۔ علم طبعیات۔ علاوہ ازیں مختلف علوم شریفہ وفنون لطیفہ پر اُن کی تصانیف اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں مثلاً علم سیاحت (بری وبحری) علم فصاحت وبلاغت وغیرہ وغیرہ

قصہ کوتہ یہ کہ مسلمانوں نے کسی علم کو بغیر مطالعہ کے نہیں چھوڑا۔ اور جس کسی مضمون کو انہوں نے لیا اس پر ایسی خوبی سے کتابیں لکھیں جن سے ان کی ذاتی قابلیت اور قدرتی ذہانت ٹپکتی ہے۔ دُنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں اور کوئی سلطنت ایسی نہیں جو بلحاظ علم وفضل اور تہذیب وتمدن کے عباسی دور حکومت سے گوئے سبقت لے جائے۔ اس زمانہ میں بغداد تمام دنیا کی تہذیب کا مرکز تھا۔ اور علمی سرگرمیوں کا مرجع ومامن تھا۔ یہ اسلام کا دارالخلافہ تھا جہاں مسلمانوں کا خلیفہ رہتا تھا۔ یہ اس وقت جبکہ لندن محض ایک گاؤں کی حیثیت رکھتا تھا دنیا کا عظیم الشان شہر اور خلفائے عباسیہ کا دارالحکومت تھا۔ تمام تہذیب وتمدن کا یہی منبع تھا۔ اور اسی سے تہذیب وتمدن، علوم وفنون کا سرچشمہ پھوٹا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں تمام مغربی ومشرقی دُنیا کے ساتھ تعلقات ربط وضبط وابستہ تھے۔ اور نہ صرف سلسلہ نامہ وپیام جاری تھا بلکہ سلسلہ ملاقات بھی جاری وساری تھا۔ ہارون الرشید اعظم کے دربار میں بیک وقت شارلے مین بادشاہ اور چین کے شہنشاہ کے سفیر وارد بغداد ہوئے۔

جبرئیل جو مشہور ومعروف حکیم ہو گزرا ہے، آشانی جو بہت بڑا ادیب اور مگرا مُروان تھا، اور موصل کا شہزادہ ابراہیم جو علم موسیقی میں ماہر تھا یہ سب خلیفہ موصوف کے درباری تھے۔ آپ کے ہی عہد حکومت میں گھڑی ایجاد ہوئی۔ آپ نے یہ گھڑی یورپ کے مشہور بادشاہ شارلے مین کو بطور تحفہ بھیجی اور آج تک اس کو ایک

Saracen History

نہایت محیر العقول ایجادات میں سے خیال کیا جاتا ہے۔ ایک مشہور مورخ اپنی کتاب میں رقمطراز ہے کہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید کا بیست سالہ عہد حکومت تاریخ میں نہایت شاندار زمانہ تھا مختلف علوم و فنون مثلاً فلسفہ اور سائنس میں جو حیرت انگیز ترقیاں اہل اسلام نے کیں اور جو جو جوہر علم و فضل کے انہوں نے ظاہر کئے، خیالات کی بلند پروازی میں اور انسانی زندگی کے مختلف طبقات اور شعبوں میں جو جو حیرت افزا کرشمے ان سے ظہور میں آئے اور علم و عقل کو جس حد تک انہوں نے صیقل کیا وہ ایسی چیزیں نہیں کہ مٹ جائیں وہ ابدالاباد تک زندہ رہیں گی۔ اسی زمانہ میں جس کو تاریخ اسلام کا بلکہ اس کو تمام ایشیا کا نہایت شاندار علمی زمانہ کہنا چاہیئے۔ علوم دقیقہ مثلاً ریاضی، طب، ہیئت نے بے انتہا ترقی حاصل کی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ فنون شریفہ ادب۔ شاعری۔ اور علم فسانہ نے کمال حاصل کیا۔ الف لیلہ آج تک ایسا بینظیر افسانہ مانا جاتا ہے کہ بلحاظ تخیل اور کیفیت اور بلحاظ دلکشی اور اثر کے بہترین فسانوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابو الحسن نے دوربین کو ایجاد کیا۔ اور منصور خلیفہ نے شمسیہ میں سب سے پہلی رصدگاہ قائم کی۔ عباسی دور حکومت نے مشہور و معروف سیاح بری و بحری پیدا کئے۔

اگرچہ عرب ریتلے صحراؤں کے رہنے والے تھے لیکن چونکہ ان کا معلم قرآن تھا اور قرآن نے ان کو تعلیم دی تھی کہ سمندر ان کے غلام ہیں اور خدا نے ان کو انسان کے فائدہ کے لئے بنایا اور انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے کہ وہ کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ ان پر تجارت کریں۔ عرب سمندر کی لہروں میں کشتی میں بیٹھ کر ایسے ہی خوش ہوتے تھے جیسا کہ صحراؤں میں اونٹ کی پیٹھ پر۔ وہ جہازوں کے ذریعہ جنوب میں مڈغاسکر تک جا پہنچے اور مشرق اقصیٰ میں بستی بنائی۔ دار السلام کی ریاست (جو آج غیر حکومت کے ظل حمایت میں ہے) یہ اسی عربی عظیم الشان سلطنت کی یادگار ہے۔ دوسری جانب جاوا اور ملایا میں آج کل مسلمانوں کی کثیر آبادی عربوں کی ہمت اور شوق سیاحت کی دلیل ہے۔ یورپ میں مالٹا اور سسلی مسلمانوں کے زیرنگیں تھے۔ سسلی کسی زمانہ میں عربی علم و فضل کا مرکز تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بحیرۂ روم ایک اسلامی سمندر تھا جس پر مسلمانوں کی تگ و پو رہتی تھی۔ عربوں کی سلطنت میں کالج اور ہسپتال سب جگہ کھولے گئے تھے۔ نظام الملک کا بنایا ہوا نظامیہ کالج اور خلیفہ مستنصر باللہ کا قائم کردہ مدرسہ مستنصریہ مشہور و معروف اسلامی ادارے تھے۔ قاہرہ میں الازہر یونیورسٹی عربوں کی اشاعت علوم کی زندہ گواہ ہے۔

جس طرح صنعت و حرفت میں ترقی کی گئی اسی طرح فلاحت و زراعت میں بھی طرح طرح کی اصلاحات

ناقد کی گئیں - فارس اور اہواز کے کارخانوں سے صاف شدہ چینی تمام دنیا کو بھیجی جاتی تھی علی ہذا کپاس ظاہر۔ بیروت اور آلی پو سے جاتی تھی - کھجوریں اور دوسرے میوہ جات، چاول - جو اور گیہوں عربی سلطنت کے دوسرے حصوں سے تمام دنیا کو جاتی تھی - بصرہ میں شیشے اور صابون کے کارخانے تھے - علی ہذا سلا اور بغداد میں بھی ان چیزوں کے کارخانے پائے جاتے تھے - سمرقند - بخارا - خراسان اور دمشق میں کپڑا بننے کے کارخانے تھے - جن میں غالیچے اور مختلف قسم کے قیمتی ساٹن اور ریشم کے کپڑے تیار کئے جاتے تھے - تبریز اور اصفہان میں زردوزی کا کام کیا جاتا تھا - اور بغداد میں کاغذ بنتا تھا ؛

(باقی آئندہ)

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

برادرانِ اسلام !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ووکنگ مسلم مشن مغرب میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے۔ اس کا مسلک دانشمندانہ رہا ہے۔ قریباً ۴۰ سال سے اس ادارہ نے اسلام کی حمایت کی ہے اور اس کے خلاف مسیحی تعصبات کا ہمیشہ ازالہ کیا ہے۔ ایسے قوی دلائل پیش کئے ہیں جن سے اسلام کی عالمگیریت کی آئینہ داری ہوتی ہے اس کی کامیابی جس کو قابلِ یادگار تصور کرنا چاہئے محض بدیں وجہ ہے کہ اس کا شعار غیر فرقی رہا ہے۔

مسلک کے علاوہ ووکنگ مسلم مشن کی کارگزاری نہایت باسلیقہ اور موثر ہے۔ اشاعتِ اسلام کے لئے اس کی مطبوعات، پمفلٹ اور رسائل قریب قریب ناگزیر ہیں اگر ہمارے مذہب کی مغرب میں قدر و منزلت کی جاتی ہے تو اس کی خاص الخاص وجہ یہی ہے کہ مشن ووکنگ کثرت سے اسلامی ادب شائع کرتا ہے جن سے غیر مسلم بہرہ اندوز ہوتے ہیں لہذا ووکنگ مسلم مشن کی امداد اخلاقی اور مادی حیثیت سے ذی خیال مسلمانانِ عالم پر واجب ہے۔ بایں وجوہ ہم آپ سے اس کارِ خیر میں استمداد کرتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ؂

(۹) میجر شمس الدین — بی اے۔ وزیر تعلیم بہاولپور۔

(۱۰) خان محمد اسلم خان — برہ خان خیل۔ رئیس و آنریری مجسٹریٹ ۔مردان۔ سرحد۔

(۱۱) احمد ملا داؤد — رئیس التجار۔ رنگون۔

(۱۲) شیخ محمد اسمٰعیل — پروپرائٹر کالونی فلور ملز۔ لائلپور۔

(۱۳) خواجہ نذیر احمد — بیرسٹر ایٹ لاء۔ لاہور۔ پنجاب (وائس پریذیڈنٹ)

(۱۴) ڈاکٹر غلام محمد — ایم بی بی ایس (فنانشل سکرٹری)

(۱۵) خواجہ عبد الغنی — (سکرٹری)

متحدہ اسلام کی اشاعت

مسلم بھائیوں کا ایک کثیر حصہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کی تحریک قادیانی تحریک ہے جو واقعات کے صریحاً خلاف ہے (۱) یہ تحریک ۱۹۱۳ء میں فقط اسلام کی اشاعت کے لئے مسجد ووکنگ انگلستان سے جاری ہوئی (۲) اس تحریک کا آرگن رسالہ اسلامک ریویو انگریزی ہے جو فروری ۱۹۱۳ء میں مسجد ووکنگ سے جاری ہوا (۳) اس آرگن کے ذریعہ فقط توحید و رسالت کی توحید ہوتی رہی ہے۔ آج اس رسالہ کی پچیسویں جلد ختم ہو چکی ہے ان پچیس جلدوں میں جن کے بارہ ہزار صفحات بنتے ہیں کوئی بھی مسلم بھائی ایک سطر یا لفظ تک نہیں دکھا سکتا۔ جس میں کسی خاص فرقہ یا جماعت کے خیالات کی تشہیر کی گئی ہو۔ اس رسالہ نے ہمیشہ سے ہی متحدہ اسلام کو مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے (۴) مشن ووکنگ کے ادارہ کے ذریعہ لاکھوں کی تعداد میں انگریزی کتب و ٹریکٹ اور ایسے ہی اردو کتب اور ٹریکٹ شائع ہو چکے ہیں جنہیں صرف اسلام کو پیش کیا گیا ہے (۵) مشن ووکنگ کے مبلغین گزشتہ پچیس سال سے انگلستان اور ہندوستان میں مختلف پلیٹ فارم سے تقاریر کرتے رہے ہیں ان تقاریر کے متعلق کوئی بھی مسلم بھائی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے سوائے متحدہ اسلام کے اور کوئی چیز پیش کی ہو (۶) مشن ووکنگ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے اسکے ٹرسٹی اور ممبران مجلس منتظمہ مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان بزرگوں نے کسی نے کبھی بھی مشن کے آرگن کو اپنے ذاتی خیالات کی تشہیر کا آلہ کار نہیں بنایا۔ (۷) مشن مذکور ہ کی اسلامی تحریکات میں دنیا بھر کے مسلم رؤسا۔ نواب مسلم اکابرین حصہ لیتے رہتے ہیں۔ عالیجناب سر آغا خان و عالیجناب حضرت ملا سیف الدین امیر لواہر بھی اعانت فرماتے ہیں

عرضداشت

آج دنیا میں ہر شے رو بہ انقلاب ہے۔ ہر چیز ایک نئے سانچے میں ڈھلی نظر آتی ہے۔ بادی النظر میں زمانہ کی موجودہ رفتار ایک ہولناک تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ یہ مسئلہ تمام اہل فکر اور بالغ نظر حضرات کی توجہات کا مرکز بنا ہوا ہے کہ آیا مستقبل میں نظام عالم ہی از سر نو مترتب ہوگا یا ایک ایسی دنیا کی طرح ڈالی جائے گی جو سرے سے ہستی باری تعالےٰ ہی کی قائل نہ ہو۔ ذکور و اناث کی ایک کثیر تعداد اس گتھی کے سلجھاؤ سے قاصر ہے ان کے پاس اس سوال کا حل نہیں لیکن کیا اسلامی دنیا بھی کوئی حل پیش نہیں کر سکتی؟ مسلمان تو ایک ایسے زندہ اور پائندہ مذہب کے پرستار ہیں جس کا شیرازہ حوادث روزگار سے منتشر ہو ہی نہیں سکتا۔

آج مغرب انسانی جد وجہد کا مرکز ہے لیکن اس میں زوال کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ کیا یہ بربادی آبادی میں منتقل کی جا سکتی ہے کیا اسلامی دنیا نے اس میدان میں کوئی عملی قدم اٹھایا ہے؟ نظر اٹھاؤ اور دیکھو یہ شاعرانہ تخیل نہیں ایک حقیقت ہے کہ ووکنگ مسلم مشن مغرب ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مستقبل کا آئینہ دار ہے۔ زوال پذیر موجودہ تہذیب کی بقا اور پائندگی کی قوی امید اگر ہے تو ووکنگ مسلم مشن سے وابستہ ہے مغرب دہریات کی بھول بھلیاں میں کھویا ہوا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی زندہ پائندہ مذہب اس کیلئے مشعل ہدایت کا کام دے اور اس کی تاریکی کو روشنی میں مبدل کر دے۔ اسلامی دنیا اس اہم مسئلہ وقت کو پس پشت ڈالے ہوئے ہے اگر اس طرف کچھ توجہ ہوئی ہے یا عملی قدم اٹھایا ہے تو یہ شرف ووکنگ مسلم مشن کو حاصل ہے ہمارے مخالفین ہمارے متعلق کچھ ہی کہیں لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج جویان صداقت اور متلاشیان حق کا اگر مغرب میں کوئی مرکز ہے تو وہ ووکنگ مسلم مشن ہے جو اسلامی تعلیمات اور اس کے عالمگیر اصول سے ان کو فیضیاب کر رہا ہے کاش مسلمانوں کو اس امر کا احساس ہو جاتا کہ آج انکا عزیز وقت، سرمایہ اور دماغ بیجا باتوں میں صرف ہو رہا ہے انکی توجہات کا مرکز غیر اہم معاملات ہیں آج دنیا میں کوئی ایسا ادارہ نہیں جس نے عام بیرخی اور شدید مخالفت کے باوجود ووکنگ مسلم مشن کی طرح اسلامی خدمات انجام دی ہوں اطراف عالم میں بالعموم اور مغرب میں بالخصوص ووکنگ مسلم مشن نے جو تبلیغی کارنامے سر انجام دئیے ہیں انکی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملسکتی ایک مسلح اور مہذب دنیا میں اس ادارہ نے اسلام کے روایتی وقار کو قائم رکھا ہے دنیا جہالت سے یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ اسلام نے انسانیت کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا ہے درانحالیکہ اسلام جملہ بیماریوں کا علاج ہے۔ آج مشن مذکور سخت مالی مشکلات میں گرفتار ہے اور اسکی حالت نہایت خطرناک صورت اختیار کئے ہوئے ہے موثر الفاظ نہیں ملتے جنمیں مسلم احباب سے درخواست کیجائے میں صرف ان الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں کہ جو قوم اتنا بھی نہیں کر سکتی کہ اس ادارہ ہی کو قائم رکھے جو اسلامی خدمات سر انجام دے رہا ہے تو پھر زندہ اور پائندہ قوم ہونیکا دعویٰ کیا معنی؟ (امام مسجد ووکنگ)

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (انگلستان)

(رجسٹرڈ)

یہ مشن ایک غیر فرقی رجسٹرڈ ٹرسٹ کے ماتحت کام کر رہا ہے اور کسی رنگ میں اس کا کسی فرقہ دارادہ یا جماعت یا انجمن سے تعلق نہیں ہے اور اس کا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور یا صدر انجمن احمدیہ قادیان سے بھی کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ اس ٹرسٹ کے دو ماہوار اور ایک پندرہ روزہ آرگن ہیں۔

(۱) اسلامک ریویو (انگریزی) ماہوار

(۲) ووکنگ مسلم مشن گزٹ (انگریزی) پندرہ روزہ

(۳) اشاعت اسلام (اردو) ماہوار

ان تین رسالوں کی آمدنی اس مشن پر صرف کی جاتی ہے۔ اس مشن کا کسی اور روزانہ۔ ہفتہ وار۔ ماہوار یا سہ ماہی اردو یا انگریزی اخبار یا رسالہ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ان حقائق سے عدم واقفیت کی بنا پر اس مشن کے بعض نہایت مخلص معاونین اپنی امداد دوسرے غلط مقامات پر روانہ کر رہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس اعلان کے بعد اب کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہیں رہے گی۔

ہم مسلمان بھائیوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانی چاہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی زکوٰۃ اور صدقات ایسے اداروں کو بھیجیں جن کا انتظام کسی معتبر جماعت یا ٹرسٹ کے ہاتھ میں ہو نہ کہ ان کو جو انفرادی طور سے چل رہے ہیں۔ اور نہ اس اقتصادی بدحالی کے زمانے میں مسلمانوں کا روپیہ ایسے اداروں میں جانا چاہئے جو عوام کی نظر احتساب سے بچے ہوئے ہوں۔

(سکرٹری ووکنگ مسلم مشن)

وو کنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (انگلستان) کا نہ تو قادیان سے تعلق ہے۔ اور نہ ہی احمدی تحریک سے۔ ہم سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری اور خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ ہمارے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ہم دستخط کنندگان قادیانی نہیں ہیں۔

دستخط

(۱) خواجہ نذیر احمد۔ وائس پریزیڈنٹ۔

(۲) عبد المجید۔ اکس امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۳) آفتاب الدین احمد۔ امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۴) خواجہ عبد الغنی۔ سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بمطابق ریزولیوشن نمبر ۱ مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء مینیجنگ کمیٹی دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور

ایک غلط فہمی کا ازالہ!

بعض مسلم بھائی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ووکنگ مشن ایک قادیانی تحریک ہے۔ ہم جملہ مسلم بھائیوں کی خدمت میں یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس اسلامی تحریک کو قطعاً قطعاً قادیان سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تحریک ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت چل رہی ہے۔ اس اسلامی تحریک کے ذریعہ تمام مغربی دنیا میں نفس اسلام پیش کیا جا رہا ہے۔ اس اعلان کے بعد جن بھائیوں کو کچھ شکوک ہوں وہ ازراہ کرم دفتر مشن کو مطلع فرما کر اپنے شکوک کا ازالہ کر لیں۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

مغرب میں تبلیغ اسلام کے طریقے

ذیل میں وہ طریقے درج کئے جاتے ہیں جو ووکنگ مسلم مشن نے مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے اختیار کئے ہیں ہفتہ وار لیکچر ووکنگ اور لندن مسلم نماز گاہ میں دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر غیر مسلموں کو اپنے شکوک اور اعتراضات پیش کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

ووکنگ اور لندن میں دو جگہ جمعہ کی نمازوں کا انتظام ہے۔

روشن خیال جماعتوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے زیر اہتمام ہمارے مبلغین کے لیکچروں کا انتظام کریں۔

عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر جلسہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور اس کا انتظام ہمیشہ لندن کے کسی بڑے ہوٹل میں ہوتا ہے اور ہر سال اس کی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس جلسہ میں نامور اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تقریر کرتے ہیں۔ اور جو دوست اس میں دلچسپی لیتے ہیں انہیں مفت لٹریچر پیش کیا جاتا ہے اور مہمانوں کی چائے وغیرہ سے مدارات کی جاتی ہے۔

عید الفطر اور عید الضحیٰ کی تقریب ہمیشہ ووکنگ میں منائی جاتی ہے اور اس تقریب پر سبزہ زار میں قنات کے اندر میموریل ہاؤس کے سامنے نمازیں ادا کی جاتی ہیں جہاں کہ عام طور پر چھ سو سے زائد لوگ نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ان میں مسلم و غیر مسلم و دیگر اقوام کے لوگ ہوتے ہیں۔ مختلف ممالک مثلاً ہند۔ جاوا۔ چین۔ عرب۔ ایران۔ جزیرہ نمائے ملایا۔ برما۔ افغانستان۔ اپنے قومی لباس میں۔ مصر۔ نائیجیریا۔ زیکوسلاویکیا۔ برطانیہ۔ امریکہ وغیرہ کے مسلمانوں کو ایک جگہ دیکھنا اور ان میں اصلی اسلامی اخوت کا نظر آنا ایک نہایت روح پرور اور دلفریب نظارہ ہے۔ اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مکہ معظمہ کے بعد یہ اخوت اسلام کا نظارہ صرف مسجد ووکنگ ہی میں نظر آسکتا ہے۔

بسا اوقات مسجد ووکنگ میں ممتاز اکابرین بھی رونق افروز ہوتے ہیں۔ ان کی ضیافت کا مناسب اہتمام کیا جاتا ہے۔ نومسلمین کی بھی آؤ بھگت کی جاتی ہے۔ تقاریر کا بندوبست بھی ہوتا ہے۔ ذیل میں ان چند نامور شخصیات کے اسمائے گرامی مندرج ہیں جو گزشتہ چند سالوں کے دوران میں مسجد ووکنگ میں وارد ہوئے۔

مرحوم ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال۔ ہز ہائنس نواب صاحب بہادر آف بہاولپور۔ ہز ہائنس عباس حلمی خدیو مصر۔ ہز رائل ہائنس شہزادگان حیدرآباد دکن۔ ہز ایکسیلنسی ضیاء الدین طباطبائی سابق وزیر ایران ہز ایکسیلنسی وزیر افغانستان۔ ہز ایکسیلنسی وزیر مصر۔ ہز ایکسیلنسی وزیر سعودی عرب۔ ہز ایکسیلنسی وزیر ایران۔ رائٹ آنریبل ہز ہائنس سر آغا خان۔ ہز میجسٹی شاہ فاروق شاہ مصر۔ نواب سر اکبر حیدری وزیر اعظم حیدرآباد دکن۔ ہز میجسٹی ہیلی سلیسی آف حبش۔ ہز ایکسیلنسی شیخ عبداللہ بحرین۔ ہز رائل ہائنس شہزادہ امیر فیصل عرب۔ ہز ہائنس سلطان آف زنجبار۔ ہز ہائنس سلطان آف جوہور۔ نواب سر سالار جنگ بہادر حیدرآباد دکن

اور یہاں آپ اس ٹرسٹ کے غیر فرقی ہونے کا ثبوت بھی دیکھ سکتے ہیں کیونکہ امام مسجد ہی ہمیشہ امامت نہیں کرتا بلکہ مختلف ممالک کے لوگ فرائض امامت انجام دیا کرتے ہیں۔ جو عموماً مختلف الخیال ہوتے ہیں بعض ایسے حضرات کے اسمائے گرامی ذیل میں مندرج ہیں۔

ہز ایکسیلنسی حافظ شیخ وہبہ وزیر حجاز (لندن)۔ ہز امیننس مفتی اعظم یروشلم (فلسطین) مسٹر مارمیڈوک پکتھال مرحوم۔ مسٹر بشیر پکرڈ بی۔اے (کینٹب) مولانا محمد علی جوہر مرحوم۔ مولانا ظفر علیخان مدیر "زمیندار" لاہور۔ مولانا سید سلیمان ندوی اعظم گڈھ۔

نامور مہمانوں کو مشن کی تحریک میں حصہ لینے کیلئے چائے پر مدعو کیا جاتا ہے۔ اور اس ایٹ ہوم کے موقعہ پر نومسلموں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔ لیکچر دیئے جاتے ہیں۔ اور مفید گفتگو سے ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

جو لوگ ووکنگ آسکتے ہیں ان کو تبادلۂ خیالات کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ اور جو غیر مسلم اصحاب اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں اور ووکنگ نہیں آسکتے ان سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم کیا جاتا ہے۔ اور ان کو اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے۔ امام مسجد عموماً نومسلموں کو اپنے پاس بلا کر چند روز مہمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے لئے فرداً فرداً ہر نومسلم کے پاس جا کر اسے مذہبی تلقین کرنی ناممکن ہے۔ اس سال بھی چند نومسلم دوستوں کو مہمان رکھا گیا تاکہ وہ اسلام کا بغور مطالعہ کر سکیں۔ امام کے پاس چند روز قیام کرنے سے وہ اس قدر معلومات حاصل کر سکتے ہیں جس قدر بذریعہ خط و کتابت ایک سال میں بھی نہیں ہو سکتی۔

یورپ اور امریکہ کی بڑی بڑی لائبریریوں میں اسلامک ریویو مفت بھیجا جاتا ہے۔ جو لٹریچر ہمارے نومسلموں کے لئے مفید [illegible] ہوتا ہے اسے ہم مفت شائع کرتے ہیں۔ نیز ہم اپنے غیر مسلم دوستوں کو بھی مفت

لٹریچر روانہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر اسلامی لٹریچر صحیح اصولوں پر مرتب کیا جائے تو اس سے حیرت انگیز نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس کی اشاعت کامیاب سب سے زیادہ کامیاب ذریعہ تعلیم ہے اور تقریروں کی نسبت تحریر سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلامی لٹریچر کی اشاعت کرنا اور چند معیاری کتب تصنیف کر کے شائع کرنا بہت زیادہ مفید ہو گا۔ کیونکہ لٹریچر ان دور دراز گوشوں میں پہنچ سکتا ہے جہاں نہ لیکچر ہو سکتے ہیں نہ لیکچرار۔ موجودہ زمانہ تو لٹریچر کا ہے اور اس امر کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ آج اسلامی لٹریچر کی ضرورت بہت شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے۔ اگرچہ ہم اس وقت "اسلامک ریویو" دنیا کے بڑے بڑے کتب خانوں میں مفت روانہ کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارے علم میں فی الحال چار ہزار ایسے کتب خانے اور ہیں جہاں ریویو کا پرچہ موجود ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر اوقات لوگ ریویو کے ذریعہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور بلاشبہ نومسلموں کی اکثریت لائبریری میں ریویو کا مطالعہ کرنے کے بعد ہی اسلام لائی ہے۔

اسلامی اصولوں پر مختلف پمفلٹوں کے مسودات جو حضرت خواجہ کمال الدین کے فاضلانہ قلم سے لکھے ہوئے ہیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور اگر بعض مخلص اور مخیر مسلمان انہیں شائع کرا دیں تو یہ ایک بہت بڑی اسلامی خدمت ہو گی۔ ان کے اس فیاضانہ فعل کا اعتراف کیا جائے گا۔ اور اگر معطی حضرات پسند کریں گے تو یہ کتابیں ان کے نام پر معنون بھی ہو سکتی ہیں۔ چند ہزار نسخوں پر غالباً دو سو ڈیڑھ سو روپیہ فی کتاب خرچ آئے گا۔ اس عرضداشت کے آخر میں ہم ان کتب کے نام درج کر رہے ہیں جو اس ٹرسٹ نے اب تک شائع کی ہیں۔

تبلیغی کام کے علاوہ انگلستان میں یہ مشن مسلمان طلبا کے لئے بھی معاون ثابت ہوا ہے۔ ان کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ اور ضروری امداد بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان طالبعلم بیمار ہو جاتا ہے تو امام صاحب اس کی تیمارداری کرتے ہیں۔ اور درصورت وفات اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ووکنگ کے نزدیک ایک اسلامی قبرستان بھی ہے۔ اور بروک وڈ میں بھی قبرستان کا ایک حصہ مسلمان سپاہیوں کے لئے محفوظ ہے۔

ووکنگ مسلم مشن کے ماہانہ اخراجات

سرزمین انگلستان میں ووکنگ مسلم مشن ایسے منظم اور مہتم بالشان ادارہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سو پونڈ[1] یا مبلغ چار ہزار روپے کی رقم جو ماہانہ خرچ میں آتی ہے ہمیں یقین ہے زیادہ نہیں معلوم ہوگی تمام اسلامی دُنیا میں سے چار سو ایسے بہی خواہان اسلام تو ضرور پیدا ہو سکتے ہیں جو ہر ماہ مبلغ دس روپے یا ہر سال مبلغ ایک سو بیس روپے دے سکیں۔ یقیناً یہ ایک نہایت حقیر مطالبہ ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ برادران اسلام نے کبھی اس معاملہ میں خست سے کام نہیں لیا۔ اور یہ انہی کی نوازشات اور الطاف کریمانہ کا نتیجہ ہے کہ آج ووکنگ مسلم مشن پچیس (۲۵) سال سے سرزمین مغرب میں قائم ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ہمیں بعض اوقات مسلم بھائیوں کے عطیات کے باقاعدہ وصول نہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشانی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ بیرونی دنیا میں اس کے اظہار سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ لہذا برادران اسلام ہی سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ازراہِ کرم ہمیں اس قابل کر دیں کہ ہم آئندہ بیچارگی کے شکار نہ ہوں۔ ہم ایک قوی امید لئے ہوئے یہ اپیل بھیج رہے ہیں۔ اور ہمیں ذات باری تعالےٰ پر بھروسہ ہے کہ ہماری عرضداشت شرف قبول حاصل کرے گی واضح ہو کہ آج ہم ایک ایسے دور میں ہیں جہاں جدوجہد کے بغیر زندگی گو یا موت سے تعبیر کی جا سکتی ہے ایک پرکاہ سے لے کر بزرگترین اقوام عالم تک آج تمام دُنیا جہد للبقا میں مصروف ہے۔ اور تمدن بھی جدوجہد کے محتاج ہیں۔ اسلام کا تمدن جداگانہ ضابطۂ اخلاق اور سیاست مدن کا حامل ہے۔ اگر ایک طرف مسلمان جسمانی زندگی کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو دوسری طرف تمدنی وجود سے بے اعتنائی نہیں برتی جا سکتی اقوام کی زندگی کا انحصار خورد و نوش اور لباس پر ہی نہیں۔ بلکہ تمدن پر ہے۔ تاریخ عالم کا بلند بانگ اعلان ہے کہ اگر کوئی قوم بنی نوع انسان کی تمدنی زندگی کو نہیں سنوار سکتی تو اس کا عدم اور وجود برابر ہے۔ ہمیں چاہئے۔ کہ اس مسلمہ صداقت کو جلی حروف میں لکھیں اور نیز ان مندرجۂ ذیل آیات قرآنی کو حرز جان بنائیں۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (سورہ الصاف - آیت ۱۰-۱۱)

---

[1] یہ جملہ اخراجات مشن کے ہیں جو دفتر لاہور اور انگلستان پر مشتمل ہیں۔

ٹرسٹ کا مالی نظام

روزانہ آمد مشن کے فنانشل سکرٹری وصول کرتے ہیں اور بعد ازاں یہ آمد بنک میں جمع ہو جاتی ہے۔ (بنک کی منظوری معتمدین نے بالاجماع دی ہے) رقوم کی وصولی کی رسیدات باضابطہ معطیان کو روانہ کی جاتی ہیں معارف منظور شدہ بجٹ کی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔ بنک سے جو رقوم برآمد ہوتی ہیں اُن چیکوں پر مجلس منتظمہ کے وائس پریذیڈنٹ۔ سکرٹری اور فنانشل سکرٹری کے دستخط ثبت ہوتے ہیں۔ گوشوارہ آمد و خرچ ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام یعنی ہمارے اردو رسالہ میں شائع ہوتا ہے۔ ٹرسٹ کے حسابات کو ہر سال آڈیٹر چیک کرتے ہیں اور اس کے بعد سالانہ بیلنس شیٹ ان کے دستخطوں سے شائع کیا جاتا ہے۔

مفت لٹریچر فنڈ

موجودہ زمانہ ادبی پروپاگنڈہ کا زمانہ ہے۔ دراصل جدید معاشرت کی تار و پود نوشت و خواند سے ہے۔ جماعتی اور نیز کاروباری معاملات میں نوشت و خواند کی ضرورت برابر محسوس کی جا رہی ہے۔ زیادہ تر نومسلمین کے قبول اسلام کا باعث ہمارے لٹریچر کی اشاعت ہے۔ ہمارے ہاں کافی اسلامی کتب ہیں۔ مختصر بھی اور جامع بھی۔ مذہب اسلام سے دلچسپی لینے والے حضرات کو مفت ارسال کی جاتی ہیں۔ اسلامک ریویو ہمارا ماہواری مذہبی رسالہ نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ دلچسپی لینے والے حضرات کے علاوہ ہم رسالہ اسلامک ریویو یورپ اور دیگر مقامات کے کتب خانوں کو بھی مفت بھیجتے ہیں۔ بہت سے مخیر احباب کی مالی اعانت سے ہم رسالہ اسلامک ریویو کئی کتب خانوں کو بھیجتے رہے ہیں۔ لیکن تاہم ابھی ایک وسیع میدان پیش نظر ہے۔ برادران اسلام کی حمایت پر ہماری قوت کا دارومدار ہے۔ ہم تو محض آلہ کار ہیں۔

اسلامک ریویو کے چندہ دہندگان اور قارئین میں اضافہ

انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کی چندہ دہی سے ہمارے بہی خواہ محض مذہباً ہی مستفید نہیں ہوتے بلکہ تبلیغ اسلام کا بھی ثواب حاصل کرتے ہیں۔ ان کی رقوم اعانت سے مفت لٹریچر کی اشاعت ہوتی ہے۔ گویا بالفاظ دیگر خریداران اسلامک ریویو داخل حسنات بھی ہوتے ہیں۔ سرزمین مغرب میں اسلامک ریویو نے جو بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں ان کا ثبوت ان خطوط سے مل سکتا ہے جو ہمیں نومسلمین سے وصول ہوتے رہے ہیں۔ مسیحی احباب اس رسالہ کے ذریعہ کافی اسلامی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ دیگر ممالک کے انگریزی تعلیم یافتہ احباب کے علاوہ سلطنت برطانیہ کے گیارہ کروڑ مسلمانوں میں سے کم ازکم پانچ ہزار نفوس تو اسلامک ریویو کی مالی امداد آسانی سے کر سکتے ہیں۔ حتے الوسع اگر رسالہ اسلامک ریویو کی مفت تقسیم کی جائے تو کافی کامیابی متوقع ہے۔

مقام غیرت

آج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور ہمارے درمیان نہیں آپ نے اپنی زندگی قوم کی خاطر قربان کردی نقشِ باطل مٹانے کے لئے آپ عازم انگلستان ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ مسیحی مبلغین، اسلام، اس کے ہادیٔ اعظم اور اس کے متبعین کے متعلق غلط بیانیوں کا طومار باندھ رہے تھے۔ آپ نے اسلام کی حمایت کی اور مسیحیت کا دلیرانہ مقابلہ کیا۔ غنیم کو تاحال شکست نہیں ہوئی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا انتقال بھی ہو گیا لیکن تبلیغی جدوجہد ہنوز جاری ہے۔ فتح و نصرت کا پرچم لہرانے میں ابھی دیر ہے۔ مسیحی مبلغین ضد و غصہ سے سیخ پا ہو رہے ہیں۔ آخری حملہ کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں لیکن ہم نے کیا کیا ؟

اب ووکنگ مسلم مشن مسلم احباب کی ملکیت ہے لہذا انہی سے امداد کی متوقع ہے۔ مسجد ووکنگ انگلستان دنیا میں اسلام کی عزت و شوکت کی پاسدار ہے۔ حتٰی نہ کرے کہ ہم اپنی تبلیغی مساعی میں ناکام ثابت ہوں۔ خدانخواستہ ایسا معاملہ ہوا تو اس کی ذمہ داری مسلم احباب پر ہوگی۔ پھر دنیا کہے گی (خدا نہ کرے) "آخر کار اسلام مسیحیت کا شکار ہو گیا !"۔ ہمیں امید ہے اور ہم دست بدعا ہیں کہ مسلمانوں کو پیش از وقت اپنے ناموس کی حمایت کا خیال ہو۔

مندرجہ ذیل طریقوں سے آپ مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی امداد فرما سکتے ہیں

(۱) مشن کی یکمشت امداد فرمائیں۔ ماہواری یا سالانہ امداد فرمائیں۔

(۲) زکوٰۃ کی رقم ارسال فرمائیں۔

(۳) بنک یا ڈاک خانہ کا سود۔

(۴) قربانی کی کھالوں کی قیمت۔

(۵) فطرانہ عید کی رقوم

(۶) رسالہ "اسلامک ریویو" انگریزی ماہواری جس کا سالانہ چندہ ساڑھے سات روپے (۷۸؍) ہے۔ خود بھی اس کی خریداری منظور فرمائیں۔ اور مسلم احباب کو بھی اس کی خریداری کے لئے تحریک فرمائیں۔

(۷) اپنی طرف سے اسلامک ریویو یورپ اور امریکہ کی غیر مسلم لائبریریوں کے نام مفت بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اس صورت میں سالانہ چندہ صرف پانچ روپے (صہ) رکھا گیا ہے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن کی انگریزی اور اردو کتب خرید فرمائیں۔ اور اپنے اہل علم دوستوں کو بھی خریداری کی طرف متوجہ کریں

(۹) رسالہ "اشاعت اسلام ماہوار اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کی سالانہ قیمت ہندوستان کے لئے ساڑھے تین روپے (۳۸؍) اور بیرونی ممالک کے لئے پانچ روپے (صہ) ہے۔

(۱۰) مشن کا پندرہ روزہ انگریزی رسالہ ووکنگ گزٹ کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۲؍ ہے۔

ذیل کے ممالک میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اسلام کی

اشاعت کیلئے مفت بھیجا جاتا ہے

انگلستان - آئرلینڈ - سویڈن - ناروے - ڈنمارک - جرمنی - فرانس - آسٹریا - سپین - پرتگال - اٹلی - قسطنطنیہ - ایتھنز - ایران - خلیج فارس - عرب - شام - عراق عرب - افغانستان - روس - چین - جاپان - افریقہ (شمالی - جنوبی - مشرقی - مغربی) میڈا کاسکر - جزیرہ مارشیش - ہندوستان - سیلون - سیام - سماٹرا - جاوا - بورنیو - آسٹریلیا - جزائر فلپائن - نیوگنی - جاپان - شمالی امریکہ - مغربی امریکہ - نیوزیلینڈ - جزائر فجی - فلسطین - سوئٹزرلینڈ - سٹریٹ سٹیلمنٹ - جزائر فجی - اور ملایا سٹیٹ - وغیرہ -

مقامات مذکورۂ بالا کی فہرست کو پڑھ کر ناظرین کرام پر رسالہ "اسلامک ریویو" کی ہمہ گیر اشاعت اور اس کا عالمگیر حلقہ تبلیغ واضح ہو جائے گا - ازراہ کرم مسلم بھائی انگریزی بولنے والے غیر مسلم حلقوں میں رسالہ ہذا کو پہنچانے کی فکر کریں - اگر کوئی مسلم بھائی ہم کو صرف پانچ روپے (صہ) سالانہ بھیجدے تو ہم اس کی طرف سے مندرجۂ بالا جس مقام پر وہ پسند کرے ایک رسالہ "اسلامک ریویو" سال بھر کے لئے مفت تقسیم کرتے رہیں گے - یہ صدقہ جاریہ ہے - اور جو کار ثواب ہوگا -

---

ضروری اعلان

ووکنگ مسلم مشن کے متعلق جملہ خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ اور تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ ہونی چاہیے - پتہ

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)

اتحادِ عالم حقیقی امن اور ترقی کا وسیلہ ہے

افراد اور جماعتوں میں صحیح تعلق اور اتحادِ عالم میں اس کی اہمیت

(از مولانا آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

جیسا کہ اس کی دوسری مساعی کا حال ہے۔ افراد اور جماعتوں میں حقیقی تعلق پیدا کرنے کی کوششیں مغرب کو انتہا کی طرف لے گئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صلح اور اتفاق یا یکجہتی کی روح نے مغرب میں سوشل عقدوں کے حل میں کبھی راہ نہیں پائی اور یہی وہ بات ہے جو کہ اس ضمن میں ہماری تمام موجودہ مشکلات کی جڑ ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ مغرب میں اس غلط خیال کے ماتحت کہ باستثنائے اس کے کہ یہ انفرادی زندگیوں کی اجتماعی حالت کا نام ہی سوشل زندگی کی کوئی ہستی نہیں ہے تمام تر زور انفرادیت پر دیا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوشل زندگی آہستہ آہستہ تباہ ہوتی گئی اور سوشل اصول مٹتے گئے۔ اس خرابی نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی کہ لیڈروں کو آخر سخت خوف لاحق ہوا اور اس خوف اور گھبراہٹ کی حالت میں انہوں نے انفرادی زندگی کی برائیاں علی الاعلان بیان کرنی شروع کر دیں اور اب یہ حالت ہے کہ تمام میلان اس طرف ہے کہ انسان کی انفرادیت کی تمام صورتوں کو مٹا دیا جائے۔ اس نظریہ نے مغرب کے تمام ممالک کی سوشل اور پولیٹیکل فضا کو متاثر کر رکھا ہے۔ افسوس کی یہ بات ہے کہ یہ مبصرین یا لیڈر جو اپنے ہم خیال لوگوں کی رہنمائی کر رہے ہیں اس بات کو نہیں سمجھتے کہ انسانی دماغ علاوہ متاثر اور موثر ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ جس طرح تمدن کے ماحول سے یہ خود متاثر ہوتا ہے اسی طرح اپنا اثر سوسائٹی پر بھی ڈالتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جب ایک انسان سوسائٹی میں نقل و حرکت کرے تو اس کے خیالات اور حسیات میں کچھ نہ کچھ تغیر واقع ہوتا ہے اور اس کی حالت جداگانہ ہوتی ہے اور جماعتی ذہنیت ایک الگ ہی چیز ہے جو اپنے اندر خصوصی امتیاز رکھتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ انسان کی انفرادیت ایک ایسا زبردست عنصر ہے جس کو نہ صرف نظر انداز ہی نہیں کر سکتے بلکہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ بلحاظ طاقت کے اس علمی ترقی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے جو کسی سوسائٹی میں من حیث الجماعت معرض ظہور میں آتی ہے۔ اگر ہم واقعات کو ان کی اصل روشنی میں دیکھیں تو ہمیں یہ تسلیم

کرنا پڑے گا کہ بنی نوع انسان یا دنیا کی تاریخ درحقیقت زبردست افراد کی تاریخ ہے۔ بنا بریں انفرادیت کے اثر اور قوت کو نظرانداز کرنے کی بجائے ہمیں اپنے سوشل حالات کو اس طرح ترتیب دینی چاہئے اور ان کو اس طریق پر منضبط اور منظم کرنا چاہیئے کہ جس سے ہمیں ممکن سے ممکن زیادہ فوائد حاصل ہوسکیں۔ اس کو (یعنی انفرادیت کو) کچلنے کی کوشش کرنا درحقیقت سوسائٹی کو نقصان عظیم پہنچانے کا مترادف ہے۔ انسانی فطرت کا ایک خاصہ ہے جس کو مغرب نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور وہ خاصہ یہ ہے کہ عام اخلاقی کیفیت جو انسانی جذبات پر اثر ڈال سکتی ہے۔ وہ اثر ایک عمل اور فعل پیدا نہیں کرسکتا۔ میں اس کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ میں کسی خاص شخص سے فیاضانہ سلوک برتتا ہوں۔ میں ہر ایک ممکن طریق پر اس کی مدد کرتا ہوں لیکن جب تک کہ میری یہ فیاضی میری فطرت کے تقاضا سے اضطراری طور پر صادر نہ ہو اس شخص پر میرے اس سلوک کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ اگر فیاضی میری فطرت کا ایک اضطراری تقاضا نہیں ہے بلکہ عام طور پر میں ایک ظالم، خودغرض اور بے رحم واقع ہوا ہوں تو میری یہ فیاضی دوسرے شخص کے دل میں فیاضی کے جذبات پیدا کرنے سے عاری رہے گی۔ بلکہ ممکن ہے کہ بجائے فائدے کے نقصان پہنچائے۔

ہم یہ امر فراموش کر دینے کے بہت عادی ہیں کہ انسان ایک روحانی ہستی ہے اور بجائے اس کے کہ وہ کسی کے خارجی کام سے متاثر ہو وہ روحانی کیفیت سے متاثر ہوتا ہے۔ اس حقیقت نفس الامری سے آنکھیں بند کر لینے کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے اہل مغرب انسانی پرائیویٹ زندگی اور پبلک زندگی میں امتیاز قائم کرنے کے عادی ہوگئے ہیں اور انسانی فطرت کا اس سے بڑھ کر کوئی غلط اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اسی غلطی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مغرب ایسی شخصیتوں کے آگے سر نیاز جھکانے پر تیار نظر آتا ہے جو اپنی پرائیویٹ زندگیاں امن و سکون اور صلح و آشتی سے گزارتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حماقت کی بات ہے کہ ایک قوم اپنی سوشل زندگی کو ایسی شخصیتوں کی ہدایات پر ترتیب دے جنھیں اپنی خواہشات سفلی پر قابو حاصل نہیں بلکہ اس کے برعکس جن کی فطرت میں سرکشی اور فساد کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ میں ایسی شخصیتوں کو بنظر استخفاف نہیں دیکھتا لیکن مجھے اس تمام مہذب قوم پر رحم آتا ہے جو ایسے اشخاص کی قیادت یا لیڈری کو بنظر استحسان دیکھتے اور ان کو اپنا رہنما بنانے کی بے پناہ کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کا ایک غلط طریق کار ہے کہ ایسی شخصیتوں کو اس رتبہ پر فائز کرنا چاہتے ہیں جن کے وہ خود درحقیقت خواہشمند نہیں۔ اس غلط کاری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسے لیڈروں کے خیالات دوسرے لوگوں میں منعکس ہو جاتے ہیں اور وہی استغنا اور بے پرواہی بلکہ

ظلم و استبداد جو لیڈروں کی طبیعتوں میں مرکوز ہوتا ہے آہستہ آہستہ عام لوگوں کی جبلت میں سرایت کرتا جاتا ہے۔ اس زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے ہم ڈاکٹر ہنری ولسن کے الفاظ با آسانی سمجھ سکتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

"ہماری زندگیوں سے نفاست اور اعلیٰ جذبات مفقود ہو چکے ہیں۔ اور ہماری جبلتوں میں ظلم و استبداد محکم ہو رہا ہے اور فطرت انسانی حیوانی جذبات کا مرکز اور محور بن رہی ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو پرائیویٹ زندگی ہے جس کی حالت ناگفتہ بہ طور پر خراب ہے اور دوسری طرف پبلک زندگی ہے جس کا معیار بہت بلند اور ارفع ہے۔ اور پھر یہ دونوں زندگیاں آج کل کی مہذب سوسائٹی میں چولی دامن کا ساتھ بن کر چل رہی ہیں تو مجھے افراد اور جماعتوں کی استبدادیت اور ان کے اعمال سیئہ پر کچھ تعجب نہیں آتا۔

ہم تمام دنیا میں صلح و آشتی کے قیام پر تبادلۂ خیالات کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں اور ہم ان شخصیتوں پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں جو اس اہم مقصد میں ہماری صحیح صحیح رہنمائی کر سکیں لیکن کیا ان افراد نے اپنی انفرادی زندگیوں میں صلح و امن حاصل کر لیا ہے۔ کیا خود انہوں نے اپنی زندگیوں میں کبھی اس قابل قدر چیز کا لطف اٹھایا ہے جس کو صحیح معنوں میں صلح یا اتحاد کہہ سکتے ہیں۔ کیا ان کا ذاتی اثر و رسوخ یا ان کی مصاحبت دنیا میں کسی ایک شخص کے اندر سکون و اطمینان کے جذبات پیدا کرنے پر قادر ہوئی ہے۔ اگر فی الحقیقت ہم صلح و امن کے خواہاں ہیں تو سب سے پہلے یہ وہ سوالات ہیں جو ہمیں اپنے آپ سے کرنے چاہئیں۔ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو یاد رکھنا چاہئیے کہ ہم لیڈروں کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دے سکتے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

" ان تودّوا الامانات الیٰ اھلھا۔ یعنی اپنی امانتوں کو ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے اہل ہیں۔

یہ ہمارا غلط انتخاب ہے اور کسی چیز کی قدر و قیمت کا غلط اندازہ لگانا ہے جو نقائص اور خرابیوں کا اصل ضامن ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ذہنی قابلیت ہی ایک ایسی چیز ہے جو لیڈری کے لئے سند ہو سکتی ہے اور اس باب میں ہم نے روحانیت کی قدر و قیمت کو کلیتہً نظر انداز کر دیا ہے۔ اور جب کبھی ہم لیڈری کا انتخاب کرتے ہیں کبھی بھولے سے بھی روحانی اہلیت کی جانچ پڑتال نہیں کرتے۔

جو گروہ آج کل اتحاد اور امن کا علمبردار ہو کر اس تحریک کا بہت بڑا حامی ہے اس کے نزدیک انسان کے مذہبی حیات اس باب میں کچھ دخل نہیں رکھتے یعنی ان کے نزدیک صلح و امن کیلئے مذہب کا عنصر غیر ضروری بلکہ بے سود ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ کامیابی کے لئے محض ہر ایک شخص کی انفرادی حیثیت کو اپیل کرنا ہی کافی ہے

اور اسی پر صلح و اتحاد کی اساس رکھی جا سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مذاہب کے متعلق یہ خیال صحیح تصور ہو سکتا ہے لیکن سب مذاہب کے لئے ایسا خیال قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ انہی میں سے ایک مذہب اسلام ہے اور میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ بحیثیت ایک مذہب کے اسلام نہایت سوشل واقع ہوا ہے اسلام میں انسانی روح کی نجات سوشل فرائض کی ادائیگی پر منحصر ہے۔ اسلام کے نزدیک ایسا اعتقاد جس کے ساتھ عمل نہ ہو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے بغیر نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اسلام کے جملہ ارکان مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ زندگی کے سوشل پہلو پر مبنی ہیں۔ حالانکہ یہ انسان کے انفرادی رنگ کے افعال ہیں نماز کو ہی لے لیجئے یہ انسان کا فعل ایک انفرادی حیثیت کا ہے لیکن اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ باجماعت یعنی دوسروں کے ساتھ مل کر پڑھی جائے۔ زکوٰۃ کو ہر ذی ثروت مسلمان کے لئے فرض قرار دے کر اسلام نے اس امر کا ثبوت دیدیا ہے کہ بنی نوع انسان کی ہمدردی یا مالی امداد انسان کی روحانی زندگی کی جدوجہد کیلئے لازمی ہے اور قرآن مجید نے انسان کے سوشل فرائض کی جزوی جزوی باتوں پہ بے انتہا زور دیا ہے اور یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ جب کسی دوسرے کے گھر میں جاؤ تو بغیر اجازت کے اندر داخل نہ ہو۔ اس موضوع پر قرآن مجید نے جو کچھ فرمایا ہے وہ نہایت دلچسپ ہے۔ پاک اور اعلےٰ روحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایسے احکام اور فرائض اس کتاب میں درج ہیں جو خاص سوشل زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور ان پر عامل ہونے کی سخت تاکید ہے۔ تاہم یاد رکھنا چاہیئے کہ انفرادی دماغ کو یہ مذہب بہت اپیل کرتا ہے اور اس کی کما حقہٗ تربیت کرتا ہے۔ چنانچہ علاوہ نماز باجماعت کے اس میں پرائیویٹ طور پر نماز ادا کرنے کا حکم بھی پایا جاتا بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ انسان کی تکمیل مطلق علیحدگی یا الگ تھلگ ہونے ہی میں وقوع میں آتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے:۔ یا ایہا الذین اٰمنوا انفقوا مما رزقنٰکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ ؕ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اس میں سے جو ہم نے تمکو دیا ہے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش (سورۃ البقرہ)

مندرجہ بالا بحث کے بعد یہ سوال کہ کیوں محض ایک ہی دماغ کو انفرادی طور پر مذہب اسلام نے اپیل کیا ہے سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اگر ہم ذرا غور سے کام لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہماری مہذبانہ زندگی صرف ہمارے دماغ کا عکس ہے۔ اور دماغ فطرتاً انانیت کا مرکز ہے۔ حتیٰ کہ انفرادی دماغ جب جماعتی دماغ میں مدغم ہو جاتا ہے تو پھر بھی زندگی کی لہر انفرادیت ہی میں نظر آتی ہے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ کسی کام میں کامیابی یا ناکامی کا

اثر افراد پر الٹ کر پڑتا ہے۔ اور اجتماعی زندگی اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے جبکہ افراد کم و بیش اس سے مطمئن اور تسلی یافتہ ہوں۔ لہذا مذہب اسلام تمام سوشل امراض کے علاج کے طور پر انسان کے ضمیر کو انفرادی طور پر اپیل کرتا ہے۔ اور اسی طور پر یہ صلح اور امن کی اصل خواہش اور طلب کو اپیل کرتا ہے۔ صلح درحقیقت انسانی ضمیر کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ چیز وہ ہے جو نہایت شاذ طور پر حاصل ہوتی ہے۔ سیاسی صلح کی ضرورت محض خاص خاص اوقات پر محسوس کی جاتی ہے اور وہ بھی محض بعض افراد سے لیکن افراد کی ضمیر میں ایک صلح اور اتحاد کا پیدا ہونا ایک دائمی ضرورت ہے اور اس لئے یہ عالمگیر چیز ہے ایک ظالم سے ظالم شخص جس کی مجرمانہ ذہنیت ہو وہ بھی دماغی سکون کی ضرورت کو تسلیم کرے گا۔ اور نہایت جنگجو شخص بھی سکون کے اوقات میں اپنی روح کے آرام کی ضرورت محسوس کرے گا۔ اغلب ہے کہ ایسا شخص یہ سوال کرے کہ کیا اس کے حصول کا امکان ہے؟ اور ایک حقیقی مذہبی آدمی کی شخصیت اس عظیم القدر نعمت کے حصول کا ببانگ دہل اعلان کرتی ہے اور یوں کہنا چاہئے کہ اس نکتہ کو بلا تامل اور بلا تردد حل کر دینے کی غرض سے ہی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مذہب "اسلام" کے پر معنی نام سے موسوم ہے جس کا مطلب "ہی صلح" اور "امن" ہے یہاں خود اسلام کا نام ہی مذہب کی ضرورت اور اس کی خصوصیت پر دال ہے۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ ضرورت مذہب کی اہمیت ظاہر کرنے کی ہو تو میں کہونگا کہ اس اہمیت کو ہمارے نبی کریم صلعم کی ذات والا صفات نے بوجہ اتم ظاہر فرما دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "میں ان لوگوں میں جو صلح کے جویاں ہیں سب سے پیش پیش ہوں" میں کہتا ہوں کہ جس شخص نے حضرت ممدوح العصدر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال کا ایک دن بھی ملاحظہ کیا ہوگا اس نے الفاظ بالا کی صداقت اور ان کی شوکت کو تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کیا ہوگا۔ یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ حضرت محمد صلعم یا کسی دوسری مذہبی شخصیت نے محض لوگوں کے توہمات اور ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھا کر متبعین کی ایک تعداد جمع کر لی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ اس مادی دنیا کے واقعات کے زیادہ ماہر اور واقف نہ ہوں لیکن اگر کوئی ان سے بدی کے راستوں سے رک جانے اور لغو طریقوں سے پرہیز کرنے کی ہدایت کرے اور ان کو اللہ کے غضب اور عقبےٰ سے ڈرائے تو یہ لوگ دنیوی علم و فضل کے رکھنے والوں اور سائنسدانوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر زیادہ محتاط ثابت ہوں گے۔ اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو بانیان و مصلحان مذاہب اپنی قوم کے لوگوں کے ہاتھ سے کبھی تکالیف اور دکھ نہ اٹھاتے۔ پس مذہبی زندگی کے حقائق کے سائنٹفک مظاہرہ کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ روحانیت کے معلم اپنے مذاہب قائم کرنے

میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تاریخ کے روز روشن میں پیدا ہوئے ان تمام معلمین روحانیت کی روایات کو از سرنو زندہ کیا۔ جو آپ سے پہلے گزر چکے تھے۔

"صلح" اور "امن" حضور صلعم کے تمام اقوال و افعال میں جلوہ گر تھی اور یہی وہ چیز تھی جس نے عرب کے سرکش اور امن کش بدوؤں کو سراً نقیاد خم کرنے پر مجبور کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی زندگی میں ذاتی تعلق نہایت اہم چیز ہے۔ اور اسی تعلق کے ذریعہ سے روحانی امور کا مظاہرہ نہایت بیّن اور موثر طریق پر عمل میں آسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برخلاف جھوٹے مذہب والوں کے سچے مذہب کے سچے لیڈروں کے تمام افعال و اعمال پبلک کے سامنے کھلے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی اخفا نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب نبوۃ پر سرفراز کئے جانے کے بعد کوئی کام ایسا نہیں تھا جس کو پرائیویٹ کہا جاسکے انفرادی زندگی کے نہایت چھپے ہوئے اور راز کے کام حتیٰ کہ تعلقات زن وشوئی بلکہ اس سے بھی زیادہ مخفی معاملات سب پبلک کے علم میں تھے اور پبلک کی جانچ پڑتال کے لئے کھلے پڑے تھے۔

یہ امر کہ "امن" مذہبی زندگی کا آخری مقصد ہے مذہب کی ایک دوسری خصوصیت سے اس کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ تمام مذاہب متفق ہیں کہ ایک اصلاح یا نفۃ روح یا بالفاظ دیگر ایک قلب سلیم کا آخری مقصد امن کا حاصل ہونا ہے۔ اسی امن کا نام مختلف مذاہب میں کہیں Salvation کہیں یا نجات ہے۔ کہیں مُکتی۔ مُکشا۔ کہیں نروان یا فلاح ہے۔ لیکن بہرحال اس کا مطلب وہی "امن" ہے۔ مثلاً بہشتی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے "تحیتهم فیها سلام" یعنی بہشتیوں کی ایک دوسرے کے حق میں ملنے کے وقت دعا کیا ہوگی "سلام" یعنی سلامتی اور امن تم پر ہو۔

اب اس سوال کی طرف ہم آتے ہیں کہ وہ طریق کیا ہے جس سے ایک شخص کے دل و دماغ میں جذبات امن پیدا ہوسکتے ہیں۔ (باقی دارد)

قرونِ اولیٰ کی مسلمان عورتیں اور ان کی تعلیم

(جناب علیم الدین احمدی اے بی ایل۔)

ہندوستانی مسلمان عورتوں کی شعبۂ تعلیم میں موجودہ ناخوشگوار حالت نے بہت سے تعلیم یافتہ غیر مسلم بھائیوں کو اس شبہ میں مبتلا کر دیا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں اسلام نے ان کی تعلیمی، اخلاقی، مجلسی، سیاسی اور مذہبی حالت کو سدھارنے کے لئے شاید مناسب انتظام نہیں کیا۔ موجودہ ہندوستانی مسلمان عورتیں ایسی غیر تعلیم یافتہ تنزل میں گری ہوئی، توہم پرست، غیر تندرست اور کمزور واقع ہوئی ہیں کہ ہمارے غیر مسلم بھائیوں کا اسلام کے متعلق ایسا ادنیٰ خیال قائم کر لینا بالکل غلط نہیں کہا جا سکتا۔ ابھی تک ہمارے بہت سے معزز خاندانوں کے مسلمان بھائیوں کا یہ خیال ہے کہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو کسی قسم کی تعلیم دینا خصوصاً روا نہیں۔ اور اس بارہ میں مذہب کی مخالفت ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں قیامت کے دن جوابدہ ہونا پڑے گا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کا سب سے پہلا فرض اپنے خاوندوں کی عزت و اطاعت کرنا اور اپنے خانہ داری کے کاموں کو سرانجام دینا ہے۔ اس خیال کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے وہ مولویوں کے ذریعہ سے قرآن کریم کے چند اوراق اور چند نعتیں اور مناجاتیں انہیں پڑھا دیتے ہیں جو روزانہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے ضروری ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے متعلق ان کا فرض ختم ہو گیا۔ اگرچہ آج کل ہمارے تعلیم یافتہ مسلمان بھائیوں نے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو تعلیم دلانے کی طرف اپنی توجہات کو منعطف کیا ہے۔ تاہم جہالت کی اس تاریکی کے مقابلہ میں جو ہماری مسلمان بہنوں میں پھیلی ہوئی ہے ابھی تک یہ تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمان عورتوں کی موجودہ علیحدگی جو اسلامی پردہ کے نام سے پائی جاتی ہے مذہب کا ایک لازمی حصہ بن گئی ہے جو مسلمان قوم کے لئے علم اور روشنی کے رستے میں بہت بڑے نقصان کا موجب ہو رہی ہے۔ اور اس کی مخالفت اسلام میں بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ بھلا ایک انسان کی عزت اور وقار کو بھی کیا اس سختی سے ناپا جاتا ہے جو اس کی بیٹیوں اور عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ جو سخت ترین پردہ روا رکھتے ہیں ان کو اعلیٰ اور شریف خاندان کے انسان سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہماری موجودہ ہندوستانی مسلمان عورتوں کی تعلیمی حالت کی حقیقی تصویر ہے۔

ہماری مسلمان عورتوں کی یہ حالت اس وقت نہ تھی جب اسلام تمام شعبوں میں مرفہ الحال تھا۔ اسلام کبھی تعلیم نسواں کو بُرا قرار نہیں دیتا بلکہ علم کے لئے اگر چین بھی جانا پڑے تو وہاں سے بھی علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلام کے خوشگوار زمانہ میں مسلمان عورتیں تعلیمی، مجلسی، سیاسی، اخلاقی، اور مذہبی طور پر دوسری اقوام کی عورتوں سے بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ اسلام نے عورتوں کو جو حیثیت دی ہے وہ تاریخ عالم میں بےنظیر ہے۔ اس بارہ میں کوئی دوسری قوم اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسلام نے عورتوں کو کوئی علیحدہ جنس قرار نہیں دیا۔ بلکہ انہیں ہر شعبۂ زندگی میں مردوں کا جزو لاینفک سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان عورتوں کے اشغال صرف امور خانہ داری اور اپنے شوہروں کی خدمت و اطاعت تک ہی محدود نہ تھے۔ بلکہ وہ سیاست۔ لٹریچر، شعر و شاعری، گانے بجانے، نثر لکھنے، فلسفہ اور سائنس وغیرہ میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ اور ان تمام شعبوں میں شاندار ترقی انہوں نے کی۔

اسلام کے شاندار زمانہ میں بہت سے سکول اور کالج عورتوں کی تعلیم کے لئے قائم کئے گئے۔ جہاں پر غریب سے لے کر شاہی خاندانوں تک مختلف طبقات کی ہزارہا لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ فاضل استانیاں ان سکولوں میں تعلیم کے لئے مقرر کی جاتی تھیں اور بہت سی ملکائیں اور اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیاں بڑے بڑے عطیے دیتی تھیں۔ بہت سے مضامین یعنے قانون۔ فنون۔ طب۔ سائنس۔ شاعری۔ نثر نویسی۔ فلسفہ وغیرہ پر لیکچر دیئے جاتے تھے۔ ابتدائے اسلام سے لے کر عباسی خاندان کے آخری بادشاہ تک ہماری مسلمان عورتوں کی تعلیمی حالت بہت اچھی تھی۔ میں چند ایک مسلمان عورتوں کا یہاں ذکر کروں گا۔ جن کی تعلیمی شہرت اور عظمت نہ صرف مسلمانوں میں مسلم اور پرلے درجہ کی تعریف و توصیف کا موجب تھی بلکہ بعض مشہور غیر متعصب غیر مسلم بھائیوں میں انہیں عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ ہارون الرشید خلیفہ بغداد کی ملکہ زبیدہ نہ صرف علم و حکمت کی بہت بڑی سرپرست تھی بلکہ وہ خود بہت بڑی فاضلہ اور تعلیم یافتہ تھی۔ اور خلیفہ خود اس سے کئی مواقع پر معاملات سلطنت میں مشورہ لیتا تھا۔ حضرت سکینہؓ جو امام حسنؓ کی صاحبزادی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوہتی تھیں اس قدر دانا و عقلمند تھیں کہ ان کے کیرکٹر اور علمی فضیلت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور لوگ مختلف امور کے متعلق ان سے مشورہ لینے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ان کا گھر مفتیوں، سائنسدانوں اور فلاسفروں کے اجتماع کی جگہ تھی۔ جن سے وہ مختلف مسائل پر آزادانہ بحث کیا کرتی تھیں۔ ان کے مکان پر ایک مناظرہ کی مجلس

منعقد ہوا کرتی تھی جس کی صدارت وہ خود کرتیں اور بہت سے مسائل پر پرجوش لیکن تسلی بخش لیکچر دیتی تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بہت ہی عالمہ اور فاضلہ تھیں کہا جاتا ہے کہ حدیث کی بہت سی روایات انہی سے لی گئی ہیں۔ مامون کی بیوی بوران اور اس کی بہن ام الفضل اور اس کی بیٹی حبیبہ بہت تعلیم یافتہ تھیں۔ بغداد کی ایک عورت شیخ شہدا ایسی تعلیم یافتہ اور شائستہ تھی کہ وہ مساجد میں بہت سے مسائل پر لیکچر دیا کرتی تھی۔ سائنس۔ سیاست۔ فلسفہ اور طب میں اس کا علم بہت وسیع تھا۔ لوگ اس وقت کے علما وفضلا کے ناموں کے ساتھ اس کا بھی نام لیا کرتے تھے۔ بادشاہ اسداللہ کی بیوی نے خیراتی ہسپتال قائم کئے۔ مختلف قسم کے غریب بیماروں کی مناسب نگہداشت اور ان میں دوائیوں کی تقسیم کے لئے ہر ضروری تجویز عمل میں لائی گئی۔ بیدوسی خاتون دختر ملک اشرف نے دمشق میں ایک کالج قائم کیا۔ ایک اور کالج جمرد خاتون زوجہ نصیر الدولہ گورنر حمص نے قائم کیا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت علیؓ کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت نفیس شعر کہا کرتی تھیں۔ اورنگ زیب کی صاحبزادی زیب النسا ایسے نفیس اور سبق آموز شعر کہا کرتی تھیں کہ انہیں طوطی ہند کا خطاب دیا گیا۔ خلیفہ ولید کی بیوی ام البنین کا اپنے خاوند پر بہت بڑا اثر تھا اور وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی بہبودی اور خوشحالی میں اس اثر کو کام میں لاتی تھی۔ اس نے اپنی بہنوں کی تعلیم میں بہت کچھ کوشش کی۔ خلیفہ مقتدر کی والدہ عدالت اپیل کی پریزیڈنٹ تھی۔ اور وہ اپیلوں کو سنتی اور فیصلے دیا کرتی تھی۔ وہ بیرونی سفیروں سے ملتی اور خارجی سیاسیات پر ان سے گفتگو کیا کرتی تھی۔ تقیع ایک بہت بڑی شاعرہ تھی اور وہ علم حدیث پر لیکچر دیا کرتی تھی۔ ناجھون ایک عورت تھی جو مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے کی قابلیت رکھتی تھی۔ وہ شاعرہ تھی۔ فصاحت وبلاغت رکھتی تھی۔ مورخ اور ادیب تھی۔ زنیب۔ قلایا۔ خصہ۔ صوفیہ اور حمدہ ایسی عورتیں تھیں جنہوں نے تاریخ اسلام کو پر عظمت بنا دیا۔ وہ شہرت وعظمت جو اس وسیع دنیا کی کئی قسم کے امور میں انہیں حاصل تھی نہ صرف ان کے مسلمان بھائیوں کی کشش کا موجب ہوئی بلکہ ہمارے بہت سے عظیم الشان بین الاقوامی شہرت رکھنے والے غیر مسلم بھائیوں میں بھی انہیں عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

اگر ہم اپنی ہندوستانی مسلمان عورتوں کی موجودہ تعلیمی حالت گزشتہ زمانہ کی عورتوں سے مقابلہ کریں تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یقین نہیں کرسکتے کہ وہ تنزل وانحطاط کے ایسے گہرے گڑھے میں جا گری ہیں۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہماری عورتیں مناسب تعلیم اور شائستگی سے محروم ہیں یہاں تک کہ تعلیم صرف مردوں

ہی کے لئے نہیں بلکہ عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ ہمارے اکثر مسلمان بھائیوں کو جو اعلیٰ اور شریف خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں ابھی تک باور نہیں۔ اگر ہمارے معظم اور شریف خاندانوں کے مسلمان بھائی تعلیم کی اہمیت کو سمجھیں اور ان بہت سی تمدنی خرابیوں کو دور کر دیں جو ان میں پیدا ہو کر طاقت و قوت کو کھاتی جا رہی ہیں۔ اور زبردست امداد کے ذریعہ اپنی توجہ اس طرف مبذول کریں۔ تو پھر ہم اسلام کی اصل عظمت و شان کے پیدا ہونے کی امید کر سکتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی علم، دانائی اور دولت کی آنکھیں کھولے۔ آمین۔

"کا تب"

عرب کو بچانے کی پھر کوشش کرنی چاہئے

(از جناب عبد اللہ فلبی صاحب)

یہ مضمون مشہور برطانوی مدبر جناب سینٹ جان فلبی کے ایک عربی ایڈریس کا بعض معمولی تصرفات کے بعد انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور اب اسے قارئین کرام اشاعت اسلام کے لئے اردو کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ مسٹر فلبی نے (جو اب خدا کے فضل و کرم سے حلقہ بگوش اسلام ہو کر دین متین کے ایک بہت بڑے حامی ثابت ہو رہے ہیں) یہ لیکچر ۲۲ مئی سنہ ۱۹۳۷ء کو ایک مبارک جلسہ میں جو گراس وینر ہاؤس لندن میں مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمےٰ کے اہتمام سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانے پر منعقد کیا گیا تھا۔ دیا اور حاضرین سے خراج تحسین حاصل کیا۔ (مترجم)

آج ہم حضرت سرور کائنات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا یوم ولادت منانے کے لئے یہاں مجتمع ہوئے ہیں جو (اہل یورپ کے حساب کے مطابق) آج سے ۱۳۶۷ سال قبل تولد ہوئے۔ ان دنوں میں (جیسا کہ آج ہم اپنے زمانہ میں دیکھ رہے ہیں) عرب کے باشندوں کی آزادی سخت خطرے میں پڑی ہوئی تھی جس سال ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تاریخ میں اس کا نام "عام الفیل" یا "ہاتھیوں والا سال" ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ مکہ پر ایک بہت بڑا دشمن حملہ آور ہو رہا تھا۔ یہ کون تھا؟ یہ ابی سینیا کی ایک بہت بڑی فوج تھی جو اپنے جرنیل ابراہا کے ماتحت عین مکہ کے دروازے پر پہنچ چکی تھی۔ وہ اپنے ساتھ بہت سے ہاتھی لائی تھی جس کا مقصد اہل عرب کو مرعوب کرنا تھا۔ ادھر اہل عرب کی یہ حالت تھی کہ بمقابلہ دشمن کے نہ ان کے پاس سامان جنگ تھا نہ اس قدر جمعیت۔ جناب رسول اکرم صلعم مکہ میں پیدا ہوئے جو بظاہر ایک زبردست دشمن کے سامنے سر اطاعت خم کر چکا تھا۔ لیکن تصرفات الٰہیہ نے کام کیا۔ اور عرب کا یہ دار الخلافہ معجزانہ رنگ میں دشمن کی تاخت و تاراج الغرض اس کے تصرف سے بال بال بچ گیا منصب نبوت پر فائز ہونے کے کئی سال بعد یہ تاریخی واقعہ قرآن مجید کی ایک سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا

جو اس طرح سے شروع ہوتا ہے۔ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل... الخ یعنی کیا تونے نہیں دیکھا کہ کس طرح تیرے رب نے اصحاب فیل (ہاتھی والا) کے ساتھ کیا۔ کیا ان کے مکر و فریب کو ملیا میٹ نہ کر ڈالا۔

پس جب آپ (صلعم) پیدا ہوئے آپ نے دیکھا کہ کس طرح خدا کی حکمت سے آپ کا یہ شہر دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ و مامون ہو گیا۔ اور آپ تمام عمر جو باسٹھ ترسیٹھ سال کی تھی اپنے ملک عرب کی حقیقی خدمت بجا لاتے رہے اور اپنے ہم وطنوں کو اس خالق حقیقی کی طرف بلاتے رہے جسکو وہ بھول چکے تھے۔ آپ کوئی نیا مذہب لیکر نہیں آئے تھے۔ آپ نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں رکھی تھی۔ یہ وہی پرانا مذہب تھا جس کو عرب کے آبا و اجداد مانتے چلے آتے تھے۔ اسی کو آپ دوبارہ زندہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ اسی بزرگ نفس کا تعلیم کردہ مذہب تھا جن کا نام ابراہیم علیہ السلام ہے جو تمام عرب کا دادا تھا۔ اور جو دنیا کے تین بڑے مذاہب جو دنیا کے کثیر حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں یعنی اسلام۔ عیسائیت اور یہودیت کا سرچشمہ تھا۔ وہ خطرہ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت عرب کو لاحق تھا وہ تو دور ہو گیا۔ عرب بتدریج طاقت حاصل کرتے گئے۔ ٹھیک ۱۳۰۰ برس گزر گئے۔ کہ وہ فلسطین اور شام پر قابض ہو گئے۔ اُنکی عظیم الشان سلطنت کمال عروج کو پہنچکر بالآخر تنزل کی نذر ہو گئی۔ اور آج ہم پھر اس خطرے کو محسوس کر رہے ہیں جو عرب کو آج سے ۱۴ صدیاں قبل لاحق ہوا۔ لیکن موجودہ خطرہ اس گزشتہ خطرہ سے کہیں زیادہ ہیبتناک اور دہشت انگیز ہے۔ شہنشاہیت پسند ریاستیں چاروں طرف سے عرب پر دندان آز تیز کئے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے مختلف طاقتیں عرب لوگوں کی آزادی سلب کرنے کے درپے ہیں یہ خطرہ محض عرب کے لئے ہی نہیں بلکہ خود اسلام کے لئے ہے جسپر ہر ایک مسلم کو بیدار ہو جانا چاہئے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے فلسطین کے قضیۂ نامرضیہ کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔ اس ملک میں گزشتہ سال جو حالات رونما ہوئے وہ سب کے پیش نظر ہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس وقت اس کمرے میں بہت سے ایسے عرب لیڈر ہیں جو انگلستان میں ابھی مسئلہ فلسطین کی وجہ سے مقیم ہیں۔ اور وہ میری نسبت اس مسئلہ سے زیادہ دلچسپی اور تعلق رکھتے ہیں۔ وہ مسئلہ کیا ہے ؟ بیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ جنگ عظیم کے دوران میں برطانوی حکومت نے پختہ طور پر وعدہ کیا تھا کہ وہ تمام عربی علاقہ جات اور عرب قوم کی آزادی اور خود مختاری کی عزت برقرار رکھے گی۔ اس سے تھوڑے

عرصہ کے بعد انہوں نے یہودیوں سے کچھ عہد و پیمان کیئے اور جب آخری یا قطعی تصفیہ کا وقت آیا انہوں نے یہودیوں سے جو عہد و پیمان کئے تھے ان کے پورا کرنے کو ترجیح دی اور عرب کے متعلق جو قول قرار کئے تھے ان کو پس پشت ڈال دیا۔ انہوں نے فلسطین کا ملک عربوں سے لے کر اور اس کو برطانوی کالونی بنا کر یہودیوں کو اس میں مستقل طور پر آباد کرنا شروع کر دیا۔ ان کا یہ فعل صرف عہد و پیمان کے خلاف ہی نہ تھا بلکہ عرب قوم کے ساتھ ایک بہت بڑی بے انصافی پر مبنی تھا۔ اسی بے انصافی کے خلاف عرب لوگ گزشتہ بیس سال سے مصروف جد و جہد ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان کی مساعی بیکار ثابت ہو رہی ہیں۔

قصہ کوتہ جو خطرہ آج عرب کو لاحق ہے وہ اس خطرہ سے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں لاحق ہوا کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن میں یہ بات کہنے کی اجازت چاہتا ہوں اور اس جسارت کی معافی چاہتا ہوں کہ اگر پورے طور پر نہیں تو کسی حد تک تاریخ نے اپنے آپ کو اس امر میں دہرایا ہے کہ اس دوسرے خطرے کے ایام میں ایک شخص پیدا ہوا ہے وہ ابھی تک بقید حیات موجود ہے۔ میرا مقصد اس سے ہز میجسٹی بادشاہ عبد العزیز ابن سعود نہیں ہے بلکہ میرا مقصد خود میری ذات سے ہے۔ میں ایک آزاد انسان ہوں اور مجھے اپنی رائے بلا توقف ظاہر کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

میں شاہ ابن سعود کے سب سے بڑے بیٹے کے سامنے جو کل کو بادشاہ بننے والا ہے اور اس مقدس موقعہ پر جو سرور کائنات کی پیدائش کا دن ہے علانیہ طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے کامل وثوق اور یقین ہے کہ حضور ولی عہد کے والد بزرگوار یعنی بادشاہ ابن سعود جو اس وقت عرب کے تخت پر متمکن ہیں وہ اپنی قوم کا حق خدمت بجا لائینگے۔ عرب قوم کا لیڈر ہونے کی وجہ سے آپ کا فرض ہے کہ جس طرح حضرت نبی کریم نے عرب کو خطرہ میں سے نکال کر اس کو بچا لیا تھا اسی طرح آپ اس کو دشمنوں سے محفوظ کر لیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم عرب کو اور عربی قوم کو تمام مصائب و آلام سے بچائے۔ اور اسے تمام بلیات سے مصئون و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ہدووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب رت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ ، جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک عت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

ن کے آرگن

ن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام ر۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر ن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

ن کے تاثرات

ن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و مین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات ر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد ۔ کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر یغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف بی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں ں وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ ں ۔ب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک ادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد نگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف م کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

لستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی یاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام ، اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج دتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض ں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار یں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی ت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ں آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت ں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس رکھنے کے خود بخود ہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں اعتِ اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

کنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت لی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سر انجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی ( ) امی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ ں یب کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں ، اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ ، اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ...ل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت علیے کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ...ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک ...بریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعیان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلمین تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ...ہے اور ممالک غیر کیلئے ...ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچ سکے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کار کن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنیوالی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتری ایڈریس ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لوئیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن، اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں